پاکستانی معاشرے میں

مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل

(شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل

(شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

www.kitabosunnat.com

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوّع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل!

(شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

مصنفہ: ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

Email id: sayeda.sadia@yahoo.com; sayeda.sadia1133@gmail.com

Cell: 0333- 4492062

طبع اول: یکم اپریل 2017ء

تعداد:500

تعداد صفحات: 437

حرف سازی: عظیم سرور

مطبع: ایس شوکت نور پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت: 600

ملنے کے پتے

لاہور

- ادارہ اسلامیات، 190 انارکلی لاہور۔ فون نمبر:37353255-042
- کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

فون نمبر:3720318-042

- مکتبہ سید احمد شہید، 10، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

فون نمبر: 37228272/042-37228196

کراچی

- فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون نمبر:2212991/26829724

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

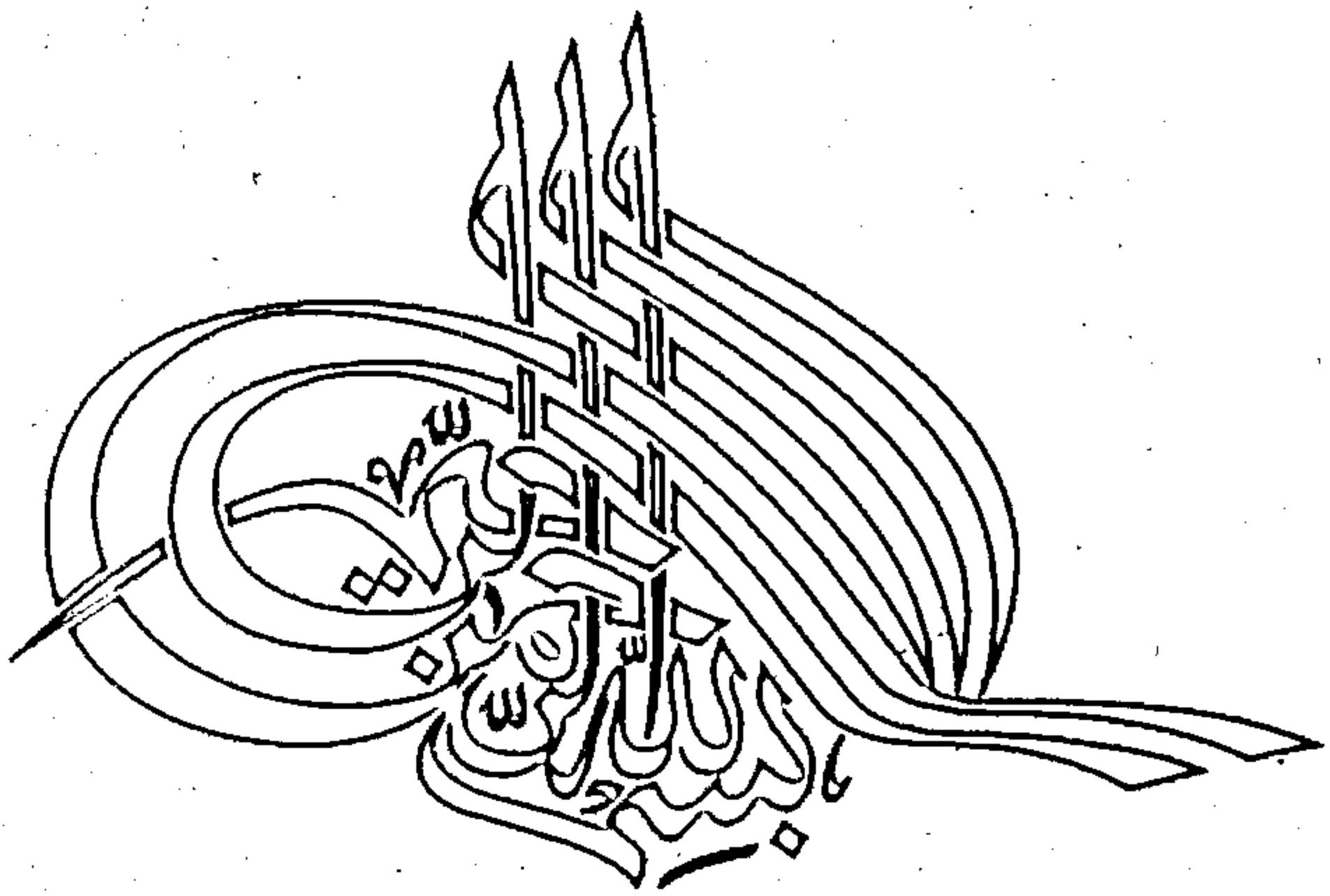

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم:۲۱)

اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

بصد عقیدت واحترام

رشتہ ازدواج میں پاکیزگی، حسن تعلق اور ایثار ووفا کو

بے مثال بنانے والے ابراہیم وحاجرہ (علیہما السلام) کے

نقوش پا کے نام

جن کے اسوہ حسنہ کو اللہ تعالیٰ نے استناد بخشتے ہوئے فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الممتحنہ:۴)

تمہیں ابراہیم اور ان کے رفقاء کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف آغاز

خاندان انسان کی دینی، حیاتیاتی، اخلاقی و سماجی ضرورت اور معاشرے کی اساس ہے۔ کسی بھی معاشرے کے استحکام اور تعمیر وارتقاء بھی اسی ابتدائی سماجی اکائی کا رہین منت ہے۔ رشتہ زوجیت کی صورت میں قائم ہونے والے اس ادارے کو اللہ رب کائنات نے باہمی سکون ومودت، امن وخیر خواہی، حسن تعلق، احسان وایثار اور انسان کی اولین تربیت گاہ کا باعث بنایا ہے۔ خاندان کی یہی برکات و وظائف اسے دیگر معاشرتی اداروں سے ممیز کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہی ادارہ اپنے ان وظائف سے عاری ہوجائے تو پھر سماج کی ہر سطح پر انتشار وفساد، اخلاقی تنزلی اور شکست وریخت نظر آئے گی۔ عصر حاضر جہاں اپنی روز افزوں ترقی کے باعث ہر لمحہ انسان کو ورطہ حیرت میں مبتلا کئے دیتا ہے وہیں معاشرتی انتشار اور طلاق وخلع کے خطرناک حد تک بڑھتے ہوئے رجحانات انسان کو قعر مذلت کی جانب دھکیلنے پر آمادہ ہیں۔ طلاق وخلع کے اثرات تنہا زوجین تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ اس کا دائرہ کار واثرات وبائی امراض کی مانند تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ تصنیف: "پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل (شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)" میں خاندانی نظام کے بگاڑ کی بدترین شکل طلاق وعلیحدگی سے متاثر ہوتی ہوئی خواتین کے سماجی و قانونی مسائل کو احتیاط کے ساتھ محققانہ اسلوب میں بڑے نفیس انداز میں موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ محققہ کی معلومات تازہ اور تحقیقات نادر ہیں۔ مصنفہ نے انتہائی حساس موضوع پر پاکستانی معاشرے کا تجزیہ کرکے خاندانی نظام کی شکست وریخت کے حقیقی اسباب متعین کیے ہیں نیز اس کے عملی اثرات کا جائزہ بنظر عمیق لیا ہے۔ کتاب میں پیش کی گئی عملی تجاویز اسباب ومسائل کے تدارک اور قانون ساز اداروں کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔

مصنفہ کی یہ تحقیقی کاوش میرے لئے باعث فخر وانبساط ہے کہ انہوں نے انتہائی حساس موضوع کو اپنی تحقیق کا محور بنایا اور ایک علمی دستاویز مرتب کی۔

دعاگو ہوں کہ اللہ عزوجل اس علمی کام کو دارین کی منفعت وبرکات کا باعث بنائے۔ آمین

دعاگو

پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت

ڈین فیکلٹی علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف چند

علوم اسلامیہ کی تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر دور میں اس دور کے اساتذہ کو کچھ شاگرد ایسے بھی ملتے ہیں جن کے تلمذ پر ان اساتذہ کو فخر ہوتا ہے۔ عزیزہ سیدہ سعدیہ ایسی باصلاحیت تلمیذہ ہیں کہ مجھے ذاتی طور پر ان کا استاد ہونے پر فخر ہے۔

میرے لئے محترمہ سیدہ سعدیہ کی تصنیف "پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل (شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)" جو کہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے کے لئے حرف چند لکھنا خوشگوار حیرت کا باعث ہے۔ موضوع کا محققانہ اسلوب اور علمی سنجیدگی اپنی جگہ اہم ہے۔ لیکن اس میں خواتین کے سماجی و قانونی مسائل کو جس دقت نظری سے جانچا گیا ہے اور اس کے بعد شرعی تناظر میں ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو تجاویز دی گئی ہیں وہ قابل قدر بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔ ان تجاویز کی روشنی میں اگر پاکستانی قوانین کو ترمیم وتبدیل کے مراحل سے گزار جائے تو پاکستانی مطلقہ خواتین کے لئے بہتر زندگی کے مواقع فراہم ہوسکتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب میں معنوی حسن پایا جاتا ہے اور جدید تحقیق کے اصولوں کے ساتھ ساتھ اس چیز کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ معنویت کے اعتبار سے جس موضوع کو اولیت حاصل ہے وہ ترتیب میں بھی مقدم رہے۔ علمی دنیا خصوصاوہ علمی دنیا جہاں اپنی رائے دلائل کی قوت کے ساتھ ظاہر کرنے کی آزادی بھی قرآن وسنت کی فراہم کردہ حدود کے لحاظ سے پابندی بھی ہے، وہاں فقہی واجتہادی اختلافات کا رونما ہونا اس ماحول کا فطری تقاضا ہے۔ مؤلفہ کا موضوع خالصتا فقہی ہے لہٰذا فقہی اختلافات کو واضح کرنا اور محققہ کی حیثیت سے دلائل کی بنیاد پر ان میں سے کسی رائے کو راجح قرار دینا بھی ذمہ داری بنتی ہے۔ محققہ نے ادب واحترام کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے مقالہ میں اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کیا ہے۔

میں مؤلفہ کو کتاب کی اشاعت پر تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ اس علمی کاوش کو تشنگانِ علم کی سیرابی کا باعث بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

ڈائریکٹر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرفِ سخن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

خالق ورب کائنات نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اور اپنی اشرف المخلوقات میں مرد و عورت کا جوڑا بنایا پھر اس مخلوق کی بقاو تسلسل کے لیے ادارہ نکاح عطا فرمایا جس کے تحت ہر دو یعنی مرد و عورت اپنی جبلی اور فطری خواہش کو اپنے پروردگار کی رضا کے مطابق پوری کرتے ہیں۔ نتیجتاً نسلیں وجود میں آتی ہیں۔ نکاح کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن حکیم میں اسے میثاق غلیظ کہا گیا اور ہر صورت اس کو اچھے انداز میں باقی رکھنے کا حکم ملا۔ اختلافِ طبائع ایک فطری امر ہے لیکن انسانیت اور بندگی کا تقاضا کہ وہ اس اختلاف کو حریت فکر کی نعمت سمجھتے ہوئے حدود و قیود کا پابند کر لے۔ رشتہ نکاح سے وجود میں آنے والے پاکیزہ تعلق میں رخنہ پڑنا اور اختلاف کا ہونا بھی ایک بدیہی حقیقت ہے۔ لہذا صحت مند معاشرے کی بقا کے لیے مختلف طرق سے ان اختلافات کو ختم کرنے اور نسل نو کی پرورش و تربیت پر زور دیا گیا ہے اور یہودیت کی طرح اس تعلق کو آہنی زنجیروں میں نہیں جکڑا گیا۔ ایک مسلمان قاری اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ شریعت مطہرہ نے ٹھوس اسباب وجوہ کی موجودگی میں اس بندھن کو ختم کرنے کی گنجائش رکھی ہے لیکن اسے ابغض الحلال قرار دیا۔ یہ پختہ اور پاکیزہ تعلق جسے ربِ ذوالجلال کو حاضر و ناظر جان کر قائم کیا جاتا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے شریعت نے طریقے اور راستے بھی متعین کیے جن میں ایک طریقہ طلاق کا ہے۔ یہ لفظ محبت و مودت، چاہت اور ارمانوں کے بعد بننے والے اس پاکیزہ رشتہ میں شگاف ڈال دیتا ہے۔ نتیجتاً وہ ادارہ جو محبت اور سکون و راحت کی چھاؤں میں نسل نو کی تربیت و تعمیر کے لیے وجود میں آتا ہے وہ صحنِ گلشن کے بجائے خاردار جنگل کا نقشہ پیش کرنے لگتا ہے اور خاندانی زندگی کے حقیقی مقاصد و ظائف کے حصول میں سدراہ بن جاتا ہے۔

آج پوری دنیا ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے جس کا انکار خطرے کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں موندنے کرنے کے مترادف ہے۔ آج دنیا کے تمام معاشروں کو عائلی زندگی کی تخریب اور توڑ پھوڑ کا سامنا ہے لیکن اگر یہی صورتِ حال مملکتِ پاکستان جو شریعت مطہرہ کے نفاذ کے لیے وجود میں آئی اس پر منطبق ہوتی ہو تو لمحہ فکریہ ہے۔ طلاق و خلع یعنی خاندانی نظام کو درہم برہم کرنے والے شیطانی ہتھیار کے روز افزوں اعداد و شمار کے گراف پر ایک سرسری نظر خطرے کی گھنٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزیزہ سیدہ سعدیہ نے اپنی کتاب **پاکستان معاشرے میں مطلقہ خواتین کے مسائل (شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)** پر مدلل اور جامع مواد پیش کرنے کی اچھی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اس تصنیف میں پاکستان کی سماجی / معاشرتی صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے طلاق و خلع کے اسباب و نتائج کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ ان کی یہ بات حقیقت کی عکاسی کرتی ہے کہ مرد تو طلاق کے الفاظ بول کر اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق ہر قسم کے اقدام کے لیے آزاد ہو جاتا ہے، جبکہ مطلقہ یعنی عورت کو ان گنت معاشرتی، معاشی، نفسیاتی و حیاتیاتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اسے زندہ در گور کر دینے کے مترادف ہوتے ہیں۔ گویا عورت کی زندگی تو ایک بند گلی میں چلی جاتی ہے جہاں اسے اس دلدل سے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تم مجھے طلاق دے تو رہے ہو قہر و غضب کے ساتھ
کیا میرا شباب بھی لوٹا دو گے میرے مہر کے ساتھ

اس شعر کو پڑھ کر تاریخ انسانی کے زریں دور یعنی عہد رسالت مآب ﷺ کا وہ واقعہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے جب ایک مرد طویل عرصے تک اپنی بیوی سے تمتع کرنے کے بعد علیحدگی کی بات کرتا ہے۔ قاری کو جاننا چاہیے اس عورت کی یہ درد بھری شکایت آسمانوں پر رب کائنات نے سنی اور اس کی دادرسی کی۔[1]

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ کا یہ تحقیقی کام ایک ایسا آئینہ ہے جو معاشرہ کی موجودہ صورتِ حال کا بہترین عکاس ہے۔ یہ منظر اس المناک کہانی کے مختلف کرداروں پر گزرنے والے ان لمحات کو بھی سمیٹ لیتا ہے جن میں مطلقہ کی آہیں اور نہ ختم ہونے والے مصائب کے ساتھ ساتھ مستقبل کے معمار معصوم بچوں کی

---

1 - دیکھئے: تفسیر مجادلہ، آیت نمبر: 1؛ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، س۔ن؛ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1980ء؛ ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی، لاہور، س۔ن؛ الازھری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، س۔ن؛ دریا بادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن، کراچی، س۔ن؛ تفسیر سورۃ المجادلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالتِ زر بھی دیکھی جاسکتی ہے جو باپ کی شفقت وتربیت سے محرومی کا شکار ہو کر مختلف ذہنی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تحقیقی کام درحقیقت اس بے حس معاشرے کے منہ پر ایک طمانچے سے کم نہیں۔ عزیزہ نے اپنے تحقیقی کام کے دوران اسلام میں خاندانی نظام کی اہمیت، پاکستان میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت اور طلاق میں اضافے کے اسباب پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے آخر میں ڈاکٹر سیدہ سعدیہ نے اصلاح معاشرے کے لیے گراں قدر تجاویز پیش کی ہیں۔ وہ اصلاح معاشرے کے لیے خاندان کی اصلاح کو کلیدی حیثیت دیتی ہیں اور اس اصلاح کو جہاد قرار دینے میں حق بجانب نظر آتی ہیں، انھوں نے معاشرے کو اس جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ مطلوب اصلاح کے لیے ہر دو یعنی زوجین (مرد وعورت) کو اپنے غلط رویوں کو شعوری طور پر تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مخلص بندہ رب بن کر ان کی اصلاح کے لیے بھرپور مساعی کے جذبے کے ساتھ اس میں شریک ہونا ہوگا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر معاشرہ کا یہی مزاج رہا اور عائلی قوانین سے روگردانی برتی گئی تو شاید یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

اللہ رحیم وکریم عزیزہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دارین کی لازوال نعمتیں ودیعت فرمائے۔ آمین۔

جمیلہ شوکت
پروفیسر ایمریطس
ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالتِ زر بھی دیکھی جاسکتی ہے جو باپ کی شفقت وتربیت سے محرومی کا شکار ہو کر مختلف ذہنی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تحقیقی کام درحقیقت اس بے حس معاشرے کے منہ پر ایک طمانچے سے کم نہیں۔ عزیزہ نے اپنے تحقیقی کام کے دوران اسلام میں خاندانی نظام کی اہمیت، پاکستان میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت اور طلاق میں اضافے کے اسباب پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے آخر میں ڈاکٹر سیدہ سعدیہ نے اصلاح معاشرے کے لیے گراں قدر تجاویز پیش کی ہیں۔ وہ اصلاح معاشرے کے لیے خاندان کی اصلاح کو کلیدی حیثیت دیتی ہیں اور اس اصلاح کو جہاد قرار دینے میں حق بجانب نظر آتی ہیں، انھوں نے معاشرے کو اس جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ مطلوب اصلاح کے لیے ہر دو یعنی زوجین (مرد وعورت) کو اپنے غلط رویوں کو شعوری طور پر تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مخلص بندہ رب بن کر ان کی اصلاح کے لیے بھرپور مساعی کے جذبے کے ساتھ اس میں شریک ہونا ہوگا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر معاشرہ کا یہی مزاج رہا اور عائلی قوانین سے روگردانی برتی گئی تو شاید یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

اللہ رحیم وکریم عزیزہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دارین کی لازوال نعمتیں ودیعت فرمائے۔ آمین۔

جمیلہ شوکت
پروفیسر ایمریطس
ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رب کائنات نے انسان کے کی فطری اخلاقی و معاشرتی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی جامع تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو ازل تا ابد منصہ شہود پر متمکن ذریت آدم کے لئے مشعل راہ کا کام کرتی رہیں گی۔ منعم حقیقی کے عطا کردہ انعامات میں سے ایک اہم نعمت انسان کی عائلی وازدواجی زندگی ہے۔ اس کائنات میں سب سے پہلے انسانوں کے مابین پہلا رشتہ ازدواجیت کا ہی قائم کیا ہے۔ باقی تمام رشتے اسی اساسی رشتہ کے نتیجے میں بنتے ہیں۔ گویا دنیا کا سب سے قدیم اور فرد کی زندگی کا اہم ترین ادارہ خاندان ہے۔ خاندان کا قیام انسان کی جبلی، فطری اور بدنی ضرورتوں کا نتیجہ ہے۔۔ ایک مرد و عورت کے رشتہ نکاح کی صورت اس ادارہ کا قیام عمل میں آتا ہے۔ کسی بھی تہذیب و تمدن اور قوم کا عروج اس ادارہ (خاندان) کے تعمیر و تربیت پر اور مثبت کردار کا مرہون منت ہے۔ اسی لئے بجا طور پر خاندان کو پہلا ریاستی ادارہ قرار دیا گیا ہے۔ خاندان کی اس اساسی اہمیت و ناگزیریت کے سبب اسلام نہ صرف اس ازدواجی تعلق کے قیام کی ترغیب دلاتے دلاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ایسے تمام دینی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور قانونی اقدامات کرتا ہے جن سے یہ رشتہ حقیقی معنوں میں زوجین کے لئے سکون اور باہمی مودت و رحمت کا باعث بن سکے۔ جس کے ثمرات سے زوجین، ان کی اولاد، والدین اور تمام افراد معاشرہ بہر طور پر مستفید ہو سکیں۔

لیکن جب یہی ادارہ تعمیر کی بجائے تخریب، اتحاد و تعاون کی بجائے فساد و انتشار، حسن معاشرت کی جگہ تفاوت، سکون و محبت کی بجائے نفرت کی آماجگاہ بن جائے تو یہ ازدواجی تعلق ناتواں کندھوں پر بار خاطر محسوس ہوتا ہے۔

شادی جس کا مطلب ہی خوشی ہے، اس لفظ شادی کے حقیقی معنی اب مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ میاں بیوی جنھیں ایک دوسرے کے لئے سکون و مودت کا ذریعہ اور ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر اس رشتہ کی نزاکت، تحفظ اور خوبصورتی سمجھائی گئی ہے اور عقدۃ النکاح کے الفاظ کے استعمال سے اس تعلق کی مضبوطی و پائیداری بتائی گئی ہے۔ اب زوجین میں اس تعلق کے ذریعے نہ تو محبت و مودت کی وہ اہمیت رہی ہے جو اس تعلق کی اساس ہے اور نہ ہی اس گرہ نکاح میں وہ مضبوطی کہ یہ گرہ کسی بھی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کشاہی نہ ہوسکے اور اسے عمر بھر کی رفاقت ووفادرای کا تعلق تصور کیا جائے۔ افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم رشتہ کی اہمیت اور مقاصد کا شعور مروزمانہ کے ساتھ کم ہوتا جارہا ہے، گھروں میں بڑھتے ہوئے جھگڑے، افراد خاندان کی باہمی رنجشیں، احساس مروت کی بجائے جنم لیتی ہوئی نفرت وعداوت، محبت کی جگہ کدورتیں، رفاقت کی بجائے رقابت نے عائلی زندگی کو اس کے حقیقی مقاصد و وظائف سے بہت دور کردیا ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں بے چینی، تناؤ، کڑن ایک دوسرے سے باہم دست وگریبان افراد نظر آتے ہیں۔ اس معاشرتی فساد کا یک اہم محرک گھروں کا صرف مکان رہ جانا بھی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں بھی اکثر گھروں میں کہیں کلی اور کہیں جزوی طور پر یہی صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے کہ زوجین میں التفات، اعتماد کہیں موجود نہیں۔ میاں اور بیوی میں طبائع کے اختلاف کو حقیقی اختلاف سمجھ لیا گیا ہے اور احکمت وکوشش سے التفات میں بدلنے کی جانب توجہ ہی نہیں کی جاتی۔ اس معمولی طبعی اختلاف کو حق وباطل کا اختلاف تصور کرلیا جاتا ہے۔ اور اس تعلق میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کو سلجھانے اور نبھانے کی بجائے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کو بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ یوں طلاق وخلع کے روز بروز بڑھتی ہوئی شرح تمام ارباب دانش وبینا کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔

اگر ہم پاکستان میں طلاق کے اِس بڑھتے ہوئے رجحان کی وجوہات کا ذکر کریں تو ہر ہونے والی طلاق کے پیچھے ایک الگ وجہ اور الگ کہانی ملے گی، مگر طلاق وخلع کے کیسیز کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ دو شادی شدہ افراد میں علیحدگی کا سبب بننے والی بنیادی وجوہات میں سرفہرست مشترکہ خاندانی نظام کے مفاسد (زوجین کے معاملات میں دخل اندازی)، منفی معاشرتی رسومات، مادیت پسندی، زوجین کے شخصی و ذاتی مسائل، دوسری شادی یا جلد بازی میں محبت کی شادی، میڈیا کا منفی کردار، معاشی مسائل، شوہر کا نشہ کرنا، وٹہ سٹہ یا خاندان سے باہر شادی کرنا ہیں جو طلاق وخلع کی شرح میں تیزی سے اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔

پاکستان کی سماجی صورت حال میں طلاق کے اسباب کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ مرد تو طلاق کے تین الفاظ ادا کرکے الگ ہوجاتا ہے جب کہ مطلقہ خواتین کو بہت سے سماجی، معاشی، نفسیاتی وحیاتیاتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مطلقہ عورت کے لئے سماجی مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں ان گنت تلخ تجربوں سے بھرپور ہوتے ہیں وہیں قانونی مسائل مالی، جسمانی، نفسیاتی وجذباتی لحاظ سے مطلقہ خاتون اور اس کے خاندان کے لئے ایک ناقابل فراموش بدترین سانحہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ طلاق کے بعد اگرچہ عورت پہلے ہی اپنا گھر ٹوٹنے کے باعث اپنی جذباتی، نفسیاتی، جسمانی کیفیت کے ایک بدترین دور سے گزر رہی ہوتی ہے وہیں معاشرے کے منفی رویے، سکونت ومعاش کے مسائل، بچوں کی تربیت وپرورش تنہاء کرنے کا بار، والدین وعزیز واقارب کے عدم تعاون ہر آنے والے وقت میں مطلقہ کے لئے مسائل کا کوہ گراں ثابت ہوتے ہیں کہ جس کو سر کرتے کرتے اس کے جذبات واحساسات زمانے کی تلخیوں کے سامنے کچلے جاتے ہیں ،افراد معاشرے کے منفی رویے اس کی روح پر ہر لمحہ تازیانے برساتے اسے بڑی بے رحمی سے اپنے اپنے نام نہاد احتساب کے کٹہرے میں کھڑا رکھتے ہیں جہاں وہ مجرم نہ بھی ہوتے ہوئے سزا کی مستوجب قرار دی جاتی ہے۔ ان سماجی مسائل کے علاوہ جب مطلقہ خاتون کو اپنے اور اپنے بچوں کے حقوق کے حصول کے لئے یا اپنے دفاع میں قانونی چارہ جوئی کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے تو یہ قانونی مسائل مطلقہ اور اس کے والدین کے لئے طلاق سے بڑھ کر ناقابل تلافی جرم بن کر رہ جاتا ہے۔ عدالت تک دادرسی اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے عورت کو بہت سی مالی و قانونی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جو ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ گویا زوجین کی یہ علیحدگی مسائل کے حل کی بجائے مزید کئی مسائل کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ کیونکہ معاملہ تنہا طلاق ہے پر جا کر منتج نہیں ہوتا بلکہ اس کے اثرات سے نہ صرف زوجین، ان کے بچے، ان کے خاندان متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس کے اثرات وبائی امراض کی طرح پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ جو بڑھتے بڑھتے ناسور کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

جس معاشرہ میں خاندانی بندھن کمزور پڑ جائے اور خاندان انتشار وٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے اس معاشرے میں بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں کیونکہ خاندان معاشرے کی پہلی اکائی ہے اس کے بگاڑ سے پورے معاشرے کا بگاڑ ہوتا ہے۔ معاشرے میں فساد، انتشار، بدامنی، عدم اطمینانی، بدعملی کو فروغ ملتا ہے۔ دلوں میں محبت کی بجائے نفرت، ہمدردی کے بجائے بے رحمی جنم لیتی ہے جس میں طلاق کے ذریعے علیحدہ ہونے افراد کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان، ان کے بچوں پر بھی بہت سے منفی اثرات پڑتے ہیں۔ بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ نقصان ایسی صورت میں عورت کا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بچوں کا ہوتا ہے گویا طلاق یافتہ ہونا عورت کے لئے ایک ایسا داغ ہمارے معاشرے میں بن چکا ہے جو اس کی زندگی کے ساتھ ہی مٹے گا اور اس کے بچوں کے مستقبل کو بھی طلاق یافتہ ماں کے بچے ہونے کا ٹائٹل تمام عمر متاثر کرتا رہے گا کیونکہ خاندان کا شیرازہ بکھر جانے کی صورت میں بچوں کے روشن مستقبل کی مکمل طور پر ضمانت نہیں دی جاسکتی ان کی شخصیت عدم تحفظ اور عدم اعتماد کا شکار ہوتی ہے۔ گھریلو ناچاقی کی وجہ سے پڑنے والے اثرات بچے غیر شعوری طور پر قبول کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی سوچ منتشرہ ہو جاتی ہے اور یہ خمیازہ انہیں تمام عمر بھگتنا پڑتا ہے۔ طلاق خواہ کسی بھی صورت میں ہو، دو زندگیوں کے درمیان المیوں کو جنم دیتی ہے۔ جس کا شکار عورت اور مرد کے علاوہ بچے بنتے ہیں۔ جو یقیناً دونوں کے عمل مکروہ کا شکار ہوتے ہیں۔

طلاق و خلع سے صرف دو فرد ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے بلکہ گھر کا ایک یونٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے ماں باپ میں سے کسی ایک کی محبت سے محروم ہو کر معاشرے کے ایسے افراد میں شامل ہو جاتا ہیں جو تعمیری رول کی بجائے تخریبی رول کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ وہ کسی ایک کی محبت سے محروم ہو کر ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

معاشرے میں اس بڑھتے ہوئے اخلاقی، سماجی، عائلی اور ازدواجی انتشار کو روکنا خود ایک جہاد ہے۔ اس حوالے سے خاندان، سماجی اداروں مثلاً جامعات، مساجد و مدارس، سماجی تنظیموں، ارباب فکر و دانش اور ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں ایسی کوششیں کریں کہ ازدواجی تعلق میں پڑنے والی دراڑیں کسی نہ کسی طرح پر کی جاسکیں۔ حکومتی سطح پر ایسے قوانین واقدامات پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے جن سے عائلی زندگی کا استحکام ممکن ہو سکے۔ نیز مطلقہ خواتین اور ان کے بچوں کی زخم خوردہ حالت کا کسی حد تک مداوا ہو سکے۔

زیر نظر کتاب دراصل پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے لکھا جانے والا تحقیقی مقالہ ہے۔ تحقیقی کام کی نوعیت، ضرورت اور تقاضوں کے پیش نظر مقالہ میں بعض ایسی تفصیلات بھی شامل ہوتی ہیں جو ایک تحقیقی مقالہ کے لئے تو ناگزیر ہوتی ہیں لیکن عوام الناس کے ذوق مطالعہ واستفادہ کے لئے اس میں کوئی خاص کشش و جاذبیت نہیں ہوتی۔ کتابی صورت میں اس تحقیقی کام کی اشاعت کے لئے بعض ضروری و ناگزیر ترامیم کی گئی ہیں۔ موضوع تحقیق کا مرکزی محور پاکستانی معاشرہ میں مطلقہ خواتین کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مجوزہ حل ہے۔ کوشش کی گئی ہے مطلقہ خواتین کے مسائل کا حل اسلامی، عصری، سماجی و قانونی تناظر میں پیش کیا جائے۔ اس موضوع پر تحقیق کا اولین مقصد ہی یہ ہے کہ پاکستانی معاشرے کی سماجی و قانونی صورتحال میں مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے بہترین اور قابل عمل اقدامات تجویز کیے جاسکیں۔ امید واثق ہے قارئین کرام کے لئے یہ کتاب افادہ کا باعث ہونے کے ساتھ انہیں انفرادی و اجتماعی ہر دو سطح پر مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے ایک ایسالائحہ عمل فراہم کرے گی کہ جن کی روشنی میں ہر فرد معاشرہ ان مسائل کو حل کرنے میں اپنا کلیدی کردار بطریق احسن ادا کرنے کے قابل ہوسکے گا۔ جو یقینا ایک پر امن، پر سکون، مستحکم و منظم اور مفید معاشرے کے قیام کی اساس فراہم کرے گا۔ نیز منہدم ہوتی ہوئی سماجی اقدار اور روز بروز بڑھتے ہوئے خاندانی عدم استحکام کے لئے ایک روشن صبح کی نوید کا باعث ہو گا۔

راقمہ کا یہ طویل تحقیقی سفر بہت سے معلمین و مربین کے تعاون اور دعاؤں کا رہین منت ہے۔ جن کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی فریضہ ہی نہیں بلکہ باعث انبساط و افتخار بھی ہے۔ اولین طور پر میں منعم حقیقی کی نہایت شکر گزار ہوں جس کے بے پایاں احسان کے نتیجے میں اس اہم موضوع پر قلم اٹھا سکی۔ اور بے شک وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا[1] اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔ اور اگر خدا کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بے پایاں درود وسلام اس رہبر کامل و محسن نسواں کی ذات اقدس ﷺ پر جنہوں نے قعر مذلت میں سسکتی عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دے کر شرف و عزت کی ردا عطا فرمائی۔

بے حساب دعائیں اور جذبات تشکر پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کے لئے جن کی شفقت مادری اور مربیانہ و ماہرانہ آراء اور پر خلوص دعائیں اس سفر میں میرے شامل حال رہیں۔ انتہائی سپاس گزار ہوں نگران تحقیق پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر صاحب کی کہ موضوع تحقیق کے انتخاب سے پایہ تکمیل تک کا یہ سفر حقیقتا موضوع ھذا میں ان کی ذاتی دلچسپی کا مرہون منت ہے۔ جن کی علمی راہنمائی اور شفقت و عنایات کے سبب تحقیقی و تصنیفی مراحل بطریق احسن طے پائے۔ انتہائی ممنون ہوں

---

[1] ابراہیم:۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت صاحبہ ڈین ادارہ اسلامیات جامعہ پنجاب، لاہور جن کی بے لوث مروت، مربیانہ حوصلہ افزائی نے ہر لمحہ میرے لئے مشعل راہ کا کام کیا۔ ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب ڈائریکٹر علوم اسلامیہ کی بھی انتہائی شکر گزار ہوں کہ ان کی مشفقانہ، مخلصانہ اور ماہرانہ آراء دوران تحقیق میرے شامل حال رہیں۔

راقمہ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اسے بہت سے معلمین و محسنین کی علمی و عملی معاونت حاصل رہی۔ ان میں خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر حافظ شاہدہ پروین صاحبہ کی موضوع تحقیق پر ماہرانہ آراء، پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح و پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عثمان صاحب کی برادرانہ مشاورت و راہنمائی، ڈاکٹر ثمینہ سعدیہ صاحبہ کی مخلصانہ دعاؤں اور ادارہ علوم اسلامیہ و شیخ زائد اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب کے تمام اساتذہ کرام کی علمی سرپرستی و پر خلوص تعاون راقمہ کے خصوصی شکریہ و دعاؤں کا مستحق ہے۔

میں ان تمام خواتین و اصحاب کی بھی نہایت ممنون ہوں جنہوں نے میرے موضوع مقالہ کے حوالے سے مرتب کردہ سروے میں اپنی قابل قدر تجاویز و آراء دیں جو میرے مقالے کا اہم حصہ ہیں۔ اس تعاون کے باعث ہی یہ تحقیقی کام تکمیل کے مراحل طے کر سکا۔

بے پایاں دعائیں اور جذبات تشکر اپنی عزیز ترین ہستوں رب کی رضا (والد) اور اپنی جنت (والدہ) کے نام جو میرے لئے شجر سایہ دار ہیں کہ زندگی کے تلخ و شیریں حالات میں ان کے وجود نے سکون و طمانیت عطا کرنے کے ساتھ اپنی دعاؤں کے حصار میں یہ علمی زینے عبور کرنے کا عزم و حوصلہ دیا۔ جنھوں نے زندگی میں آنے والے ہر خار کو اپنی قربانیوں سے گل و گلزار بنایا۔

بطور خاص رحمت رب کریم (بیٹی) اور نعمت الٰہی (بیٹے) کی ممنون ہوں کہ جن کے بہت سے حقوق میں اس علمی مصروفیت کے باعث تشنگی رہ گئی۔ اور جن کے ننھے ہاتھ اور معصومانہ الفاظ میرے لئے مصروف دعا رہے۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے: رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔ [1] اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر کروں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (و تقویٰ) دے۔ بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔

مجھے اس بات کا مکمل احساس و اعتراف ہے کہ موضوع کی وسعت، میری کم علمی اور تحقیقی کام میں ناتجربہ کاری کی بناپر بہت سے پہلو تشنہ رہ گئے ہوں۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اس کاوش کی مزید اصلاح کے لئے اپنے زریں مشوروں سے مستفید فرمائیں اور اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ بارگاہِ الٰہی میں " رب زدنی علماً "کی طالبہ ہوں، نیز دعا گو ہوں کہ وہ دین اسلام کی بصیرت عطا فرمائے اور میری دانستہ و نادانستہ لغزشوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔ وماتوفیقی الا باللہ

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

sayeda.sadia@yahoo.com

sayeda.sadia1133@gmail.com

Cell: 0333- 4492062

[1] القرآن ۱۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

انتساب	i
حرف آغاز	ii
حرف چند	iii
حرف سخن	iv
پیش لفظ	vii
باب اول: پاکستان کا خاندانی نظام و معاشرے میں خواتین کی حیثیت	1
خاندان کی اہمیت	3
پاکستان کے خاندانی نظام کا پس منظر	4
پاکستان کا خاندانی نظام	9
پاکستانی معاشرے میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت	29
پاکستانی معاشرے میں خواتین کی سماجی حیثیت	31
منفی رسوم ورواج اور تہذیبی و ثقافتی اختلاط کے نتائج	36
پاکستان میں عورتوں کی قانونی حیثیت و حقوق	48
پاکستان میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت۔ تجزیاتی مطالعہ	58
سفارشات	61
باب دوم: پاکستانی معاشرے میں طلاق کے اسباب	63
پاکستانی معاشرے میں شرح طلاق	64
پاکستانی معاشرے میں طلاق کے اسباب	70
سماجی و قانونی ماہرین کے نزدیک طلاق کی شرح میں اضافہ کے اسباب	137
باب سوم: پاکستانی مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل	142
پاکستانی مطلقہ خواتین کو درپیش سماجی مسائل	144

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل	162
باب چہارم: اسلام کا قانون طلاق-تجزیاتی مطالعہ	177
اسلام کا قانون طلاق (مختصر جائزہ)	178
خلع	202
آداب طلاق	208
ایک مجلس کی تین طلاقیں-تجزیاتی مطالعہ	214
تجاویز وسفارشات	256
باب پنجم: پاکستان کے عائلی قوانین کا شرعی قوانین کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ	258
پاکستان کے عائلی قوانین کا پس منظر	259
پاکستان میں عائلی قوانین کا نفاذ	260
پاکستانی معاشرہ میں تعدد ازواج حقیقی صورتحال	275
تنسیخ نکاح کی وجوہات	296
پاکستان کی عدالتی صورتحال اور مقدمات خلع و تنسیخ نکاح	313
یک طرفہ عدالتی خلع کی شرعی حیثیت	319
باب ششم: مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے مجوزہ اقدامات	327
خاندانی سطح پر اصلاح احوال	328
دینی ومذہبی پہلوؤں سے اصلاح کی کوشش	372
مختلف سماجی اداروں کی جانب سے اصلاحی تدابیر	382
قانونی وحکومتی سطح پر صورت حال کی بہتری کے لئے حکمت عملی	389
نتائج تحقیق	395
انفرادی سطح پر زوجین کا ذاتی کردار	398
سماجی سطح پر مسائل کے ذمہ داران	399

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

407 تجاویز وسفارشات

407 سماجی مسائل کے حل کے لئے تجاویز وسفارشات

409 دینی طبقات کے حوالے سے تجاویز سفارشات

413 قانونی مسائل کے حل کے لئے تجاویز وسفارشات

419 مصادر ومراجع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

پاکستان کا خاندانی نظام و معاشرے میں خواتین کی حیثیت

پاکستان کا خاندانی نظام

پاکستانی معاشرے میں خواتین کی حیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا کا سب سے قدیم اور فرد کی زندگی کا اہم ترین ادارہ خاندان ہے۔ جس کا وجود ہر دور اور ہر معاشرے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے، خاندان معاشرے کی اساس اور سماج کا ابتدائی گروہ ہے۔ بلاشبہ خاندان نسل انسانی کا ایسا مشترک ادارہ ہے جو پہلے انسان کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے وجود پذیر ہوا۔ زمانہ قبل از تاریخ سے لے کر آج کے متمدن معاشروں تک، خاندان کا تسلسل، بقا، ارتقاء اور پھیلاؤ برقرار ہے۔ چونکہ خاندان کا قیام انسان کی جبلی، فطری اور بدنی ضرورتوں کا نتیجہ ہے اس لئے مذہب، نظریات اور افکار و اوہام کے فرق عظیم اور اختلافات کی وسیع خلیج کے باوصف کوئی زمانہ انسان پر ایسا نہیں گزرا کہ خاندان کی اکائی معدوم ہوئی ہو، لہذا فرد اور خاندان ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، فرد خاندان ہی میں جنم لیتا ہے، پرورش حاصل کرتا ہے۔ عمل سماجیانہ سے گزرتا ہے اور اپنی طبعی نفسیاتی ضروریات کی تسکین حاصل کرتا ہے۔

ڈاکٹر خالد سہیل لکھتے ہیں: ہر بچہ کسی خاندان میں پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی سماج میں پرورش پاتا ہے۔ تو وہ خاندان اور سماج اس بچے کی تربیت کرتے ہیں اور اس کی شخصیت کو نکھارتے ہیں اور جب وہ بچہ جوان ہو جاتا ہے تو زندگی کے چند اہم فیصلے کرتا ہے۔ اور وہ فیصلے اس خاندان اور سماج کے نظام کو متاثر کرتے ہیں۔

کسی فرد اور اس کے سماج کا رشتہ نہایت پیچیدہ اور گھمبیر ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے میں تبدیلی لاتے رہتے ہیں۔ وہ تبدیلی مثبت بھی ہو سکتی ہے جس میں دونوں ترقی اور ارتقاء کا سفر کرتے ہیں اور منفی بھی ہو سکتی ہے جس سے دونوں تنزل کی طرف بڑھتے ہیں۔[1]

خاندان فرد کی زندگی میں سب سے اہم معاشرتی ادارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان ہی کے ذریعے ایک بچے کو معاشرتی زندگی کے رسم و رواج، اقدار اور روایات اور کردار کے نمونے ملتے ہیں جن پر وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے۔

---

[1] ۔ خالد سہیل، ڈاکٹر، سماجی تبدیلی انقلاب یا ارتقاء، لاہور، علی فرید پرنٹرز، ۲۰۰۹ء، ص:۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان کی اہمیت:

قوموں کے عروج و زوال خاندان کے استحکام و بقا میں مضمر ہیں۔ کسی بھی تہذیب و تمدن اور قوم کا عروج اس ادارہ (خاندان) کے تعمیر و تربیت پر اور مثبت کردار کا مرہون منت ہے۔ اسی لئے بجا طور پر خاندان کو پہلا ریاستی ادارہ قرار دیا گیا ہے۔

خاندان ریاست کی ابتدائی منزل اور اس کی اساس ہے۔ خاندان ہی کی ارتقائی شکل کو ہم ریاست کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایک خاص نہج پر ریاست کی تنظیم و تشکیل سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ بالفاظ دیگر معاشرہ کا ابتدائی مواد اور مسالہ خاندان ہی فراہم کرتا ہے۔ یہی وہ اساس ہے جس پر معاشرے کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ عمارت کی پائیداری و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اساس بھی مستحکم ہو۔ اساس کے استحکام کے بغیر عمارت کی پختگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔[1]

گویا گھر یا خاندان سے بچہ کی معاشرتی یا سماجی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے اور خاندان ایک معاشرتی عامل کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اور بچے کے خالص حیاتیاتی کردار کو اجتماعی و سماجی کردار میں ڈھالتا ہے۔

ہر معاشرے کی خاندانی ساخت اس نظام پر دلالت کرتی ہے جس پر خاندان کے بننے اور بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے، خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اگر خاندان مضبوط رشتوں پر قائم ہو تو معاشرتی نظام بھی استحکام حاصل کرتا ہے جو افراد خاندان کے مٹ جانے کے باوجود اپنی ساخت کی مضبوطی کی بناء پر مستقل ادارہ بن جاتا ہے۔ پھر اس جمیعت میں ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔

عائلی زندگی سے وہ ادارہ تشکیل پاتا ہے جہاں افراد تیار ہوتے ہیں۔ قوموں کی تعمیر سب سے اہم کام ہے اور گھر ہی وہ مرکز ہے جہاں افرادی قوت تیار ہوتی ہے۔ یہ وہ بنیادی یونٹ ہے جو افراد کی تعمیر و تشکیل اور تربیت کا کام بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کرتا ہے۔[2]

---

[1] ۔ عمری، جلال الدین، انصر، اسلام کا عائلی نظام، لاہور، البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء، ص:۹

[2] ۔ شاہدہ پروین، ڈاکٹر، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، س۔ن، ص:۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

در حقیقت خاندان ایک چھوٹی سی انتظامی اکائی ہے۔ جہاں مذہبی، سماجی، تعلیمی و تربیتی، تہذیبی و ثقافتی وظائف اگلی نسلوں میں منتقل کئے جاتے ہیں خاندان کے ذریعے ہی بچے کے ذہن میں معاشرے کے رسوم ورواج اور خیالات کی پرورش ہوتی ہے۔ اور نسل نو کی تعمیر و تشکیل میں خاندان کا ادارہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ خاندان جس قدر اپنے وظائف تندہی اور جانفشانی سے ادا کر رہا ہو گا اسی قدر مستحکم و منظم ہو گا اس کا یہ استحکام معاشرتی استحکام و تعمیر میں معاون ہو گا جب کہ اس کے برعکس اگر خاندان اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت یا کوتاہی برتے تو اس سے خاندانی نظام میں انتشار و افتراق رونما ہو گا جس سے معاشرے کا استحکام بھی انتشار کا شکار ہو گا۔ یعنی معاشرے کا استحکام خاندان کے استحکام پر منحصر ہے۔

تمدنی زندگی کی مستحکم بنیادوں کا انحصار خاندان کی روایات، رسم ورواج، عقیدے اور اس کی طرز معاشرت پر ہے۔ لہذا خاندانی نظام کی ساخت، اس کے مقاصد، باہمی حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی اس معاشرے کے تاریخی و تہذیبی اور تمدنی نظام پر دلالت کرتی ہے۔

کسی بھی معاشرے کے تہذیب و تمدن، اس کے رجحانات و روایات کے حوالے سے جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ اس معاشرے کے خاندانی نظام کا جائزہ لیا جائے۔ ہمارا موضوع چونکہ کے پاکستان کا خاندانی نظام ہے۔ لہذا اس فصل میں ہم اس کا مختصر جائزہ لیں گے۔

پاکستان کے خاندانی نظام کا پس منظر:

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ مسلمان برصغیر میں فاتح، تاجر، مبلغ بن کر آئے اور پھر یہیں آباد ہو گئے۔ ہندوستان میں جوں جوں ان کا نفوذ ہوتا گیا تو بعض معاملات میں مسلمانوں نے ہندوؤں کو متاثر کیا اور بعض میں ہندوؤں نے ان کو ہندوستان کے مشرقی اور جنوبی حصوں میں اسلام کا نفوذ بتدریج ہوا اور اسلامی اثرات مدہم اور موہوم سے رہے۔ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے شمال و مغربی علاقوں (جو اب پاکستان میں ہیں) اسلام کے اثرات براہ راست اور دیرینہ تھے۔ جبکہ جنوبی اور یہ مشرقی علاقوں میں یہ بالواسطہ تھے اور کافی بعد کے زمانے میں شروع ہوئے۔[1]

---

[1] ۔ ملخص از: ضیاء الدین احمد، ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی، نئی دہلی، ترقی اردو بورڈ، ۲۰۰۰ء، ص ۲۴۴۔۲۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے۔ یہاں کچھ تو ہندوستان کے قدیم باشندے تھے جو پہلے سے یہاں بود و باش رکھتے تھے جن کی اپنی تہذیب و ثقافت تھی اور اپنی رسوم و تقلیدات تھیں۔ محمد بن قاسم کے حملے کے ساتھ عرب اقوام نے ادھر کا رخ کیا اور وہ یہاں آکر آباد ہو گئیں ان کی بھی اپنی زبان اپنی ثقافت اور اپنی رسوم و تقلیدات تھیں۔ اس کے بعد ایرانی، افغانی، ترکی اور تاتاری قوموں نے ادھر کا رخ کیا اور ہر قوم اپنے ساتھ اپنی زبان، اپنی ثقافت اور اپنی رسوم و تقلیدات لے کر آئیں۔ یہاں کے باشندوں میں سے ایک جم غفیر اسلام میں داخل ہوتا گیا۔ اس کے بعد اختلاط وامتزاج کا عمل شروع ہوا۔ اس مذہبی وسماجی تبدیلی کے باعث بہت سی غیر اسلامی رسومات و رواجات اسلامی تہذیب میں داخل ہوتے گئے۔

اسی وجہ سے برصغیر پاک وہند کے مختلف علاقوں میں مسلم معاشرے کی تشکیل میں بہت سے عناصر کار فرما رہے ہیں۔ علاقوں کے مختلف ہونے سے معاشرتی ساخت پر اثرات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثلاً مغربی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کی معاشرتی ساخت مشرقی اور جنوبی ہند میں رہنے والے افراد سے بہت حد تک جداگانہ ہے۔ اسی طرح ذات پات کے نقطہ نظر سے بھی مختلف علاقوں میں مختلف خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جبکہ مغربی علاقوں میں ذات پات کے اثرات بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔

اس طرح جزوی طور پر ہندو سماج سے دیرینہ سماجی تعلقات کی وجہ سے کچھ حد تک وسیع پیمانے پر ہندوؤں کے تبدیلی مذہب کے نتیجے میں مسلمان سماج پر بھی ذات پات کے عناصر ظہور پذیر ہو گئے۔ تو مسلم لوگ گرچہ تصوراتی طور مسلمانوں ہو گئے تھے، لیکن اپنے قدیم سماجی روایتوں سے پوری طرح خود کو آزاد نہ کر سکے۔[1]

سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں: اسلام ہندستان پر جتنا اثر انداز ہوا اس سے زیادہ متاثر ہوا اور تھوڑے دنوں میں ایک بین الاقوامی اور بین المذاہب عربی، ایرانی، افغانی، اور ہندوستانی تہذیب پیدا ہو گئی۔

---

[1] ۔ ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی، ص: ۲۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں کے اسلام میں وہ ساری کمزوریاں تھیں جو ایران وافغانستان کے اسلام میں تھیں اور وہ بھی جو ہندو مذہب وتہذیب اور تصوف کے اختلاط سے پیدا ہوئیں تھیں۔ جو لوگ یہاں اپنے پرانے مذہب (ہندو ازم) سے اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ طبعا اپنے ساتھ اپنی بہت سی مذہبی و قومی خصوصیات، عقائد وخیالات لائے جو قائم رہے اور بعد میں مذہب میں داخل ہوگئے۔ بیوہ کا نکاح ثانی دنیا جہاں میں کہیں عیب نہیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جرم گردن زدنی تھا۔[1]

پروفیسر محمد سلیم لکھتے ہیں: مسلمانوں نے یہاں آکر تہذیب و معاشرت اور تمدن کو اس حد تک اپنایا کہ ان پر ہندی رنگ غالب آگیا حاکم اور محکوم میں زبان رسم ورواج، تہذیب اور معاشرت میں یک رنگی اور ہم آہنگی پیدا ہوگئی اور دونوں کی مشترک کوششوں سے ایک (Indo Muslim)ہندوستانی ثقافت نے جنم لیا۔[2]

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہندوؤں کے صدیوں پر محیط اتصال وارتباط کے باعث دونوں معاشرتوں نے ایک دوسرے کی معاشرت کو متاثر کیا نیز جو لوگ ہندو سے مسلمان ہوئے وہ اپنے ساتھ اپنی معاشرت اپنے رسوم ورواج بھی لائے تبدیلی مذہب کے ساتھ انھوں نے یکسر اپنی صدیوں پرانی روایات کو خیر آباد نہیں کہہ دیا بلکہ وہ ان پر کاربند رہے موجودہ مسلم سماج میں جو بہت سے غیر اسلامی رسوم ورواج، توہمات نظر آتی ہیں ان کے جہاں بہت سے دیگر اسباب ہیں وہیں ان ہندوستان کے مقامی باشندوں کا قبول اسلام بھی تھا یہ باشندے اپنی تاریخی، تہذیبی و تمدنی خصوصیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے مسلم معاشرت کا حصہ بنے تھے اور مسلمان اور ہندوؤں کا ایک ہی خطہ میں رہنا بھی ایک اہم سبب ہے۔

مولانا تقی عثمانی ان اسباب وعلل کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ہندوستان میں مغربی تسلط کا دور اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لئے تاریک ترین دور تھا، ایک طرف تو غیروں کے تسلط کی وجہ سے ان کے عائلی قوانین ٹھیک ٹھیک قرآنی ہدایات کے مطابق نہ رہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ شبانہ روز

---

[1]۔ ندوی، ابوالحسن، سیرت سید احمد شہید، کراچی، ادب منزل، ۱۹۸۷ء، ص:۴۸

[2]۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر، تاریخ نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ، ۱۹۸۵ء، ص: ۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاط نے ان کے معاشرے میں بے شمار ایسی رسمیں پیدا کر دیں جو نہ صرف اسلامی اصولوں کے بالکل خلاف تھیں، بلکہ بڑی انسانیت سوز، انتہائی وحشیانہ اور سخت ظالمانہ تھیں۔ اس طرح اس قوم نے جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے ایک بڑا متوازن اور سو فیصد فطری نظام موجود تھا، غیروں کے طور طریق اختیار کر کے اپنے آپ کو تباہ کن رسموں میں جکڑ لیا، حالات کی اس تبدیلی کا سب سے برا اثر بیچاری عورت پر پڑا اور اس تمام عرصہ میں یہ غریب ظلم و ستم دہکتے الاؤ میں پڑی سسکتی رہی۔[1]

یہ اثرات ہمہ گیر تھے اور مسلم تہذیب و ثقافت اور تمدن کے جہاں بہت سے پہلوؤں پر یہ اثرات مرتب ہوئے وہیں ان سے مسلمانوں کا خاندانی نظام بھی متاثر ہوا ہے۔ اور بہت سی ایسی رسمیں مسلمانوں میں داخل ہو گئیں جو اسلامی اصولوں سے متصادم تھیں۔

نعیم صدیقی لکھتے ہیں: مسلمان جب حدود عرب سے نکل کر ہندوستان پہنچے تو یہاں ان کو ایک بھرپور قسم کا مشترک خاندانی نظام ملا، جس میں ایک ہی چار دیواری میں اور کبھی ایک ہی چھت کے نیچے دادا، دادی، والدین، اور ان کی اولادوں اور بہوؤں کی رہائش یکجا تھی۔ یہاں آکر ہی ساس، بہو اور نند بھاوج کی خوفناک الجھنیں سامنے آئیں[2]

ہندوؤں کی طرز معاشرت کے جو اثرات مسلمانوں پر پڑے ان میں اس ایک اثر مشترکہ خاندانی نظام کا بھی ہے۔ لیکن اس نظام کو انھوں نے جوں کا توں ہی قبول نہیں کیا بلکہ اس میں اسلامی حدود و قیود کو مد نظر رکھا گیا۔[1]

مسلمانوں نے اپنا خاندانی نظام مکمل طور پر مختلف انداز پر استوار کیا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی روایات برصغیر اور برصغیر سے باہر تشکیل پائیں۔ (جس کے اثرات ان کے خاندانی نظام پر پڑے)[3]

لیکن بدقسمتی سے یہ سلسلہ محدود رہا پورے ہندوستان میں مسلم معاشرے میں یکساں طور پر ایسا نہیں ہوا اس کی وجہ وہاں کے مقامی لوگوں کا مسلمانوں کی معاشرت، ان کے مذہب میں داخل ہونا بھی تھا۔

---

[1]۔ تقی عثمانی، مولانا، ہمارے عائلی مسائل، کراچی، ۱۹۶۳ء، ص:۱۱

[2]۔ صدیقی، نعیم احمد، عورت معرض کشمکش میں، مکتبہ جدید پریس لاہور، ص: ۱۴۵

[1]. Qureshi, Ishtiaq husain,The Pakistan way of life, Heinemann, 1956, P: 17 .2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی وجہ سے پاکستان بننے کے بعد بھی پاکستانی خاندانی نظام مکمل طور پر مسلم خاندانی نظام کے سانچے میں نہیں ڈھل سکا اور ہندو معاشرت کے اثرات اس پر سے زائل نہیں ہو سکے۔ پاکستان کے خاندانی نظام میں ان رسوم ورواج، عقائد، تہذیب وتمدن، فلسفہ اور طرز حیات کو بڑا دخل آج بھی حاصل ہے جو ہندو معاشرت، ان کے عقائد، رسوم ورواج، تہذیب وتمدن، فلسفہ اور طرز حیات کا خاصہ رہے ہیں۔ پنجاب کے میو آج بھی اپنی کچھ پرانی ہندو معاشرتی رسوم کے ارکان پر عمل پیرا ہیں، مثلاً بیٹیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے اور قریب قریب ہندو نسلی اور قرابت داری کے قوانین پر عامل ہیں۔[1]

پروفیسر عزیز احمد مسلمانوں کی معاشرت پر ہندو تہذیب کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

دیہاتوں اور قصبوں میں مسلمان عورتیں ہندو تہواروں اور ہندو عورتیں مسلم تقریبات میں شریک ہوتی تھیں، نسبت کی تقریب یا منگنی (جو ہندو الاصل لفظ ہے) اور شادی کی دوسری تقریبات عورتوں ہی کے ذریعے مسلمانوں میں رائج ہوئیں، ان میں دولہا دلہن کے لیے خوشبودار ابٹن لگانا اور خوشی کے گیت، یہاں تک کہ سہاگ کے عریاں گیت بھی شامل تھے۔ حاملہ عورتوں کے سلسلے میں بہت سے ٹوٹکے ہندوؤں ہی سے مستعار لئے گئے تھے مثلاً چاند گرہن کے موقع پر روزہ رکھنا یا نئے کپڑے پہننے یا مہندی لگانے کو اس خیال سے ممنوع کر دیا کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ سالگرہ کی تقریب بھی ہندوؤں کی رسم "جنم گانٹھ" سے لی گئی تھی اس قسم کی ایک رسم اظہار غم کے لئے بیوہ عورتوں کا کانچ کی چوڑیاں توڑنا بھی ہندوؤں سے ہی مستعار لی گئی ہے۔[2]

انسانی زندگی کی تعمیر و تشکیل میں کئی عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ ان عوامل کے نتیجے میں جو روایات ابھرتی ہیں عموماً وہی تہذیب وتمدن کا رنگ اختیار کرتی ہیں جن کا تحفظ ملک کا قانونی نظام بھی کرتا ہے، لیکن برصغیر پاک وہند کی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ یہاں کی مسلم آبادی کو اسلامی تعلیمات کے علاوہ برصغیر کی ہندو اکثریت کی ہزار سالہ ہم جھولی اور دو صد سالہ افرنگی ولایت سے جو واسطہ پڑا، اس نے

---

[1] -The imperial Gazatter of India, London, 1907, Xi/116

[2] ۔عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص:۲۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشرت کو ثقافتی سطح پر تثلیث کا شکار کر دیا ہے۔[1] اس وقت مسلم سماج ہندویت، اسلامیت اور مغربیت کے سدراہ پر کھڑا ہے۔[2]

پاکستانی معاشرے پر اسلام، ہندو ازم اور مغربی اثرات موجود ہیں۔ اس "سماجی تثلیث" کی باعث ہمارے معاشرے میں ارتکاز نہیں ہے۔ لہذا پاکستانی معاشرہ ان متضاد رسوم ورواج کے زیر اثر ہے۔ سماجی رویوں میں دہرے معیارات ہیں۔ جس کے باعث بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ جن سے پاکستان کا خاندانی نظام بھی کافی حد تک مسائل کا شکار ہوا ہے۔

چنانچہ اس حوالے سے پاکستان کے خاندانی نظام کا مختصر جائزہ لیتے ہیں تا کہ ان پہلوؤں کو واضح کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان کا خاندانی نظام:

پاکستان کے خاندانی نظام کی اساس ہمارے دین اور تاریخی وثقافتی ورثہ پر رکھی گئی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام کی ساخت میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں۔ جس میں علاقائی، معاشی، تہذیبی وتمدنی اور تاریخی روایات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے اسباب ومحرکات ایسے بھی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خاندانی نظام کی ساخت اور وظائف پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور خاندانی ادارہ میں تغیر رونما ہو رہا ہے۔

اس حوالے سے سب سے پہلے پاکستان کے خاندانی نظام کی ساخت کا جائزہ لیتے ہیں۔

بلحاظ ساخت پاکستان کا خاندانی نظام:

بلحاظ ساخت پاکستان میں دو اقسام کے خاندانی نظام موجود ہیں۔

ا۔ مشترکہ خاندانی نظام

۲۔ جداگانہ خاندانی نظام یا سادہ خاندان (مختصر خاندان)

---

[1] ۔ نعیم صدیقی، مولانا، اسلامی معاشرت: گھر سے مفرور لڑکیوں کے عشق بازانہ نکاح، لاہور، اسلامک ہیومن رائٹس فورم، ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، ۱۹۹۷ء، ص:۱

[2] ۔ ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی، ص: ۲۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشترکہ خاندان: مشترکہ خاندان کی بھی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: اس میں ماں باپ اور بچوں کے علاوہ ان کے قریبی رشتہ دار جن میں دادا دادی، نانا نانی، چچا چچی، ساتھ رہتے ہیں۔ یہ خاندان دراصل دو خاندانوں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں والدین اپنے بچوں کی شادیاں کرنے کے بعد ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر شوہر شادی کے بعد اپنی بیوی کے ہمراہ سسرال میں رہے تو یہ بھی مشترکہ خاندان کہلاتا ہے۔ پاکستان میں یہ خاندانی نظام بکثرت دیہاتوں میں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے دیہاتوں کی معیشت کا زیادہ تر انحصار زرعی پیداوار پر ہے اس لئے وہاں پر مشترکہ خاندانی نظام پایا جاتا ہے۔

مشترکہ خاندان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ خاندان کا یہ نظام تاریخ کے زرعی دور میں وجود میں آیا۔ چونکہ زراعت میں جتنے زیادہ افراد شریک ہوں اس کے بہتر نتائج برآمد ہوسکتے ہیں اس لئے اس دور میں اسے فروغ حاصل ہوا۔[1] کیونکہ ایک کسان کو غلہ پیدا کرنے کے لئے کئی افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام میں چونکہ خاندان کے افراد میں کاموں کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ سب مل کر کام کرتے ہیں لہذا اس قسم کا خاندان ہمارے دیہاتی معاشروں اور اندرون شہر میں کہیں کہیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان خاندانوں میں رہنے والے افراد میں باہم تعاون اور مضبوط جذباتی تعلق موجود ہوتا ہے۔

مبشر نذیر خاندانی نظام کے حوالے سے لکھتے ہیں: قدیم دور میں مشترکہ خاندان کا رواج تھا۔ ایک باپ کے تمام بیٹے ایک ہی بڑے سے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہا کرتے تھے، گھر کا کھانا مشترک طور پر ایک جگہ پکتا۔ گھر کے اخراجات کو مختلف بیٹوں میں ان کی آمدنی کے لحاظ سے تقسیم کر دیا جاتا۔ والد یا بڑے بھائی کو خاندان کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہوتی اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا۔ خاندان کے سربراہ کی حکم عدولی کو ناقابل برداشت جرم سمجھا جاتا۔ وراثت تقسیم کرنے کی بجائے اکھٹی رکھی جاتی اور بڑا بیٹا اس میں تصرف کا حق دار ہوتا۔ چھوٹے بھائیوں اور ان کی اولاد کی کفالت

---

[1] ۔ ندوی، احمد نوید، سید، خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص: ۸۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے بھائی ہی کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ بیٹیوں کو بالعموم وراثت میں حصہ نہ دیا جاتا اور ان کی شادی کے موقع پر جہیز کی صورت میں انہیں کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا جاتا۔[1]

دوسری قسم: کثیر خاندانی نظام:

مشترکہ خاندانی نظام کی اس قسم میں بیک وقت۔ چار چار۔ پانچ پانچ نسلوں کے لوگ اکٹھے رہ رہے ہوتے ہیں۔ جس میں ساس سسر، سسر کے والدین اور بھائی بہن یا ان کے بھی بڑے، پھر خود ان کے اپنے بچے، پوتے پوتیاں یا ان کی اولادیں وغیرہ اور دیگر قریبی رشتہ دار ایک ہی گھر میں رہائش پذیر ہوں۔ عموماً یہ بڑا سا گھر حویلی کہلاتا ہے۔ جس میں اکثر اوقات چھ سات پورشنز بنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک اپنے پورشن میں خود مختار ہوتا ہے۔ بسا اوقات کھانا پینا بھی اکٹھا ہوتا ہے۔ پاکستان میں اس قسم کا خاندانی نظام دیہات اور اندرون شہر میں دیکھنے میں آتا ہے۔

مشترکہ خاندان کی انھی دو اقسام کے بارے میں J. Henry Korson یوں لکھتے ہیں: توسیعی خاندان اور مشترکہ خاندان کی اصطلاحات پاکستان میں بہت زیادہ معروف ہیں۔ توسیعی خاندان سے مراد ایسا خاندان ہے جہاں تین نسلیں ایک ساتھ ایک گھر یا ایک حصہ میں آباد ہوں، جہاں دادا خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کر رہا ہو، اس کے ہمراہ اس کے شادی شدہ بچوں کے خاندان بھی اور غیر شادی شدہ بچے سب اکٹھے رہتے ہوں۔[2]

مشترکہ خاندان کے محاسن:

۱۔ بزرگوں کو اولڈ ہومز میں نہیں چھوڑنا پڑتا۔[3]

۲۔ مشترکہ نظام میں میاں بیوی میں علیحدگی کا خدشہ کم ہوتا ہے۔ اگر کوئی تنازع پیدا ہو جائے تو خاندان کے بڑے معاملے کو سلجھانے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا خاندانی مقام و مرتبہ بھی میاں بیوی کی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔

---

[1] ۔ مبشر نذیر، اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، ص:۱۶، برقی کتاب،
http://urdubooksandnovels.blogspot.com/2012/06/blog-post_3611.html, Retrieved on : 8-01-2016

[2]- The family in Asia, India, Das Man Sign,P:172

[3] -http://www.dunya.com.pk/index.php/city/karachi/2015-01-03/497136#.VfvYGWyDrIV, Retrieved on :18-09-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بچوں کے تعلیم و تربیت کے لئے بزرگ موجود ہوتے ہیں جو اپنی روایات و اقدار کو مد نظر رکھتے بچوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔[1]

۴۔ والدین کو اگر کہیں جانا بھی پڑے تو گھر میں بزرگ موجود ہوتے ہیں جو بچوں کی نگرانی کر سکتے ہیں۔[2]

۵۔ گھر کے اخراجات تمام کمانے والوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔[3]

۶۔ مشترکہ خاندانی نظام میں تحمل، رشتوں کا احترام اور قربانی کا جذبہ شامل ہوتا ہے۔[4]

۷۔ خوشی غمی میں ایک دوسرے کا سہارا و ساتھ، امداد و تعاون سے غم کی شدت کم ہو جاتی ہے اور خوشیاں دوبالا ہو جاتی ہیں۔[5]

۸۔ مشترکہ خاندان میں خاندان کے معذور، بیوہ اور مطلقہ افراد کی کفالت کا انتظام بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔[6]

۹۔ مل جل کر تہوار منانے سے بچے اپنی روایات قدروں اور ثقافت سے روشناس ہوتے ہیں۔[7]

۱۰۔ بچوں پر بڑوں کی نظر رہتی ہے اور وہ کئی قسم کی برائیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔[8]

۱۱۔ مشترکہ خاندانی نظام ملازمت پیشہ خواتین کی مدد کرتا ہے۔[9]

مشترکہ خاندان کے معائب:

۱۔ غیر محرموں سے پردہ کا عدم اہتمام۔[10]

---

[1] . http://www.ubqari.org/article/details/3671, Retrieved on :18-09-2015

[2] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php, Retrieved on :19-09-2015

[3] ۔ اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، ص:۱۷

[4] - http://www.express.pk/story/317462/, Retrieved on :18-09-2015

[5] - http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php, Retrieved on :19-09-2015

[6] ۔ مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص:۷

[7] - http://www.ubqari.org/article/details/3671, , Retrieved on :19-09-2015

[8] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php, Retrieved on :19-09-2015

[9] -http://www.express.pk/story/317462/, Retrieved on :19-09-2015

[10] ۔ قاسمی، مولانا ولی اللہ مجید، بحوالہ: مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام، ص: ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ عورتوں پر کام کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے۔[1]

۳۔ موروثی جائیداد اور ذرائع آمدنی کی تقسیم عمل میں نہیں آتی ہے۔[2]

۴۔ خاندان کے کچھ افراد پر معاشی بوجھ زیادہ ہوتا ہے۔[3]

۶۔ انسان کی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔[4]

۷۔ آغاز جوانی میں لڑکوں اور لڑکیوں کا آپس میں آزادنہ میل جول بعض اخلاقی برائیوں کو جنم دیتا ہے جو کہ بسا اوقات سخت نتائج پر منتج ہوتے ہیں۔[5]

۸۔ حساب وغیرہ میں شفافیت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے، اور نزاع کی نوبت آتی ہے، نیز کدورت اور کینہ پروری جنم لیتی ہے۔[6]

۹۔ کمانے والوں کی تعداد کھانے والوں سے کم ہوتی ہے، اور بہت سے لوگوں میں دوسروں پر انحصار کا مزاج بن جاتا ہے۔

۱۰۔ زوجین کے باہمی تعلقات پر کافی حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔

۱۱۔ مشترکہ نظام میں فضول خرچی اور لاپرواہی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، مالی معاملہ مشترک ہونے کی وجہ سے ہر شخص اسے مال مفت سمجھ کر دل بے رحم کا سلوک کرتا ہے۔[7]

۱۲۔ بعض اوقات ایک ہی چھت تلے رہنے والے افراد ایک دوسرے کے ساتھ حسد ور قابت کے جذبات رکھتے ہیں۔[8]

---

[1]۔ اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، ص:۱۷۔

[2]۔ مشترکہ اور جداگانہ خاندانی نظام، ص:۴۳

[3]۔ اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، ص:۱۷

[4]۔ مشترکہ اور جداگانہ خاندانی نظام، ص:۴۳

[5] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php

[6]۔ مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام، ص:۴۳

[7]-http://www.importantindia.com/14190/disadvantages-of-joint-family/, Retrieved on : 21-09- 2015

[8]۔ ماخوذ از: خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔اس میں ایک ہی فرد کی حاکمیت قائم ہوتی ہے، باقی افراد میں لیڈر شپ کا فقدان ہوتا ہے۔[1]

۱۴۔ بہت سے اخلاقی عیوب مشرکہ خاندانی نظام کے باعث پیدا ہوتے ہیں جن میں احسان جتلانا۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بدگمانی، باہم فخر جتانا، عیب چینی اور ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔[2]

۲۔جداگانہ خاندانی نظام:

خاندان کی اس طرز میں افراد خاندان کا دائرہ محدود ہوتا ہے یہ خاندان عموماً میاں بیوی اور ان کی اولاد پر مشتمل ہوتا ہے۔ پاکستان کے شہروں اور صنعتی علاقوں میں اس طرح کے خاندان کا رواج ہے۔ ہمارے دیہی علاقوں میں سادہ خاندان کی تعداد مشترکہ خاندانوں کی نسبت کم ہے۔ مشترکہ خاندان کو پسند کیا جاتا ہے نیز جو لوگ خاندان سے الگ ہوتے ہیں ان کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔

راجہ اکرام الحق لکھتے ہیں: اکائی خاندانی نظام ان معاشروں میں زیادہ پایا جاتا ہے جہاں شہری آبادی زیادہ ہو، گھروں میں وسعت کم ہو اور جہاں انفرادیت کو اجتماعیت پر ترجیح دی جاتی ہو۔ پاکستان میں بھی یہ نظام اب روز افزوں ترقی پر ہے۔ کیوں کہ علم کے فروغ اور صنعتی ترقی نے ملازمت کے مواقع مہیا کر کے عوام کو شہروں کی جانب کھینچ لیا ہے۔ اس کے علاوہ کاروبار اور تجارت کے لیے بھی لوگ شہروں میں منتقل ہو رہے ہیں۔ ایسے میں صورتحال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے شہروں میں بھی آبادی بے پناہ ہو گئی ہے۔ بڑے گھروں کے کرائے اور اخراجات ہر کسی کے لیے قابل برداشت نہیں ہوتے اس لیے عموماً ایک یا دو کمروں کے مکان پر گزارا کرنا پڑتا ہے۔ ان وجوہات نے کئی لوگوں کی خواہش کے باوجود انہیں مشترکہ خاندانی نظام کے بجائے علیحدہ رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔[3]

مشترکہ خاندانی نظام کی طرح اکائی خاندانی نظام میں بھی خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو جو مشترکہ نظام کی خامیاں ہیں ان کا عکس اکائی نظام میں خوبی تصور کیا جاتا ہے۔

جداگانہ خاندانی نظام کے محاسن:

---

[1] - ibid

[2] - ام عبد منیب، طرز رہائش ایگ یا مشترک، لاہور، مشربہ علم و حکمت، اعوان ٹاؤن، س۔ن، ۶۷۔۷۵

[3] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php. Retrieved on :19-09-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اس نظام میں والدین بالعموم اور ماں اگر ملازمت پیشہ نہ ہو تو بالخصوص اپنے بچوں کو مکمل توجہ دے سکتی ہے۔[1]

۳۔ والدین جو بھی کماتے ہیں اسے پوری آزادی سے اپنی اور بچوں کی بہتری کے لیے آزاد مرضی سے صرف کر سکتے ہیں اور بچوں کو اچھے سے اچھے اسکول میں داخل کروا سکتے ہیں۔[2]

۴۔ پردے کا مسئلہ نہیں ہوتا۔

۵۔ زوجین کے باہمی تعلقات بہتر انداز میں چلتے ہیں۔

۶۔ حسد اور رقابت کے جذبات کم ہوتے ہیں۔

۷۔ خواتین پر بوجھ کم ہوتا ہے اور بچوں کو زیادہ وقت دے سکتی ہیں۔[3]

۸۔ معاشی طور پر مستحکم ہوتا ہے۔[4]

۹۔ کچھ لوگ فطری طور پر جذباتی ہوتے ہیں اس لئے وہ کسی بھی قسم کا مذاق یا مداخلت برداشت نہیں کرتے ان کے لئے یہ ایک بہترین سسٹم ہے۔[5]

جداگانہ خاندانی نظام کے معائب:

۱۔ سنگل فیملی سسٹم نے مہنگائی بڑھنے پر ہر فرد کے اخراجات میں اضافہ کر دیا ہے۔

۲۔ عموماً مہنگائی کی وجہ سے خاندان کے ہر فرد کو کام کے لیے نکلنا پڑتا ہے۔[6]

۳۔ اگر ماں اور باپ دونوں کام پر جائیں تو بچے ان کی شفقت اور رہنمائی سے محروم رہ جائیں گے۔[7]

---

[1] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php. Retrieved on :19-09-2015

[2] -ibid

[3] - http://www.yourarticlelibrary.com/family/nuclear-family-advantages-and-disadvantages/47652/. Retrieved on: 21-09-2015

[4] - http://www.mysticmadness.com/advantages-disadvantages-nuclear-family.html. Retrieved on 21.09-2015

[5] - ibid

[6] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php. Retrieved on :19-09-2015

[7] -ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اگر والدین دونوں ملازمت کرتے ہوں تو ان کی عدم موجودگی میں بچوں کی دیکھ بھال کا مسئلہ ہو گا۔ ایسے میں انہیں ملازمین یا ڈے کیئر سنٹرز کے سپرد کیا جائے گا جس سے بچوں پر منفی اثرات پیدا ہوں گے۔

۵۔ انفرادی فیملی سسٹم میں معمولی اختلافات طلاق کا باعث بن جاتے ہیں۔[1]

۶۔ بوقت مجبوری انسان کو دوسروں کے آگے مدد کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے جب کہ مشترکہ نظام میں خاندان کے افراد مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔[2]

۷۔ ضعیف والدین کو معاشی بوجھ سمجھ کر اولڈ ہوم میں داخل کرانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔[3]

۸۔ خاندان کے بے سہارا، معذور، بیوہ، مطلقہ افراد عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی کفالت کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔[4]

۹۔ والدین کو دولت کے حصول کی دوڑ میں بچوں کی مصروفیات اور مشاغل کا علم ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کی بہتر تربیت کے لیے والدین کے پاس وقت ہے۔[5]

۱۰۔ مہنگائی کے باعث شوہر گھر کی تنہا کفالت کرنے سے قاصر ہوتا ہے جس سے ہونے والے اعصابی دباؤ اور ڈپریشن سے میاں بیوی میں ناچاقی بڑھ جاتی ہے۔

۱۱۔ اتحاد، تعاون،، محبت اور ایثار کے جذبات کا فقدان ہوتا ہے۔

۱۲۔ بچے عموماً عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں۔[6]

۱۳۔ تنہائی جداگانہ خاندانی نظام کا ایک بہت بڑا پہلو ہے۔ کیونکہ اس خاندانی نظام میں عموماً افراد خانہ کی تعداد کم ہوتی ہے اور سب اپنے اپنے معمولات میں مصروف ہوتے ہیں، کسی کے پاس کسی دوسرے کو دینے کے لئے وقت نہیں ہوتا۔[1]

---

1. http://www.express.pk/story/317462/, Retrieved on:19-09-2015
2. http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php. Retrieved on :19-09-2015
3. http://www.express.pk/story/317462/, Retrieved on:19-09-2015
4. http://www.yourarticlelibrary.com/family/nuclear-family-advantages-and-disadvantages/47652/, Retrieved on: 21.09.2015
5. ibid
6. http://www.yourarticlelibrary.com/family/nuclear-family-advantages-and-disadvantages/47652/, Retrieved on :21.09-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راجہ اکرام الحق ان دونوں نظاموں کا تجزیہ یوں پیش کرتے ہیں: یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے جس میں دونوں نظاموں کی خوبیاں اور خامیاں کسی حد تک واضح ہو جاتی ہیں۔ اور ان خامیوں کے علی الرغم دونوں نظام کامیابی سے چل رہے ہیں۔ نظاموں کی کامیابی کا انحصار و دار مدار ان کی اپنی خوبیوں اور خامیوں پر اتنا نہیں ہوتا جتنا خاندان کے افراد کی سوچ اور ان کے رویے پر ہوتا ہے۔ اگر افراد سمجھدار، باشعور، سمجھوتہ کرنے والے ہوں، اپنے مفادات و خواہشات پر مشترکہ مفادات کو ترجیح دیتے ہوں، بزرگوں کا احترام اور بچوں پر شفقت کی صفت سے باوصف ہوں تو ہر نظام کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر افراد ہی منفی سوچ اور رویوں کے حامل ہوں تو کوئی نظام کتنا ہے مکمل کیوں نہ ہو اس کی کامیابی کا امکان معدوم ہو جاتا ہے۔

یہ پہلو بھی مد نظر رہے کہ نظام کے مؤثر اور کامیاب ہونے میں وقت اور حالات کے تقاضوں کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ بعض اوقات حالات ایسے آجاتے ہیں جب انسان چاہ کر بھی اپنوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ وجوہات کچھ بھی ہو سکتی ہیں۔ کبھی آپس کی ناچاقی اور اختلاف اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ ساتھ رہنا مزید خرابی کا باعث بن سکتا ہے ایسے میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ علیحدگی اختیار کر لی جائے اور مشترکہ کے بجائے اکائی خاندانی نظام اختیار کر لیا جائے۔ کبھی معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ اکائی سے مشترک کی جانب واپس جانا پڑے۔ اس لیے کسی ایک پر اصرار کے بجائے حالات کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ و اختیار بہتر نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔[2]

خاندانی نظام میں تبدیلوں کی بارے میں جہاں یہ نکتہ نگاہ پایا جاتا ہے کہ مغربی اقوام کی طرح اب ہمارے معاشرے میں خاندان کا ادارہ شکست و ریخت کا شکار ہے اور اس پر بہت سے عوامل اثر انداز ہوئے ہیں وہیں ہمیں یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ آیا مشترکہ خاندانی نظام کا اسلام کے ساتھ کس حد تک تعلق ہے آیا

---

[1] ماخوذ از خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق۔ ibid;-

[2] -http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php. Retrieved on :19-09-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں خاندان کا جو تصور پایا جاتا ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا ہم نے سوچ رکھا ہے یا اپنا رکھا ہے یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

اسلام کا معاشرتی و عائلی مزاج

گھر انسان کا فطری اور بنیادی حق ہے۔ اسلام نے اس حق کی رعایت جس قدر کی ہے شاید کسی دوسرے مذہب میں اس کا تصور اس طرح موجود نہ ہو، اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اسلامی معاشرے میں مرد چونکہ خاندان کا سربراہ اور منتظم ہے لہذا اسے اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے الگ رہائش کے حق کو حتی المقدور پورا کرے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام باہمی معاملات کو احترام و وقار سے چلانے کے لئے الگ طرز رہائش کا تصور دیتا ہے۔ ایک مختصر سے جائزہ سے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ الگ طرز رہائش کے بارے میں اسلام کا معاشرتی مزاج کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وقرن فی بیوتکن [1] اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔

مزید ارشاد فرمایا: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ [2] اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

ان آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام ازواج مطہرات کے گھر الگ الگ تھے۔ احادیث و سیرت کی کتب میں ازواج مطہرات کے گھروں کا ذکر کافی تفصیل سے ملتا ہے۔ شوہر کا گھر ہی بیوی کا گھر ہوتا ہے لیکن ایک بیوی کا گھر دوسری بیوی کا گھر نہیں ہو سکتا اس لئے نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام ازواج کے گھر جدا جدا بنائے۔

آپ ﷺ نے خانگی نظام میں حسن و اخلاق حسنہ کی ترویج کے لئے نہ صرف ہر زوجہ مطہرہ کے لئے الگ گھر بنایا بلکہ اگر دوران سفر ایک سے زائد ازواج آپ ﷺ کی معیت میں ہوتیں تو تب سفر کی سواری کا بھی الگ الگ انتظام ہوتا اگرچہ ایک سواری ہی ایک سے زائد ازواج کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔

---

[1] ۔ الاحزاب: ۳۳

[2] ۔ الاحزاب: ۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ عَائِشَةَ، " أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، ... وَتَقُولُ: يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي، وَلاَ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا " [1]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالتے۔ ایک دفعہ قرعہ میں عائشہ صدیقہؓ اور حفصہؓ دونوں کا نام نکلا۔ دوران سفر رسول اللہ ﷺ (کا معمول تھا) رات کے وقت چلتے چلتے (زوجہ محترمہ سے) باتیں کرتے۔ اس سفر میں حفصہؓ نے عائشہؓ سے (ازراہ مذاق) کہا:

آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں، ذرا تم بھی دیکھو (کیا ہوتا ہے) اور میں بھی دیکھتی ہوں، چنانچہ عائشہؓ حفصہؓ کے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت حسب معمول عائشہؓ کے اونٹ کی طرف تشریف لائے حالانکہ اس پر حفصہؓ سوار تھیں۔ آپ نے حفصہؓ کو سلام کیا (لیکن پہچان نہ پائے) اور چلتے گئے حتٰی کہ اپنی منزل پر پہنچ گئے اور یوں عائشہؓ (اس رات) آپ ﷺ کی رفاقت سے محروم ہو گئیں۔ جب منزل پر پڑاؤ کیا تو عائشہؓ نے دونوں پاؤں اذخر گھاس میں ڈالے اور فرمانے لگیں یا اللہ کوئی سانپ یا بچھو بھیج دے جو مجھے کاٹ کھائے، انہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو) تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میری مراد یہ کہ میری اپنی غلطی ہے۔

اسی طرح قیام کے لئے خیمہ بھی الگ الگ ہی نصب کئے جاتے تھے۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں: غزوہ طائف میں آپ ﷺ کے ہمراہ ام المومنین میں سے ام سلمہؓ اور زینبؓ بنت جحش تھیں۔ آپ ﷺ ان دونوں کے لئے الگ الگ دو خیمے نصب کیے جن کے درمیان آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔[2]

جداگانہ طرز رہائش کے بارے میں ایک اور روایت سے بھی استدلال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے کفیل تھے جب ان کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تو ان کے لئے بھی الگ گھر کا اہتمام کیا گیا۔

---

[1] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، دار طوق النجاۃ (مصورۃ عن السلطانیۃ بإضافۃ ترقیم، محمد فؤاد عبد الباقی، 1422ھ، کتاب النکاح، بَابُ القُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا، ج:۷، ص:۷۷، حدیث نمبر: ۵۲۱۱

[2] ۔ ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، البدایہ والنہایہ، المحقق: علي شيري، الناشر: دار إحياء التراث العربي، 1988، ج:۴، ص:۳۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے کفیل اور حضرت فاطمہؓ کے والد ہونے کی حیثیت سے چاہتے تو انہیں اپنے گھر میں بھی رکھ سکتے تھے۔

ان روایات سے استدلال ہوتا ہے کہ خانگی زندگی کے قیام و استحکام کے لئے اس بات کا اہتمام کرنا انتہائی ضروری ہے کہ شوہر خود یا اس کے والدین و عزیز و اقارب شادی کے آغاز ہی سے بیوی یا بہو کو الگ رہائش مہیا کریں تاکہ زوجین باہمی حسن سلوک، لطف و محبت اور آزادی کے ساتھ اپنی زندگی قائم رکھ سکیں۔ نیز یہ عورت کا حق بھی ہے کہ اس کا شوہر اس کو رہائش فراہم کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم[1]

اور تم بیویوں کو ان کی رہائش مہیا کرو جیسا کہ تم رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔

مفسرین و فقہاء کرام اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سکنیٰ یعنی (رہائش) عورت کا بنیادی حق ہے اور شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیوی کو رہائش دے۔ کتب فقہ میں اس حوالے سے کافی تفصیلات موجود ہیں جس میں طرز رہائش، وسعت اور دیگر متعلقہ احکام کی جزئیات تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ نیز اگر شوہر بیوی کو اس کے بنیادی اور شرعی حق سے محروم رکھتا ہے تو بیوی شوہر سے اس کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

حقوق زوجیت کا تقاضا:

قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تین چیزیں باعث سکون ہوتی ہیں۔

ا۔ زوجین کا باہمی تعلق سکون کا باعث ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[2] اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

---

[1] ۔ الطلاق: ۴

[2] ۔ الروم: ۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ گھر کو جائے سکون قرار دیا گیا ہے اسی لئے اسے مسکن کہتے ہیں۔ یعنی ٹھہرنے اور قیام کی جگہ، ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا[1] اور خدا ہی نے تمہارے لیے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ گھر جائے سکون ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے رات کو سکون کا ذریعہ بنایا۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا[2] وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ اس میں سکون حاصل کرو۔

ان تینوں آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تین چیزیں: ا۔ بیوی، ۲۔ گھر ۳۔ رات باعث سکون ہیں۔

اس لئے پر سکون زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ زوجین ایک الگ گھر میں اپنی آزادانہ مرضی سے باہمی مودت و محبت سے اپنی زندگی گزاریں۔ جس میں کسی کی کوئی دخل اندازی نہ ہو۔ ان کے اپنے اوقات کار ہوں جہاں بلا جھجک و بلا روک ٹوک ایک دوسرے کے ساتھ دلی لگاؤ اور دل وابستگی کا سامان پیدا کریں۔ لیکن مشترکہ خاندان ورہائش میں زوجیت کا یہ عظیم مقصد پورا ہوتا کم ہی نظر آتا ہے بلکہ زوجین خاندان کے دیگر افراد کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے بعض اوقات باہمی حقوق و فرائض میں غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں جن سے میاں اور بیوی کے بہت سے بنیادی حقوق مجروح ہوتے ہیں ان کے پاس ایک دوسرے کو سمجھنے اور دلجوئی کرنے کا وقت ہی کم ہوتا ہے اور جو وقت ہوتا بھی ہے اس میں افراد خانہ سے کی دخل اندازی اور حیا مانع آجاتی ہے۔ جس کے باعث زوجین اس طرح سے اپنی زندگی حسن و خوبی سے نہیں گزار پاتے جیسے گزارنا ان کا حق ہے۔

جداگانہ طرز رہائش کے بارے میں اسلام کے معاشرتی مزاج کا جائزہ لینے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں مشترکہ رہائش کے نقصانات و اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔

---

[1] ۔ النحل: ۸۰

[2] ۔ یونس: ٦٧

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشترکہ رہائش کے مسلمانوں پر اثرات:

ہندو معاشرت کے جو اثرات مسلمانوں پر پڑے ہیں ان میں ایک اہم اثر مشترکہ رہائش بھی ہے۔ اب یہ ہمارے معاشرے کی تہذیب و معاشرت تصور کی جاتی ہے اور بالعموم اس بارے میں یہ سوچ پائی جاتی ہے کہ مشترکہ رہائش اور اسلام کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ اس سے خاندان کے افراد کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔ آپس میں تعاون بڑھتا ہے اور والدین و بزرگوں کا احترام اور ان سے حسن سلوک کیا جاتا ہے جب کہ ہمارے معاشرتی صورتحال اس خیال کو غلط قرار دیتی ہے۔ نیز زوجین کی زندگی میں طرز رہائش مشترکہ رکھنے سے بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں جن سے بعض اوقات میاں بیوی کا یہ رشتہ ٹوٹ بھی جاتا ہے۔

مشترکہ خاندان صرف ہندو معاشرے کی روایت ہے۔ اسلام میں اور اسلام جس عرب معاشرے سے آیا ہے وہاں اس کو کوئی تصور نہیں ہے۔

پاک و ہند کے مسلمانوں کو مشترکہ رہائش کی روایت وراثت میں ملی اور مسلمان ہونے کے ناطے کبھی بھی انہوں نے اس طرز رہائش پر نہ غور کیا اور نہ اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی البتہ مشترکہ رہائش کو برقرار رکھنے کے لئے ستر و حجاب کے احکام ترک کر دیئے گئے، بیوی کو سمیت حق سکنیٰ کے کئی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ گھروں میں باہم بدگمانی، غیبت، آئے روز کے جھگڑے ان سب کو مشترکہ رہائش کے مقابلے میں نظر انداز کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ معاشرہ ان معاشرتی گناہوں کا اس قدر عادی ہو گیا کہ انہیں گناہ سمجھا ہی نہیں گیا۔[1]

مشترکہ خاندانی نظام کے سبب زوجین کے حقوق متاثر ہوتے ہیں میاں بیوی کے راز راز نہیں رہتے، افراد خاندان ان کے معاملات کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، میاں بیوی کے آپس کے معاملات میں دخل اندازی معاملے کو بعض اوقات زیادہ گھمبیر بنا دیتی ہے۔ بیوی کے عیوب سے پہلے گھر والے آگاہ ہوتے ہیں اور اس چیز کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ گھر میں غیر محرم مردوں کی موجودگی کے

---

[1] ۔ طرز رہائش الگ یا مشترک، ص: ۷۔۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باعث عورت کو بناؤ سنگھار کرنے اور دیگر کئی معاملات انجام دینے میں دشواری ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات پسندیدہ ہے کہ جب شوہر گھر آنے والا ہو تو بیوی اس کی خاطر بناؤ سنگھار کا اہتمام کرے۔

زوجین کے باہمی تعلقات میں جس قدر جذباتی و نفسیاتی پہلو کا شریعت اسلامیہ میں لحاظ جس باریک بینی اور حکیمانہ انداز میں رکھا گیا ہے اس کے تصورارت کا حقیقی ادراک کرنے سے بھی ہمارے قلوب واذہان قاصر ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے شریک زندگی ہوتے ہیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب دونوں میں بے تکلفی ہو اور محبت کے کچھ ایسے خارجی مظاہر بھی شامل ہوں جن سے ان کی باہمی محبت و خلوص میں اضافہ ہو مثلاعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ ... عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں برتن کی جس جگہ پر منہ رکھ کر پانی پیتی اسی جگہ منہ لگا کر رسول اللہ ﷺ بھی پانی پیتے حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی۔ میں نے گوشت کی ہڈی کو جس جگہ سے منہ میں ڈال کر چوستی اسی جگہ سے رسول اللہ ﷺ بھی اسے منہ میں ڈال کر نوچتے۔

گھر میں زوجین کو یہ بے تکلفی، محبت اور قربت تبھی نصیب ہو سکتی ہے جب وہ ایسی جگہ سکون پذیر ہوں جہاں ان کی نجی زندگی کا مکمل طور پر تحفظ ہو اور کسی کے علم میں آئے بغیر وہ اپنے معمولات انجام دیں سکیں۔ مشترکہ خاندان میں زوجین کے مابین اس طرح کی تعلق وخاطر داری کا قیام ممکن الحصول کم و بیش ہی ہو سکتا ہے۔

مشترکہ گھر میں ساس بہو، نندوں، جٹھانیوں اور دیورانیوں میں معمولی معمولی بات پر لڑائی جھگڑا کی نوبت آجاتی ہے۔ ایک دوسرے پر احسان جتلایا جاتا ہے، جہیز میں کمی یا بیشی پر تفاخر اور برتری کا احساس دوسروں کے لئے حسد ور قابت کے جذبات کو جنم دینے کا باعث بنتا ہے۔ گھر میں رہنے والے افراد کے درمیان غلط فہمیاں بڑھنے لگتی ہیں اور بعض اوقات یہ غلط فہمیاں بڑھتے بڑھتے زوجین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور ایک دوسرے کے حوالے سے جو محبت و الفت، تعلق داری، احترام اور حسن

---

[2]-القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح للمسلم، دار إحیاء التراث العربي-بیروت، س-ن، کتاب الحیض، باب: رَأْسُ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا ج: ۱، ص: ۲۴۵، حدیث نمبر ۳۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلوک موجود ہوتا ہے وہ گھر میں پیش آنے والے جھگڑوں کے باعث رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ جنگ انا کی جنگ بن جاتی ہے جس سے اپنے اپنے محاذ پر ڈٹی کوئی بھی عورت پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں ہوتی اور بہت سے گھر کہیں والدین کے دباؤ میں آکر، اور کہیں روزمرہ کے کشیدہ حالات سے تنگ آکر طلاق دینے پر ٹوٹ جاتے ہیں۔

ایسے میں ضروری ہے کہ ہم شریعت اسلامیہ کے مزاج کو سمجھیں صرف اپنے مفادات و ترجیحات ہی کو نصب العین قرار دے کر اپنے گھروں کو جہنم نہ بنائیں بلکہ حسن سلوک، عدل وانصاف، ایثار و احسان جیسے اعلیٰ اوصاف سے مزین ہو کر اپنی خانگی زندگی کا تحفظ یقینی بنائیں اس سلسلے میں والدین کو اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔

ہمارا معاشرہ چونکہ کافی حد تک روایت پسند واقع ہوا ہے اس لئے برعظیم پاک و ہند میں سماجی اختلاط و روابط کے نتیجے میں ہمارا خاندانی نظام بہت زیادہ متاثر ہوا ہے۔ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ پورے خاندان کی فلاح اور کامیابی اسی میں ہے کہ مل جل کر رہا جائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے مسائل زیادہ اور فوائد کم ہوئے ہیں۔ لہذا زوجین کے لئے ایک الگ گھر کا قیام اور ضروری انتظام وانصرام ان کی ازدواجی زندگی کے آغاز ہی سے کر دیا جائے۔

اس حوالے سے ایک واقعہ رقم کرتی ہوں۔ ایک روز میری اپنی ایک کولیگ سے بات چیت ہو رہی تھی دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں جب کسی لڑکے اور لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں تو لڑکے کا والد اپنی حیثیت کے مطابق لڑکے کے لئے کوئی پلاٹ وغیرہ خریدتا ہے۔ اس کے بعد شادی ہونے تک کہ مرحلہ میں لڑکے کے عزیز و اقارب اس کا گھر بنانے میں اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں کوئی چند ہزار کی اینٹیں لے دیتا ہے، کوئی اپنی حیثیت کے مطابق سیمنٹ، کوئی ریت وغیرہ۔ اسطرح تمام قریبی عزیز اپنی جانب سے لڑکے کو یہ شادی کا تحفہ دیتے ہیں یوں لڑکے کی حیثیت کے مطابق اس کا گھر بن جاتا ہے۔ اور لڑکی کے والدین کی جانب سے دیا جانے والا جہیز ان کی تمام ضروریات کو کافی حد تک پورا کر دیتا ہے۔ یوں وہ دونوں اپنی زندگی کا آغاز اپنے گھر سے کرتے ہیں۔

یہ ایک اچھی مثال ہے جس سے کافی حد تک جداگانہ گھر بنانے کے بارے میں جو استطاعت نہ ہونے کا عذر پیش کیا جاسکتا ہے اسے دور کیا جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ام عبد منیب الگ گھر بنانے کے بارے میں ایک قابل عمل تجویز دیتے ہوئے لکھتی ہیں: دور حاضر میں شادی پر مندرجہ ذیل قسم کے خرچ کئے جاتے ہیں۔

منگنی پر کم از کم خرچ	۵۰۰۰۰
جہیز پر کم از کم خرچ	۳۰۰۰۰۰
بری پر کم از کم خرچ	۱۰۰۰۰۰
زیور پر کم از کم خرچ	۱۰۰۰۰۰
لڑکی والوں کے گھر برات کا کھانا	۱۰۰۰۰۰
ولیمہ	۱۰۰۰۰۰
مائیاں، مہندی	۵۰۰۰۰
بینڈ باجے وغیرہ	۳۰۰۰۰
ہر مکلاوے کا خرچ	۴۰۰۰۰
عید اور شب براتیں پر روٹیاں وغیرہ	۱۰۰۰۰
بیوٹی پارلر دلہا کا خرچ	۱۵۰۰۰۰
بیوٹی پارلر دلہن کا خرچ	۲۵۰۰۰۰
منگنی، رخصتی ولیمے پر خرچ	۶۰۰۰۰
مسہری سجانے کا خرچ	۱۵۰۰۰
بدو غیرہ	۱۵۰۰۰
دیگر اخراجات	۲۵۰۰۰
مہر	۳۰۰۰۰
میزان	۱۱۷۴۰۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان اخراجات میں سوائے مہر اور ولیمے کے کوئی خرچ بھی ایسا نہیں جسے شریعت نے لازمی قرار دیا ہو بلکہ بعض کام بدترین گناہ ہیں، مہر ولیمہ کے خرچ کو بھی اپنی حیثیت دیکھ کر مزید کم کیا جاسکتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ اگر ہم شریعت کے لازمی اخراجات کی فہرست بنائیں تو نقشہ کچھ یوں بنے گا۔

مہر	۵۰۰۰
ولیمہ	۱۰۰۰۰
دو مرلہ زمین کی خریداری	۶۰۰۰۰۰
چار دیواری اور ایک معمولی کمرہ	۵۰۰۰۰۰
گھریلو ضرورت کی چند چیزیں	۱۰۰۰۰۰
میزان	۱۲۱۵۰۰۰

ان میں سے بھی گھریلو ضرورت کی چیزیں لڑکے اور لڑکی کے والدین یا رشتہ دار بہ سہولت اپنے گھر سے نکال سکتے ہیں۔ ویسے بھی جیسے جیسے کسی چیز کی ضرورت پڑے وہ ساتھ ساتھ بھی بنائی جاسکتی ہے۔[1]

یہ دونوں مثالیں کافی حد تک قابل عمل ہیں اور اس سے اسلام کے معاشرتی مزاج پر کافی حد تک عمل ہو سکتا ہے۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی کوشش کی جاسکتی ہے کہ والدین جب اپنے گھر بنائیں تو ان کا طرز رہائش اس طرح رکھیں کہ جس میں ایک سے زائد بیٹوں کے لئے مکمل طور پر الگ رہائش کا بندوبست ہو سکے۔ تاکہ ان کی شادی کے بعد پر کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ نیز والدین کو حسب ضرورت اولاد کی خدمت اور توجہ حاصل رہے۔

مسعود احمد بھٹہ لکھتے ہیں: والدین کا گھر میاں بیوی کا گھر نہیں ہوتا۔ اور شوہر کی کفالت کی عدم صلاحیت پر نئے زوجین کو والدین کے اثر رسوخ میں جتنا عرصہ رہنا پڑتا ہے یا جب تک نئے جوڑے اپنی الگ

---

[1] ۔ طرز رہائش الگ یا مشترک، ص: ۹۸۔۱۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے تحفظات حاصل نہیں کر پاتے، اتنے وقت میں ان کی انفرادی زندگی تلخیوں کا باعث بنتی رہتی ہے۔[1]

پروفیسر ہارون الرشید صاحب لکھتے ہیں: گھریلو زندگی ایک مختصر سے کنبے پر مشتمل ہوتی ہے۔ یعنی شوہر، بیوی اور بچے۔ عرب اور مغربی ممالک میں جوائنٹ فیملی یا مشترکہ خاندان کا رواج نہیں جس میں باپ ماں کے علاوہ دادا، دادی اور متعدد چچا اور ان کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔ اس مشترکہ خاندانی نظام میں قباحتیں زیادہ اور راحتیں کم ہیں۔ یہ ہماری سمجھ اور حالات پر منحصر ہے کہ ہم اپنی عائلی زندگی کس طرح زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنا سکتے ہیں۔

ہر لڑکی جو شادی کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنا ایک نیا گھر بسائے جس میں کسی اور (ساس، سسر، دیور، نند وغیرہ) کی مداخلت نہ ہو۔ اس کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔ اس کا اسے حق حاصل ہے اور یہ حق اسے مذہب اور قانون نے دے رکھا ہے۔ ہاں اگر ایک وہ اپنی خوشی سے سب کے ساتھ مل کر رہنا چاہیے تو یہ اچھی بات ہے۔[2]

مشترکہ خاندان کی برکات کے علاوہ اس کے ان گنت مفاسد بھی ہیں جن کے باعث بہت سے گھر اجڑ جاتے ہیں، معمولی غلط فہمیوں اور تناؤ سے شروع ہونے والے معاملات بالآخر گھر ٹوٹنے پر جا کر منتج ہوتے ہیں، کتنے ہی خاندانوں کا شیرازہ مشترکہ خاندان کے باعث بکھر گیا اور افسوس اس بات کا ہے کہ ہمیں طلاق ہونے کے دیگر بہت سے اسباب بیان کرتے ہیں لیکن مشترکہ خاندانی نظام کے اثرات سے کافی حد تک چشم پوشی کر دیتے ہیں۔

خاندان کے عدم استحکام کا باعث عصر حاضر کی مادیت پسندی اور انفرادیت کی بڑھتا ہوا رجحان بھی ہے۔ جس کے باعث ہر فرد اپنی ذات میں گم اور اپنے من کی دنیا سجائے بیٹھا ہے۔

---

[1] ۔ مسعود احمد بھٹہ، میاں، حیات النساء (عورت کی زندگی مناکحات کے بعد)، لاہور، آہن ادارہ اشاعت و تحقیق، پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص:۳۰۶

[2] ۔ ہارون الرشید، پروفیسر، ہمارا معاشرہ اور اسلام، کراچی، ناشر میڈیا گرافکس، اے۔۹۹۷، سیکٹر اے، نارتھ، ۲۰۱۳ء، ص:۲۶۔۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور جدید کا سب سے بڑا مسئلہ خاندان کا عدم استحکام ہے۔۔۔ صنعتی معاشرت میں خاندان کی وحدت کا روایتی تصور قائم نہیں رہ سکا۔ گھر سے باہر خاندان کے ہر فرد کی عمر کے حوالے سے مشاغل موجود ہیں۔ جس کے باعث خاندان کے افراد میں مشترکہ طور پر لطف اندوز ہونے کا موقع دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔[1]

فرد کی تعمیر میں خاندان کی اکائی کی وہی اہمیت ہے، جو کسی پھل دار پودے کے لئے اس کی جڑ کی۔ جب خاندان کی جڑ ہی کھوکھلی ہو جائے تو اس کی کوکھ سے لائق، شریف، مہذب اور باکردار نسل کے پروان چڑھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اباحیت پسندی یورپ کی نوجوان نسل کے بگاڑ کی ایک علامت ہے۔ مادہ پرستی، تشدد پسندی، مایوسی اور قنوطیت اس طبقہ کے دوسرے امراض ہیں۔ ہندوستان، جاپان اور چین جیسے دوسری اور تیسری دنیا کے ممالک بھی تھوڑے فرق کے ساتھ اپنی نوجوان نسل کے حوالے سے اسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ شہریت پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے نتیجے میں خاندان کے بکھراؤ کا سلسلہ برصغیر پاک وہند میں تیزی سے جاری ہے۔ خاندانی روایات اور اس کی مسلم اقدار سے نئی نسلیں عاری ہوتی جارہی ہیں۔ ایمان باللہ اور فلاح آخرت کے اعلیٰ نصب العین سے دوری اور بے نیازی نے ہماری نوجوان نسل کو مزید کھوکھلا اور ناکارہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

---

[1] ملخص: مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، ثقافتی بشریات، پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء، ص: ۳۷۱۔۳۷۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی معاشرے میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت

پاکستانی معاشرے میں خواتین کی حیثیت کا جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ خواتین کی حیثیت کو پاکستانی معاشرے کی فکری و نظریاتی اساس اور پاکستان کے خاندانی نظام کے پس منظر میں دیکھا جائے۔

مختلف ملکوں سے جو مسلمان ہندوستان آئے وہ مذہبی رسموں کے علاوہ اپنے ملکی رسوم ورواج پر بھی عمل پیرا تھے اور یہاں آنے کے بعد وہ رفتہ رفتہ کچھ مقامی رسوم ورواج بھی اختیار کرنے لگے اور ہندوستان میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انھوں نے مسلمان ہونے کے بعد بھی اپنی کچھ پرانی رسمیں برقرار رکھیں اور باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی بہت سی رسمیں بھی اختیار کرلیں۔ اس طرح برعظیم کے مسلمانوں میں، جو بتدریج ہر علاقے میں پھیل گئے تھے بے شمار رسمیں رائج ہو گئیں اور وہ بعض ایسے رسوم ورواج پر بھی عمل کرنے لگے جو غیر اسلامی معاشروں کی پیداوار تھے۔[1]

کسی بھی معاشرے میں پائے جانے والے مختلف و متضاد رسوم ورواج کے جتنے بھی اسباب ہو سکتے ہیں وہ تمام برعظیم کی سرزمیں میں پائے جاتے ہیں۔ جغرافیائی وسعت اور تنوع نیز مختلف تہذیبوں کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے یہاں پائی جانے والی رسوم ورواج کی کثرت بھی ہے اور یہ ایک دوسرے جدا بھی ہیں جو غیر اسلامی اثرات، جہالت اور کج فہمی کا نتیجہ ہیں۔ ان رسوم ورواج کے برقرار رہنے کا باعث لوگوں کی اندھی تقلید، ان کا روایت پسندانہ رویہ بھی ہے۔

طویل عرصے تک ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک ساتھ رہنے سے برصغیر کے باشندوں کے سماجی رویے اور مسائل کم و بیش ملتے جلتے ہیں۔ پاکستان کے مسلم باشندوں کا اپنے سماجی رویوں خصوصاً عورت سے متعلق وہی حال ہے جو بھارت کے ہندوؤں کا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مغربی فکر اور مادہ پرستانہ طرز زندگی، سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات، غربت کی اذیتیں اور اس سے پیدا شدہ معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل سب یکساں ہیں اور ان سب نے خاندان کے وجود پر ضربیں لگائی ہیں۔[2]

---

[1] ۔ رزاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم وراج، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، ص: ۳۰

[2] ۔ خالد رحمن، سلیم منصور خالد، عورت، خاندان اور ہمارا معاشرہ، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۸ء، ص: ۲۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ جب ہم پاکستانی معاشرے میں خواتین کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بہت سے ایسے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں نیز خواتین کی حیثیت، ان کے مقام و مرتبہ اور حقوق و فرائض کے بارے میں معاشرے میں جو نظریات موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت اور ان پر عمل پیرا نہ ہونے کے سبب ہیں۔

صدیوں سے یہاں ہندوانہ تہذیب و تمدن کا جو اثر رہا ہے اس کی وجہ سے بھی ہمارے معاشرے میں (خواہ وہ دیندار ہو یا بے دین) شوہر کو مالک کا درجہ دیا گیا اور بیوی کو (زر خرید) لونڈی یا ایک حاکم آقا کے مقابلے میں محکوم کی حیثیت دی گئی۔ اور اسی تہذیب کے اثرات سے طلاق کو خصوصاً خلع کو اس قدر معیوب سمجھا جاتا ہے کہ عورت کی زندگی تباہ ہو جائے مگر سوسائٹی کی لعن طعن، خاندان کی عزت کا پاس رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو جدا کر دینے کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور جو عورت یہ جرأت کر بیٹھتی ہے وہ ساری زندگی اچھوت کی طرح گزارتی ہے۔ پھر مطلقہ کا نکاح لڑکے والوں کے خاندان کے لئے موجب ذلت و رسوائی سمجھا جاتا ہے۔ بیوہ خصوصاً بچوں والی ماؤں کی زندگی فی الواقع شوہر کے بعد کچھ نہیں رہتی۔[1]

ہمیں پاکستانی معاشرے میں خواتین کی حقیقی حیثیت کا جائزہ لینے سے پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ہمارا معاشرہ فی الوقت بہت سے اسلامی و غیر اسلامی اجزاء کا مرکب ہے۔ بہت سے علاقائی رسوم و رواج کو اس حد تک نفوس کا درجہ حاصل ہو چکا ہے کہ ان سے انحراف کرنا بغاوت تصور کیا جاتا ہے۔ جو ایک جرم عظیم ہے۔ ان کی پابندی کو ایمان تصور کیا جاتا ہے اور جو ان رسوم و رواج کو ترک کرے اس کے خلاف نفرت و عداوت، تنقید اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔

دنیا کے ہر معاشرے میں انسانوں ہی کی بنائی ہوئی بہت سی اچھی اور بری رسومات پائی جاتی ہیں۔ رسومات عموماً اچھائی اور خیر کے جذبے پر مبنی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے ان کو استعمال کیا اور پھر وہ رسومات معاشرے کے گلے کا طوق بن جاتی ہیں۔

---

[1]۔ ابو سلیم، محمد عبدالحئ، دین کی حفاظت، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۷۹ء، ص:۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ملک پاکستان کے چاروں صوبوں میں مختلف زبان اور نسل کے لوگ آباد ہیں۔ جن کی رسومات اور رواج ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ اور کہیں ان میں مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ ان رسومات کے بارے میں یہ تصور ہے کہ یہ روایات ہماری مقامی ثقافت کا حصہ ہیں، بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ رسومات شاید اسلامی ثقافت کا حصہ ہیں۔ جبکہ مغربی دنیا ان کا حوالہ دے کر یہ باور کروانے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ مسلم معاشرے میں عورت کے ساتھ یہ سلوک مذہب کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ ان رسومات کا تعلق نہ تو اسلامی ثقافت سے ہے اور نہ مسلمانوں کی تاریخ میں کہیں ایسی رسومات کا وجود پایا جاتا ہے۔ جو انسان کے لئے تکلیف دہ اور باعث رنج ہو۔ جن غلط رسومات کو بنیاد بنا کر اسلامی تہذیب و ثقافت کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے، ان کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔[1]

پاکستانی معاشرے میں خواتین کی سماجی حیثیت:

پاکستان میں خواتین کی قانونی و سماجی حیثیت پر بات کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پاکستان میں خواتین کی شرح کتنی ہے؟۔ اور مردوں اور عورتوں میں شرح تعلیم کتنی ہے۔؟

پاکستان میں خواتین کی شرح آبادی و شرح تعلیم:

Pakistan Demographic Profile 2016 کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی ٹوٹل آبادی 190 916 866 ہے۔[2] جبکہ مردوں اور عورتوں میں آبادی کا تناسب کچھ یوں ہے:

Population - female (% of total) in Pakistan

The sex ratio of the total population was 1.033 (1 033 males per 1 000 females) which is higher than global sex ratio. The global sex ratio in the world was approximately 1 016 males to 1 000 females as of 2015.[3]

پاکستانی معاشرے میں بیٹوں کی پیدائش کو زیادہ پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو خاندان کے لئے بوجھ سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] ۔ پاکستان کے مختلف صوبوں میں رائج غلط رسومات اور ان کے نقصانات، ویمن کمیشن، جماعت اسلامی، پاکستان، لاہور، منصورہ ملتان روڈ (بروشر)

[2] http://countrymeters.info/en/Pakistan,retrived on :18.11-2016

[3] .http://countrymeters.info/en/Pakistan,retrived on :18.11-2016

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈان نیوز کے مقالہ نگار مردوں کی نسبت خواتین کی شرح آبادی میں کمی کی وجہ معاشرے میں بیٹوں کی پیدائش کو ترجیح دیا جانا ہے۔

مصنف کے بقول: عورتوں کی مردوں پر شرح کی کمی کا باعث معاشرے میں لڑکے کی پیدائش کو زیادہ پسندیدہ سمجھا جانا ہے۔[1]

معاشرے میں بیٹوں کے ساتھ ترجیحی رویہ ان کے ذمہ داریوں کی بنیاد پر قائم کیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بیٹا اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ تعاون اور ان کی خدمت کرے گا۔ نیز لڑکوں کی عورتوں پر جسمانی اور ذہنی برتری کے باعث بھی یہ رویہ معاشرے میں موجود ہے[2]۔

پاکستانی مسلمانوں میں کئی بری رسمیں ایسی ہیں جو غیر اسلامی اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اور بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کو حقیر سمجھنا اور اس سے نامناسب برتاؤ کرنا بھی ان برائیوں میں شامل ہے۔[3]

ہماری معاشرتی صورتحال یہ ہے کہ بیٹی کی پیدائش کو بادل نخواستہ قبول کیا جاتا ہے۔ چند استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر یہ صورت کم و بیش شہروں اور دیہاتوں میں یکساں ہے۔ مشاہدہ میں یہ آیا ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر مردوں سے زیادہ خود خواتین کا رد عمل شدید تر ہوتا ہے۔ ان کا رویہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اگر بڑی اولاد بیٹا ہو تو خاندان کی خوشی دوچند ہو جاتی ہے۔ بیوی کا وقار بڑھ جاتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بہت سے گھرانے ایسے بھی ہیں جو بیٹی کے پیدا ہونے پر جہالت کا ثبوت دیتے ہیں، بیٹی کی پیدائش پر باقاعدہ افسوس کیا جاتا ہے، بعض اوقات تو لوگ عورت کو طلاق بھی دے دیتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں کئی واقعات ہیں جو مرد بچے کی فوقیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ اگر جوان العمر بیوی نے بیٹی جنی ہے تو کبھی کبھار تو وہ اپنے میاں کا انتظار ہی کرتی رہ جاتی ہے۔ وہ اس سبب سے دیکھنے کو نہیں پلٹتا کہ اس نے بیٹی پیدا کی ہے۔[4]

---

[1] -Ibid

[2] .Heinz Gunther Klein& Renate Nestvogel,Women in Pakistan, Vanguard, Mashal Pkistan, 1992, p:34 .

[3] ۔پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، کلب روڈ، ص: ۲۵۵

[4] ۔رشیدہ پٹیل، پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، کراچی، کل پاکستان انجمن خواتین، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیٹے کی پیدائش کو فوقیت دیئے جانے کا ایک اہم سبب تو خیر رسم ورواج اور روایات سے وابستگی ہے مگر اس میں کچھ عوامل معاشی اور مجلسی و ثقافتی بھی ہیں۔ بچی اپنے گھر کی ہونے تک ایک بوجھ سمجھی جاتی ہے عورتوں کی رکھوالی ایک نہایت گھمبیر اور نازک معاملہ سمجھا جاتا ہے۔[1]

پاکستان میں پنجاب اور سندھ میں لوگ لڑکی کی پیدائش پر خوش نہیں ہوتے اسے ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے اور آئیندہ بیٹی کی پیدائش سے چھٹکارا پانے کے لئے کئی طرح کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ پٹھانوں اور بلوچوں میں لڑکی والدین پر معاشی بوجھ نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس کی پیدائش پر اس طرح خوشی نہیں منائی جاتی جس طرح لڑکے کی پیدائش پر ناچ گانے کی رسمیں، دعوتیں اور ہوائی فائرنگ وغیرہ کی جاتی ہیں کیونکہ بیٹے کی پیدائش، ان کے نام اور قبیلے کے وقار میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔

ایک ملک گیر سروے کی اعداد وشماریہ واضح کرتے ہیں کہ ۷۹ فیصد پاکستانی لڑکوں کی پیدائش کو لڑکیوں کی پیدائش پر فوقیت دیتے ہیں۔ ۱۷ فیصد لڑکیوں کی پیدائشی برتری کے قائل ہیں جبکہ صرف ۳ فیصد کا کہنا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پیدائش میں لڑکوں کو ترجیح دینے کا رویہ شہروں کی بہ نسبت دیہات میں زیادہ دیکھنے میں ملتا ہے۔ جہاں اسکی شرح ۸۵ فیصد ہے۔ جبکہ شہروں میں شرح ۷۵ فیصد ہے۔[2]

عورتوں کی نسبت مردوں کو خاندان میں ترجیح دینے کی ایک اہم وجہ یہ بھی کہ ہمارے ہاں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ لڑکے بڑھاپے میں والدین کے بوجھ اٹھانے والے ہوتے ہیں اور ان کی معاشی کفالت کرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس لڑکیوں کو معاشی بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم پر بھی وہ توجہ نہیں دی جاتی جو عموماً لڑکوں کی تعلیم پر دی جاتی ہے۔ لیکن صورتحال اب تیزی سے تبدیل ہورہی ہے۔

یہ نامناسب امتیاز اور لڑکیوں کی حق تلفی غیر اسلامی اثرات کا نتیجہ ہیں جن میں رسوم ورواج کی پیدا کردہ معاشی مجبوریوں نے شدت پیدا کردی ہے، اور یہ بہت بڑی معاشرتی خرابی بن گئی ہے۔ اس میں شک

---

[1] ۔پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، ص:۱۰۱

[2] – www.gallup.com.pk,.retrived on :07/09/2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ جدید تعلیم و تہذیب اس برائی کو مٹا رہی ہیں لیکن اس کی رفتار بہت سست اور دائرہ عمل بہت حد تک محدود ہے۔ اور اس برائی کو جو پورے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے ختم کرنے کے لئے بہت منظم، موثر اور ملک گیر جدوجہد کی ضرورت ہے۔[1]

ایک سروے کے مطابق ہمارے معاشرے کی اکثریت یہ خیال کرتی ہے کہ مرد و خواتین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کسی ایک جنس کو دوسری جنس پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے۔ جنوری ۲۰۱۱ء میں کئے گئے ایک سروے کے نتائج کچھ یوں ہیں۔ ۵۵ فیصد کے مطابق مرد و عورت بلحاظ جنس برابر ہیں، ۲۶ فیصد کی رائے کے مطابق مرد برتر ہیں جبکہ ۱۸ فیصد عورت کی بلحاظ جنس برتری کے قائل ہیں۔ نیز ۱ فیصد نے کوئی جواب نہیں دیا۔[2]

سروے سے لوگوں کی آرا اور ان کے تجزے و رویے سامنے آتے ہیں اس لئے سروے کے ذریعے حاصل کئے گئے اعداد و شمار کسی بھی تحقیق میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس سروے سے جہاں یہ بات واضح ہوئی ہے کہ معاشرے میں مردوں اور عورتوں کو ترجیح دینے کے معاملہ میں اب دونوں کو یکساں اہمیت دی جاتی ہے اور کسی کو کسی پر فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے۔ لیکن ایک دوسرے سروے میں اس کے برعکس یہ رائے دی گئی ہے کہ معاشرے میں مرد و خواتین کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جاتا۔ مردوں کو عورتوں پر ترجیح اور حقوق میں برتری حاصل ہے۔

نومبر ۲۰۱۲ء میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق ہمارے معاشرے میں مردوں و عورتوں کو یکساں ٹریٹ نہیں کیا جاتا ۳۷ فیصد کے مطابق مردوں سے بہتر سلوک کیا جاتا ہے جبکہ ۳۲ فیصد کی رائے میں عورتوں سے بہتر رویہ رکھا جاتا ہے۔ ۲۵ فیصد کے مطابق یکساں سلوک کیا جاتا ہے۔ ۶ فیصد نے کوئی رائے نہیں دی۔[3]

www.kitabosunnat.com

لڑکوں کی لڑکیوں پر فوقیت اور برتری کے علاوہ حصول تعلیم میں بھی ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اب گزشتہ چند دہائیوں سے حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم پر بھی زور دیا

---

[1] ۔پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج، ص: ۲۵۶

[2] -(www.gallup.com.pk).retrived 07/09/2014

[3] .Ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانے لگا ہے کیونکہ عوام میں یہ شعور بیدار ہونا شروع ہو گیا ہے کہ عورت کی تعلیم بھی مرد کی تعلیم کی طرح ضروری ہے۔ تنہا مرد کی تعلیم جہاں معاشی جدوجہد میں اس کی معاون ہوتی ہے وہاں عورت کی تعلیم خاندان کی فلاح و بہبود کے ساتھ معاشرے کی معاشی و معاشرتی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہے۔ لیکن ابھی بھی حالات اس سلسلے میں سنجیدگی کے متقاضی ہیں۔

تعلیمی میدان میں بھی لڑکیوں کی تعلیم پر لڑکوں کی بہ نسبت کم خرچ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے بعد والدین کا معاشی بوجھ بانٹ لے گا جبکہ لڑکیوں کے معاملے میں ایسا نہیں سمجھا جاتا۔ عام طور پر لڑکیوں کی رسمی تعلیم ان کی شادی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے جو خاندانی اور سماجی روایات کے مطابق جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔ تاکہ لڑکیوں کے وجود سے متعلق بوجھ سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔[1]

صدف احمد پاکستانی معاشرے میں عورت کی حیثیت و کردار کے حوالے سے لکھتی ہیں:

Pakistani women live in a classical patriarchal society-- that may effect women in different ways in different times and places.[2]

پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے لہذا اس کے خاندانی نظام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں خاندان کا سربراہ عموماً مرد ہی ہوتا ہے اور اسے ہی خاندانی اور دیگر امور میں فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بقول:

The family in Pakistan is, without any exception, patriarchal. The father is the head of the family ;the mother only second to him in authority.[3]

خصوصی طور پر پاکستان میں خواتین کی حیثیت و مقام و مرتبہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ہم پاکستانی معاشرے کے غیر اسلامی اجزاء کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

---

[1]-Sadaf Ahmad.Pakistani Women Multiple Location and Competing Narratives, Oxford University Press, 2010 ,P:3

[2] .Ibid

[3] .The Pakistan way of life.P:17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ منفی رسوم ورواج اور تہذیبی وثقافتی اختلاط کے نتائج:

۲۔ وہ امور جو عورت کی آزادی، مساوات، empowerment، gender discrimination سے متعلق ہیں۔

۱۔ منفی رسوم ورواج اور تہذیبی وثقافتی اختلاط کے نتائج:

پاکستانی معاشرے میں بہت سی غیر اسلامی رسوم پائی جاتی ہیں جن کا براہ راست اثر عورتوں کی حیثیت اور ان کے حقوق پر پڑتا ہے۔ ان کے حقوق متاثر ہوتے ہیں اور عورتوں کا استحصال ہوتا ہے۔ ان میں مختلف رسوم ورواج کے تحت عورتوں کی قرآن سے شادی، وراثت سے محرومی، قتل غیرت، بچپن کی شادی، وٹہ سٹہ کی شادی، سوارا، وغیرہ اہم ہیں۔ یہ رسوم ورواج پاکستان کے مختلف علاقوں خصوصا دیہاتوں میں پائے جاتے ہیں۔

سابق صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) اور بلوچستان کے بعض قبائل میں ولور یا لڑکی کی قیمت وصول کرنے کی بری اور مذموم رسم عام ہے جو لڑکے کے لئے مالی مشکلات پیدا کرتی اور لڑکی کو ایک طرح کی زرخرید لونڈی کی حیثیت دے دیتی ہے۔ اس رسم کی بدولت لڑکیوں کو شکل وصورت اور ذاتی اوصاف کے لحاظ سے باکرہ، بیوہ یا مطلقہ ہونے کے اعتبار سے مختلف قسموں میں تقسیم کر کے زیادہ قیمت دینے والے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اور بیوی ایک طرح سے شوہر کی ملکیت بن جاتی ہے۔ چنانچہ ولور یا لڑکی کی قیمت ہی ازدواجی رشتے میں اہم ترین چیز بن جاتی ہے۔ اس کی ہر قسط کی ادائیگی پر شوہر کو مزید حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ اگر شوہر مر جاتا ہے تو اس کی بیوہ کے لئے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے متوفی شوہر کے بھائی سے نکاح کر لے۔ گویا کہ شوہر کی دوسری املاک کی طرح اس کی بیوی بھی وارثوں کو مل جاتی ہے۔ قیمت ادا کر کے بیوی حاصل کرنے کے رواج کی وجہ سے بیوی پر حق ملکیت حاصل ہونے کا خیال اس قدر پختہ ہے کہ بعض لوگ تو اپنی بیوہ بھاوج کا عقد ثانی کسی اور شخص سے کر کے اس کی قیمت وصول کر لیتے تھے۔ لڑکی کی قیمت لے کر اس کی شادی کرنے کی رسم نہایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معیوب اور معاشرے کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ اور اس برائی کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن تدابیر اختیار کرنا لازمی ہے۔[1]

ان رسوم ورواج کے علاوہ پاکستانی خواتین کو بہت سے خاندانوں میں گھریلو تشدد کے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ خواتین پر گھریلو تشدد کے بہت سے اسباب ہیں۔ یہ رویہ جہاں مردوں کی اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کے باعث ہے وہیں خاندانی تعلیم وتربیت اور عورتوں کی عزت و تکریم اور ان کو عطا کردہ اسلامی حقوق کا شعور نہ ہونے کا باعث بھی ہے۔ مردوں کی جانب سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی کمی اور ان پر دست درازی کرنے کی عادت نے معاشرے میں بہت سے مسائل پیدا کئے ہیں جس سے عائلی زندگی کا استحکام روز بروز کمزور پڑتا جارہا ہے اور طلاق وخلع کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔

پاکستان میں ایک سرکاری سروے کے مطابق ملک کی آبادی کی تقریباً 43 فیصد خواتین اور ایک تہائی مرد سمجھتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کی پٹائی کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں آبادی سے متعلق قومی ادارے انسٹیٹیوٹ آف پاپولیشن سٹیڈیز کے آبادی اور صحت سے متعلق ایک سروے سال 1990 سے لے کر سال 2013 تک تین بار کیا گیا ہے اور اس سروے میں 15 سے 49 سال تک کی عمر کی 13 ہزار خواتین اور تین ہزار مردوں کو شامل کیا گیا۔ اس سرکاری سروے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ تقریباً ۵۲ فی صد خواتین گھریلو تشدد کے واقعات کی رپورٹ ہی نہیں کرتیں۔[2]

محمد اقبال کیلانی رقمطراز ہیں: یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہمارے معاشرے میں چادر وچاردیواری کے اندر کی زندگی کس قدر المناک بن چکی ہے۔ اس صورتحال کا تقاضا یہ کہ ہمارے ارباب حل وعقد، دانشور اور پڑھے لکھے مرد وخواتین اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرتے۔ ازدواجی زندگی میں اسلام نے مرد اور عورت کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان کا تحفظ کیا جاتا۔ ہمیں اعتراف کرنے میں کوئی تأمل

---

[1] ۔ پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ص: ۲۷۶۔۲۷۷

[2] ۔ عنبر شمسی، بی بی سی اردو، ۲۲ جنوری ۲۰۱۴ء،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ چادر اور چار دیواری کے اندر عورت مجموعی طور پر بہت مظلوم ہے۔ اس کی داد رسی ہونی چاہیئے معاشرے میں اسے باعزت اور باوقار مقام ملنا چاہیئے۔[1]

رشیدہ پٹیل لکھتی ہیں: پاکستانی معاشرے میں گھریلو تشدد کو نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اسے عدالت میں نہیں لایا جاتا ہے۔ خواتین عموماً اس بات کو نظر انداز کر دیتی ہیں کہ تشدد بھی کوئی جرم ہے۔ جبکہ تشدد کرنے والے عورت کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔ کچھ خواتین پولیس کے پاس شکایت لے کر آتی ہیں۔ اکثر اوقات انہیں ڈرا دھمکا کر خاموش کروایا جاتا ہے۔ سماجی عدم تحفظ اور خاندانی تعاون کی کمی کا سامنا خواتین کو کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ خواتین کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔[2]

گھریلو تشدد کو عام طور پر ذاتی معاملہ تصور کیا جاتا ہے اور عدالتوں میں اس طرح کے معاملات کے خلاف مقدمات دائر نہیں کئے جاتے، خواتین عام طور پر گھریلو تشدد کے معاملات کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ خواتین کو تقریباً تھوڑے بہت فرق سے تمام دنیا ہی میں گھریلو تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

DISCRIMINATION ON THE BASIS OF GENDER

Percent of respondents Pakistan		World-wide Global Results
Frequently	38%	25%
Sometimes	25%	44%
Rarely	16%	16%
Never	15%	9%
Don't know	6%	6%

3

ایک سروے کے مطابق پاکستان میں خواتین پر تشدد کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

---

[1] ۔ کیلانی، اقبال، نکاح کے مسائل، لاہور، حدیث پبلیکیشنز، ۱۴۱۹ھ، ص:۹۔۱۰

[2] .Rashida Pateal, Gender Equality and women empowerment in Pakistan, oxford university press, p:4

[3] .This release is available on Gallup web site: www.gallup.com.pk. Further details on the global survey are available on the web site: www.gallup-international.com.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین پر گھریلو تشدد کی ترقی پذیر ممالک میں معاشی بدحالی، ناکافی قانونی تحفظ، تعلیمی سطح کی کمی، معاشرے میں مردانہ تغلب اور خواتین کی سماجی حیثیت میں کمی ہے۔ جبکہ عورت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے خاوند اور بچوں کی وفادار رہے۔[1]

عورت فاونڈیشن نے پاکستان میں عورتوں پر تشدد کے متعلق اپنی چوتھی سالانہ رپورٹ ۱۶ اگست ۲۰۱۱ء کو اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس میں پیش کی۔ جس میں کہا گیا کہ عورتوں پر تشدد کے رپورٹ ہونے والے واقعات ۲۰۰۸ء میں ۷۵۷۱ سے بڑھ کر ۲۰۱۱ء تک ۸۵۳۹ء ہو گئے۔[2]

عورتوں پر جنسی اور گھریلو تشدد، تیزاب پھینکنے، قتل اور آبروریزی جیسے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مختلف فورموں (تھانوں، عدالتوں اور شکایت سیل) پر رپورٹ اور رجسٹر کئے جانے والے واقعات کے مطابق ۲۰۰۸ء سے عورتوں کے خلاف جرائم میں ۱۳ فیصد اضافہ ہوا ہے۔[3]

۲۰۰۸ء سے لے کر ۲۰۱۰ء کے اختتام تک غیرت کے نام پر دو ہزار سے زائد عورتیں قتل ہوئیں۔[4] اصل تعداد زیادہ ہو سکتی ہے، کیونکہ بہت سی شکایات درج بھی نہیں کروائی جاتیں۔

یہ گھناؤنا جرم ہمارے معاشرے میں دین سے دوری اور جہالت کی وجہ سے بڑھتا جا رہا ہے۔ اور دنیا بھر میں پاکستانی معاشرے کی تنگ نظری اور عورت دشمنی کے لحاظ سے رپورٹ ہوتا ہے۔ عورت معاشرے سے بغاوت کا اظہار کرتی ہے۔ اور مرد انتقام اور غیرت کے ثبوت میں قتل کا جرم کرتا ہے۔ چونکہ عدالتیں قانون کی تشریح میں کسی ایک ضابطے کی پابند نہیں اس لئے کبھی عورت مظلوم ٹھہرتی ہے اور کبھی مرد۔

---

[1] Jewkes R, Levin J, Penn-Kekana L. Risk factors for domestic violence: findings from a South African cross-sectional study. *Social science & medicine*, 2002, 55(9):1603–17.

[2] -http://www.af.org.pk/PDF/VAW%20Reports%20%AND%20PR/PR/Release%202011%20%20English.pdf . عورت فاؤنڈیشن رپورٹ ۲۰۱۱ء، Press%20

[3] - http://epaper.down.com/epaper/Detailimage.php?story Image=15-01-2012.

[4] -پاکستان انسانی حقوق کمیشن۔ ۲۰۰۸ء میں انسانی حقوق کی حالت؛ ۲۰۰۹ء میں انسانی حقوق کی حالت، ۲۰۱۰ء میں انسانی حقوق کی حالت (پاکستان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مسئلہ اب قانون اور اس کے عملی نفاذ کی کمزوری کے سبب انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیموں کے نظریات اور دستور پاکستان کے درمیان شدید تنازع کی شکل اختیار کر چکا ہے۔[1]

عورت کے خلاف تشدد کا خاتمہ تب تک ممکن نہیں ہے جب تک معاشرتی اقدار اور اسلام کے عطا کردہ حقوق نسواں کی صحیح تعبیر و تشریح نہیں کی جاتی۔ نیز معاشرے میں صبر و تحمل کی فضا کو پروان نہ چڑھایا جائے، اور گھریلو تشدد کو نجی معاملہ نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک سماجی معاملہ ہے۔ جس کے خاتمے کے لئے قانون سازی ضروری ہے تاکہ خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔[2]

اس سلسلے میں ایک بات بہت اہم ہے کہ اگرچہ پاکستان میں خواتین پر تشدد کے واقعات منظر عام پر آتے رہتے ہیں لیکن یہ کوئی مجموعی صورتحال نہیں ہے۔ اس طرح کے واقعات کئی ترقی یافتہ ممالک میں بھی پیش آتے ہیں۔

No country or society is free from domestic violence. Millions of women suffer domestic violence all around the world.[3]

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستانی معاشرہ کافی حد تک روحانی و اخلاقی اقدار کے ساتھ منسلک ہے۔ اس کی اپنی تہذیبی و تاریخی روایات بھی ہیں۔ اس لیے ہمارے معاشرے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بیرون خانہ معاشی و دیگر سرگرمیوں اور تفویض کار میں مردوں کو عورتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔ کیونکہ بہ نسبت عورتوں کے مردوں پر معاشی کفالت اور بیرون خانہ سرگرمیوں کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے۔

پاکستانیوں کی اکثریت یہ خیال کرتی ہے کہ مرد و عورت دونوں کے سماجی کردار و دائرہ کار ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اگرچہ موجودہ سالوں میں عورت کا کردار ایک بیوی سے بڑھ چکا ہے۔ پھر بھی تاحال عوام کی اکثریت مردوں کو سیاست، تعلیم، روزگار اور دیگر متعلقہ معاملات میں ترجیح دیتے ہیں۔[4]

---

[1] ۔ سمیحہ راحیل قاضی، ثریا بتول علوی، قتلِ غیرت، ویمن کمیشن جماعت اسلامی، پاکستان، لاہور، منصورہ ملتان روڈ، س۔ن، ص: ۵

[2] - *F. Rabbani, F. Qureshi and N.Rizvi,*, Perspectives on domestic violence: case study from Karachi,.23 Pakistan, Eastern Mediterranean Health Journal, Vol. 14, No. 2, 2008,p:424

[3] - Gender Equality and women,s empowerment in Pakistan, p:2.

[4] - www.gallup.com.pk.retrieved on:25.12.2016

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"I will read out a few sentences, please tell whether you think they are right or wrong?"

Statements	Right	Wrong
Boys education is more important than girls	63%	37%
Both husband and wife should work	55%	45%
Men are better politicians as compared to women or not,	67%	33%
If jobs are in shortage, men should be given priority for employment	72%	28%
To live a happy life women need children	83%	17%
Prosperous women should raise their voice for the rights of poor women	80%	20%

Source: Gilani Poll conducted by Gallup Pakistan,
the Pakistani affiliate of Gallup International Association (www.gallup-international.com; www.gallup.com.pk)

یہ سروے پورے پاکستان سے کیا گیا۔ اس کے ذریعے جو اعداد و شمار حاصل ہوئے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے معاشرتی نظام میں بیرون خانہ سرگرمیوں اور تفویض کار کی انجام دہی کے لئے مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی گئی ہے۔

پاکستان کے معاشرتی تناظر میں دیکھا جائے تو عورتوں کی حیثیت، مقام و مرتبے اور کردار کا تعین پاکستان کی دینی روایات، اخلاقی اقدار، اور تاریخی و ثقافتی تہذیبی اور تمدنی اور روایات کے کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں خواتین کے حقوق سلب ہو رہے ہیں یا ان کو حقوق نہیں دیئے جا رہے اس میں قصور اسلام کا نہیں ہے بلکہ یہ چند غلط رسوم و رواج کے باعث ہے۔

معاشرے میں خواتین کی عزت و احترام کے حوالے سے ایک ملک گیر سروے کی روشنی میں جو اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔ ۵۹ فیصد کے مطابق اسلامی تعلیمات کے مطابق عورتوں کو عزت نہیں دی جاتی۔ ۲۲ فیصد کی رائے میں اسلامی تعلیمات سے بڑھ کر دی جاتی ہے۔ ۱۸ فیصد کے رائے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عزت و احترام دیا جاتا ہے[1]

ہمارے معاشرے میں خواتین کے حقوق کے عدم تحفظ کی صورتحال کا فائدہ اٹھا کر پورے معاشرے کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے صرف تصویر کا یہی رخ دیکھا جاتا ہے جو نام نہاد تنظیمیں اپنے مخصوص مقاصد کے تحت دیکھنا چاہتی ہیں۔ اگرچہ عورتوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے لیکن صورتحال اتنی بھی گھمبیر نہیں ہے جتنی ظاہر کی جاتی ہے۔ اس لئے پاکستان میں عورتوں کی حیثیت ان کے مقام و مرتبے کے حوالے

---

[1]- http://www.gallup-international.com/retrieved on:07/09/2011

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جو رائے عامہ پائی جاتی ہے اس کو مستند سروے کے ذریعے شامل تحقیق کیا گیا ہے تا کہ جہاں تصویر کا بھیانک رخ ہمارے سامنے آتا ہے وہاں عوامی رائے کے ذریعے معاشرتی حالات کا جائزہ بھی لیا جا سکے۔ مندرجہ بالا سروے کے اعداد و شمار زیادہ تر NWFP سے اکٹھے کیے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں عورت کی جو معاشرتی و علاقائی حیثیت ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے انھوں سروے میں اپنی آراء دی ہیں۔ پورے ملک میں یکساں صورت حال نہیں ہیں۔ شہروں میں خواتین کو کم و بیش مردوں جیسے ہی حقوق حاصل ہیں۔ بلکہ ہمارے معاشرے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مشرق کی عورت مغرب کی عورت بہ نسبت حقوق سے زیادہ مستفید ہوتی ہے.

پاکستان میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مشرقی معاشرے میں خواتین کو مردوں کی نسبت بہتر خیال رکھا جاتا ہے۔[1]

پاکستان میں دونوں طرح کی صورتحال پائی جاتی ہے کچھ علاقوں میں عورت انتہائی بے بس ہے اور جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور کہیں عورت معاشرے میں مردوں کے شانہ بشانہ معاشی و معاشرتی ترقی کی دوڑ میں صف اول میں کھڑی نظر آتی ہے۔ تربیت و شعور کی بتدریج پختگی کے ساتھ عورتوں کی حیثیت اور ان کے حقوق کے حوالے سے صورتحال بہتری کی جانب گامزن ہے۔ نیز خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف مسائل و معاملات میں بتدریج قانون سازی بھی کی جارہی ہے۔

پاکستان میں عورتوں کی حیثیت اور ان کے حقوق کے حوالے سے دو طرح کی صورت حال درپیش ہے۔ اس حوالے سے جب مختلف روشن خیال اور مغرب پسند طبقے کی جانب سے جو لٹریچر سامنے آتا ہے اس میں معاشرے میں عورت کو رسم و روایات کی زنجیر میں جکڑی ہوئی اور پابند سلاسل دیکھایا جاتا ہے کہ جس کو تو شاید معاشرے میں اپنی مرضی سے سانس بھی لینے کی اجازت نہیں ہے۔ پردہ کو ہدف تنقید بنا کر اس کو عورت کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے جو کچھ میرے مطالعے میں آیا ہے اس میں عورت کو مخلوط تعلیم کہ حق نہ ہونا۔ اپنی مرضی سے شادی نہ کرنے دینا،

---

[1]- www.gallup.com.pk,retrieved on:25.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پردے کی پابندی، نوکری کرنے کی آزادی نہ ہونا، قتل غیرت، سورا، وٹہ سٹہ کی شادی، بچپن کی شادی اور گھریلو تشدد کے واقعات کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

پاکستانی خواتین کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ خواتین کو تعلیمی و تربیتی مواقع، روزگار و شوہر کے انتخاب کی آزادی، سیاسی و سماجی اور معاشی معاملات میں خود مختارانہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ نیز پردہ بھی عورت کی حیثیت کو کمتر کرتا ہے۔[1]

مختلف بین الاقوامی اداروں اور عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایسے معاہدات کی زور وشور سے نشر و اشاعت کی جارہی ہے جن میں عورتوں کی آزادی اور صنفی مساوات کو سر فہرست رکھا جاتا ہے۔ بیش تر این جی اوز مسلم ممالک میں مغرب کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے پوری قوت سے کام کررہی ہیں۔ بیجنگ پلیس فائیو کانفرنسز اور ان کے ایجنڈے بطور مثال پیش کئے جاسکتے ہیں۔ متعدد ریاستیں بھی اس حوالے سے بہت سی پالیسیز بنارہی ہیں جن میں ان کانفرنسز میں طے پائے جانے والے معاہدات کو عملی شکل دی جاسکے۔

موجودہ عہد میں مسلم معاشروں کی نظریاتی و فکری اساس کو جن مغربی سیکولر قدروں نے بہت برے طریقے سے متاثر کیا ہے، ان میں سر فہرست تحریک آزادی نسواں اور صنفی مساوات کی تحریک ہے۔ یہ تحریک، عورتوں کے حقوق، مرد کی بالادستی سے آزادی، اور صنفی مساوات، کے نام پر ایسے تصورات اور مفاہیم کو فروغ دے رہی ہے، جو اسلام کی اخلاقی و روحانی اقدار کو نقصان پہنچارہے ہیں۔[2]

اسلام دین اعتدال ہے اس میں اس افراط و تفریط سے ہٹ کر ان دونوں انتہاؤں کے درمیان عدل وتوازن پیدا کیا ہے کہ جس سے حقوق وفرائض میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ اسلام نے مرد و عورت کا جو دائرہ کار متعین کیا ہے اسی پر معاشرتی بقاو استحکام منحصر ہے۔ مرد و عورت کو اسلام میں یکساں حقوق حاصل ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں مغربی پروپیگنڈے کے تحت یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت

---

[1]-Heinz Gunter Klien, Renate Nestvogel Women in Pakistan, , Vanguar, Mashal Pakistan, 1992, p:37.

[2]۔ خالد رحمٰن، سلیم منصور خالد، عورت خاندان اور ہمارا معاشرہ، اسلام آباد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۴_۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجبور ہے حالانکہ عورت کو جو حقوق عطا کیے گئے ہیں وہ اس کے دائرہ کار اور فرائض کی نوعیت کے مطابق اسے عطا کئے گئے ہیں۔ اور مردوں کو عطا کردہ حقوق ان کے دائرہ کار اور نوعیت کے مطابق ہیں۔ صورتحال گھمبیر اس لئے ہیں کہ کہیں تو ان اسلامی قوانین کو قدامت پسندانہ کہہ کر ان سے فرار اختیار کیا جاتا ہے اور کہیں صورتحال یہ ہے کہ عورت کو قبل از اسلام والی حالت میں برقرار رکھا جاتا ہے کہ جہاں عورت خود اپنی پیدائش پر شرمندہ ہے۔

۲۔ وہ امور جو عورت کی آزادی، مساوات، Empowerment، Gender discrimination سے متعلق ہیں۔

دنیا کے ایک گاؤں کی حیثیت اختیار کر لینے اور تہذیبی و ثقافتی روابط کے نتیجے میں جہاں زندگی کے بہت سے پہلو متاثر ہوئے ہیں وہیں عورت اور اس سے متعلقہ جدید مسائل بھی بہت اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ چنانچہ ترقی یافتہ اقوام جہاں معاشی، سیاسی، عسکری معاملات میں اپنے تفوق و برتری قائم کرنے کے لئے نت نئے انداز اختیار کر رہی ہیں وہیں معاشرتی و تہذیبی محاذ پر بھی اپنی اثر اندازی کے لئے مسلسل مسلمانوں کے خاندانی نظام اور اسلام میں عورت کے حقوق و حیثیت کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ صنفی مساوات، آزادی اور حقوق نسواں کے پر فریب نعروں سے اس محاذ پر پیش قدمی جا رہی ہے اس حوالے سے مختلف کانفرنسز و معاہدات کے ذریعے عالمی قوتیں ترقی پذیر ممالک کو اپنے ایجنڈے پر عمل درآمد کو یقینی بناتی ہیں۔ جس کے باعث ہمارے ملک میں بھی اب یہ سوچ پروان چڑھ رہی ہے کہ عورت اور مرد باہم رفیق نہیں بلکہ رقیب ہیں۔

جدید استعمار کے دو اہداف ہیں:

۱۔ دنیا بھر کی دفاعی صلاحیتیں سلب کر لی جائیں۔

۲۔ ثقافتی اور گلوبل کلچر کے ذریعے آزادی نسواں

ان دونوں اہداف پر پوری شد و مد سے کام کیا جا رہا ہے۔ دنیا کے گلوبل ولیج بن جانے سے ایک ہی سوچ، ایک ہی نظریہ اور اور ایک ہی تہذیب و تمدن فروغ پا رہا ہے۔ حالانکہ مشرق و مغرب کی اخلاقی اقدار یکسر جدا ہیں۔ مغرب میں شرم و حیا، عفت و پاکدامنی، رشتوں کا تقدس و احترام کے الفاظ ناپید ہوتے جا رہے ہیں معاشرتی بندھنوں اور ذمہ داریوں سے فرار حاصل کی جا رہی ہے وہاں شادی اور خاندان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اہمیت نہیں رہی جو اس معاشرتی اکائی کو حاصل ہے۔ اس لئے معاشرے میں ہر طرف بگاڑ و فساد کی کیفیت ہے۔

گھر اور خاندان آج بھی امت مسلمہ کی وہ پناگاہیں ہیں جہاں تہذیبیں پنپتی ہیں۔ لیکن صد افسوس آج مغرب کے زیر اثر ہمارا یہ آخری مورچہ بھی پسپائی سے دوچار ہے۔ آزادی نسواں کے پر فریب نعرے نے آج مشرق کی عورت کو بھی اپنے فسوں میں جکڑ لیا ہے۔ عورت کو اس کے بنیادی فریضے سے ہٹانے کے لئے Women Empowerment کا خواب دکھا کر اسے اپنی روحانی، نظریاتی و فکری، تہذیبی اقدار سے انحراف و بغاوت کی راہ پر لگا دیا گیا ہے۔ دوسری طرف وہ حقوق اور مساوت کے فریب کا شکار ہو کر تنہا اور غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہے۔

پاکستان میں گزشتہ دو تین دہائیوں سے میڈیا اور مغربی افکار کے زیر اثر بہت سی این جی اوز نے عورتوں کی آزادی اور حقوق کی جدوجہد کو پورے زور و شور سے شروع کیا ہوا ہے۔ بیجنگ پلس فائیو کانفرنس کے ایجنڈے کو پاکستان میں عملی جامہ پہنانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ اس لئے انہوں نے پاکستان میں انسانی حقوق اور عورتوں کی آزادی کے نام پر بہت سی انجمنیں قائم کی ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی کوئی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی دکھائی دیتی ہے یا عورتوں کے حقوق سلب ہو رہے ہوتے ہیں وہیں پر ان کے خلاف آواز بلند کی جاتی ہے اور احتجاج کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کرتے ہوئے یہ انسانی حقوق کی انجمنیں اسلام کے عطا کردہ حقوق نسوں کو سخت تنقید کا نشانہ بناتی ہیں اور اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اسلام کے عطا کردہ یہ حقوق عورت کی آزادی کو سلب کرنے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ لہذا پاکستان میں عورت کو ایسی آزادی دی جائے جیسی مغرب کی عورت کو حاصل ہے۔ اسلام کے بارے میں یا تو ان کا مطالبہ ان کی کج فہمی اور کم فہمی کی بنا پر ہوتا ہے یا پھر مغلوب زدہ ذہنیت اور مغرب پسندی کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے۔

حقوق نسواں کے نعرے میں یہ ذہنیت کار فرما ہے کہ ایک عورت ایک مرد سے برسرپیکار ہے۔ دو فریق ہیں۔ ایک مستقل مجبور و مظلوم ہے اور دوسرا ہمیشہ سے ظالم اور سفاک۔ جس نے عورت کو استحصال اور ستم کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ عورت کے حقوق چھینے جا چکے ہیں۔ وہ مظلومیت و مجبوری کا مجسمہ ہے۔ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادی کو خطرہ لاحق ہے۔ اس کی صلاحیتوں پر پہرے لگائے جارہے ہیں ان کو زنگ آلود کیا جارہا ہے۔ لہذا جب معاشرے میں مردوں کو تمام حقوق حاصل ہیں تو پھر عورت بچاری مظلوم و مجبور کیوں ہے۔؟

منیر احمد خلیلی لکھتے ہیں: گھر کی چار دیواری کے اندر اپنے ہی شوہر اور بچوں کے لئے اطمینان اور آسانی سے انجام پاجانے والے کاموں کو تو یہ اپنی غلامی پر محمول کر بیٹھی۔ لیکن گھر سے نکل کر دفتروں، کارخانوں، دکانوں، ہوٹلوں غرض کی تمام مقامات پر غیر مردوں کی بڑی ہی پست سطح پر اتر کر چاکری کرنے کو آزادی کا نام دے دیا گیا۔ اس کی نسوانی خصوصیات، عظمت و عصمت، آرام و آسائش کا ضیاع ہوا لیکن اسے کوئی زیاں نظر نہ آیا۔ یہ عورت نہیں رہی، بیوی اور ماں کی خوبیاں اس کے اندر سے زائل ہو گئیں۔ اسے گھاٹے کا سودا نہ نظر آیا لیکن اس سب کچھ کے مقابلے میں مردوں کی نقالی اور مردوں سے مسابقت کا منفی جذبہ بڑا دل خوش کن محسوس ہوا۔ اپنی تعلیم، شعور اور بیداری میں گندھے ہوئے جذبوں کو اپنے مخصوص دائرے میں استعمال کر کے یہ اپنا وقار بلند کر سکتی تھی۔ دنیا کی کھیتی میں یہ عظیم نسلوں کی صورت میں دلکش پھول کھلا سکتی تھی لیکن اس کی کم نگاہی اور فریب خوردگی کے باعث انسانیت کی کھیتی تو ویران ہونے لگی۔[1]

اسی وجہ سے مشاہدے میں آیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں عورتیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرتی بندھنوں سے آزاد ہو رہی ہے۔ نت نئے فیشن اپناتے ہوئے مغرب کی اندھی تقلید میں حیا کی چادر تار تار ہو رہی ہے۔

عورتوں کو یہ باور کرایا گیا کہ عورت کی آزادی اور ان کے حقوق سلب کر لیئے گئے ہیں۔

فتنہ گر تہذیب نے جدید مادہ پرستانہ مزاج کی حامل تعلیم کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور عورت کو جدید تعلیم، آزادی، مساوات اور بازیابی حقوق کے نام پر اسلام سے بد ظن کرنے کی بھرپور مہم چلائی، ہر ہر قدم پر اسلام کو نشانہ طنز و تعریض اور تنقید بنایا۔

---

[1] ۔ منیر احمد خلیلی، تحریک نسواں کا حاصل، دارالنشر حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی علامہ اقبال کالونی، ٹینچ بھاٹہ، ۱۹۸۶ء، ص: ۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان گھروں میں پیدا ہونے والی خواتین جو جدید تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوئیں انہوں نے قدیم جاہلی تصورات حیات اور ہندو افکار کے اثرات کو اپنا حریف سمجھنے کے بجائے اسلام کو اپنا مدمقابل قرار دے لیا۔[1]

پاکستانی میڈیا جس قسم کے پروگرام پیش کر رہا ہے اور عورت کا کردار اس میں جس طرح دکھایا جا رہا ہے وہ سب اس بات کا غماز ہے کہ ہمارا معاشرہ کس روش پر چل رہا ہے اور کس طرح ہماری اخلاقی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ نیز دین کو صرف نجی و ذاتی معاملہ کر قرار دے کر جس ڈگر پر ہوائے نفسانی چلانا چاہتی ہے اس روش پر چلا جا رہا ہے۔ اتباع ہویٰ ہمارا دین بن چکا ہے اور غیرت ایمانی ہم دفن کر چکے ہیں۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ جن امور میں خواتین کو ان کی حدود سے بڑھ کر آزادی دی گئی ہے اس کے نتائج یہ نکلے ہیں کہ ہوس پرستی، بے حیائی، لھو و لعب، خاندانی عدم استحکام اور معاشرتی انتشار عام ہو گیا ہے۔

پاکستان کی مسلمان خاتون مظلومیت، بے خبری اور فریب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ قدیم جاہلی روایات، ہندو تہذیب کے اثرات اور اپنی فطرت و مزاج کے باعث طبقہ نسواں کی ایک بڑی تعداد بلاشبہ ظلم، زیادتی اور ناانصافی کی چکی میں عرصہ سے پس رہی ہے۔ جہالت اور ہندو روایات نے اسے اپنی مظلومانہ حالت پر اس قدر قانع بنا دیا کہ اس نے تند و تلخ اور ستم کارانہ حالات کو اپنا مقدر جان کر اپنی حالت پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہنے ہی کو اپنی بھلائی سمجھ لیا ہے۔[2]

پاکستانی معاشرے کے چاروں جانب ایک شدید رسہ کشی کی کیفیت ہے اس لئے خواتین کے معاشرتی، معاشی، سیاسی حقوق اور اس کے حوالے سے قانون سازی ایک نہایت سنجیدہ اور نازک موضوع بن چکا ہے۔

---

[1] ۔ منیر احمد خلیلی، حوا کی بیٹی اور مغربی تہذیب کا فریب، دارالنشر حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی، علامہ اقبال کالونی، ٹینچ بھاٹہ، ۱۹۸۶، ص:۴

[2] ۔ ایضاً، ص:۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت پاکستان نے پدر سری رجحان سے نمٹنے کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے اور یہ کہ عورتوں پر تشدد کے مسئلے کو حل کرنے اور عورتوں کو ہر طرح کے حقوق[1] کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے مختلف پہلوؤں سے قانون سازی کی ہے اس حوالے سے بتدریج کوششیں کی جارہی ہیں تاکہ مزید قانونی اصلاحات کے ذریعے سے خواتین کی معاشرتی و قانونی حیثیت کو بہتر بنایا جاسکے۔

ان تمام قوانین واصلاحات کے ساتھ ساتھ سماجی رویوں کی درستگی سب سے اہم کام ہے۔

اسلام خواتین کی جن حیثیات و حقوق کا تعین کرتا ہے اگر وہ حقوق آج کی عورت کو مکمل طور سے عطا کردیئے جائیں تو پھر معاشرے میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے جو افراط و تفریط موجود ہے وہ ختم بھی ہوجائے گی اور اخلاق اقدار کا تحفظ، نظام عفت و عصمت کی بقا، خاندانی استحکام اور معاشرتی امن وسکون کی برکات بھی اس کے ہمراہ ہوگی۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہوگا جب معاشرے میں عورتوں کو وہ مقام ومرتبہ دیا جائے جو اسلام نے ان کو عطا کیا ہے اور ان کی وہ عزت وتوقیر کی جائے جو عہد نبوی ﷺ میں ان کو حاصل تھی۔

پاکستان میں عورتوں کی قانونی حیثیت و حقوق:

پاکستان کے آئین میں خواتین کو اگرچہ بنیادی حقوق عطا کئے گئے ہیں لیکن معاشرتی طور بہت سے رسوم ورواج اور مسائل ایسے ہیں جن سے خواتین کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستان میں عورتوں کی حیثیت بہتر کرنے اور ان کے معاشرتی، معاشی، سیاسی و دیگر حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف شعبوں میں قانون سازی کی گئی ہے نیز معاشرے میں خواتین کو درپیش مسائل کے سدباب کے لئے بتدریج قانونی اصلاحات کا نفاذ عمل میں لایا گیا ہے جس کے ذریعے خواتین کو درپیش مسائل کو حل کرنے اور صورت حال بہتر بنانے کے لئے حکومت اقدامات کررہی ہے۔ ذیل میں ان قوانین کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے جو خواتین کے مختلف حقوق سے متعلق ہیں۔

---

[1]۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل، عالمی میعادی جائزے پر ورکنگ گروپ کی رپورٹ: پاکستان، ۴ جون، ۲۰۰۸ء، دیکھئے:

http://lib.orchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session2/PK/A-HRC-8-42-Pakistan-E.pdf

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئینی حقوق:

پاکستان میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل ۸ اور ۲۸ میں بنیادی انسانی حقوق بیان کیے گئے ہیں جن کی رو سے مرد و عورت کے بنیادی حقوق یکسان ہیں۔

آرٹیکل ۳۷، ۳۴، ۳۲ اور ۳۸ خاص طور پر عورت سے متعلق ہیں۔ جن میں لوکل گورنمنٹ کے اداروں میں ان کی نمائندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے جو عورت کی قومی سطح پر نمائندگی اور شرکت، معاشی خود مختاری اور بچوں کی پیدائش پر چھٹی و دیگر فوائد سے متعلق ہیں۔[1]

وراثتی حقوق:

پاکستان میں عورت کے جہاں دیگر حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے وہاں عورت کا حق وراثت بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن عملی طور پر پاکستان کی صورتحال عورت کے حق وراثت کے حوالے سے حوصلہ افزاء نہیں ہے۔ اکثر و بیشتر عورت کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ بے عملی کے ساتھ ساتھ اس مسئلے میں بے علمی بھی یہاں تک ہے کہ اکثر دیندار اور پڑھے لکھے افراد بھی اس بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتے۔

پاکستان میں خواتین کو وراثت میں حق ملنے کے حوالے سے ایک سروے کیا گیا جس میں تین طرح کی گروہ بندی کی گئی۔ پہلے گروہ میں پڑھی لکھی ملازمت پیشہ خواتین شامل تھیں۔ دوسری قسم میں گھریلو خواتین اور مذہبی گھرانے سے تعلق رکھنے والی خواتین شامل تھیں۔ اور تیسری قسم میں طالبات شامل تھیں۔ اس سروے کے مقاصد یہ تھے کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ آیا پاکستان میں خواتین کے حق وراثت کے حوالے سے عملی صورتحال کیا ہے۔ آیا قانون کے مطابق انہیں یہ حق دیا جاتا ہے یا نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے خاندان میں وراثت کی تقسیم کا کیا معمول ہے۔ آیا اس میں شرعی طریقہ کا اختیار کیا جاتا ہے یا خواتین کو محروم رکھا جاتا ہے۔ ایسا معلوم کرنا اس لئے ضروری تھا کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ قانون موجود ہونے کے باوجود عملی صورتحال کیا ہے۔

---

[1]- http://www.slideshare.net/FARAHFAREEHA1/socio-cultural-foundation-of-pakistan-with-reference-to-women-placement?utm_source=slideshow02&utm_medium=ssemail&utm_campaign=share_slideshow ,Retrieved on :10-01-2016 .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان میں وراثت کی تقسیم کے حوالے سے ۸۰ فیصد خواتین نے یہ کہا کہ انہیں حصہ نہیں دیا جاتا۔ جبکہ ۱۰ فیصد نے کہا کہ یہ معاملہ زبانی تو ہوتا ہے لیکن عملاً ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ ۵ فیصد نے کہا کہ تقسیم شریعت کے مطابق نہیں ہوتی جبکہ ۵ فیصد نے کہا کہ اگر عورت شادی شدہ زندگی خوشحالی سے گزار رہی ہو تو پھر عملاً اسے وراثت نہیں دی جاتی۔ اکثر اوقات بہنوں کو اور بیٹیوں کو معاشرتی اور خاندانی دباؤ کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھائیوں کے حق میں اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں۔ بیٹی یا بہن کو حق وراثت سے اس لئے محروم رکھا جاتا ہے کہ معاشرے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ شادی کے موقع پر جہیز دے کر اس کا حق وراثت ادا کیا جا چکا ہے۔ دوسرا جواز یہ بنایا جاتا ہے کہ بیٹیاں خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں انہیں جائیداد کیا ضرورت؟

جائیداد کے ٹکرے ہو جائیں گے، بیٹیاں تو تمام عمر لیتی ہیں لہذا اگر جائیداد نہ بھی دی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ وہ جواز ہیں جو عورت کو حق وراثت سے محروم رکھنے کے لئے پیش کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں خواتین کے حق وراثت کا قانون ہونے کے باوجود یہ صورتحال اس سبب سے بھی ہے کہ اولاً عورت کو اس حق کے بارے میں شعور ہی نہیں دیا گیا، دوم یہ کہ اگر شعور ہے تو اسے معاشرتی و خاندانی دباؤ کے تحت اس حق کو چھوڑنے کے لئے کہا جائے گا۔ شعور کیونکہ بہت حد تک مردوں سے ملنا تھا لہذا مردوں نے خود ہی اپنے مفادات کے تحت اس سے آگاہی نہیں دی۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ عورت خود اپنا یہ حق لینے کے لئے کم ہی عدالت میں جاتی ہے کیونکہ یہ مقدمہ خود اس کے اپنے پیاروں کے خلاف قائم ہوتا ہے اور وہ اپنے ان رشتوں سے ترک تعلق نہیں چاہتی۔ لہذا قانون بنا دینا ہی ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا بلکہ معاشرے میں شعور و آگاہی دینا، معاشرتی مزاج اور رویے بنانا زیادہ اہم کام ہے۔

پاکستان میں بتدریج تعلیم کی شرح میں اضافہ کے ساتھ عملی صورتحال بھی تبدیل ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے کئے ایک سروے کے اعداد و شمار گزشتہ تیس سالوں میں ہونے والی اس تبدیلی کے بارے میں یوں نشاندہی کرتے ہیں۔

سروے میں سوال کیا گیا کہ کیا خواتین کو ان کے خاندان کی جانب سے جائیداد میں ان کا شرعی حق دیا جاتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سروے ۱۹۸۱ء میں اور دوبارہ ۲۰۱۰ء میں کیا گیا۔ دونوں سروے سے حاصل شدہ اعداد و شمار کا تقابل درج ذیل ہے۔

۱۹۸۱ء میں ۷۱ فیصد نے کہا کہ خواتین کو جائیداد میں ان کا شرعی حق دیا جاتا ہے اور ۲۰۱۰ء میں یہ جواب دینے والوں کی شرح ۷۳ فیصد تھی۔ ۱۹۸۱ء میں ۱۵ فیصد کے مطابق خواتین کو جائیداد میں شرعی حق نہیں دیا جاتا جبکہ ۲۰۱۰ء میں اس جواب کی شرح ۲۰ فیصد تھی۔ ۱۹۸۱ء میں ۱۴ فیصد نے کوئی جواب نہیں دیا، اسی صورتحال کی ۲۰۱۰ء میں شرح ۷ فیصد تھی۔[1] (وراثت کی تقسیم کی عملی صورتحال کے حوالے سے پہلے سروے سے حاصل شدہ اعداد و شمار اس سے مختلف ہیں)۔ اعداد و شمار جوابات دینے والی خواتین کی عملی صورتحال کے حوالے سے مختلف ہیں۔

خواتین کے آئینی و وراثتی حقوق کے علاوہ خواتین کے حقوق کے تحفظ، ان کی سماجی، معاشی و انتظامی اور سیاسی حیثیت کو بلند کرنے نیز ان کے مسائل کے لئے حل کے لئے گزشتہ پندرہ سالوں میں پاکستان میں بہت سے پہلوؤں پر قانون سازی کی گئی ہے۔ جس سے خواتین کے حقوق کا تحفظ ہونے کے ساتھ ان کی سماجی حیثیت میں بھی اضافہ ہوا ہے ذیل میں اس حوالے سے کی جانے والی قانون سازی کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

خواتین کے سماجی، معاشی و انتظامی اور سیاسی حقوق کے لئے قانونی اقدامات

۱۔ ۲۰۰۰ میں خواتین کے لئے لوکل گورنمنٹ میں ۳۳ فی صد نشستوں کا کوٹہ مخصوص کیا گیا۔ ۲۰۰۱ء۔۲۰۰۰ء کے لوکل گورنمنٹ کے الیکشن میں تقریباً ۳۹،۰۰۰ خواتین منتخب ہوئیں، جب کہ ۲۸،۰۰۰ خواتین ۲۰۰۵ء کے الیکشن میں منتخب ہوئیں۔ اس دوران خواتین کی نمائندگی کا تناسب ۳۳ فیصد کے قریب رہا۔

۲۔ ۲۰۰۰ میں قومی کمیشن برائے مقام خواتین کا قیام عمل میں آیا۔ اس کمیشن نے کئی بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں کیں جیسے حدود آرڈیننس کی منسوخی کے لئے سفارشات، وراثت کے قانون میں اصلاحات کے

---

[1].www.gallup.com.pk,retrieved on:25.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے تجاویز، خواتین کے کام کا مساوی معاوضہ اور خواتین کے حوالے سے آئینی اصلاحات کا حالیہ معاہدہ وغیرہ۔

۳۔ شہریت کے قانون ۱۹۵۱ء کو ۲۰۰۱ء میں اس حد تک تبدیل کیا گیا ہے کہ ایسی پاکستانی خواتین جو غیر ملکی افراد سے شادی کرتی ہیں، ان کے بچوں کو شہریت مل جائے، البتہ ایسے غیر ملکی جو پاکستانی خواتین سے شادی کرتے ہیں شہریت کا حق نہیں رکھتے۔

۴۔ وزارت ترقی خواتین نے ۲۰۰۲ء میں قومی پالیسی برائے ترقی و اختیارات خواتین متعارف کروایا۔

۵۔ ۲۰۰۲ء میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں کے لئے ۱۷ فیصد نشستیں مخصوص کی گئیں جس کے تحت عورتوں کے لئے ۶۰ فیصد نشستیں مخصوص ہو گئیں، ۱۷ سینٹ کے لئے، ۶۶ پنجاب کے لئے، ۲۹ سندھ اسمبلی، ۲۲ شمال مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان اسمبلی کے لئے مخصوص ہو گئیں۔

۶۔ ۲۰۰۴ء میں پارلیمنٹ نے غیرت کے نام پر قتل کے حوالے ایک قانون نافذ کیا۔ خواتین پارلیمنٹیرینز نے اس بل کی حمایت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ یہ قانون عورتوں کو کچھ دادرسی مہیا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ غیرت کے نام پر قتل ہونے والی عورتوں کے قانونی ورثاء کو قصاص سے استثنیٰ حاصل ہے اور یوں قصاص و دیت کے تحت جرم قابل راضی نامہ بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ قانون مؤثر نہیں ہے۔

۷۔ وفاقی حکومت نے ۲۰۰۵ء میں اصلاحات کا منصوبہ عمل متعارف کرایا۔ اس کا مقصد صنفی معاملات کو ادارتی بندوبست کے ذریعے پالیسوں اور منصوبوں میں اجاگر کرنا تھا۔

۸۔ فیڈرل گورنمنٹ نے خواتین کے تحفظ کے بل ۲۰۰۶ء کے تحت حدود آرڈیننس کے دو آرڈیننز میں ترامیم کیں جو کہ زنا اور قذف آرڈیننس ہیں۔ زنا کے جرم کو پاکستان پینل کوڈ میں شامل کیا گیا جس کو واقعاتی شہادت کے ذریعے ثابت کیا جائے گا۔ اگرچہ حدود آرڈیننس میں کئی دوسری مثبت تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ تاہم قانون کو سول سوسائٹی کے مطالبے کے مطابق ختم نہیں کیا گیا اور اس میں ابھی تک کئی اختلافی دفعات موجود ہیں۔

۹۔ وفاقی حکومت نے خواتین کے لئے پبلک سیکٹر سروسز میں ۱۰ فیصد کوٹہ مقرر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ ۲۰۰۹ء میں قومی اسمبلی میں تمام سیاسی جماعتوں کی شمولیت سے وومن پارلیمنٹری کاکس قائم قائم کیا گیا، جس نے خواتین پارلیمنٹیرینز کو ایک مشترکہ مقصد کے لئے ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا۔ قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا اس کی سرپرست تھیں۔

۱۱۔ کریمینل لاء (ترمیمی) ایکٹ ۲۰۰۹ء کے ذریعے خواتین کو کام کرنیکی جگہ پر جنسی طور پر ہراساں کرنے سے متعلق پی پی سی کی شق ۵۰۹ میں ترمیم ہوئی۔ یہ بھی ایک اچھا قانونی اقدام ہے۔ ایکٹ ہذا کے مطابق جنسی طور پر حراساں کرنے کی سزا ۳ سال قید یا ۵ لاکھ جرمانہ یا دونوں ہوسکتے ہیں۔ خواتین کو ہراساں کرنے سے تحفظ دینے کا ایکٹ ۲۰۰۹ء ایک بڑا تفصیلی قانون ہے جس میں کام کی جگہ پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنیکے کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے۔ اس بل کو قومی اسمبلی نے ۲۲ جنوری ۲۰۱۰ء کو پاس کیا، یہ سینٹ اور صدر کی منظوری کے بعد قانون بنا۔

۱۲۔ دفاتر میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے بارے میں ۲۰۱۲ء میں پنجاب ایکٹ بنایا گیا اس حوالے سے ۲۰۱۳ء یہ ترمیم کی گئی ہے کہ دفاتر میں اس حوالے سے کمیٹیاں قائم کی جائیں جو شکایات کی جانچ پڑتال کریں۔ خواتین خاتون محتسب کو اس حوالے سے درخواست بھی دے سکتی ہے نیز اس قانون کا اطلاق پورے صوبہ پنجاب میں ہوگا۔[1]

۱۳۔ خواتین دشمن رواج بل مثلاً: جبری شادی اور عورتوں کے خلاف دوسرے رسوم ورواج، مثلاً دیوانی یا فوجداری مقدمے ختم کروانے کے بدلے عورتوں کو نکاح میں دینا وغیرہ ان سب رسوم ورواج کے خاتمے کے لئے قانون بنایا گیا ہے جسے عورت مخالف رواجوں کا سدباب (فوجداری قانون میں ترمیم) کا ایکٹ، ۲۰۱۱ء کا نام دیا گیا ہے۔[2]

۱۔ روزنامہ جنگ، ۴ دسمبر ۲۰۱۵ء، دفتر میں عورتوں کو ہراساں کرنے کا ایکٹ ۲۰۱۰ء، ایک اور ترمیم کے ذریعے جنسی ہراسانی کے جرم کو تعزیرات میں شامل کیا گیا اور اس کی سزا بڑھائی گئی۔
http://wdd.punjab.gov.pk/related_laws_and_rules, Retrieved on : 06-12-2015

۲۔ عورت مخالف رواجوں کا سدباب (فوجداری قانون میں ترمیم) کا ایکٹ، ۲۰۱۱ء؛ روزنامہ جنگ، ۶ دسمبر ۲۰۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ پاکستان میں خواتین پر گھریلو تشدد بہت زیادہ عام ہے گھریلو تشدد کی روک تھام کے لئے ۲۰۱۲ء میں ایک ایکٹ بنایا گیا۔[1]

اس قانون کے ذریعے خواتین اپنی شکایات درج کروا سکتی ہیں۔ اور مجرم کو سزا بھی ہو سکتی ہے۔

۱۵۔ کم عمری کی شادی کے حوالے سے ۱۹۲۹ء کے قانون میں ۲۰۱۵ء میں صوبہ پنجاب میں ترمیم کی گئی جس میں لڑکی کی عمر سولہ سال اور لڑکے کی ۱۸ سال درست عمر قرار دی گئی۔ نیز اس حوالے سے قانون شکنی کرنے پر لڑکے اور لڑکی کے والدین اور نکاح دونوں کو قید اور جرمانہ دونوں میں سے ایک یا دونوں سزائیں دینے کا قانون نافذ گیا ہے۔[2]

۱۶۔ خواتین پر تیزاب پھینکنے کے واقعات بہت زیادہ عام ہیں۔ آئے روز اخبارات میں اس حوالے سے خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں تیزاب پھینکنے سے ایک عورت کی پوری زندگی متاثر ہو جاتی ہے لہذا پنجاب حکومت نے اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لئے سخت قانون بنایا ہے۔ جس کے تحت تیزاب سے حملہ کے کیس کی سماعت دہشت گردی کی عدالت میں کی جائے گی[3]

خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سہولیات پہنچانے کی خاطر پنجاب حکومت نے سرکاری و نجی اداروں میں یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ ڈے کیئر سینٹرز کا قیام عمل میں لائیں۔

۱۷۔ نوکری پیشہ خواتین کی سہولت ان کے کام کی جگہ پر ان کے بچوں کے لئے ڈے کیئر سنٹرز کا قیام کو قانونی طور پر ضروری قرار دیا گیا اور وومین ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ اس حوالے سے مالی تعاون بھی فراہم کرتا ہے۔[4]

ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر مردانہ معاشرہ ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مرد کا عورت کو مجبور کرنا اور اس پر تشدد کرنا جائز عمل ہے۔ اور مرد کو اس بات کا پورا حق حاصل ہے ایسی جاہلانہ سوچ کے باعث بہت

---

[1] ۔گھریلو تشدد (بچاؤ اور تحفظ کا ایکٹ، ۲۰۱۲ء،

[2] -http://wdd.punjab.gov.pk/related_laws_and_rules, Retrieved on : 06-12-2015

[2] ۔فوجداری قانون (دوسرا) ترمیمی ایکٹ، ۲۰۱۱، اس ترمیم کے ذریعے تعزیرات میں ایسی دفعات شامل کی گئی ہیں جن میں تیزاب یا ایسے کسی دوسرے خطرناک مادے کے ذریعے زخمی کرنے کے جرم پر بھاری سزائیں رکھی گئی ہیں۔

[4] ۔روزنامہ جنگ، ۲۹ ستمبر ۲۰۱۵ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سی جگہون پر عورت کو تشدد آمیز سلوک برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حکومت پنجاب نے اس حوالے سے ایک جامع پالیسی ترتیب دی ہے۔

جس میں

۱۸۔ خواتین پر تشدد کے خاتمے اور متاثرہ خواتین کی دادرسی کے لئے باقاعدہ طور پر ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد خواتین کی شکایت درج کرنے سے لے کر ان کو تمام سہولیات ایک ہی چھت تلے مہیا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ون ونڈو آپریشن کا نظام وضع کیا گیا ہے۔[1]

مختلف قوانین کے ذریعے جہاں ایک عام آزاد عورت کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے وہیں ان خواتین کی حالت بہتر بنانے کے لئے بھی اقدامات کئے گئے ہیں جو کسی جرم کی پاداش میں جیل میں ہیں۔

۱۹۔ مصیبت زدہ اور قیدی خواتین کے فنڈ کے قانون میں بھی ترمیم کر کے وزارت انسانی حقوق[2] کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جیل میں بند خواتین کو مالی اور قانونی مدد فراہم کرنے کے لئے یہ فنڈ استعمال کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مارچ ۲۰۱۲ء میں عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر صدر مملکت نے اس بل کی منظوری دے دی جس کے تحت ایک خود مختار اور مؤثر قومی کمیشن برائے خواتین کی حیثیت (NCSW) قائم کیا گیا ہے۔[3]

خواتین کی سہولت کے لئے خصوصی طور پر خاتون محتسب کا تقرر کیا گیا ہے۔[4]

۲۰۔ تمام سرکاری و نیم سرکاری دفاتر میں پالیسیز بنانے وقت خواتین ممبران کی تعداد کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے پنجاب گورنمنٹ نے ۲۰۱۴ء میں ایک ایکٹ بنایا۔ اس اقدام کا مقصد بھی عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا اور انہیں فیصلہ سازی کے اختیارات میں شامل کرنا ہے۔[1]

---

[1]۔ روزنامہ جنگ ۸ مارچ ۲۰۱۵ء

[2]۔ ۲۰۰۸ء میں اس وزارت کو ایک الگ محکمے کے طور پر قائم کیا گیا۔

[3]۔ عورتوں کی حیثیت پر قومی کمیشن کا ایکٹ ۲۰۱۰ء، یہ کمیشن ۲۰۰۰ء سے صدارتی آرڈیننس کے تحت پہلے ہی قائم کر دیا گیا تھا۔

نئے قانون نے کمیشن کی ساخت اور کام کو مضبوط کیا ہے اور اسے مزید خود مختاری دی ہے۔

[4]۔ روزنامہ دنیا، لاہور، ۲۱ مارچ ۲۰۱۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ خواتین کی وراثتی جائیداد کو از خود منتقلی کا قانون بھی پنجاب میں بنایا گیا ہے تاکہ عورتوں کو وراثت میں ان کا شرعی حق بغیر کسی دشواری کے حاصل ہو جائے۔

۲۲۔ حکومت پنجاب نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے قانون سازی کی ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی ماں، بہن بیٹی بیوی کو گھر سے بے دخل نہیں کر سکے گا جب تک عدالت کوئی فیصلہ نہیں کرتی۔[2] پنجاب اسمبلی نے خاص طور پر خواتین کی جائیداد کے تحفظ کے لئے ۲۷ دسمبر ۲۰۱۲ء میں ایک بل پاس کیا جس کا نوٹیفکیشن ۵ جنوری ۲۰۱۳ء کو ہوا۔ جو خواتین کے وراثتی حقوق کے تحفظ کے لئے انتہائی اہم اقدام ہے۔[3]

۲۳۔ اکتوبر ۲۰۱۶ء میں پارلیمنٹ سے قتل غیرت کے نام پر قتل کا قانون منظور کیا گیا جس میں ریاست خود فریق ہوگی اور صلح یا معافی نہیں ہو سکتی۔

۲۴۔ تحفظ حقوق نسواں بل ۲۰۱۵ء میں متعارف کروایا گیا اور اس بل کو ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء میں پنجاب اسمبلی نے پاس کیا۔ تاہم اس پر ہونے والے اعتراضات کے باعث تاحال اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس پر قانون سازی کا جائزہ لے رہی ہے اور اس پر سفارشات مرتب کر رہی ہے۔

عورتوں کے حقوق و مسائل کے حل کے لئے بنائے جانے والے ان قوانین و اقدامات کے علاوہ پاکستان میں ایسی پالیسیز بنائی گئی ہیں جن سے معاشرے میں عورتوں کا مقام و حیثیت بلند ہو۔ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہوں اور انتظامی معاملات میں بھی ان کی شرکت ہو۔

پاکستان میں خواتین زرعی پیداوار اور خدمات کے شعبے میں مصروف ہیں. خواتین ججوں کو چار اعلی عدالتوں کے ساتھ ساتھ کئی ماتحت عدالتوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور 10 فیصد کوٹہ پولیس افسران بننے کی خواتین کے لیے قائم ہے.

---

[1] -. http://wdd.punjab.gov.pk/legal_initiatives, Retrieved on : 06-12-2015

[2] ۔روزنامہ نوائے وقت، ۲۵ دسمبر ۲۰۱۵ء

[3] . http://wdd.punjab.gov.pk/legal_initiatives, Retrieved on : 06-12-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین کے لئے الگ سے خواتین پولیس اسٹیشن قائم کئے گئے۔(بہت سے شہروں میں خواتین پولیس اسٹیشن قائم ہیں جہاں کا عملہ خواتین پر مشتمل ہوتا ہے۔)۔[1]

لڑکیوں کو معاشرے کا مفید شہری بنانے کے لئے مختلف شعبے قائم کیے گئے ہیں جن میں خواتین کو ہنر مند بنانے، ان کے لئے علیحدہ کمپیوٹر سنٹرز بنانے گئے ہیں خواتین کے تعلیمی اداروں میں کینٹینز کے ٹھیکے بھی خواتین ہی کو دیئے گئے تاکہ خواتین کو زیادہ سے زیادہ خود مختار بنایا جاسکے۔

---

[1] -http://www.slideshare.net/FARAHFAREEHA1/socio-cultural-foundation-of-pakistan-with-reference-to-women-placement?utm_source=slideshow02&utm_medium=ssemail&utm_campaign=share_slideshow ,Retrieved on :10-01-2016

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت۔ تجزیاتی مطالعہ

پاکستانی معاشرہ میں "سماجی تثلیث" موجود ہے، یہ معاشرہ مکمل طور پر اسلامی معاشرہ نہیں ہے یہاں پر عورت دوہرے ظلم کا شکار ہے۔ ایک طرف ان روایات اور رسوم درواج کی اسیر ہے جس سے اس کے نبی رحمت نے اسے نجات دلائی تھی۔ جس کے آنے پر اسے انسان سمجھا گیا تھا اسے زندگی، تعلیم، بنیادی حقوق، شادی اور رائے کی آزادی سے نوازا گیا تھا۔ جس کے آنے پر کہا جاتا تھا کہ وہ آئے تو ہر طرف عورت ہی کا چرچا ہونے لگا۔۔ اسی نبی کی امت کی بیٹیوں پر جاہلی اور رواجی معاشروں کے کالے مہیب سایوں کا راج ابھی بھی چل رہا ہے۔ آج بھی تعلیم کے دروازے اس پر بند ہیں۔ شادی میں اس کی مرضی کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ وہ اپنی رائے کا آزادی سے اظہار نہیں کر سکتی۔ آج بھی اسے جنس کی طرح فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اور بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا جاتا ہے۔ مردوں کے قصوروں میں اسے بھی بے گناہ پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ کہ پاکستان میں کئی علاقائی رسوم ایسی ہیں کہ جن میں عورت کو ایسے ظالمانہ و غیر منصفانہ و غیر عادلانہ فیصلوں اور رسوم کہ بھینٹ چڑھایا جاتا ہے کہ انسانیت کی روح کانپ اٹھتی ہے اور پھر اسی کو جواز بنا کر اسلام پر تنقید کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ رسوم تو انسانوں کے اسلام سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی نہیں ہیں۔ جبکہ دوسری جانب عورت بے محابہ آزادی سے بھی لطف اندوز ہو رہی ہے۔ اس کی معاشرتی حیثیت ہے۔ بہت سے شعبوں میں گرانقدر قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ مختلف انتظامی و کلیدی عہدوں پر فائز ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی حیثیت سے قابل عزت و احترام تصور کی جاتی ہے۔ خاندان کے وقار کی علامت اور عائلی زندگی کے حسن کا سرچشمہ سمجھی جاتی ہے۔

بازاروں، بنکوں، دیگر انتظامی دفاتر میں بھی اگر خواتین کو جانا پڑے تو ان کو عزت و احترام دیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بات کرتے ہوئے الفاظ کا چناؤ سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں خواتین کے سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں کام کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہمارے دیہی معاشرے میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اور ان کی یہ شرکت کسی مسئلے کا باعث نہیں ہوتی۔ اور انہیں کام کرنے کے لئے آزادانہ ماحول میسر ہوتا ہے۔ پاکستان میں تعلیم اور ملازمت حاصل کرنے پر عورتوں پر کوئی پابندی نہیں ہے نہ ان کے معاوضوں میں، مردوں کی نسبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی فرق ہی روا رکھا جاتا ہے۔ ملک میں خواتین کو اپنی جائیدادیں بنانے، ان کی خرید و فروخت کرنے اور ان کا انتظام و انصرام چلانے کا ہر طرح کا قانونی و مذہبی مقام حاصل ہے۔ خواتین کے لئے مخصوص تعلیمی اداروں کی تعداد میں اضافہ کیا جارہا ہے۔ اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے قائم اداروں کی تعداد اور گنجائش بڑھائی جارہی ہے۔ خاندانی روابط کو بنانے اور مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے میں ان کے فیصلوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

پروفیسر ثریا بتول علوی لکھتی ہیں: آج بھی موجودہ پاکستانی معاشرے میں نوے فیصد عورتیں اپنے خانگی فرائض رضا و رغبت سے انجام دے رہی ہیں۔ وہ گھروں میں انسانی نسل کو پروان چڑھانے کے ساتھ ساتھ معاشی میدان میں بھی حتیٰ الوسع اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خواتین کا عالمی دن منا کر آخر آپ مردوں کو کیا پیغام دینا چاہتی ہیں۔ اگر تو آپ مردوں کو اس بات کی طرف مائل کر دیں کہ ہمارے معاشرے میں ہندوانہ تہذیب کے تحت عورت کی قدر و منزلت میں کمی واقع ہو گئی ہے اس کو دور کیا جائے اور اس کو وہ حق دلوانے کی بھرپور جدوجہد کی جائے جو اسے اسلام نے عطا کئے ہیں۔ جہیز کے خلاف مہم چلائیں وراثت میں حق دلائیں، الگ خواتین کی یونیورسٹیاں قائم کروائیں۔ تو یہ فی الواقع آپ کی بڑی خدمت ہو گئی۔ عورت کو گھر میں بھی ذہنی سکون و اطمینان ملے گا، تو معاشرے میں بھی خود بخود امن و چین قائم ہو جائے گا۔ جرائم میں بھی بہت حد تک کمی واقع ہو گی۔[1]

ہمارے ملک میں بہت سی خواتین ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہوئے بھی زندگی کی حقیقت، اپنے کردار اور اس کے اصل مقصد کے حوالے سے بہت باشعور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کم و بیش ہر دوشیزہ کی زندگی کا حسین ترین خیال و خواب اپنے شادی اور جیون ساتھی اور بچوں کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کرنا ہوتا ہے۔ خوشگوار ازدواجی زندگی اس کی شدید ترین خواہش ہوتی ہے۔ وہ خود کو اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگا دینے کو ایک عظیم فریضہ اور سعادت مندی و خوش قسمتی تصور کرتی ہے۔ یہی اس کا حاصل زندگی ہوتا ہے۔

---

[1]۔ علوی، ثریا بتول، پروفیسر، عالمی یوم خواتین اور مسلمان عورت، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، (خواتین) بہاول شیر روڈ، مزنگ، س۔ن، ص:۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ دینی تعلیمات سے محروم ہونے کے باعث معاشرے میں عورت پر زیادتی کی مثالیں موجود ہیں۔ ہم ان کو کسی رخ سے بھی سند جواز نہیں بخش سکتے۔ لیکن مجموعی طور پر اتنی کم ہیں کہ جن کو بنیاد بنا کر پورے معاشرے کی دیواروں کو ڈھا دینا بڑی ہی مذموم سوچ ہے۔[1]

معیوب اور مضر رسوم ورواج معاشرے کے دامن پر ایسا بدنما داغ ہیں جن کو مٹانا نہ صرف حکومت بلکہ پوری قوم کا فرض ہے۔ رسوم ورواج کا اثر اس قدر وسیع اور قومی ہوتا ہے اور ان کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ نسل در نسل معاشرے میں سرایت کر جاتی ہیں ایسے میں ان کی اصلاح کے لئے بہت منظم طریقے پر ہمہ گیر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ اس کی وجہ سے تہذیب و معاشرت کی بدنامی ہوتی ہے، اخلاقی قدریں پامال ہوتی ہیں، دینی احکام کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، معاشی و اقتصادی مشکلات کا خمیازہ تمام عمر بھگتنا پڑتا ہے۔ ان تمام چیزوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام شعبہ حیات میں قومی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ ان سب کے سدباب کے لئے کی جانے والی کاوشیں تبھی کامیاب ہو سکتی ہیں جب قوم کے حالات کا ہر پہلو سے تجزیہ کرتے ہوئے ہر قسم کے قانونی، اور ترغیبی وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔

پاکستانی معاشرے میں جو معیوب اور مضر رسمیں اور رواج موجود ہیں ان کی اصلاح کرنے یا ان کو ختم کر دینے کے لئے دو قسم کے وسائل سے خاطر خواہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایک تو قانون اور دوسرے ترغیب و تشہیر۔ قانون نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ یہ بہت بڑی طاقت بھی ہے اور اس کا احترام بھی کیا جاتا ہے۔ اگر رسوم ورواج کی برائیاں واضح کر کے ان کے انسداد کے لئے مناسب قانون بنایا جائے تو اس کو پوری قوم کی تائید حاصل ہو گی۔ اور روشن خیال طبقوں اور اصلاحی اور تشہیری اداروں کے تعاون سے حصول مقاصد کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ معیوب اور مضر رسوم ورواج کی پیدا کردہ خرابیوں کو دور کر کے

---

[1] ۔ منیر احمد خلیلی، عورت کو مرد کے خلاف آمادہ بغاوت کرنا فطرت سے جنگ ہے، دار النشر حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی، علامہ اقبال کالونی، ٹمبنج بھاٹہ، ۱۹۸۶، ص: ۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کی اصلاح کرنے میں کامیابی کی رفتار ابتدا میں بہت سست ہو گی لیکن آخر کار کامیابی ضرور ہو گی۔ اور معاشرے کو ہر جہتی اصلاح و ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا ممکن ہو جائے گا۔[1]

پاکستانی معاشرے میں موجود مضر و معیوب رسوم و رواج جو خواتین کے مقام، حیثیت کے حوالے سے موجود ہیں ان کے تدارک کے لیے کئے جانے والے اقدامات کو مؤثر بنانے کے چند سفارشات مرتب کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

سفارشات:

۱۔ خواتین کے حوالے سے کی جانے والی کاوشوں کو کارآمد بنانے کا اولین اور مفید ترین ذریعہ ترغیب و تشہیر ہے۔ معیوب رسوم و راوج کی وجہ سے معاشرے میں جو مفاسد جنم لیتے ہیں اور جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو اس حوالے سے ترغیب دی جائے۔

۲۔ ترغیب دینے کئے جو وسائل بروئے کار لائے جاسکتے ہیں ان میں پرنٹ میڈیا و ر الیکٹرانک میڈیا دونوں شامل ہیں۔ ان پر چلنے والی اشتہاری مہم کے ذریعے نہایت دورس اور مؤثر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

۳۔ رسوم و رواج کی اصلاح میں معاشرتی اداروں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے اور اس میں عورتیں بہت زیادہ اور مؤثر حصہ لے سکتی ہیں۔ کیونکہ عورتیں ہی رسوم و رواج کی زیادہ پابند ہوتی ہیں۔ لہذا خاندان، مساجد، مدارس، سکولز، کالجز اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کے ذریعے ایسے پروگرام ترتیب دئے جائیں جن سے مردوں اور خصوصاً خواتین میں شعور پیدا ہو۔

۴۔ این جی اوز بھی عوامی رائے عامہ ہموار کرنے میں اپنا کردار مؤثر انداز میں ادا کریں۔

۶۔ خواتین کی حیثیت، مقام و مرتبہ اور حقوق کے حوالے سے موضوعات نصاب کا حصہ بنائے جائیں۔

۷۔ معاشرتی اصلاح کا کام کرنے کے لئے علماء کرام، خطباء حضرات بھی اپنا کردار ادا کریں مختلف دینی اجتماعات میں ان موضوعات پر بھی گفتگو کی جائے۔

---

[1] ۔ پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج، ص: ۲۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے خاندانی نظام اور پاکستان معاشرے میں خواتین کی حیثیت کی سماجی و قانونی حیثیت کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستان میں اگرچہ خواتین کو بہت سے سماجی و قانونی حقوق حاصل ہیں لیکن ابھی بھی بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر سماجی و قانونی لحاظ سے سقم موجود ہیں جو خواتین کے حقوق کے استحصال کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً: مطلقہ خواتین کو طلاق کے بعد بہت سے سماجی و قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سماج رویے اور حصول انصاف کی راہ میں حائل مشکلات خواتین کے لئے بہت سے نفسیاتی، معاشی، سماجی اور قانونی مسائل کے باعث بنتے ہیں، عصر حاضر میں یہ مسائل پاکستانی معاشرے میں شرح طلاق میں بہت زیادہ اضافہ کے باعث شدت اختیار کرتے جارہے ہیں اور اس بات کے متقاضی ہیں کہ خواتین کی سماجی و قانونی حیثیت کو بہتر بنانے اور انہیں زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کرنے کے حوالے سے جہاں دیگر بہت سے پہلوؤں پر اقدامات کئے جارہے ہیں وہیں خصوصی طور پر مطلقہ خواتین کو درپیش قانونی و سماجی مسائل کا شرعی قوانین کی روشنی میں بھی جائزہ لیا جائے تاکہ ان مسائل کے حل کے لئے لائحہ عمل تجویز کیا جاسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

پاکستانی معاشرے میں طلاق کے اسباب

" محکم دلائل سے مزین،متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی بھی معاشرے کے انتشار و بگاڑ کا اندازہ وہاں کے خاندانی نظام کے عدم استحکام شکست و ریخت ہی سے لگایا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں عائلی نظام کو جو مسائل درپیش ہیں ان میں ازدواجی تعلق میں بڑھتی ہوئی کشیدگیاں اور طلاق و خلع کا بڑھتا ہوا رجحان سر فہرست ہے۔ یعنی گھروں کا مکان بن کر رہ جانا ہے۔ طلاق ہمارے معاشرے میں ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ لفظ طلاق جو ایک دو دہائی قبل ایک ناقابل قبول لفظ تصور کیا جاتا تھا اب روزمرہ کا معمول بنتا جا رہا ہے۔ اس لفظ کی تلخ وار سے کتنے ہی افراد گھائل ہوتے ہیں اور کتنے ہی خاندان اس کی شدت کے باعث بکھر جاتے ہیں۔

ہماری عدالتوں کا یہ حال ہے کہ ججز سر پیٹ رہے ہیں کہ خلع اور طلاق کے علاوہ اور کوئی کیس ہی نہیں ہے۔ کہیں روتے پیٹے بچے ماں سے چھین کر باپ کو دیئے جاتے ہیں اور کہیں بچوں کو باپ کے سایہ شفقت سے محروم کر کے ماں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ عدالتوں میں ایسے دردناک مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ دل بے اختیار بھر آتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں ہیں۔[1]

پاکستانی معاشرے میں روز بروز شرح طلاق میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ لیکن اس حوالے سے بات کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم پاکستان میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کے اعداد و شمار کا جائزہ لیں۔

پاکستانی معاشرے میں شرح طلاق:

صوبہ پنجاب میں خلع کے مقدمات کی تعداد:

سال ۲۰۱۲ء میں خلع کے ۱۳۲۹۹ مقدمات درج ہوئے جن کی تعداد سال ۲۰۱۳ء میں بڑھ کر ۱۴۲۴۳ تک ہو گئی۔ اور سال ۲۰۱۴ء میں اس کی تعداد مزید اضافہ کے ساتھ ۱۶۹۴۲ ہو گئی اور سال ۲۰۱۶ء میں یہ تعداد ۱۸۹۰۱ تک جا پہنچی ہے۔[2]

---

[1] ماہنامہ الصفت، دسمبر ۲۰۱۵ء

[2] The Nation ,27 June,2016

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام آباد میں طلاق کی شرح:

اسلام آباد میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح سے متعلق ثالثی کونسل کے چیئرمین کا کہنا ہے کہ سال ۲۰۱۳ء میں ۴۵۰ خواتین نے خلع کی بنیاد پر طلاق کی ڈگری حاصل کی جبکہ ۲۱۳ خواتین کو ان کے شوہروں نے طلاق دی۔ جبکہ سال ۲۰۱۴ء کے ابتدائی ۹ ماہ میں ۲۵۰ خواتین نے خلع کی بنیاد پر طلاق کی ڈگری حاصل کی اور ۱۸۰ مرد حضرات نے اپنی بیویوں کو طلاق دی۔[1]

روزنامہ ڈان میں گزشتہ چند سالوں کے شرح طلاق کے اعداد و شمار کا جائزہ صرف پاکستان کے دارالحکومت کے حوالے سے پیش کیا گیا۔ ایک شہر کے بارے میں دیئے گئے اعداد و شمار کی روشنی میں حالات کی سنگینی کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔

سال	طلاق و خلع کے رجسٹرڈ واقعات
۲۰۰۰	۱۸۵
۲۰۰۱	۲۰۰
۲۰۰۲	۲۰۵
۲۰۰۳	۲۸۰
۲۰۰۴	۲۸۰
۲۰۰۵	۳۴۶
۲۰۰۶	[2]۳۹۳

اسی اخبار میں اس حوالے سے مضمون لکھتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ: طبقہ امراء میں طلاق کی شرح میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔[3]

---

[1] .The Nation ,20 October ,2014.
[2] . Daily Dawn, January 30, 2007
[3] .Ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک رپورٹ میں اسلام آباد ہی میں گزشتہ چند سالوں کی نسبت شرح طلاق میں سالانہ ۱۰ فیصد اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔[1] روزنامہ ڈیلی ٹائمز کی ایک رپورٹ میں اسی سے مماثلت رکھتے ہوئے اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں۔[2]

اسلام آباد میں وقت گزرنے کے طلاق کی شرح میں مزید اضافہ ہوا ہے اسی طرح دار الحکومت کے ساتھ متصل جڑواں شہر یعنی راولپنڈی میں طلاق کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔

راولپنڈی میں شرح طلاق:

راولپنڈی میں طلاق و عائلی مقدمات کے حوالے سے شائع ہونے والی سال ۲۰۰۶ء کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

راولپنڈی کے ۸ ٹاؤنز کی ۲۸ سول عدالتوں میں ۳۹۰۰ عائلی مقدمات زیر التوا ہیں۔ جو کہ گزشتہ سال کے مقدمات کی نسبت تعداد میں ۱۲۰۰ زائد ہیں۔[3]

ایک دہائی مزید گزر جانے پر یہ شرح طلاق خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ نیز فیملی کورٹس میں دائر ہونے والے ان مقدمات میں سے ۵۰ فیصد سے زیادہ طلاق کے حوالے سے دائر کئے گئے ہیں۔

کراچی میں شرح طلاق:

پاکستان کے گنجان آباد شہر کراچی میں بھی صورتحال ان دو شہروں سے مختلف نہیں ہے۔ وہاں بھی طلاق کی شرح میں پچاس فیصد اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔[4]

لاہور میں شرح طلاق:

سال ۲۰۱۴ء کے ابتدائی ۱۰ ماہ میں ۱۲۹۱۳ خواتین نے مختلف خاندانی عدالتوں میں طلاق و خلع کے لئے مقدمات دائر کئے۔ جبکہ صرف ستمبر کے مہینے میں ۲۳۸۵ مقدمات خواتین کی جانب سے طلاق و خلع کے دائر ہوئے۔ جبکہ عائلی عدالتوں نے نے ۱۹۷۲ مقدمات کو نبٹایا اور ۱۱۳۷۵ مقدمات ابھی زیر سماعت ہیں۔[5]

---

[1] .Daily Dawn . April 03, 2011,
[2] Daily Times, April 3,2011
[3] Daily Dawn ,January 30,2007
[4] -Daily Time, June 23,2008
[5] . The Nation,3 November ,2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبار "دی نیشن" چھپی ایک رپورٹ کے مطابق طلاق کی شرح میں جو تیزی آئی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ڈیٹا سے ہوتا ہے۔ صرف لاہور کی ۱۰ فیملی کورٹس میں سے تین عدالتوں کے ریکارڈ کے مطابق ایک عدالت میں جنوری تا اگست ۲۰۱۰ء کے دوران تنسیخ نکاح کے ۱۱۱۶ مقدمات درج ہوئے۔ دوسری عدالت میں جنوری تا جولائی ۲۰۱۰ء کے دوران تنسیخ کے ۷۲۴ مقدمات درج ہوئے۔ جبکہ تیسری عدالت میں تنسیخ نکاح کے جنوری تا جولائی ۲۰۱۰ء ڈیڑھ سو کے قریب تنسیخ نکاح کے مقدمات درج ہوئے۔ مذکورہ بالا ڈیٹا سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بقایا سات عدالتوں میں تنسیخ نکاح کے کتنے مقدمات زیر سماعت ہونگے۔

فیصل آباد میں طلاق کی شرح:

فیملی کورٹ فیصل آباد سے لیے گئے اعداد و شمار کے مطابق عدالت میں جنوری 2010ء سے دسمبر 2014ء تک کے عرصے میں تنسیخ نکاح، نان و نفقہ اور زن آشوئی اور طلاق و خلع کے کم و بیش ساڑھے 46ہزار کیسیز رجسٹرڈ ہوئے ہیں.

جبکہ روزانہ کی بنیاد پر اوسطاً 20 واقعات میں شادی شُدہ افراد قانونی علیحدگی کے لیے عدالت سے رجوع کرتے ہیں۔

گزشتہ سال کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 50 فیصد کیسز میں بیویوں نے اپنے شوہروں سے علیحدگی کے لیے عدالت کا رُخ کیا۔

ماہرینِ قانون کا ماننا ہے کہ طلاق و خلع کے واقعات کی ایک بڑی تعداد کا عدالتوں میں کوئی ریکارڈ نہیں ہوتا کیونکہ لوگ عدالت سے رجوع کیے بغیر خاندانی سطح پر ایسے معاملات سُلجھا لیتے ہیں۔[1]

چنیوٹ اور وہاڑی میں طلاق کی شرح:

لوکل گورنمنٹ سے ملنے والی معلومات کے مطابق 2015ء کے پہلے چار ماہ میں ضلع کی 89 یونین کونسلوں میں طلاق کے 700 کیس دائر ہوئے۔ یونین کونسلوں میں 288 طلاقیں موثر ہوئی جبکہ طلاقوں کے 412 کیس زیر التوا ہیں۔

---

[1]۔ روزنامہ سجاگ، فیصل آباد، ۱۹ اگست ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاڑی کی نوسول عدالتوں میں جنوری 2015ء کے پہلے چار مہینوں میں 386 تنسیخ نکاح کے دعوے دائر کئے گئے ہیں۔[1]

خلع اور طلاق کے دعوؤں میں ریکارڈ اضافہ:

خلع اور طلاق کے دعوؤں میں کی تعداد میں گزشتہ دو دہائیوں سے بہت زیادہ تیزی آئی ہے۔اس کی اہم وجوہات میں لوگوں کے سماجی رویوں کا تبدیل ہونا اور معاشی مسائل ہیں۔[2]

سال ۲۰۱۴ء کے آخری مہینے نومبر تک خلع اور طلاق کے دعوٰی دائر ہوئے جن کی تعداد دس ہزار سے زائد پہنچ جاتی ہے اور یوں خلع اور طلاق کے دعوؤں کے دائر کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

اسی رپورٹ میں گزشتہ سال کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تقریبا نو ہزار طلاق کے مقدمات مجموعی طور پر دائر ہیں جبکہ انفرادی طور پر ہر عدالت میں ۶۰ مقدمات زیر سماعت ہیں۔[3]

طلاق کے حوالے سے یہ اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ طلاق کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔اور حالات سنجیدہ اقدامات کے متقاضی ہیں۔

مذہبی سیاسی اور سماجی واقعات کے اعداد و شمار فراہم کرنے والی عالمی شہرت یافتہ ایجنسی "میڈیا ڈور" کی طرف سے خواتین سے بد سلوکی اور طلاق کے حوالے سے سال ۲۰۱۴ء کے لئے جاری کردہ خصوصی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے۔ کہ پاکستان میں طلاق کی شرح میں گزشتہ دس سالوں میں ۲۱ فی صد اضافہ ہوا۔ جبکہ پاکستان میں ۹۲ فی صد پڑھی لکھی خواتین گھریلو تشدد کا شکار ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سندھ اور بلوچستان میں اکثر واقعات میں طلاق کے مطالبے پر خواتین کو جان ہی سے مار دیا جاتا ہے۔یا اسے خودکشی کا رنگ دیا جاتا ہے۔ صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں سال ۲۰۱۴ء میں لگ بھگ چار ہزار دو سو اکاون خواتین نے اپنے مجازی خداؤں سے طلاق حاصل کرنے کے لئے عدالتوں کا رخ کیا جو علیحدگی اختیار کرنے میں کامیاب ہوئیں جو گزشتہ سال کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ملک بھر

---

[1] ۔ روزنامہ سجاگ، چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

[2] . The Nation 3 March , 2014

[3] . Ibid

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ۲۹۳ے طلاقیں ہوئیں جس میں صوبہ پنجاب پہلے اور صوبہ سندھ دوسرے نمبر پر رہا، بلوچستان، خیبر کے پی کے، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر بالترتیب تیسرے، چوتھے، پانچویں نمبر اور چھٹے نمبر پر ہیں۔[1]

کسی معاشرے کے سماجی بگاڑ کا اندازہ وہاں کی شرح طلاق سے ہوتا ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار پاکستان کے بڑھتے ہوئے سماجی بگاڑ کی نشاندہی کرتے ہیں۔

گھروں کا ٹوٹنا معاشرتی المیہ ہے:

انسانی معاشرہ خصوصا اسلامی معاشرہ میں خلع یا طلاق کو کسی صورت بھی مناسب تصور نہیں کیا جاتا لیکن بعض اوقات خاندانی زندگی میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ مرد اور عورت کا ایک چھت تلے اکٹھے رہنا محال ہو جاتا ہے جن کی وجوہات کا مکمل احاطہ تو شاید ممکن نہ ہو، پاکستانی معاشرے میں شرح طلاق میں افسوس ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ مثلا پاکستان ٹائمز کے مطابق پاکستان میں شرح طلاق میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور خواتین میں اس کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ غور کریں تو آج سے چند سال قبل لوگ طلاق کے لفظ سے ڈر جایا کرتے تھے۔ اور اسے ایک مکروہ فعل سمجھتے تھے۔ مگر آج یہ ایشو اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہماری عدالتوں میں زیادہ تر معاملات طلاق کے ہوتے ہیں۔ اور تقریبا سبھی کیسز میں طلاق ہو جاتی ہے۔ اب تو اخبارات بھی ان خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ طلاق کی بڑھتی ہوئی ریشو نے اس ایشو کو بڑھا دیا ہے۔ طلاق ہمارے معاشرے کا دردناک المیہ بنتی جا رہی ہے۔[2]

فاخرہ تحریم لکھتی ہیں: ہمارے لئے طلاقوں کی بڑھتی ہوئی شرح لمحہ فکریہ ہے۔ کیونکہ اس سے صرف دو فرد ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے بلکہ گھر کا ایک یونٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے ماں باپ میں سے کسی ایک کی محبت سے محروم ہو کر معاشرے کے ایسے افراد میں شامل ہو جاتا ہیں جو تعمیری رول کی بجائے تخریبی رول کی طرف بڑھنے لگتا ہیں۔ وہ کسی ایک کی محبت سے محروم ہو کر ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنے پر مجبور ہو جاتا ہیں۔[3]

---

[1]۔ روزنامہ قدرت، ۲۰ دسمبر ۲۰۱۴ء

[2]۔ پاکستان ٹائمز، ۵ جنوری، ۲۰۰۳

[3]۔ روزنامہ جنگ، ۱۷ جون ۲۰۱۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شازیہ رشید ایڈووکیٹ نے بتایا کہ طلاق کی شرح پہلے سے ۳۰ سے ۴۰ فیصد تھی۔ اب یہ شرح ۵۰ فیصد سے ۶۰ فیصد ہو چکی ہے۔ فیملی کورٹس پر کئے گئے ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا جوڑا شادی کے عرصہ بعد ہی علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔[1] یہ اعداد و شمار ۲۰۰۷ء کے ہیں جب کہ یہ صورتحال اب مزید خراب ہو چکی ہے۔ اور یہ شرح خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

شرح طلاق میں اضافہ کے یہ اعداد و شمار ہمیں اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ حالات کی سنگینی کا تجزیہ کیا جائے تاکہ خاندانی زندگی امن و سکون کے ساتھ گزاری جاسکے معاشرے کو مفید شہری جو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ، بلند کردار کے حامل، مستقبل کی زمام سنبھالنے کے لئے جسمانی، نفسیاتی، جذباتی، اور تعلیمی لحاظ سے مزین افراد ودیعت کئے جاسکیں جو ہمارے مستحکم مستقبل کی ضمانت ہوں۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ عائلی نظام کی مضبوطی ہی معاشرے کے دیگر اداروں کی پائیداری و استحکام کی ضامن ہے۔

پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کو درپیش سماجی و قانونی مسائل کا جائزہ لینے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں طلاق کی وجوہات و اسباب کا جائزہ لیا جائے۔

پاکستانی معاشرے میں طلاق کے اسباب:

اگر ہم پاکستان میں طلاق کے اِس بڑھتے ہوئے رجحان کی وجوہات کا ذکر کریں تو ہر ہونے والی طلاق کے پیچھے ایک الگ وجہ اور الگ کہانی ملے گی، مگر طلاق و خلع کے کیسز کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ دو شادی شدہ افراد میں علیحدگی کا سبب بننے والی بنیادی وجوہات میں گھریلو ناچاقی سرفہرست ہے، جبکہ قربانی دینے کے عزم میں کمی، زبردستی شادی، مشترکہ خاندانی نظام سے بغاوت، سماجی اسٹیٹس، حرص و ہوس، بیوی یا شوہر کا شکی مزاج ہونا، دوسری یا جلد بازی میں محبت کی شادی، انڈین ٹی وی ڈراموں اور فلموں کے اثرات، معاشی مسائل، شوہر کا نشہ کرنا، وٹہ سٹہ یا خاندان سے باہر شادی کرنا اور نام نہاد این جی اوز کی

---

[1] ۔ روزنامہ پاکستان، ۱۵ اکتوبر، ۲۰۰۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب سے خواتین کی آگاہی (جسے بغاوت پر اکسانا قرار دینا زیادہ مناسب ہے) کیلئے چلائے جانے والے پروگرام بھی طلاق و خلع کی شرح میں تیزی سے اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔[1]

ہمارے کچھ سماجی اور معاشی عوامل ایسے ہیں جو گھر بنانے کی بجائے گھروں کو توڑنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جن میں مردوں کا گھر سے باہر زیادہ دلچسپی رکھنا، نشہ کی عادت، اخلاقی گراوٹ، صبر و برداشت کی کمی گھروں کے ٹوٹنے کا باعث بن رہی ہیں۔[2]

معروف قانون دان شائستہ قیصر معاشرے میں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے سلسلے میں روزنامہ انصاف میں ایک آرٹیکل (میں نے طلاق لی) میں اپنی رائے بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

طلاق لینے کی شرح میں پچھلی ایک دہائی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو شعور آگیا ہے اور اب وہ مزید ظلم سہنا نہیں چاہتی ہے کیونکہ میرے پاس یا میرے دوسرے ساتھیوں کے پاس جو مقدمات آتے ہیں ان میں عورت پہلے یہ آکر کہتی ہے کہ شوہر مجھ پر تشدد کرتا ہے، ساس نندیں گالی گلوچ کرتی ہیں مجھے طلاق دلوائی جائے۔ باقی الزامات وکلاء کے کہنے پر یا اور لوگوں کی مرضی سے شوہر ہر عائد کرتی ہے مثلاً ہر کیس میں عورت یہ کہتی ہے کہ شوہر بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اس میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے۔ تو بنیادی وجہ تشدد ہے، تشدد سے عورت باغی ہو جاتی ہے۔ مرد زیادہ تر دوسری شادی کے شوق میں آکر طلاق دیتے ہیں۔ کچھ مقدمات میں دیکھا گیا ہے کہ عورت واقعی بد چلن ہوتی ہے اور شوہر کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے طلاق دے۔ خود وہ عدالت میں طلاق کے لئے رجوع نہیں کرتی تاکہ وہ خود کو مظلوم ثابت کرتی رہے۔ کچھ خاندان والے بھی اس میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بہر حال طلاق کی شرح میں اضافہ افسوس ناک امر ہے۔[3]

ایک رپورٹ میں طلاق کی شرح میں اضافہ کی اہم وجوہات خواتین کی معاشی خود مختاری، آزادی، طلاق کے حوالے سے سماجی رویوں کی تبدیلی اور قانونی و سماجی اداروں کے کردار کو قرار دیا گیا ہے۔[4]

---

[1] ۔ماہانہ مکالمہ، اسلام آباد، نومبر ۱۵، ۲۰۱۲ء

[2] ۔روزنامہ جنگ، ۱۷ جون ۲۰۱۳ء

[3] ۔روزنامہ انصاف، سنڈے سپیشل، ۲۲ دسمبر، ۲۰۰۲ء

[4] . Daily Times, April 03, 2011

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض حالات میں مرد طلاق کی وجہ بنتے ہیں اور بعض معاملات میں عورت پر طلاق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ طلاق کے محرکات واسباب اور وجوہات کا جائزہ لینے کے لئے مختلف مطلقہ خواتین سے سروے کیا گیا ہے تاکہ جائزہ لیا جاسکے کہ آخر گھر ٹوٹنے کی وجوہات کیا ہے اور ان کا تدارک کیا جاسکے۔ اور طلاق کی شرح میں جو اضافہ ہو رہا ہے آخر اس کے اسباب کونسے ہیں۔ اگر یہ اسباب و محرکات معلوم ہو جائیں گے تو ممکن ہے کہ طلاق کی شرح میں کمی کرنے کے لئے کوئی عملی اقدام کیے جاسکیں۔

طلاق کی بہت سی وجوہات میں سے سروے کے ذریعے جو وجوہات سامنے آئیں ہیں ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

ا۔ بے جوڑ شادیاں:

پاکستان میں بہت سی طلاقیں صرف اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ شادیاں بے جوڑ ہوتی ہیں۔ زوجین کی عمروں میں فرق کی وجہ سے ان کی پسند و نہ پسند میں بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ان میں کفو کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جس کی وجہ سے زوجین میں نکاح کے بعد ذہنی ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی۔ دونوں کی سوچوں میں تفاوت ہوتا ہے جس سے فریقین مودت و محبت کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں نتیجتاً خاندان کی بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہے اور معاشرہ بھی ناقابل برداشت نقصان کے زیر اثر آتا ہے۔ جس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی۔ جس سے نہ صرف خاندان متاثر ہوتے ہیں بلکہ لڑکے اور لڑکی کو بھی ذہنی و روحانی آسودگی میسر نہیں آتی۔ عمروں میں تفاوت کی وجہ سے دونوں کے جذبات و احساسات، پسند و ناپسند، زندگی کی ترجیحات میں فرق ہوتا ہے۔

روزنامہ انصاف کے آرٹیکل میں ایک خاتون طلاق لینے کی وجہ یوں بیان کرتی ہیں:

میں نوجوان ہوں جبکہ میرا خاوند ۵۲ سال کا بوڑھا ہے۔ میں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔ ہم میں شادی کے دس سال گزر جانے کے باوجود ذہنی ہم آہنگی نہیں ہوئی۔ حنیف مجھ سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرتا تھا اور تشدد کرتا تھا۔ وہ مجھے خرچہ بھی نہیں دیتا تھا، مجھے اس جنونی سے نفرت تھی اس لئے میں نے طلاق لے لی۔[1]

---

[1] ۔ روزنامہ انصاف، سنڈے اسپیشل، میں نے طلاق کیوں لی، ۲۲ دسمبر، ۲۰۰۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض دفعہ کئی سال اکٹھے گزارنے کے باوجود بھی میاں بیوی میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی کیونکہ ان کی شادی بے جوڑ تھی۔ لہذا یہ شادی ایک خوفناک انجام سے دوچار ہوئی۔

ایک خاندان جو عرصہ دراز سے انگلینڈ میں مقیم تھا انھوں نے اپنے بیٹے کی شادی پاکستان میں لڑکے کی کزن سے کر دی، لڑکی انگریزی کم جانتی تھی وہاں کے اور پاکستان کے رہن سہن میں فرق تھا جس کی وجہ سے فریقین میں نباہ نہ ہو سکا سسرال والوں نے اُسے پاکستان واپس بھیج دیا۔ اور اس کے بچے کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ جبکہ لڑکے کا کہنا ہے کہ اس کے والدین نے اس کے مزاج کو دیکھے بغیر اس کی شادی اس کی کزن سے کر دی اور اس کے ہاتھ اس وقت بندھے ہوئے تھے۔[1]

تہذیب و ثقافت، تمدن کا فرق بھی بعض حالات میں بہت سے مسائل کو جنم دیتا ہے، اس کیس میں لڑکے کا کہنا یہ تھا کہ اس کے والدین نے زبردستی اس کی شادی اس کی کزن سے کروادی تاکہ انہیں ایک گھریلو بہو مل سکے جو اس ماحول میں ان کے لئے خادمہ کی حیثیت رکھتے ہوئے زندگی گزارے۔ ادھر لڑکے کو بھی بیوی کے ساتھ کوئی جذباتی لگاؤ یا انسیت نہیں تھی۔ اس وجہ سے اس نے بھی طلاق دے دی۔

لڑکی اپنے گزشتہ تجربے سے اس قدر دلبرداشتہ ہے کہ وہ اپنے والد کے مجبور کرنے پر بھی دوسری شادی کے لئے رضامند نہیں ہے۔ جبکہ لوگ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس نے انگلینڈ میں ضرور کچھ غلط کیا ہو گا تبھی اسے طلاق دے کر واپس پاکستان میں بھیج دیا گیا ہے۔[2]

ماہرین سماجیات کا کہنا ہے کہ: اعلیٰ تعلیم کے شعبوں میں لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد مستقبل میں ان کے لئے اچھے رشتوں کا فقدان پیدا کرے گی اور بے جوڑ رشتوں کے باعث طلاقوں کی شرح میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ یہ بات سچ ہے مگر کیا اس بنیاد پر لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند کئے جا سکتے ہیں، ہرگز نہیں اور اگر لڑکیوں پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند نہیں کئے جاسکتے تو پھر اس مسئلے کا حل

---

[1] -Daily Times, February,01, 2013
[2] -ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے، اس پر ضرور ماہرین کو رہنمائی کرنی چاہئے کیونکہ ہر باشعور شخص اپنی روایات سے محبت کرتے ہوئے فیملی سسٹم کی بقا کو یقینی بنانے کی حمایت کرے گا۔[1]

بے جوڑ شادیوں سے شک، طلاق، نفرت، احساس، کمتری، دوسری شادی اور جنسی بے راہ روی میں خطرناک حد تک اضافہ ہوتا ہے۔ ذہنی دباؤ سے نفسیاتی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے بچوں کی ذہنی صلاحیت دوسرے بچوں سے اکثر و بیشتر کم تر پائی جاتی ہے۔ بے جوڑ شادیوں میں مرکزی کردار ادا کرنے والے لوگ لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی ذہنی کرب کا شکار رہتے ہیں۔ اس لئے خدارا شادی جیسے زندگی بھر کے معاملے کا فیصلہ جذبات سے نہیں بلکہ عقل سے کیا کریں۔

برادری سسٹم، دئے سئے، جہیز کے لالچ اور جھوٹی انا پر اپنے بچوں کی زندگیاں قربان نہ کریں۔ اس کے بداثرات یہیں تک نہیں رہتے بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس کی سزا بھگتتی ہیں اس لئے بے جوڑ شادیوں سے نسلیں تباہ نہ کریں۔[2]

۲۔ معاشی ناہمواری:

پاکستان میں بے روزگار ایک سنگین مسئلہ ہے لوگوں کو بہتر سہولیات زندگی میسر نہیں ہیں مہنگائی نے جہاں بہت سے سماجی مسائل کو جنم دیا ہے وہاں اس سے خاندانی ادارہ کا استحکام بھی بہت حد تک متاثر ہوا ہے۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی میں مشکلات یا نان و نفقہ کی عدم فراہمی پر اور حد سے بڑھتی ہوئی خواہشات نے لوگوں کے معاشرتی رویوں میں بہت حد تک تبدیلی پیدا کی ہے جس کی وجہ سے گھریلو زندگی میں تناؤ پیدا ہوتا ہے جو خاندان میں جھگڑوں کا باعث بنتے ہیں جن کا انجام کار طلاق ہوتی ہے۔

جسٹس ناصرہ جاوید اقبال لکھتی ہیں: گھر ٹوٹنے کے وجوہات میں معاشی ناہمواریاں سر فہرست ہیں مرد کماتا ہے۔ لیکن شادی شدہ زندگی میں اسے بعض اوقات ناکامی ہوتی ہے بسا اوقات بیوی کے علاوہ والدین اور بہن بھائیوں کی بھی ذمہ داری اس کے سر پر ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بیوی اور بچوں کے

---

[1] ۔ روزنامہ پاکستان، ۱۷ جولائی ۲۰۱۲ء

[2] ۔ ہارون معاویہ، مولانا، ازدواجی زندگی کے راہنما اصول، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص: ۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقوق پورے نہیں کر پاتا اور غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں اگر مرد کی گھر سے باہر کی سرگرمیاں ہیں تو وہ بیوی کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ جو بیوی کے لئے بالکل قابل قبول نہیں ہوتا۔[1]

معاشی طور پر کمزور خاندانوں میں گھر کے مردوں پر اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی کفالت کی ذمہ داری بھی ہوتی ہے جس کے باعث وہ اپنے بیوی بچوں کے حقوق کے معاملے بعض مرتبہ پہلو تہی کرتے ہیں یوں ان حالات میں بیوی کے لئے سمجھوتہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور معاملات میں شدت آجاتی ہے۔ طلاق کا مطالبہ کبھی بیوی کی جانب سے کیا جاتا ہے تو کبھی شوہر خود طلاق دے کر ان حالات سے فرار اختیار کرتا ہے۔

مشرقی والدین اپنے نکھٹو لڑکے کو تو برداشت کرتے اور معاشی تحفظ دیتے ہیں، لیکن ایک بہو کے اخراجات برداشت کرنے سے انکاری ہو جاتے ہیں۔ یہ معاملات مشترکہ خاندان کی افادیت کے باوجود جھگڑے کا موجب بنتے ہیں۔[2]

سروے میں خواتین کی ایک بڑی تعداد نے اس باعث طلاق لی کہ شوہر نان ونفقہ کی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتا تھا۔ جب کہ خواتین خود بھی گھریلو حالات کی بہتری کے لئے مختلف معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہتی تھیں، خواتین اپنی اور بچوں کی ضروریات کافی حد تک کپڑے سلائی کر کے اور دیگر کام کر کے پورا کرنے کی کوشش کرتیں تھیں لیکن جب ضروریات کے لئے شوہر سے رقم کا تقاضا کرتیں تو وہ مار پیٹ کرتا، اس وجہ سے عورتوں نے شوہروں سے طلاق لی، یا شوہروں نے معاشی ذمہ داری پوری نہ کرنے کے باعث بیویوں کو طلاق دی۔

خلع اور طلاق کے دعووں کی جہاں اور بہت سی وجوہات ہیں وہاں ایک وجہ مہنگائی بھی بن چکی ہے۔ خلع کے دعوؤں میں عورتوں نے یہ وجوہات بیان کی ہیں:

منشیات کے عادی ہیں، گھر چلانے کے لئے خرچہ نہیں دیتے بلکہ تشدد بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے گھر والوں سے رقم لے کر آؤ خاوندوں کی ستائی ہوئی یہ خواتین بھی اپنے خاوندوں کے خلاف خلع کے

---

[1] ۔ روزنامہ جنگ، ۲۲ مارچ ۲۰۰۴ء

[2] ۔ مسعود احمد، بھٹہ، ایڈووکیٹ، حیات النساء، لاہور۔ ادارہ آہن، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعووں کے ساتھ عدالتوں میں پہنچ چکی ہیں اسی طرح کچھ دعوے ایسے بھی ہیں کہ اتنی مہنگائی کے دور ان کا خاوند گھر چلانے کے لئے بہت کم پیسے دیتا ہے۔ بچے نہ صرف بھوک سے تنگ آچکے ہیں بلکہ وہ تعلیم بھی حاصل نہیں کرسکتے۔ اور ایسی عورتیں جذباتی پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاوندوں کے لئے عدالتوں میں پہنچ چکی ہیں اور خلع کے یہ دعوے زیر سماعت ہیں۔[1]

مطلقہ خواتین سے کئے گئے سروے میں معاشی مسائل کے سبب شرح طلاق کچھ اس طرح ہے:

معاشی اسباب	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
عورت کی معاشی خود مختاری	30	27.27
جہیز و جائیداد کے تقاضے	70	63.64
خرچہ نہ دینا	60	54.55
جھوٹ، دھوکہ دہی	32	29.09

پاکستان ٹائمز کے ایک فیچر گھر کیوں ٹوٹتے ہیں میں محمود نامی ایک شخص نے بتایا:

میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تین سال قبل میں نے پسند کی شادی کی۔ میری بیوی یہ جانتی تھی کہ میرے گھر والے کم تعلیم یافتہ ہیں اور گھر کے حالات ایسے ہیں کہ دو وقت کھانا کھلا سکتا ہوں۔ فالتو اخراجات نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کے باوجود میری بیوی کے اخراجات میں اضافہ ہوتا گیا۔ میں ان اخراجات کو پورا نہ کرسکا اور مقروض ہوگیا اس لئے میں نے طلاق دے دی۔[2]

ایک سروے کے مطابق مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس میں طلاق کی شرح میں اضافہ ہورہا ہے اور اس کی اہم ترین وجہ شوہروں کا بیوی کی ضروریات و فرمائشوں کو پورا نہ کرنا ہے۔[3]

اگر زوجین میں سے کوئی ایک امیر گھرانے سے اور دوسرا غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے تو بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے خاندانوں کے رہن سہن، عادات اور طرز حیات میں فرق ہوگا جو

---

[1] ۔روزنامہ جنگ، ۲۳ نومبر ۲۰۱۳ء

[2] ۔پاکستان ٹائمز گھر کیوں ٹوٹتے ہیں، ۱۴ مارچ، ۲۰۰۴ء

[3] . Pakistan Observer, April 29, 2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات معمولی معمولی تنازعات سے بڑھتا ہوا شدت اختیار کرتا جائے گا۔ اور نوبت طلاق تک جا پہنچے گی۔[1]

مسعود احمد ایڈوکیٹ رقمطراز ہیں: معاشی عدم توازن خاندانوں کی شکست وریخت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور خصوصا عورتیں اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں جو معاشرتی ترقی میں اپنی اور اولاد کے مستقبل کی بہتر جستجو کے لئے پریشان رہتی ہیں۔۔۔ زوجین میں نفسیاتی مسائل گھریلو ضرورتوں کے پورا نہ ہو سکنے اور معاشی عدم استحکام اور عدم توازن کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں کفو اور برابری کی بنیاد پر شادی نہ کرنے جیسی معاشرتی ناہمواریوں کا بھی بہت حد تک دخل ہے۔ عموما یہ ناہمواریاں خاندانوں میں اس وقت زیادہ خطرناک صورت سامنے آتی ہیں جب خاندان کے لوگوں کے درمیان وقار اور عزت کا مسئلہ بن جاتی ہیں۔[2]

وہ لڑکے جو خود کفالت سے محروم والدین کے زیر کفالت، رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں، معاشرتی بگاڑ کا باعث اور اہلیت نکاح حاصل نہ کر سکنے کے باعث طلاق کا موجب بنتے ہیں۔[3]

۳۔ خاوند کا اوباش ہونا:

معاشرے میں بہت سے مواقع پر طلاق صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شوہروں کی اپنے گھر میں توجہ کم ہوتی ہے۔ وہ بری صحبت کا شکار ہوتا ہے اور اپنی کمائی کا زیادہ تر حصہ اپنی عیاشیوں کی نذر کر دیتا ہے۔ بیوی کو جو توجہ چاہیے ہوتی ہے وہ نہیں دے پاتا اس کے ساتھ ساتھ بہت سے معاملات میں یہ بھی دیکھا گیا ہے وہ اپنی بیوی کو بھی غلط کام کرنے کا کہتے ہیں اور اکثر اوقات بیوی کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ ایسی صورت حال میں بعض اوقات زوجین کے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں اور انجام کار طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ راوی روڈ کی نازیہ نے کہا کہ میرا شوہر اور اس کا سارا خاندان بدکردار اور بدقماش ہے۔ منیر نے سنہرے خواب دکھا کر شادی کی اور بعد میں گناہ کی زندگی پر مجبور کیا۔ اکثر دوستوں کو گھر لے آتا

---

[1] ۔ روزنامہ نوائے وقت، ۲۵ جنوری، ۲۰۰۴ء

[2] ۔ حیات النساء، ص: ۳۵۲

[3] ۔ ایضا، ص: ۳۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آلودہ زندگی پر مجبور کرتا۔ میرے انکار پر مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر تشدد کا نشانہ بناتا۔ میں نے عزت بچانے کے لئے طلاق لی۔[1]

بہت سے واقعات میں یہ بھی آیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی بہن پر بری نظر رکھتا ہے موقعہ ملنے پر زیادتی کا نشانہ بھی بنا ڈالتا ہے نیز ساتھ میں یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر تم نے کسی کو بتایا تو میں تمہاری بہن کو طلاق دے دوں گا۔

اوکاڑہ کی خاتون نے بتایا کہ میرا شوہر غیر اخلاقی حرکات اعلانیہ کرتا تھا اور غیر عورتوں کو اکثر اوقات گھر لے آتا تھا میں نے اپنے سسرال والوں سے اس بارے میں بات کی تو میری ساس نے کہا پھر کیا ہوا؟ مرد ایسا کرتے رہتے ہیں، اس نے شادی تو نہیں کی جو تمہیں کوئی مسئلہ ہو، لہذا ایک دن میرے شوہر نے مجھے اس معاملے میں منع کرنے پر طلاق دے دی۔[2]

غیر اخلاقی حرکات اور بد فطرت ہونا بھی طلاق دینے یا لینے کی ایک اہم وجہ ہے۔

۴۔ خاوند کا نشہ کرنا:

طلاق کے اسباب کے حوالے سے جو سروے کیا گیا اس سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ بہت سے خاوندوں نے اپنی بیویوں کو اس لئے طلاق دی کیونکہ وہ نشے کے عادی تھے۔ مائیں یہ سوچتی تھیں کہ اگر وہ اپنے بیٹے کی شادی کر دیں گی تو حالات سدھر جائیں گے کیونکہ اس کے پاؤں میں زنجیر پڑ جائے گی اکثر اوقات اس کا اثر الٹا ہوتا ہے۔ جب ذمہ داریاں بڑھتی ہیں، صاحب اولاد ہوتے ہیں تو اپنی اولاد اور بیویوں کو ظلم و زیادتی نیز جسمانی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔

اس صورتحال میں وہ اپنے گھریلو اخراجات اور ذمہ داریاں پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنی ذمہ داریوں سے فرار حاصل کرنے کی خاطر اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں۔

سروے میں ایک خاتون نے یہ بتایا کہ اس کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی جو نشے کا عادی تھا۔ شادی سے قبل اس لڑکے کے والدین نے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی۔ ابتدا میں تو کچھ دن شوہر کا رویہ ٹھیک رہا

---

[1] ۔ روزنامہ انصاف سنڈے سپیشل، میں نے طلاق کیوں لی، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۴ء

[2] ۔ سروے: ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن آہستہ آہستہ اس نے اپنی فطرت دکھانی شروع کر دی۔ اس نے لڑکی سے پیسوں کا تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ جب اس کے پاس سلامیوں کے پیسے ختم ہو گئے تو مار پیٹ کر دی شروع کر دی کہ جو زیور تمہارے ماں باپ نے تمہیں ڈالا ہے وہ دو۔ لڑکی کے انکار پر اس نے موقع ملنے پر زیور چوری کر لیا حالات وقت گزرنے کے ساتھ مزید خراب ہوتے گئے حتیٰ کہ اسے طلاق دے دی گئی۔[1]

مغلپورہ کی فوزیہ نے بتایا کہ میرے والدین وفات پا چکے ہیں۔ میرا خاوند مجھے مجبور کرتا ہے کہ اپنے بھائی سے اسے پیسے لا کر دوں تا کہ وہ شراب اور چرس کا نشہ کر سکے۔ جب میں اپنے بھائی سے پیسے لانے سے انکار کرتی تھی تو وہ مجھے مارتا تھا لہذا میں نے اس سے طلاق لے لی ہے۔[2]

پاکستان میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق شوہر کا نشہ کرنے کی وجہ سے طلاق دینے اور لینے کی شرح کچھ یوں ہے۔

DRUG ADDICTION, A LEGITIMATE CAUSE TO SEEK DIVORCE

Percent of respondents

	Talaq (divorcer sought by men)	Khulla (divorcer sought by women)
MEN		
All	64	51
Education beyond Matriculation	67	56
Educated up to Prmary school	67	47
Illiterate	61	50
WOMEN		
All	45	34
Education beyond Matriculation	51	38
Educated up to Prmary school	46	34
Illiterate	34	24

The respondents in the survey were to give their views on the justification of talaq and khulla for a variety of reasons such as ill-health of the spouse, lack of financial resources, incompatible temperament, infertility and drug addiction. It was noteworthy that drug

طلاق کی لینے اور دینے کی اہم وجوہات میں سے نشہ ایک اہم ترین وجہ ہے۔[3]

---

[1] ۔ سروے: ۲۵ نومبر ۲۰۱۴ء

[2] ۔ روزنامہ انصاف سنڈے سپیشل، میں نے طلاق کیوں لی، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۴ء

[3] . www, gallup-internatioal.com, retrieved on: 20.10-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ میڈیا کا کردار:

عصر حاضر میں جہاں میڈیا کو بہت زیادہ آزادی حاصل ہے وہاں اس کے ذریعے بہت سے مفاسد بھی جنم لے رہے ہیں۔ میڈیا کی آزاد روش اور مادیت پر مبنی پروگراموں کے ذریعے خاندان اور معاشرے پر بہت دور رس اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ مذہبی، نظریاتی، معاشرتی، اخلاقی اقدار بڑی تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ڈراموں اور دیگر پروگراموں میں دکھائی جانے والی مادیت پسندی کی وجہ سے معاشرے میں ہر نوجوان خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا جلد از جلد اپنی خواہشات کو پورا کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے اپنی مادی خواہشات کا حصول ان کا اولین مقصد ہوتا ہے جبکہ ذرائع آمدن محدود ہوتے ہیں ایسے میں سسرال والوں سے مطالبات کی جاتے ہیں ناجائز ذرائع آمدن اختیار کیے جاتے ہیں جس کے باعث گھریلو سکون غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔

علامہ سید حمزہ علی قادری کہتے ہیں: ٹی وی ڈراموں میں اشتعال انگیز مناظر بھی گھروں میں تعلقات کی خرابی کا سبب بن رہے ہیں۔[1]

خاندانی اقدار اور معاشرتی اقدار کو جس طرح سے منفی انداز میں میڈیا پر پیش کیا جارہا ہے اس سے نوجوان نسل میں والدین، بزرگوں اور اپنے معاشرے کا احترام ختم ہوتا جارہا ہے ان کے اندر باغیانہ عناصر پروان چڑھ رہے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس کے باعث بعض اوقات والدین کے طے کردہ رشتے انہیں قابل قبول نہیں ہوتے اور وہ کسی قسم کے سمجھوتے کی زندگی گزارنے پر علیحدہ ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ اپنی پسند سے اپنے ساتھی کا انتخاب کرتے ہیں اکثر اوقات ان کو اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑتا ہے اور نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ ہر لڑکی اور اور لڑکا خود کو کسی ڈرامے کا ہیرو اور ہیروئین تصور کر رہے ہوتے ہیں جبکہ حقیقی زندگی اس سے یکسر مختلف ہے۔ جب ان پر زوجین کی حیثیت سے فرائض و ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے تو وہ اس تلخ حقیقت کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے انھیں ان فرائض و ذمہ داریوں سے فرار ہی میں آسانی اور راحت لگ رہی ہوتی ہے لہذا وہ اس صورتحال میں الگ ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

---

[1] ۔ روزنامہ جنگ، ۸ مئی ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دانیہ امتیاز لکھتی ہیں: آج کل کے ڈراموں میں طلاق کو اہم ترین موضوع کے طور پر پیش کیا جارہا ہے گھر بسانے اور مضبوط رکھنے کے حوالے سے راہنمائی کی بجائے طلاق کے لیے ماحول ساز گار بنانے کی نئی تراکیب متعارف کرائی جارہی ہیں۔

اس بارے میں میڈیا کو اپنی روش بدلنی پڑے گی۔ اگر ایسا ہی رہا تو معاشرہ اپنی ساکھ کھو بیٹھے گا اور ہمارے پاس سوائے ہاتھ ملنے کے کچھ نہ بچے گا۔ دور حاضر میں انسان نے اپنی زندگی کو خود بے سکون بنایا ہوا ہے جب تک ہم اپنے اندر صبر و تحمل پیدا نہیں کریں گے تب تک کسی بھی رشتے کو صحیح طرح سے نہیں نبھا سکتے۔ اللہ کے احکامات پر عمل کر کے اور ایک دوسرے کو سُن کر اُس کی بات کا احترام کر کے ہی ہم رشتوں کو احسن اندازی میں نبھا کر ایک خوشگوار زندگی گزار سکتے ہیں۔[1]

میڈیا میں عورت کا کردار جس طرح پیش کیا گیا ہے اس سے متاثر ہو کر ہر نوجوان مرد اور نوجوان عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اور بیوی ڈرامے کا ہیرو یا ہیروئین نظر آئے، خوابوں اور تصورات کے برعکس جب انہیں حقیقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ معاملہ ان کے لئے بہت زیادہ تلخیوں کا باعث ہوتا ہے اور وہ طلاق لینے یا دینے ہی کو آخری حل سمجھ لیتے ہیں۔ طلاق دینے کی ایک وجہ شوہر نے یوں بتائی کہ بیوی خوبصورت نہیں ہے، شادی سے پہلے جو تصویر دیکھی تھی اس میں تو بیوی خوبصورت لگ رہی تھی لیکن شادی کے بعد پتہ چلا کہ وہ تصویر اتارنے والے کا کمال تھا بیوی تو کالی ہے۔

مزنگ کہ ایک شخص نے عدالت میں دعوٰی کیا کہ جب شادی ہوئی تو اس کی بیوی خوبصورت لگ رہی تھی لیکن تین روز کے بعد پتہ چلا کہ وہ تو کالی کلوٹی عورت ہے۔ اب میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا۔[2]

سوشل میڈیا بھی طلاق کی شرح میں اضافہ کا اہم سبب ہے۔

بوسٹن یونیورسٹی کی ایک تحقیق میں یہ حقائق سامنے آئے ہیں کہ سوشل میڈیا کے استعمال، ازدواجی مسائل اور طلاق وغیرہ کے درمیان تعلق موجود ہے، خاص طور پر محققین کا تو کہنا ہے کہ فیس بک طلاق کی شرح اور میاں بیوی کے درمیان جھگڑوں کا اہم سبب ہے۔ تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سوشل

---

[1] -Dania. Imtiaz, http://www.geourdu.com/columns-and-articles/hatred-beautiful-realistic-fingers-divorce-family/, Retrieved on : 24.12.2015

[2] ۔روزنامہ جنگ، نومبر ۲۰۱۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میڈیا سے دور رہنے والے فیس بک وغیرہ کے پرستاروں کے مقابلے میں 11.4 فیصد زیادہ اپنی شادیوں سے مطمئن رہتے ہیں۔ اسی طرح فیس بک بہت زیادہ استعمال کرنے والوں کی جانب سے اپنا گھر بار چھوڑنے کا امکان 32 فیصد زیادہ ہوتا ہے۔[1]

پروفیسر نذیر احمد بھٹی طلاق کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طلاق کی اہم وجہ اخلاقی بے راہ روی بھی ہے۔ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، موبائل فون، انٹرنیٹ وغیرہ نے نوجوان نسل کے اخلاق کو بری طرح متاثر کیا ہے ایک وجہ نوجوان نسل میں بے دینی کی فضا ہے۔ دین انسان میں ضبط نفس، تحمل اور بردباری پیدا کرتا ہے۔ بے دینی سے عدم برداشت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں میڈیا کو اخلاقی حدود کے اندر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ علماء واعظین نوجوان نسل کی تربیت پر زور دیں۔ والدین بچوں کی صحیح نہج پر تربیت کریں۔ موبائل فون کمپنیوں کو اخلاقی ضابطے کا پابند کیا جائے، کیبل وغیرہ پر حیا سوز پروگرام نہ چلائے جائیں۔ مندرجہ بالا تجاویز پر عمل کر کے ہم طلاق کے رجحان کو کم کر سکتے ہیں۔[2]

میڈیا کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا نے خاندانی مسائل کو بھڑہانے میں اور انہیں پیچیدہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انٹرنیٹ، فیس بک، ٹوئیٹر، سکائپ اور اس جیسے اور بہت سے نیٹ ورکز اور ویب سائیٹس کے ذریعے افراد کا رابطہ اگرچہ پوری دنیا میں ممکن ہو گیا ہے مگر اپنے ہی خاندان کے لئے وہ اجنبی ہو گیا ہے ان کو دینے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہے۔ جبکہ وہ اپنی ہر بات پوری دنیا میں شئیر کر رہا ہوتا ہے۔ یہی رابطہ بعض اوقات لڑکے اور لڑکی کی شادی پر منتج ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی زوجین ایک چھت تلے زندگی گزارتے ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ جن خوبیوں کی بناء پر انہوں نے ایک دوسرے کو تمام عمر کا ساتھی بنانے کے منتخب کیا تھا اس کے ساتھ اس میں گھر بنانے کے لئے بہت سے اوصاف ہونے چاہیے تھے جو کہ مفقود ہیں۔ دونوں نے جو حقائق ایک دوسرے کو اپنے بارے میں بتائے تھے وہ بھی جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے نہ صرف یہ بلکہ ان کا رابطہ کیونکہ ایک سوشل نیٹ

---

[1] ۔روزنامہ دنیا، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۵ء

[2] ۔نذیر حمد، پروفیسر، ۲۹ ۔۰۹ ۔۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورک کے ذریعے ہوا ہوتا ہے لہذا وہ ایک دوسرے کے بارے میں مشکوک رہتے ہیں کہ ہمارے علاوہ بھی تو بہت سے لوگوں سے مراسم و روابط ہو سکتے ہیں ازدواجی زندگی میں پایا جانے والا یہ شک انہیں دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتا ہے۔ یوں آخر کار یہ تمام حالات زوجین کی علیحدگی پر منتج ہوتے ہیں جس کے بارے میں فریقین نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔

موبائل فونز، انٹرنیٹ اور فیس بک جیسے سوشل میڈیا نے محبت کی شادی کو بہت آسان کر دیا ہے۔ پہلے کسی سے محبت کا اظہار کرنا ہی ہفتے، مہینے اور سال لگ جایا کرتا تھے اور اب ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں آپ یہ کام درجنوں اور بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ بہت ہی آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ آپ سوشل میڈیا پر اپنی ایک ایسی تصویر پیش کر سکتے ہیں جو آئیڈیل ہو، گدھے، ہرن بن کر اپنا تعارف کراتے ہیں اور چمگادڑیں، تتلیوں کی تصویریں لگا کر دھوکہ دیتی ہیں۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو سوشل میڈیا کے ذریعے ہم توقعات کا ریت سے بنا پہاڑ کھڑا کر دیتے ہیں جو حقیقت کی ہلکی سی آندھی اپنے ساتھ اڑا کے لے جاتی ہے اور جہاں توقعات زیادہ ہوتی ہیں وہاں مایوسی بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور یہی مایوسی گھر توڑ دیتی ہے۔[1]

میڈیا زیادہ تر ۲۰ سال سے ۳۰ سال تک کے افراد پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اس باعث اس عمر کے افراد ازدواجی زندگی کے مسائل کو سمجھنے اور عائلی زندگی کے مقاصد کا درست ادارک کرنے سے بالعموم قاصر رہتے ہیں ان میں ذہنی پختگی کا وہ معیار نہیں ہوتا جو اس سے زائد عمر کے افراد میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس عمر میں جذبات و احساسات کو عقل و حکمت پر زیادہ فوقیت دی جاتی ہے۔ میڈیا سے متاثر ہو کر لڑکے اور لڑکیوں نے اپنا ایک آئیڈیل بنایا ہوتا ہے اور اس سے کم پر عموماً وہ تیار نہیں ہوتے۔ اسی طرح طرز زندگی کے حوالے سے بھی انہوں نے اپنی ایک مثالی تصوراتی دنیا بسائی ہوتی ہے۔ لیکن جب حقیقی دنیا میں اس کے برعکس افراد یا متضاد احوال سے واسطہ پڑتا ہے تو یہ حالات ان کے لئے ناقابل قبول ہوتے ہیں۔ اضطراب و مایوسی بڑھ جاتی ہے اور پھر ایک دوسرے سے الگ ہونے ہی کو آخری حل تصور کیا جاتا ہے۔

---

[1] ۔روزنامہ پاکستان، ۱۷ جولائی ۲۰۱۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس عمر میں طلاق کی شرح زیادہ ہے؟ اس حوالے سے اعداد و شمار سروے کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

عمر	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
20	20	10.42
21-30	64	33.33
31-40	60	31.25
41-000	48	25.00
	192	100

۶۔ خاندانی دباؤ:

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاندان والے دباؤ ڈالتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ دو۔ معمولی معمولی جھگڑوں کو طول دینے کی وجہ سے میاں اپنی بیوی سے بد دل ہو جاتا ہے اور دونوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کو بسانے پر بضد ہوتا ہے لیکن خاندان والے اس کو علیحدگی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ زوجین میں جنم لینے والی یہ غلط فہمیاں بعض اوقات دونوں خاندانوں کی جانب سے بھی ہوتی ہیں جبکہ فریقین رضامندی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں ایسی صورتحال میں وہ اپنی ازدواجی زندگی پر سکون انداز میں نہیں گزار سکتے خاندانوں میں کشیدگی کی یہ فضا بلآخر طلاق پر منتج ہوتی ہے۔

کمزور مشترکہ خاندانی نظام بھی طلاق کی کی ایک اہم وجہ ہے جہاں ساس اور بہو کے تعلقات میں کشیدگی اکثر اوقات طلاق پر ختم ہوتی ہے۔[1]

ساس اور بہو کی لڑائی ویسے تو بہت مشہور ہے۔ لیکن اگر یہ لڑائی شدت اختیار کر لے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساس اپنے بیٹے کو اپنی بہو کے خلاف بھڑکاتی ہے۔ اور مسلسل اس کے خلاف بیان بازی کرتی رہتی ہے اور آخر کار بیٹا تنگ آکر بیوی کو اسکے گھر بھیج دیتا ہے۔[2]

---

[1] . Pakistan Observer, April 29, 2014

[2] ۔ محمد اسحٰق، ڈاکٹر، سلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، لاہور، مکتبہ حسین محمد، نور روڈ، بادامی باغ، ۲۰۱۳ء، ص:۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر شاہدہ پروین لکھتی ہیں: ہمارے معاشرے میں بد قسمتی سے بہو اور ساس کا رشتہ ماں اور بیٹی کا ماحول فراہم کرنے کی بجائے دو متحارب کردار وجود میں لے آتا ہے۔ ماں کا بیٹے پر حق اور بیوی کا خاوند پر، ساس اور بہو کی صورت میں دونوں خواتین اپنا اپنا حق ایک مرد پر جتلاتی اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں احکام شرعی سے دوری اور ناواقفیت کی وجہ سے ایک برائی یہ بھی ہے کہ بعض والدین اگر ان کی بہو سے معمولی ان بن اور ناچاقی ہو جاتی ہے تو اپنے لڑکے کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ طلاق دے کر اپنی بیوی کو الگ کر دے۔ ساس اور بہو میں چپقلش سے ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہونے لگتی ہے۔ تاہم اختلاف کی خلیج بڑھتی جاتی ہے جس کی وجہ سے ساس اپنی بہو کو طلاق دلوانے اور الگ کروانے کے درپے ہو جاتی ہے۔ اس کی ذرا سی غلطی اور بھول چوک کو بڑھا چڑھا کر اپنے لڑکے کے سامنے پیش کرتی ہے جب شوہر اپنی ماں کی باتیں سنتے سنتے عاجز آجاتا ہے اور اس کی زندگی دوبھر ہونے لگتی ہے تو وہ بیوی کا طلاق دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اگر ساس اور بہو باہم ماں اور بیٹی جیسا رویہ اپنالیں تو پچاس فی صد طلاق کے واقعات کم ہو جائیں گے۔[1]

ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق لکھتے ہیں: ماں باپ کو بعض اوقات بہو پسند نہیں آتی یا ان کا بیٹا جب اپنی بیوی سے زیادہ محبت و پیار کا اظہار کرتا ہے تو وہ اسے برداشت نہیں کر پاتے۔ اور بیٹے سے مطالبے شروع کر دیتے ہیں کہ اسے طلاق دے دو۔ پھر بلاوجہ ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ اسے طلاق دو یا ہم سے الگ ہو جاؤ۔ بالآخر بیٹا اپنے والدین کی نافرمانی سے بچنے کے لئے بیوی کو طلاق دے ہی دیتا ہے۔[2]

مہر شیر بہادر ایڈوکیٹ کہتے ہیں: طلاق کے اکثر کیسوں میں میاں بیوی تو اکٹھے زندگی گزارنا چاہتے ہیں مگر خاندان کی مداخلت کا نتیجہ طلاق کی صورت میں سامنے آتا ہے۔[3]

---

[1] ۔ عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۳۳۲

[2] ۔ اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، ص: ۳۶

[3] ۔ روزنامہ سجاگ، چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات زوجین کے مابین کوئی ایسی بات نہیں ہوتی کہ جو ان کے تعلقات میں بگاڑ کا سبب بنے لیکن بعض لوگ خواہ مخواہ ان میں مداخلت کر کے ان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ایک کی بات دوسرے تک پہنچا کر چغل خوری کرتے ہیں۔ اور انہیں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر کار ان میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔[1]

۷۔ اولاد نہ ہونا:

شادی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اولاد کا حصول بھی ہے یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی دین اور نعمت ہے اس میں کسی انسان کو کوئی دخل نہیں۔ مگر ہمارے معاشرے میں عورت کو قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے، سسرالی رشتہ دار و عزیز و اقارب، حتیٰ کے دوست احباب بھی متاثرہ عورت کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ یہ غور نہیں کیا جاتا کہ آیا کہیں مسئلہ مرد میں تو نہیں؟ اگر مرد میں ہے یا وہ طبی طور پر معذور ہے تو وہ اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتا ہے اور اپنا علاج نہیں کرواتا۔ بیوی ہی کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا کہتا ہے کہ میں اسے بساؤں گا لیکن بیوی کی خواہشات، جذبات، احساسات اور ضروریات کو کوئی نہیں دیکھتا بہت سے معاملات میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بیوی معاشرتی دباؤ کی وجہ سے نبھاہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اپنے ناکردہ گناہ کی سزا تمام عمر بھگتتی ہے۔ لیکن کبھی کبھار یہ بھی ہوتا ہے کہ تنگ آکر بیوی خود ہی عدالت سے رجوع کرتی ہے اور خلع کا مطالبہ کرتی ہے۔ ایسی صورتحال میں اسے بہت سے دباؤ سہنے پڑتے ہیں عموماً اسے اسی خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

سروے میں ایک خاتون نے بتایا کہ اسے صرف اس وجہ سے طلاق دی گئی کہ اس کے ہاں اولاد نہیں ہو سکی۔ شروع میں اس کے سسرال والوں نے اسے الزام دینے شروع کیے۔ آخر کار ڈاکٹر کے کہنے پر جب اس کے شوہر کے ٹیسٹ کروائے گئے تو معلوم ہوا کہ مسئلہ اس میں نہیں اس کے شوہر میں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے شوہر کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار تھی تاکہ اس کا گھر بسا رہے۔ اس کے برعکس سسرال والوں نے اسے ہی طعنے دینے جاری رکھے اور رپورٹس کو خراب قرار دیا۔ ایک دن وہ اپنے والدین کے گھر ان سے ملنے آئی تو اسے طلاق کا نوٹس بھجوا دیا گیا۔

---

[1] اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، ص: ۲۸۔۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کیس میں عورت قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی قصوروار ٹھہرائی گئی اور مرد کو کسی نے الزام نہ دیا۔ ایسے بہت سے کیسز ہر روز سننے میں ملتے ہیں۔ یہ ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے۔ جس کے باعث بہت سے خاندان ٹوٹ رہے ہیں۔

ماہرین نفسیات کے مطابق (اولاد سے محرومی ۶۰ فیصد جوڑے کسی نہ کسی مرحلے پر علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں)[1]

ایک طرف تو اولاد سے محرومی کی بناء پر طلاق دی جاتی ہے تو دوسری جانب اولاد نرینہ نہ ہونا بھی بہت سے معاملات میں طلاق ہونے کا سبب بنتا ہے۔

۸۔ بیٹیوں کی پیدائش اور اولاد نرینہ کا نہ ہونا:

ہمارے معاشرے میں بیٹی کا وجود ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے خصوصاً دیہی معاشرے میں آج بھی بیٹی کی پیدائش منحوس خیال کی جاتی ہے بعض گھروں میں بیٹی کی پیدائش پر سوگ منایا جاتا ہے اور عورت کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے کہ اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے۔ بلکہ کچھ گھروں میں یہ بھی حالات دیکھنے کو ملے کہ اگر کسی عورت کے ہاں بیٹی ہے تو دوسری حاملہ عورت کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ اس کے سائے کہ وجہ سے اس کے ہاں بھی بیٹی کی پیدائش نہ ہو جائے، بیٹی کی پیدائش پر عورت کو مورد الزام ٹھہرانا اور زدوکوب کرنا اور طلاق دینا اکثر گھرانوں میں معمول ہے۔ ایسے میں بعض اوقات شوہر اکیلا اور بعض اوقات شوہر اور اس کے گھر والے دونوں ہی اس فعل میں شامل ہوتے ہیں۔ عورت کو بچیوں سمیت طلاق کا پروانہ تھما کر گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ یہ معاشرتی سوچ بھی طلاق کا ایک اہم سبب ہے۔

شوہر اپنی بیوی کو یہ کہہ کر ذہنی تناؤ میں مبتلا کر دیتا ہے کہ اگر لڑکی ہوئی تو تجھے طلاق دے دوں گا۔[2]

---

[1] ۔روزنامہ جنگ، اولاد کے چکر میں، ۲۶ مئی، ۲۰۰۲ء

[2] ۔اعوان، محبت حسین، اسلام، قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، کراچی، مکتبۃ البخاری، س۔ن، ص: ۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتنے ہی گھر ایسے ہیں جو بانجھ پن یا صرف لڑکیاں پیدا کرنے کی وجہ سے ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں، کچھ لوگ لڑکیاں نہیں صرف لڑکے پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لڑکی دے دے تو وہ اہل جاہلیت کی طرح کا طرز عمل اپناتا ہے۔[1]

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ [2]

حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے اور (اس کے دل کو دیکھو تو) وہ اندوہناک ہو جاتا ہے اور اس خبر بد سے (جو وہ سنتا ہے) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری ہے۔

صرف بچیاں پیدا کرنے کی وجہ سے ایک بہت بڑی شرح کے ساتھ طلاق اور خاندان ٹوٹ جانے کے واقعات رونما ہو چکے ہیں، گویا خاوند یہ بالکل بھول چکے ہے یا بے خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور تقسیم کی مخالفت کرتا ہے:

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ [3]

(تمام) بادشاہت خدا ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔

گویا جب اس کو اللہ تعالیٰ بیٹی عطا کر دے تو اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے، دل بیمار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے غافل ہو جاتا ہے، پھر اس کے بعد سارا الزام بیوی کے سر رکھ دیتا ہے۔[1]

---

[1] ۔ محمد عبد الرحمٰن، الشیخ، کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی، مترجم: پروفیسر حافظ عبد الجبار، لاہور: مکتبہ بیت السلام، ۲۰۱۲ء، ص: ۴۳۶

[2] ۔ النحل: ۵۸۔۵۹

[3] ۔ الشوریٰ، ۴۹۔۵۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۹۔انا کا مسئلہ:

میاں بیوی کے درمیان تلخ وشیریں حالات آتے رہتے ہیں ان کے درمیان جھگڑے بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن اگر یہی میاں بیوی معمولی معمولی جھگڑوں کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیں تو ازدواجی زندگی کا حسن داغدار ہو جاتا ہے۔ دونوں اگر انا پرست ہوں تو اس رشتے کو نبھانا دونوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کوئی بھی جھکنا پسند نہیں کرتا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے اسے زیادہ اہمیت دی جائے۔ اگر شوہر انا کا مسئلہ بنائے تو طلاق دے دیتا ہے اور اگر بیوی کا رویہ ایسا ہو تو اس صورت میں اگر شوہر طلاق نہ دے تو وہ پھر خلع کا مطالبہ کر کے اپنی جان چھڑوائی ہے۔
ان کی تسکین تو ہو جاتی ہے لیکن ایسے میں گھر کا سکون تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اور شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

انا کی جنگ میں ہم جیت تو گئے لیکن
پھر بہت دیر تک یونہی نڈھال رہے

دراصل جھگڑوں کا فساد کی جڑ بن جانا اس وقت ممکن ہوتا ہے جب دونوں طرف اپنی ذات یا اپنے وقار کا معاملہ آڑے آجاتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کے لئے راضی نہیں ہوتا ہے کہ اپنی ہیٹی کرائے۔ چنانچہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔[2]

ایک بار اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے تو اب خاندان، والدین، بہن بھائی، دوست احباب اس لڑائی کو بھڑہانے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں، یعنی سب شیطان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو میاں بیوی میں صلح کروانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کوشش صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ اب میاں بیوی ضد، انا، تکبر کے ساتھ ساتھ دلوں کو پتھر بنانے کی، ایک دوسرے کو سبق سکھانے کی، نیچا دکھانے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں اور ان دونوں کے قریبی عزیز اس میں ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں، ساتھ دیتے ہیں یہ وہ ہی عزیز ہوتے ہیں کل جنہوں نے اس جوڑے کی شادی کی ہوتی ہے اب تماشا دیکھتے ہیں۔ اس دوران شیطان اپنی پوری صلاحیتیں ان کی جدائی کے لیے خرچ کرتا

---

[1]۔ کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار ورموز کی نقاب کشائی، ص:۴۳۶۔۴۳۷

[2]۔ ابن فرید، گھریلو جھگڑے اور ان کا حل، کراچی، زمزم پبلشرز اردو بازار، ۲۰۰۳ء، ص:۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔انجام یہ ہوتا ہے کہ اکثر بیوی بچوں کو اپنے ساتھ میکے لے جاتی ہے۔۔۔طلاق خانگی زندگی کی تباہی کے ساتھ سب سے زیادہ اولاد کو متاثر کرتی ہے دیکھا گیا ہے کہ طلاق کی آگ کی لپیٹ میں بچے بری طرح جلتے اور جھلستے رہتے ہیں، یہ آگ ان کے ماں باپ نے لگائی ہوتی ہے، ضد، انا، بغض کی آگ، دوسرے کو کمتر جاننے کی آگ طلاق جیسا انتہائی قدم اٹھانے والے لمحے بھر کو بھی اِس نکتے پر غور نہیں کرتے، سب سے زیادہ متاثر بچے ہوتے ہیں ان کی تو زندگی ہی تباہ ہو جاتی ہے ہم نے بعض ایسی مائیں بھی دیکھی ہیں جو اپنی اولاد کو چھوڑ دیتی ہیں ضد نہیں چھوڑتیں۔

بعض باپ ایسے ظالم ہوتے ہیں جو اولاد کی زندگی برباد کر دیتے ہیں لیکن سمجھوتا نہیں کرتے۔ نتیجتاً ان کے بچوں کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور وہ کبھی نہ ختم ہونے والی احساس کمتری اور نفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔نفسیاتی اور دماغی امراض کے ہسپتالوں میں کئے گئے سروے کے مطابق اِن بیماریوں میں مبتلا ہونے والے مریضوں میں بڑی تعداد ایسے افراد کی ہوتی ہے جو طلاق کی وجہ سے بچپن میں والدین کی شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں، یہ محرومی بچوں کو جرائم کی طرف راغب کرنے کا سبب بنتی ہے، جن والدین کے درمیان طلاق واقع ہو جاتی ہے، ان کے بچے معمول کی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہتے ، وہ عدم توازن اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں۔[1]

۱۰۔توقعات کی زیادتی:

موجودہ دور میں اکثر اوقات لڑکے اور لڑکی میں شادی سے پہلے رابطہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔اگر رابطہ نہ بھی ہو تب بھی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک توقعات بہت زیادہ ہوتی ہیں مگر حقیقی زندگی اس کے برعکس ہوتی ہے جب فریقین ایک دوسرے سے وابستہ توقعات پر پورے نہیں اترتے تو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں بڑھ جاتی ہیں، جو انجام کار طلاق پر منتج ہوتی ہیں۔

---

[1] -Mohammad Yaseen sadeeq, Muqabil hy aina ،http://universalurdupost.com/?p=25166, Retrieved on : 24.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سسرالی رشتہ دار مثلاً ساس، سسر، نندیں، دیور جیٹھ وغیرہ بھی بہو سے بہت سی توقعات قائم کر لیتے ہیں ان تمام توقعات کو پورا کرنا اور ان کے تمام احساسات و جذبات کا خیال رکھنا بہو کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ جبکہ بہو کے احساسات و جذبات کو کوئی نہیں سمجھتا ہر ایک اس سے یہی توقع کرتا ہے کہ وہ ان کو سمجھے حالانکہ وہ ایک نئے گھر میں اپنے والدین، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر آتی ہے لہذا اسے بھی نئے گھر میں اپنی جگہ بنانے کا اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ افراد خانہ کے ساتھ اپنا تعلق بہترین بنیادوں پر استوار کر سکے۔ لیکن اگر صرف ہر ایک، ایک دوسرے سے توقعات ہی قائم رکھے لیکن دوسروں کی توقعات پر خود پورا اترنے کی کوشش نہ کرے تو پھر معاملات کشیدہ ہو جاتے ہیں جو بعض اوقات طلاق پر منتج ہوتے ہیں۔

جہاں توقعات زیادہ ہوتی ہیں وہاں مایوسی بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور یہی مایوسی گھر توڑ دیتی ہے۔[1]

۱۱۔ شک کرنا:

بدگمانی اور شک ایسی چیز ہے اگر رشتوں میں آجائے تو ان میں دڑاڑ ڈال دیتی ہے۔ اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے، اور عدم اعتماد کی فضاء میں ایک دوسرے کے ساتھ تناؤ اور زود رنجی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان اگر باہمی اعتماد ہو تو یہ رشتہ پائیدار و مستحکم بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ لیکن اگر اس اعتماد میں کمی آجائے یا سرے سے ختم ہو جائے اور اسکی جگہ شک آجائے تو پھر خاندان اور ازدواجی زندگی کا سکون قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سروے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ بہت سی طلاقیں اس لئے ہوئیں کہ شوہر اپنی بیویوں پر شک کرتے تھے۔

بعض مرد خود اپنی شکی طبیعت کی وجہ سے بیوی میں خامیاں تلاش کرتے ہیں اور پھر اس کو طلاق کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

شکوک و شبہات اور بدگمانیوں کے بناء پر زوجین میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ بعض لوگ تو بے انتہاء شک و شبہ اور بدگمانی میں مبتلا رہتے ہیں اور بے بنیاد اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہی بدگمانی کر لیتے ہیں اور بغیر کسی ثبوت یا دلیل کے محض سنی سنائی باتوں پر ہی یقین کر کے وہ اپنے اور اپنے

---

[1] ۔ روزنامہ پاکستان، ۱۷ جولائی ۲۰۱۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں کے درمیان دیواریں پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر اتنی بداعتمادی پیدا ہو جاتی ہے کہ مرد طلاق دینے کا پختہ عزم کر لیتا ہے۔ یا بیوی اپنے خاوند سے بار بار طلاق کا مطالبہ شروع کر دیتی ہے۔[1]

بلکہ بعض شک تو محض معمولی نوعیت کے تھے یہی بدگمانی شوہر یا اس کے گھر والوں کی جانب سے پائی جاتی ہے تو بات طلاق پر آجاتی ہے اس کے برعکس یہی شک اور بدگمانی بیوی کی جانب سے ہو تو وہ شوہر یا دیگر افراد کے سمجھانے پر بھی اپنی بات پر بضد رہے گی اور وہ خلع کا مطالبہ کر دے گی۔

زوجین کو چاہیے کہ وہ حکمت و فراست سے کام لیں کیونکہ ان کے اس طرح کے رویوں کے بہت دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔ جس سے ان کی اولاد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔

شوہر اور بیوی کو ہمیشہ افہام و تفہیم کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے پر بے جا اعتراضات یا شک و شبہ بھی مناسب نہیں۔ ان کا لڑنا جھگڑنا یا آپس کی کشیدگی بچوں کی نفسیات پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خیر کی امید رکھنا چاہیے اور نماز و دعا کے ذریعہ اللہ کی مدد طلب کرنا چاہیے۔[2]

طلاق کا ایک سبب آپس میں بدگمانی بھی ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ کے اندر بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں۔[3]

۱۲۔ طبقاتی تقسیم یا معاشرتی اونچ نیچ:

بہت سے معاملات میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لڑکے معاشرے میں کوئی اچھی نوکری یا اونچا عہدہ حاصل کر لیتے ہیں ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انہیں اعلیٰ خاندان سے رشتہ مل جائے ادھر لڑکی کے والدین بچیوں کے لئے بہتر بر کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

محرومی و کمتری، احساس برتری و تفاخر کا روپ دھار لیتی ہے۔ دونوں خاندانوں کی معاشرت، انداز و اطوار، عادات و رسوم و رواج میں فرق ہوتا ہے جو بعض اوقات فریقین میں وجہ تنازعہ بن جاتا ہے

---

[1] ۔ اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال: ص: ۲۰

[2] ۔ ہمارا معاشرہ اور اسلام، ص: ۲۸

[3] ۔ نسیم احمد قاسمی، مفتی، مولانا، طلاق کے تباہ کن اثرات، اسباب و نقصانات اور بچاؤ کے طریقے، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س۔ن، ص: ۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہی خاندانی وطبقاتی فرق ان میں بعد پیدا کر دیتا ہے حتٰی کے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بھی وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جاتے ہیں۔یہی اجنبیت آخر کار ہمیشہ کی جدائی تک پہنچ جاتی ہے۔

اگر میاں بیوی مختلف ثقافتی اور معاشی پس منظر سے تعلق رکھتے ہوں تو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ تعاون ، ایثار ، احسان ار حکمت عمل سے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ بعض اوقات یہی اختلافات طلاق کا موجب بھی بن جاتے ہیں۔

۱۳۔مذہبی و مسلکی وجوہات:

طلاق کی کثرت کی ایک اہم وجہ مسلکی ومذہبی اختلافات بھی ہیں۔شادی سے پہلے رشتہ قائم کرتے وقت انہیں اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی لیکن جب شادی کا موقع آتا ہے تو دونوں خاندان اپنے اپنے مسلکی رجحان کے زیر اثر شادی کے رسوم ورواج پورا کرنا چاہتے ہیں۔انہیں معاملات سے اکثر اوقات تلخیاں جنم لیتی ہیں جن کا براہ راست اثر زوجین کی زندگیوں پر پڑتا ہے۔مثلا اگر دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے خاندانوں یا اہلحدیث اور بریلوی مسلک، اہل سنت اور اہل تشیع کے کی فکر کے حامل افراد کے درمیان رشتہ قائم ہوتا ہے تو ان میں بہت سے جزوی وفروعی معاملات میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلا نماز کا مسئلہ ، عورتوں کا مساجد میں جانا، پیروں فقیروں کی بیعت کرنا، مزاروں اور قبرستان میں جانا، ایصال ثواب کرنا یا نہ کرنا، شادی بیاہ کی رسومات، محرم، صفر، ذیعقد وغیرہ میں شادیاں یا کوئی مبارک کام نہ کرنا، دنوں کو منحوس خیال کرنا وغیرہ جیسے معاملات بہت شدید نوعیت کے اختلافات کا باعث بن جاتے ہیں۔ایسے معاملات میں فریقین میں بعض اوقات ہٹ دھرمی، عدم رواداری، عدم برداشت کا رویہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اپنے مسلک کے ساتھ لگاؤ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کے مسلک ومذہبی رجحان کو قبول نہیں کر پاتے حتٰی کہ دوسرے سے اپنی مرضی سے جینے کا حق بھی چھین لیتے ہیں اس رجحان کے باعث خاندانی نظام میں تعصب وتنگ نظری رواج پا لیتی ہے جو بہت سے حالات میں علیحدگی پر منتج ہوتی ہے۔

۱۴۔منفی معاشرتی رسوم ورواج:

پاکستانی معاشرے میں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان کے جائزے سے یہ بات سامنے آئی کہ بہت سی منفی معاشرتی رسوم ورواج کو طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح میں بہت زیادہ دخل حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً: وٹہ سٹہ کی شادی، جہیز کم لانا یا نہ لانا، جرگہ میں سزا کے طور پر طلاق، انتقام در انتقام طلاق، جہاں تک معاملہ وٹہ سٹہ کی شادی کا ہے تو مشاہدے اور سروے دونوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ عموماً وٹہ سٹہ کی شادی میں اگر ایک فریق کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے یا اگر ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ایسی صورت میں دوسرا گھر بھی متاثر ہوتا ہے چاہے وہ اپنے گھر میں کس قدر خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہوں کیونکہ ان کی شادی وٹہ سٹہ کی بنیاد پر ہوئی تھی اس وجہ سے ان پر دونوں جانب سے خاندانی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ اس رشتے کو ختم کر لیں۔

پنجاب، سندھ اور سرحد میں وٹے سٹے کی شادی کا رواج عام ہے۔ شہری علاقوں میں خاص کر پنجاب میں ذات برادری سے باہر شادی میں اکثر خاندان یا ہم پلہ افراد کا ہی انتخاب ہوتا ہے۔ لیکن دیہی علاقوں میں وٹے سٹے کی شادی سے خواتین بری طرح پس رہی ہیں۔[1]

لڑکی دے کر لڑکی لینے کا یہ رواج دیہاتوں میں عام طور سے پایا جاتا ہے۔ اور مختلف علاقوں میں اس کی شکل ملتی جلتی ہے۔ پٹھان اور بلوچ قبائل اور سندھ کے کئی علاقوں میں عام رواج یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لڑکی کے بدلے میں لڑکی نہیں دے سکتا تو شادی کرنے کے لئے اس کو بہت قیمت دینی پڑتی ہے۔ اس قیمت کا تعین لڑکے اور لڑکی کی ذات، عمر، صورت شکل اور دوسری خصوصیات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔[2]

بعض اوقات تو لڑکی کا باپ ہی اپنے داماد کی بہن سے شادی کر لیتا ہے۔ اکثر اوقات صورتحال یہ بھی ہو جاتی ہے کہ تبادلے کی شادیوں میں اگر ایک شخص اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا طلاق دیتا ہے تو دوسرے شخص سے بھی یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنی بیوی سے بدسلوکی کرے یا طلاق دے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تو لڑکی کے خاندان والے اسے عدالت کے ذریعے طلاق لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تو اسے تمام عمر خاندانی مقاطعہ کا ڈراوا دے کر مجبور کیا جاتا

---

[1] ۔ فاخرہ تحریم، خواتین: رسم ورواج اور روایات، ماہنامہ وویمن شیڈ، کوئٹہ، تھرڈ فلور آغا سراج ایم ایم جناح روڈ، نومبر ۲۰۱۳ء، جلد: ۰۵، شمارہ: ۰۲، ص: ۱۹

[2] ۔ پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ص: ۲۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے یوں وٹہ سٹہ کی شادیوں میں اگر ایک گھر نہیں بستا تو پھر دوسرے ہنستے بستے گھر کو بھی اجاڑ دیا جاتا ہے۔ انتقام لینے کے جذبے کو خاندانی عزت اور غیرت کا مسئلہ بنا دیا جاتا ہے۔

وٹہ سٹہ کے تحت ایک شادی ایسی بھی ہوئی جہاں ۱۶ سال کی کم عمر لڑکی کی شادی ایک ۴۰ سالہ آدمی سے کی گئی اور بدلے میں لڑکے نے لڑکی کے والد کو بھینس دی،[1]

بعض اوقات باپ اپنی شادی کرنے کے لئے بیٹی جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوئی ہوتی اسے کسی بوڑھے کے ساتھ بیاہ دیتا ہے۔ کبھی کوئی نااہل بھائی اپنی بہن کے بے جوڑ رشتے کے بدلے میں اپنی شادی کروالیتا ہے۔[2]

سروے میں ایک لڑکی نے بتایا کہ میرا بھائی ایک لڑکی کو پسند کرتا تھا اس نے اس لڑکی سے شادی کے لئے بدلہ میں میری شادی اس کے باپ سے کردی جو ۸۰ سال کا تھا۔ جو شادی کے دو سال بعد فوت ہو گیا۔[3]

وٹہ سٹہ کی شادی کے دردناک انجام کے حوالے سے مولانا ہارون معاویہ لکھتے ہیں: اگر ایک فریق میں چپقلش پائی جاتی ہے تو خاوند بیوی پر غصہ اتارتا ہے، اسے مارتا پیٹتا ہے۔ اس کی خبر دوسرے فریق کے والدین کو ملتی ہے تو وہ اپنے بیٹے کو کہتے ہیں کہ وہ بہن کا بدلہ لینے کے لئے اپنی بیوی سے بدسلوکی کرے۔ اگر بیٹا ایسا نہیں کرتا تو سارا گھر اس کے خلاف ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو صورتحال اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔[4]

میانوالی میں وٹہ سٹہ کے تحت ہونے والی شادی میں ایک گھر اجڑا تو لڑکی کی نند کو اپنی بھاوج سے جو کہ ہنسی خوشی اپنی زندگی گزار رہی تھی حسد ہونا شروع ہو گیا، چنانچہ اس نے اپنی بھاوج کو قتل کر دیا۔ یہ گویا اس کی جانب سے انتقام تھا۔[5]

---

[1] -Daily News, August 10, 2007

[2]۔ فاخرہ تحریم، خواتین: رسم ورواج اور روایات، ماہنامہ وویمن شیڈ، کوئٹہ، تھرڈ فلور آغا سراج ایم ایم جناح روڈ، نومبر ۲۰۱۳ء، جلد: ۰۵، شمارہ: ۰۲، ص: ۱۹

[3]۔ سروے: ۸ دسمبر ۲۰۱۵ء

[4]۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص: ۵۴

[5] - Daily Dawn, February, 13, 2013

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے بہت سے واقعات آئے روز اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں کہ جن میں وٹہ سٹہ کی شادی برے انجام سے دوچار ہوتی ہے حتیٰ کہ بہت سی جانیں بھی اس رسم کی بھینٹ چڑھ جاتیں ہیں۔

کاہنہ کے علاقہ میں وٹہ سٹہ کی شادی کا خوفناک انجام، باپ نے اپنے بیٹے اور بہو سمیت 4 افراد کو قتل کر دیا۔[1]

وٹے سٹے کی شادی کا خوفناک انجام سسرالیوں نے 4 بچوں کی ماں کو آگ لگا کر قتل کر دیا[2]

شہروں میں بھی یہ صورتحال پائی جاتی ہے تاہم دیہاتوں میں ایسے واقعات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ جب تک یہ تباہ کن رسم موجود رہے گی تب تک ازدواجی زندگی میں اس طرح کے انتقامی جذبات پیدا ہوتے رہیں گے۔[3]

World Bank کی جانب سے کروائے جانے والے ایک پالیسی سروے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ وٹہ سٹہ کی شادیوں میں طلاق اور علیحدگی کی شرح تقریباً برابر ہی ہے۔ اور ایسا عموماً جہیز کے بوجھ کے باعث بھی کیا جاتا ہے۔[4]

ایک تحقیق کے مطابق پاکستان میں ایک تہائی شادیاں وٹہ سٹہ کے ذریعے طے پاتی ہیں۔ ان شادیوں میں سے 75 فیصد خونی رشتہ داروں میں کی جاتی ہیں۔

گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ کے پروفیسر جواد نقوی کا ماننا ہے کہ ضلع جھنگ کے دیہی علاقوں میں ہونے والی 70 سے 80 فیصد شادیاں وٹہ سٹہ کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسی شادیوں کی ایک بڑی وجہ آج بھی ہمارے معاشرے میں عورت کو جائیداد کی طرح سمجھا جانا ہے۔

ضلع جھنگ کی مشہور سماجی شخصیت، شاعر و ادیب ڈاکٹر محسن مگھیانہ کے مطابق اپنی ذات یا برادری میں وٹہ سٹہ کے تحت ہونے والی شادیاں اکثر انتہائی بے جوڑ ہوتی ہیں۔ اس رواج کے تحت لڑکیوں کا رشتہ

---

[1] ۔روزنامہ پاکستان، ۲۵ اپریل ۲۰۱۴ء

[2] ۔روزنامہ دنیا، ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء

[3] ۔روزنامہ نوائے وقت ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۳ء

[4] . sajid Chudhry , Watta Satta in women's interest,retrieved on :20-12-2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طے کرتے وقت نہ تو لڑکوں کی عمر دیکھی جاتی ہے، نہ تعلیم اور نہ ہی روزگار، یہی وجہ ہے کہ اکثر فیصلے خواتین کے خلاف ہوتے ہیں۔"[1]

وٹہ سٹہ کی شادی کا انجام اچھا نہیں ہوتا، دونوں خاندانوں میں سے کوئی ایک فریق بھی ناخوش ہوتا ہے تو کسی وقت بھی یہ شادیاں برے انجام کے ساتھ ختم ہو جاتیں ہیں۔ جس سے بڑوں کے ساتھ ساتھ بہت سے بچے بھی نشانہ ہوتے ہیں۔ اور جس خاندان کو بچانے کی خاطر اکھٹے رکھنے کے لئے وٹے سٹے کی شادیاں کی جاتیں ہیں وہ ہمیشہ کے لئے بکھر جاتا ہے۔[2]

۱۵۔ جہیز کی کمی پر طلاق:

جہیز کم لانے پر یا نہ لانے پر بھی نوبت طلاق پر منتج ہو جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہ المیہ بن چکا ہے کہ ہم نے شادی جیسے مقدس فریضہ کو بھی کاروبار سمجھ لیا ہے۔ رشتہ دینے سے پہلے لڑکی والوں کی حیثیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ وہاں سے کس قدر مال جہیز کی صورت میں حاصل ہو گا۔ اب تو صورت حال یہ ہے لڑکے والے اپنے منہ سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنے بیٹے کے دام لگواتے ہیں، بیٹا خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو لڑکی والوں کی مجبوریوں سے کھیلا جاتا ہے۔ کچھ شادیوں میں تو قبل از شادی جہیز کا مطالبہ کر دیا جاتا ہے جس کے باعث بہت سی غریب بچیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ اس حوالے سے ایک دلخراش واقعہ پنجاب کے ایک علاقے میں دیکھنے میں آیا جب ایک غریب کسان کی پانچ بیٹیاں جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بن بیاہی تھیں انھوں نے نہر میں کود کر خودکشی کر لی، ان میں سے ایک کو بچا لیا گیا جبکہ چار کی لاشوں کو غوطہ خوروں نے نکال لیا، یہ واقعات ہمارے منہ پر طمانچہ ہیں۔[3]

لیکن اگر کسی غریب کی بچی کی شادی ہو گئی ہے تو اب نوبت یہ ہو جاتی ہے کہ شادی کے سال دو سال کے بعد سسرال والے مختلف بہانوں سے مطالبات کرتے رہتے ہیں ایک سفید پوش اور مجبور آدمی چونکہ اپنی بیٹی ان کے حوالے کر کے پھنس چکا ہوتا ہے بلکہ بیٹی بھی صاحب اولاد ہو چکی ہوتی ہے تو وہ ان کے مطالبات پورے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح اس کی بیٹی کا گھر بسا رہے لیکن

---

[1] ۔روزنامہ سجاگ، ننکانہ صاحب، ۱۶ جون ۲۰۱۵ء

[2] ۔ماہنامہ وومین شیڈ، ص: ۲۰

[3] -Daily, The News International, October 8, 2013

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتحال یہ ہے کہ ان مطالبات کی فہرست پوری ہونے پر بھی اس کی بیٹی کو سسرال میں سکون سے رہنا نصیب نہیں ہوتا۔ مولانا نسیم احمد قاسمی اس رویے کے متعلق لکھتے ہیں:

ہمارے معاشرے میں طلاق کا دوسرا سبب مال و دولت کا لالچ اور حرص و طمع ہے۔ عام طور پر لوگ شادی بیاہ کا مقصد دولت وثروت اور جہیز وغیرہ کا حصول سمجھتے ہیں۔ اگر جہیز اور لین دین کے معاملے پورے نہیں کئے جاتے تو رفتہ رفتہ لڑکے کے والدین بہو سے عداوت و نفرت کرنے لگتے ہیں اور خود شوہر بھی ایسی بیوی کو نفرت و حقارت سے دیکھنے لگتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے طلاق و تفریق کی نوبت آجاتی ہے۔[1]

یہاں تک کے لڑکے والے پھر کسی اور گھر کا دروازہ دیکھتے ہیں اور پہلی لڑکی کو بغیر کسی جرم کے طلاق کا پروانہ ہاتھ میں دے کر رخصت کر دیتے ہیں۔

اس حوالے سے لئے گئے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بہت سی لڑکیوں کو طلاق اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے سسرال والے اور خود ان کے شوہر جہیز لانے کے باوجود بار بار مزید سامان کی فرمائشیں جاری رکھے ہوئے تھے۔ فرمائش پوری نہ کرنے پر مار پیٹ سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، حتیٰ کے کچھ کے سسرال والوں نے ان کے سامان جہیز کو فروخت بھی کر دیا۔ اور لڑکیوں کو طلاق نامے دے کر رخصت کر دیا گیا۔

اگر والدین اپنی بیٹی کو جہیز دینے کی حیثیت نہ رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں بیٹیاں سسرالوں میں زندہ جلادی جاتی ہیں۔ جبکہ طلاق کی صورت میں بھی وہ روزانہ زندہ درگور ہی ہوتی ہے۔

جہیز کم لانے پر بہو اور بیویوں کو زندہ جلانے کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح کا ایک واقعہ لاہور میں برکی کے علاقے میں پیش آیا جب ایک ۳۲ سال کی لڑکی کو اس کے شوہر اور سسرال والوں نے مل کر زندہ جلادیا، اور پولیس نے اس حوالے سے سسرال والوں کو بے گناہ قرار دیا، اور واقعے کو ایک حادثہ قرار دیا۔[2]

---

[1]۔ طلاق کے تباہ کن اثرات، اسباب و نقصانات اور بچاؤ کے طریقے، ص:۲۴

[2] -Daily The Nation, June 2013,

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر آنے والے دن میں جہیز ایک بہت بڑی لعنت بنتا جارہا ہے۔ خواتین پر ہونے والے جسمانی تشدد کا اہم سبب جہیز نہ لانا بھی ہے۔ جہیز کی لعنت جہاں خواتین کے لئے بہت سے مسائل کا سبب بنتی ہے وہیں دلہن کے خاندان کے لئے بھی مالی اور جذباتی دباؤ کا باعث ہوتی ہے۔[1]

دیکھنے میں آیا ہے بہت سی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بچیاں اس وجہ سے بھی خودکشی کر لیتی ہیں کہ وہ خود کو والدین پر ایک بوجھ تصور کرتی ہیں کیونکہ جہیز نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے انہیں معاشرے کے تلخ رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[2]

۱۶۔جرگہ میں سزا کے طور پر طلاق:

ہمارے قبائلی علاقہ جات میں جرگہ اور پنچائیت سسٹم رائج ہے۔ اس میں بہت سے فیصلے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں کسی ایک فریق کے ساتھ ناانصافی بھی ہو جاتی ہے۔ ان فیصلوں میں بعض اوقات جبر اطلاق بھی دلوادی جاتی ہے۔ چاہے میاں بیوی باہمی رضامندی سے خوش وخرم زندگی گزار رہے ہو۔ لیکن انہیں جرگے کی فیصلوں کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔

نکاح سوارا یا ونی کی رسم پاکستان کے کچھ علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ نکاح عموما قتل کے مقدمات میں صلح کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ بیٹیاں یا بہنیں بطور دیت اس طرح کے نکاح میں دی جاتی ہیں۔
اس طرح مختلف قبائل میں قتل کے مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ رسومات پاکستان میں سرحد ،بلوچستان اور سندھ کے علاوہ دنیا بھر میں مختلف ناموں سے پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح قاتل خاندان کی لڑکیاں مقتول خاندان کے ظلم وستم سہتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر ان لڑکیوں سے سوال کیا جائے کہ آپ اس ظلم میں کیوں شامل ہوتی ہیں؟ تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی جان اور عزت کے بدلے اپنے بھائی اور باپ کی جان کو محفوظ کیا ہے۔ کیونکہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائیوں اور والدین کے حق میں قربانی کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔[3]

---

[1] . Daily The Nation, June 2013

[2] ۔روزنامہ جنگ،۲۹ فروری ۲۰۱۲ء

[3] ۔حیات النساء، ص:۵۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان حالات میں ہونے والی شادی زوجین کو حقیقی خوشی سے محروم رکھتی ہے عورت تمام عمر اپنے شوہر اور سسرال والوں کے ظلم ستم سہنے کے لئے تیار رہتی ہے، بعض اوقات دوسرے خاندان سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بہن اور بیٹیوں کو طلاق بھی دے دی جاتی ہے۔

۱۷۔ شخصی وذاتی مسائل:

سروے اور مختلف نفسیاتی ماہرین کی آرا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طلاق کی وجوہ میں سے بہت سے شخصی وذاتی مسائل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں نفسیاتی مسائل، حیاتیاتی و طبی مسائل شامل ہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں سے جب سروے کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ اگر وہ شادی سے پہلے کسی اور کو پسند کرتے تھے اور بعض وجوہ کی بنیاد پر ان کے درمیان رشتہ ازدواج قائم نہ ہو سکے تو وہ اپنے شوہر یا بیوی کو اسی روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں جس کو انھوں نے پسند کیا ہوتا ہے۔ حتی کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا شوہر یا بیوی اسی پیکر میں ڈھل جائے جو ان کے محبوب کا پیکر تھا۔ اس کے لئے وہ شعوری ولاشعوری طور پر ایک دوسرے میں تبدیلی کے خواہاں رہتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک فرد کی اپنی ایک الگ شخصیت و کردار ہے لیکن وہ اس چیز کو نظر انداز کئے نفسیاتی طور پر اس شخص میں اپنے محبوب کا پیکر تلاش کرتے ہیں جب انہیں اس میں ناکام ہوتی ہے تو پھر وہ ایک دوسرے سے متنفر ہو جاتے ہیں اور اپنی خیالی دنیا کو بسانے کی فکر میں رہتے ہیں یہ صورتحال انہیں ایک دوسرے سے دور کر دیتی ہے۔[1]

زوجین کی ایک دوسرے کے لئے تحقیر وذلت آمیز رویہ بھی طلاق کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے رویے سے ان کی شخصیت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

سماجیات وازدواجی امور کے مقدمات کے ماہر ایک وکیل نے بتایا:

شادی شدہ عورتوں اور مردوں کے درمیان طلاق کی ایک بڑی وجہ جنسی کمزوریاں اور رویئے بھی ہوتے ہیں مگر ہم ان ایشوز پر بات کرنے کو بے شرمی سمجھتے ہیں اور یہی شرم آگے چل کے اس رشتے کو توڑ دیتی ہے، اکثر اوقات تو ماں باپ بھی اپنے بچوں سے ایسی بات کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں جس کے

www.kitabosunnat.com

---

[1] ۔ سروے، فاؤنٹین ہاؤس، ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد لڑکے اور لڑکیاں یہی معلومات سوسائٹی میں اپنے دوستوں سے حاصل کرتے ہیں، جن کے اثرات بہر حال مختلف ہوتے ہیں۔

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے معاشرے کو بہت تیزی کے ساتھ تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے، ہماری اخلاقیات کے ساتھ ساتھ ہماری ضروریات بھی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں اور اگر ہم نے اس کو جلد ہی رسپانس نہ کیا تو اس ملک میں مکان بہت زیادہ اور گھر بہت کم رہ جائیں گے۔[1] نفسیاتی وحیاتیاتی مسائل میں درج ذیل دو مسئلے نہایت اہم ہیں:

الف۔ شوہر کا حق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ ہونا:

مردوں میں بعض اوقات مختلف طبی وحیاتیاتی مسائل پائے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ تعلقات زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ان مسائل کو وہ اپنے خاندان سے بھی پوشیدہ رکھتے ہیں تا کہ ان کا بھرم بنا رہے وہ اپنا علاج معالجہ کروانا بھی اپنی توہین شمار کرتے ہیں۔ اگر ان کے گھر والوں کو ان کی کمی کا احساس ہو بھی جائے تب بھی وہ ان عیوب کو مخفی رکھتے ہیں اور بیٹے کی شادی کر دیتے ہیں ایسی صورت میں لڑکی کے لئے اس گھر میں رہنا مشکل ہوتا ہے لڑکا یا اس کے گھر والے لڑکی کو تعاون کا احساس دلاتے ہیں تا کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان کے گھر میں ٹکی رہی جبکہ اس طرح سے لڑکی کے حقوق پامال ہو رہے ہوتے ہیں کچھ صورتوں میں تو لڑکے خود ہی طلاق دے دیتے ہیں جبکہ اکثر اوقات لڑکی کو اپنے جائز حقوق کے حصول کے لئے عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔[2]

ب۔ احساس محرومی:

مردوں کے اندر اگر کسی نفسیاتی وحیاتیاتی اور طبی مسائل کی وجہ سے احساس محرومی پایا جاتا ہے تو وہ اس کا بدلہ اپنی بیوی سے لیتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے ایسے مرد شادی کر کے اپنی بیوی کو نفسیاتی، جسمانی اذیت میں مبتلا کر دیتے ہیں ان پر تشدد کرتے ہیں حتٰی کہ ایک خاتون کو ان کا شوہر ان کی خوبصورتی کی وجہ سے

---

[1] ۔روزنامہ پاکستان، ۱۷ جولائی ۲۰۱۲ء

[2] ۔سروے، ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سگریٹ، اور استری سے ان کا جسم داغتا تھا۔ احساس محرومی و کمتری بھی ایک ایسا مرض ہے کہ جس میں مبتلا شخص خود کو برتر اور اعلیٰ ثابت کرنے کے لئے دوسروں کو اذیت میں مبتلا رکھتا ہے۔

زوجین میں اختلافات اور علیحدگی کا سبب باہمی سمجھوتہ نہ کرنا ہے۔ جس کی بڑی وجہ فریقین کا احساس برتری یا احساس کمتری کا شکار ہونا بھی ہے۔[1]

بیوی اگر نوکری کرتی ہو یا اپنے شوہر سے تعلیم اور سماجی رتبے میں زیادہ ہو تو اسے برداشت کرنا مرد کے لئے بعض صورتوں میں ناممکن ہوتا ہے۔ ایسے بھی وہ طنز و تشنیع، جسمانی ایذاء کے ذریعے بیوی کو اذیت میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ اس کے اندر احساس کمتری پایا جاتا ہے جس پر حاوی ہونے کے لئے وہ اپنی مردانگی کا سہارا لیتا ہے۔

۱۸۔ مشترکہ خاندانی نظام و بے جا مداخلت:

مشترکہ خاندان مشرق کا دیا ہوا تحفہ ہے۔ جب کہ عربوں سمیت یورپ اور پوری دنیا میں نکاح کا بندھن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انہیں الگ خاندان کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ لہذا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ دولہا اور دلہن کو مسجد یا گرجا میں نکاح کے بندھن میں باندھنے کے بعد لڑکی کو لڑکے کے اس مکان تک چھوڑنے جاتے ہیں، جو لڑکے نے شادی سے قبل اس مقصد کے لئے تعمیر کیا ہوتا ہے۔[2]

بہت سے طلاق کے کیسز میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام بھی طلاق کا ایک اہم سبب بنتا ہے۔ میاں بیوی کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی ہوتی ہے انہیں ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع نہیں ملتا ان کی نجی زندگی میں گھر میں مقیم افراد خانہ کی مداخلت ہوتی رہتی ہے انہیں ایک دوسرے کی پسند و ناپسند، عادات واطوار کو سمجھنے کا موقع نہیں ملتا وہ اپنی نئی زندگی کے ابتدائی ایام جس طرح گزارنا چاہ رہے ہوتے ہیں مشترکہ خاندانی نظام کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر پاتے۔ ایک دوسرے کی ضروریات، احساسات و جذبات کا خیال رکھتے ہوئے انہیں گھر کے دیگر افراد کے حقوق کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے۔ اگر بیوی اپنے شوہر سے کسی چیز کی فرمائش کرتی ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے اسے گھر کے دوسرے

---

[1] Pakistan observer, April 29, 2014

[2]۔ حیات النساء، ص: ۳۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افراد سے یا تو اجازت لینا پڑے گی یا اسے یہ دیکھنا پڑے گا کہ آیا وہ اس پوزیشن میں ہے کہ وہ گھر کے تمام افراد کو اس طرح کی تمام کی مراعات فراہم کرے۔ اسی طرح مشترکہ خاندانی نظام میں ذمہ داریوں اور فرائض کا خیال زیادہ رکھنا پڑتا ہے اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو شکایات اور ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس میں جھگڑا طول اختیار کر لیتا ہے اور جس کا انجام طلاق ہوتی ہے۔

پاکستان میں مشترکہ خاندانی نظام بہت مضبوط ہے۔ اس میں ایک خاندان کے افراد اپنی اپنی فیملی کے ساتھ ایک جگہ پر رہتے ہیں اور اکثر ساس نند طلاق کی وجہ بنتی ہیں۔ جب بہو گھر لائی جاتی ہے تو ساس، نندوں اور جٹھانیوں کی بہت بنتی ہے مگر آہستہ آہستہ اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔ اور لڑائی جھگڑوں کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ اس لڑائی جھگڑے میں دونوں فریق قصور وار ہوتے ہیں کیونکہ کوئی بھی اپنی مرضی یا مزاج کے خلاف بات برداشت نہیں کرتا۔[1]

ڈاکٹر مکیہ مرزا طلاق کے اسباب کے حوالے سے لکھتے ہیں: عورت یا مرد کے رشتہ داروں کی بے جا مداخلت بھی طلاق کا سبب ہے۔[2]

ماہر نفسیات قیوم عباس کہتے ہیں: بد قسمتی سے مغربی تہذیب کے اثرات اور آزاد معاشرے کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہمارے ہاں ماضی کے مقابلے میں طلاق کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ مرد و خواتین اپنی اپنی نفسیات اور انا میں نہ صرف اپنا بلکہ دو خاندانوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ معاشرتی سطح پر چونکہ ہر خاندان ایک سماجی اکائی ہوتا ہے، اس لیے خاندانوں کے ٹوٹنے کا یہ عمل معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ سماجی شکست وریخت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔[3]

بعض حالات میں لڑکی خود مشترکہ خاندانی نظام میں نہیں رہنا چاہتی اور وہ حالات کے مطابق نبھاہ نہیں کرنا چاہتی گھریلو ناچاقی بڑھ جاتی ہے جو طلاق پر منتج ہوتی ہے۔

---

[1] ۔ طلاق کے تباہ کن اثرات، اسباب، نقصانات اور بچاؤ کے طریقے، ص: ۶۹۔۷۰

[2] ۔ مکیہ مرزا، الدکتور، مشکلات المرأۃ المسلمۃ المعاصرۃ و حلھا فی ضوء الکتاب والسنۃ، دار المجتمع للنشر والتوزیع، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۹۶

[3] ۔ روزنامہ سجاگ، فیصل آباد، ۱۹ اگست ۲۰۱۵ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات زوجین کے مابین ہونے والے جھگڑوں میں دیگر افراد کی مداخلت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے-

زوجین میں بڑھنے والے اختلافات میں خاندان کے دیگر افراد بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں ہمارے ہاں چونکہ مشترکہ خاندانی نظام موجود ہے لہذا نئے شادی شدہ جوڑے کی زندگی میں دخل دینا بہت زیادہ آسان ہوتا ہے ممکن ہے کہ بیوی کسی خامی یا غلطی سے شوہر اس طرح آگاہ نہ ہو یا معلوم تو ہو لیکن وہ نظر انداز کرنا زیادہ بہتر سمجھتا ہو ایسے میں گھر کے دیگر افراد بہو کی جانب سے ہونے والی غلطی کو بار بار شوہر اور دیگر افراد کے سامنے دہرانے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ شوہر کی زندگی میں بیوی کی حیثیت کم کی جاسکے اور کہیں وہ بیوی کی زلف کا اسیر ہی نہ ہو کر رہ جائے ایسے میں ذرا سی غلطی خواہ وہ ہنڈیا میں نمک کا کم ہونا ہی ہو اس کو بھی رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ شوہر کو بیوی سے بد ظن کیا جائے کہ یہ تو پھوہڑ ہے اسے کوئی سلیقہ نہیں ہے۔ اسی طرح بیٹے یا بھائی کے حوالے سے ملکیت کا احساس اور اختیارات کی جنگ بھی بہت سے مسائل کا سبب بنتی ہے۔ جس میں ساس اور نند یہ تصور کرتی ہیں کہ بیٹا یا بھائی ہونے کی حیثیت سے انہیں بیٹے کے ملکیتی حقوق حاصل ہیں اور بیوی یہ سمجھتی ہے کہ وہ سب کچھ اس شوہر کے لئے چھوڑ کر آئی ہے اس لئے وہ شوہر کی مالک ہے۔ گھریلو معاملات میں اختیارات کی جنگ بھی کچھ اسی پس منظر میں شروع ہوتی ہے اور یوں یہ مشترکہ خاندانی نظام زوجین کی زندگیوں میں کشیدگی بڑھانے، خامیوں کو اجاگر کرنے، حریفانہ ورقیبانہ جذبات واحساسات کو دو آتشہ کرنے اور بدگمانی و شکوک وشبہات کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یوں وہ دو دل جو عمر کا ساتھ نبھانے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے جلد ہی اس احساس سے دوچار ہو جاتے ہیں کہ یہ تعلق تو محض چند دن چلانا ایک بوجھ ہے عمر بھر کا نباہ اور رفاقت تو ایک سراب تھا جو لاحاصل ہے۔

اگر شوہر اپنے والدین یا بیوی اپنے والدین سے ان جھگڑوں کا ذکر کر دے تو تیسرا فریق اپنی اہمیت جتانے کے لئے دانستہ یا نادانستہ طور پر ان جھگڑوں کو طول دینے سے مسرت حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے اور انہیں حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں تیسرے فریق کی آمد سے غیر متعلقہ معاملات مثلاً انا کے مسائل وغیرہ بھی درمیان میں آجاتے ہیں جو کہ دونوں فریقین کے رویے کو مزید سخت کر دیتے ہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔[1]

بعض اوقات میاں بیوی کے سرپرستوں یا قریبی رشتے داروں کی طرف سے غیر سمجھدارانہ انداز میں مداخلت ہوتی ہے اور ہر چھوٹا بڑا ان کے معاملات میں ٹانگ اڑاتا ہے۔

کبھی خاندان کے بڑے اپنا تسلط قائم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض اوقات معاملات عدالت میں اٹھانے پڑ جاتے ہیں اور اس طرح ان کے سارے سربستہ راز کھل جاتے ہیں۔

جبکہ بعض اوقات اس کا سبب کوئی چھوٹا سا معاملہ یا معمولی سی چیز ہوتی ہے، جس میں نامناسب اور غیر سمجھدارانہ انداز میں داخل اندازی کی جاتی ہے، جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے، افواہوں کی تصدیق کی جاتی ہے اور بد گو لوگوں کی باتوں پر کان دھرے جاتے ہیں۔ بسا اوقات دین میں بے بصیرتی، دینی احکام سے ناواقفیت اور بری عادتوں اور کمزور اور کوتاہ آراء کے ساتھ چمٹے رہنے کی وجہ سے بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔[2]

ممکن ہے کہ بعض جوڑوں کو اپنے اختلافات نپٹانے کے لئے کسی ثالث کی ضرورت محسوس ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے جھگڑے خود نپٹانے کو ترجیح دیں۔ ہمارا مشورہ ہے کہ وہ کوئی بھی طریقہ اپنائیں، اس میں صبر و تحمل، دیانتداری اور مسائل کو حل کرنے کی خواہش کو ملحوظ خاطر رکھیں۔[3]

۱۹۔ ہم آہنگی کا فقدان:

تعلیم کی کمی یوں تو تمام شعبہ حیات پر اثر انداز ہوتی ہے طلاق کی وجوہات میں سے سب سے اہم وجہ فریقین میں ہم آہنگی کا فقدان ہونا ہے۔

حمیرا ہاشمی ایک ماہر نفسیات ہیں۔ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکی علاج کے لئے لائی گئی۔ دوران علاج معلوم ہوا کہ طلاق کا سبب ایک دوسرے کو ٹائم نہ دینا تھا، شوہر اپنی معاشی معاملات میں اس قدر

---

[1] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص: ۳۴

[1] ۔ کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی، ص: ۳۹۵

[3] ۔ پر مسرت ازدواجی خوشیاں، ص: ۱۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصروف تھا کہ اس کے پاس بیوی کو دینے کے لئے ٹائم نہ تھا۔ لڑکی جو شادی ہو کر امریکہ گئی تھی وہاں وہ صرف گھر میں قید ہو کر رہ گئی۔ لہذا میاں بیوی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی ان کے درمیان تناؤ رہنے لگا جو بعد ازاں جسمانی تشدد تک جا پہنچا۔ شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا اور اسے پاکستان اپنے والدین سے ملنے بھیج دیا بعد ازاں طلاق بھی بھجوا دی۔ اس وجہ سے لڑکی شدید جذباتی و نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو گئی جس کے لئے اسے علاج کے لئے صاحب مضمون کے پاس آنا پڑا۔ ان کا کہنا ہے کہ ذہنی ہم آہنگی میں کمی یا میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ وقت نہ گزارنا بھی ان میں دوری کا باعث بن جاتا ہے۔[1]

جیو نیوز سے نشر ہونے والے پروگرام عالم آن لائن میں ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے کہا:

اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے مزاج کا خیال کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا رویہ اپنائیں تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی، عدم برداشت کا رویہ طلاق کی شرح میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔[2]

طلاق کی عمومی وجہ مرد، عورت کے درمیان ذہنی عدم میلان کے باعث پیدا ہونے والی طبعی یا عارضی نفرت ہوتی ہے۔ جس کے بعد عورت اور مرد میں درگزر اور ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے زندگی بسر کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس میں عورت یا مرد کا انفرادی کردار یا ان کے رشتہ داروں کی نازیبا مداخلت سمیت بے شمار معاشرتی اور نفسیاتی معاملات اہمیت رکھتے ہیں۔[3]

میاں بیوی میں اگر مزاج آشنائی نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کو قبول نہیں کرتے، ان کی استطاعت میں فرق پایا جاتا ہے قربت کے ہوتے ہوئے بھی وہ ایک دوسرے سے بعد رکھتے ہیں اگر حیاتیاتی و طبی مسائل بھی انہیں درپیش ہوں تو پھر ان کا ایک دوسرے کا ساتھ نبھانا ممکن نہیں رہتا اگرچہ یہ علیحدگی انہیں بہت سے مسائل سے چھٹکارا دے دیتی ہے لیکن اس کے بعد مسائل کا ایک جمع غفیر ہوتا ہے جس کا انہیں

---

[1] .Humair hashmi, The case of Young divorcee,

[2] جیو نیوز، عالم آن لائن، ۲۹ مارچ ۲۰۱۴ء

[3] ۔ حیات النساء، ص: ۵۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن فریقین میں سے خواتین کو جو مسائل درپیش ہوتے ہیں وہ بہت سے پیچیدہ، حساس اور نازک ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ معاشرتی المیہ ہے کہ ہم مرد کے تو تمام قصور معاف کر دیتے ہیں لیکن عورت کے بارے میں ہمارا رویہ بے رحمانہ ہوتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں: ہر مرد اور عورت کا مزاج فطری طور پر ایک دوسرے کے مختلف ہوتا ہے۔ یہ مزاجی اختلاف ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ وقتی ملاقاتوں میں وہ کبھی مسئلہ نہیں بنتا، لیکن جب ایک عورت اور ایک مرد مستقل طور پر ایک ساتھ رہنے لگیں تو یہ اختلافات بار بار ظاہر ہوتے ہیں اور پھر دھیرے دھیرے وہ شدید نوعیت اختیار کر لیتے ہیں۔ عورت او مرد اگر اس بات کو جانیں کہ یہ ایک نفسیاتی نوعیت کا مسئلہ ہے، نہ کہ حقیقی نوعیت کا مسئلہ ہے تو وہ فوراً اس کو نظر انداز کر دیں۔ جس طرح وقتی ملاقاتوں میں ایسی چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اسی بے خبری کی بناء پر ہر عورت اور مرد کی زندگی ایک متضاد رویے کا شکار رہتی ہے۔ وہ اپنے گھر کے اندر اندر لڑتے جھگڑتے ہیں، لیکن یہی لوگ جب گھر کے باہر کی دنیا میں آتے ہیں تو ان کا رویہ لوگوں کے ساتھ بالکل معتدل ہو جاتا ہے۔ زوجین کو چاہئے وہ اپنے آپ کو اس متضاد رویے سے بچائیں۔ اس کے بعد ان کے گھر کی زندگی بھی اسی طرح معتدل بن جائے گی، جس طرح ان کی باہر کی زندگی معتدل بنی ہوئی ہے۔ زندگی کے اکثر و بیشتر مسائل صرف بے شعوری کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو باشعور بنائیے اور پھر آپ خود بخود غیر ضروری مسائل سے بچ جائیں گے۔[1]

شادی کی بنیاد آپس میں پیار و محبت پر ہوتی ہے۔ اگر بیوی پڑھی لکھی ہے اور شوہر کم پڑھا لکھا ہے تو ان کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اسی طرح اگر بیوی کم پڑھی لکھی اور شوہر زیادہ پڑھا لکھا ہے تب بھی ان کے درمیان ذہنی موافقت کافی کم ہوتی ہے۔ مرد کو ایسی بیوی چاہیے ہوتی ہے جو زمانے میں اس کا ساتھ دے سکے۔

---

[1] ۔ کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	شرح خواندگی
47.92	92	ناخواندہ تا مڈل
26.04	50	میٹرک تا ایف اے
15.63	30	ایف اے تا بی اے
10.42	20	ایم اے تا اعلیٰ تعلیم
100	192	

عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ پڑھی لکھی خواتین نباہ کرنا نہیں جانتیں انہیں چونکہ اپنے حقوق کا شعور ہوتا ہے لہذا وہ معمولی سی ناچاقی یا ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث جلد ہی طلاق لے کر الگ ہو جاتیں ہیں۔ معاشرے میں پڑھی لکھی خواتین کو اگر کسی بھی سبب سے طلاق ہو جائے لیکن ان کے بارے میں یہی عمومی تاثر موجود ہے۔ جبکہ مطلقہ خواتین کی تعلیم کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں تعلیم یافتہ خواتین میں طلاق کی شرح مندرجہ بالا گراف سے ظاہر ہے۔

اسی طرح مختلف خاندانوں اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے بھی ایک دوسرے سے ذہنی بعد رکھتے ہیں۔ ایسا کچھ عرصہ پہلے تک زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن اب فریقین میں ذہنی ہم آہنگی کو بہت زیادہ اہمیت دی جانے لگی ہے دس بیس سالوں میں جو شرح طلاق میں اضافہ ہوا ہے اس میں ایک بڑا سبب ذہنی موافقت کی کمی بھی شمار کی گئی ہے جبکہ ہمارے آباؤاجداد کی زندگیوں میں یہ چیز اس قدر اہمیت کی حامل نہیں تھی بلکہ وہ رشتوں کو نبھانا جانتے تھے اور حقوق سے زیادہ فرائض پر ان کی نظر ہوتی تھی۔

اس سلسلے میں زوجین کو یہ مد نظر رکھنا چاہیے کہ:

دنیا میں کوئی سے بھی دو انسان یکساں فطرت نہیں رکھتے بعض اوقات یہ فرق بہت زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ فطری ہم آہنگی اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ ایک مدت تک ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد بھی مزاج کے فرق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کوئی شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی کاربن کاپی نہیں ہوتے۔[1]

---

[1] ۔ محمد ہارون معاویہ، مولانا، ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر شاہدہ پروین لکھتی ہیں: زوجین کے درمیان حسن سلوک ہی اس رشتے میں مودت ورحمت کا باعث بنتا ہے آج کل حسن سلوک کا فقدان ہو گیا جس کی بناء پر دلوں کی دوری کا سفر تیزی سے جاری ہے۔[1]

مجتبیٰ موسیٰ لاری رقم طراز ہیں: جس طرح انسان کا بدن مختلف اعضاء سے مل کر بنتا ہے اور ان اعضاء کے درمیان فطری رابطہ موجود ہے اسی طرح معاشرہ بھی چھوٹے بڑے خاندانوں سے مل کر بنتا ہے جب کسی خاندان کے افراد میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے تو اس سے ایک مضبوط اور سالم معاشرہ بنتا ہے اس کے برخلاف اگر ان افراد میں اختلاف ہو تو معاشرہ کا پہیہ پورا نہیں گھومتا اور تشدد و پراگندی کا شکار ہو جاتا ہے انسان فطری طور پر زندہ رہنا چاہتا ہے اور اپنی اس خواہش کو پوری کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کرتا ہے اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے آسان طریقہ ایجاد نسل ہے کیونکہ جب تک نسل انسانی رہے گی اور ایجاد نسل کے لئے ایک خاندان کی تشکیل کی ضرورت ہے یہ ایسی صورت میں ممکن ہے جبکہ زوجین میں ہم آہنگی یعنی اتحاد اور یگانگت ہو گی۔[2]

۲۰۔ خواتین کا معاشی طور پر خود مختار ہونا:

سروے اور مختلف ویب سائٹز پر طلاق میں اضافے کی جو وجوہات بیان کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ خواتین کا معاشی طور پر خود مختار ہونا طلاق میں اضافے کا سب سے اہم سبب ہے۔ جب تک عورت اپنی ضروریات کے لئے مرد کی مرہون منت تھی تب تک اس کے اندر گھر بسانے اور مرد کے زیر دست رہنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا لیکن جیسے ہی خواتین خود کفیل ہوئیں تب ان کے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ اگر شوہر ان پر ظلم و ستم کرتا ہے یا ان کے درمیان عدم موافقت پائی جاتی ہے تو وہ سسک سسک کر زندگی گزارنے کی بجائے طلاق لینا زیادہ پسند کرتی ہے۔ مردوں کے نزدیک شرح طلاق میں اضافے کی یہ بہت بڑی وجہ ہے۔

---

[1] ۔ عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص:۶۰

[2] ۔ مجتبیٰ موسوی لاری، سید، مغربی تمدن کی ایک جھلک، سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل، س۔ن، ص:۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی خواتین آہستہ آہستہ بد سلوکی اور محبت سے عاری شادی سے فرار حاصل کر رہی ہیں۔ خواتین کے حقوق کے حوالے سے بڑھتا ہوا شعور اور خواتین کی معاشی خود مختاری نے بھی طلاق کی شرح میں اضافہ کیا ہے۔ جو ایک خطرناک معاملہ ہے۔[1]

ایک ۲۶ سالہ مطلقہ خاتون نے کہا کہ اگر لڑکی کما رہی ہے تو لڑکے سے وہ صرف محبت کا تقاضا کرتی ہے۔[2]

پاکستان میں خواتین کی معاشی خود کفالت میں گزشتہ دہائی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان کی معاشی خود انحصاری نے بھی شادی شدہ زندگی کے عدم استحکام میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔

نوکری پیشہ خواتین کی تعداد گزشتہ دہائی میں 5.69 سے بڑھ کر 12.11 تک جا پہنچی ہے۔ خواتین معاشی خود انحصاری کے باعث یہ سمجھتی ہیں کہ انہیں ایثار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[3]

انگریزی روزنامہ ڈیلی ٹائمز کی ایک رپورٹ میں کلفٹن ویمن ویلفیئر سوسائٹی کی چیف پیٹرن بیگم ممتاز قریشی کہتی ہیں:

خواتین اب پہلے سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو گئی ہیں اور ان میں اپنے حقوق کا شعور پختہ ہوتا جا رہا ہے۔ حقوق کے اس شعور اور والدین کی مداخلت کے باعث لڑکیاں کسی بھی مسئلہ میں صبر و تحمل سے کام نہیں لیتیں۔ کسی بھی کمی کی صورت میں شادی قائم نہیں رکھنا چاہتیں۔ یہ وجوہات طلاق کی شرح میں ۱۰۰ فیصد اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔[4]

خواتین کی معاشی خود مختاری کے باعث ان میں خاندان اور شوہر کے ساتھ کمپرومائز کرنے کا فقدان اور ایک دوسرے کے لئے صبر و برداشت کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔[5]

میاں بیوی کے تعلق کو برقرار رکھنے میں عورت کا مرد پر معاشی انحصار کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ عورت کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میاں سے علیحدگی کے بعد وہ اپنی اور بچوں کی ضروریات کیسے پوری کرے گی اور اس کے میکے میں کوئی اس کا بوجھ اٹھائے گا بھی نہیں۔ چنانچہ وہ مرد کے ساتھ اپنی معاشی مجبوری کے باعث تعاون کرتی ہے اور چار و ناچار اپنے گھر کو بچانے میں سرگرداں رہتی ہے۔

---

1. Daliy Times, January 10, 2013,
2. Daliy Times, January 10, 2013,
3. Daliy Times, January 10, 2013
4. Daily Times , Karachi,23.06. 08
5. Pakistan Observer, April 29,2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملازمت پیشہ خواتین جو مالی طور پر مستحکم ہوں وہ جلد ہی علیحدگی کا فیصلہ کر لیتی ہیں۔ وہ سمجھوتہ کرنا ضروری نہیں سمجھتیں۔ ڈاکٹر محمد حیات کہتے ہیں زیادہ تر طلاق کے واقعات ۲۲ سے ۳۰ سال کے جوڑوں کے مابین ہوتے ہیں۔[1]

بعض اوقات مرد عورت کے ہر طرح کے تعاون کے باوجود بھی طلاق دے دیتے ہیں ایسے میں بہت سی خواتین جو نہ تو ہنر مند ہوتی ہیں اور نہ اتنی تعلیم یافتہ کہ کوئی مناسب روزگار حاصل کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کر سکیں۔ ایسے میں خواتین کی اکثریت لوگوں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا معاشی بوجھ اٹھاتے ہیں۔

جب ایک شادی ہوتی ہے تو دونوں میاں بیوی نئے جوڑے کی حیثیت سے حد سے بڑھے ہوئے جذباتی دباؤ میں سے گزرتے ہیں۔ صرف معاشی اور معاشرتی اقدار کا دباؤ ہی ان کے مکمل اتحاد کا باعث بنتا ہے ۔ آج صورت بہت بدل گئی ہے، ایک دوسرے پر معاشی انحصار بہت کم اور بعض حالات میں معدوم ہو گیا ہے۔ اور معاشرتی دباؤ میں بھی کمی آگئی ہے۔ اب صرف عائلی زندگی کے استحکام کے لئے میاں بیوی کی عقل اور فراست ہی ایک ایسا حربہ رہ گیا ہے جو کار آمد ہو سکتا ہے۔[2]

۲۱۔ موبائل وانٹرنیٹ کا استعمال:

موبائل وانٹرنیٹ نے بلاشبہ زندگی کو بہت زیادہ سہل بنا دیا ہے لیکن خاندانی نظام میں بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ ان کا منفی استعمال بھی ہے۔ لڑکیاں سسرال کی بات فون کے ذریعے فورا والدین تک یا سہیلیوں تک پہنچا دیتی ہیں اگر گھر میں کوئی تنازعہ یا جھگڑا ہوتا ہے تو اس کی خبر سیکنڈز میں میکے میں پہنچ جاتی ہے جس سے انہیں اشتعال آتا ہے وہ لڑکی کو اور زیادہ بڑھکاتے ہیں یا خود لڑائی میں فریق بن کر آجاتے ہیں جس سے مسئلہ اور زیادہ بگڑ جاتا ہے۔ معاملہ میں شدت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ موقع پر ہی طلاق ہو جاتی ہے۔ لہذا فون اور والدین سے رابطہ اور انہیں سسرال میں ہونے والی ہر بات کی خبر دینا بھی طلاق کا ایک اہم سبب بنتا ہے۔

---

[1] .The Nation , November 3, 2014

[2] ۔ ثقافتی بشریات، ص: ۳۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہر شیر بہادر ایڈوکیٹ کہتے ہیں: کیس ایسے بھی آتے ہیں جن میں موبائل کے غیر ضروری استعمال سے پیدا ہونے والا شک میاں بیوی کے رشتوں کو کمزور کر رہا ہے۔ آج کل طلاق کی ایک بڑی وجہ موبائل فون کا غلط استعمال بھی ہے۔[1]

۲۲۔ حقوق و فرائض میں افراط و تفریط:

ایک خاندان کے افراد باہم یگانگت اور محبت و مودت سے تبھی رہ سکتے ہیں جب ان میں ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کے بارے میں احساس ذمہ داری موجود ہو۔ ان میں ایثار و قربانی کا جذبہ ہو، نیز خاندان کی بقا اور امن و سلامتی میں جو بھی عوامل کار فرما ہوں وہ ان سے واقف ہوں۔

طلاق کا سبب خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ ساتھ میاں بیوی کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی بھی ہے۔ اس سبب سے خاندان کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ جس کے باعث زوجین میں زود رنجی واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا ممکن نہیں رہتا۔

مرد سارا دن باہر کام کر کے آتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ جب وہ گھر پہنچے تو اس کی بیوی اس پر توجہ دے اور اسے سجی سنوری ملے۔ لیکن اس کے برعکس بیوی سارا دن گھر کا کام کاج کر کے اور بچوں کے مسائل کو سلجھانے میں اس قدر تھک چکی ہوتی ہے کہ اس کے لئے شوہر پر توجہ دینا اور اس کی خواہشات پر پورا اترنا مشکل ہو جاتا ہے۔[2]

محمد قطب لکھتے ہیں: جذباتی ٹھہراؤ بھی مرد و زن کی ایسی نفسیاتی ضرورت ہے جس کی تلافی جسمانی راحتوں اور اقتصادی آزادی سے نہیں ہو سکتی اس ٹھہراؤ اور سکون کے لئے یقیناً گھر اور خاندان کی ضرورت ہے نفس انسانی اس گہرے اور عمیق فطری جذبے کے جواب میں انسان کے اندر خاندان بنانے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور جس جذبے کے تحت مرد و زن باہم مل جل کر محبت و الفت اور سکون و اطمینان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس طرح رہنے سہنے میں انہیں وہ خوشی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے جو

---

[1]۔ روزنامہ سجاگ، چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

[2]۔ روزنامہ ایکسپریس، ازدواجی زندگی میں دراڑیں، ذمہ دار کون؟ ۲۳ اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائلی زندگی کے علاوہ اور کسی صورت میں نہیں ہو سکتا عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق در حقیقت انسانی تمدن کی بنیاد ہے۔[1]

پاکستانی سپریم کورٹ کے ایک سینئر وکیل عابد ساقی کہتے ہیں: طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان میں کمی کے لیے مردوں اور خواتین دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرنا ہو گی اور مل کر صورتحال کو بہتر بنانا ہو گا۔[2]

۲۳۔ قوت برداشت کا فقدان:

جدید دنیا کے جہاں اور بہت سے مسائل ہیں وہاں اس نے ڈپریشن، غصہ اور فرسٹریشن کو بھی کافی پروان چڑھایا ہے۔ مسائل خواہ عائلی ہو یا دفتری و کاروباری انسان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ مسائل فوراً حل ہو جائیں۔ حالانکہ کچھ مسائل کو اگر وقت دیا جائے یا ان میں تاخیر کی جائے تو اس کے اثرات زیادہ تر مثبت ہی نکلتے ہیں۔ جیسے اگر زوجین میں اختلاف واقع ہو گیا ہے تو اس میں اولاً آپس میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ اکثر اوقات وقت گزرنے کے ساتھ فریقین کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور معاملہ صلح تک جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح خاندان کے بڑے بھی مصالحت کا کردار ادا کرتے ہیں جس سے معاملات کافی حد تک سلجھ جاتے ہیں۔

جیو نیوز سے نشر ہونے والے پروگرام عالم آن لائن میں ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے کہا:

اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے مزاج کا خیال کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا رویہ اپنائیں تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی، عدم برداشت کا رویہ طلاق کی شرح میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔[3]

---

[1] ۔ محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۱۶

[2] ۔ ماہنامہ: ڈوئچے ویلے، اسلام آباد، ۱۹۔۰۵، ۲۰۱۵ء؛ Pakistan observer, April 29, 2014

[3] جیو نیوز، عالم آن لائن، ۱۹ مارچ ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن زمانہ کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ مزاج بھی تیز ترین و شدید تر ہو گئے ہیں۔ گھر سے باہر کا غصہ عموماً گھر والوں پر نکلتا ہے۔ اس طرح بحیثیت مجموعی پوری قوم میں صبر و تحمل اور عدم برداشت کا رویہ پروان چڑھ رہا ہے جس کے باعث انتہائی معمولی باتوں پر نوبت طلاق پر آجاتی ہے۔

جامعہ دارلعلوم کراچی سے منسلک مفتی محمد شریف نے کہا: شرح طلاق بڑھنے کی بنیادی وجہ یہ ہے معاشرے سے صبر و برداشت کا مادہ ختم ہو گیا ہے، اولاد کی عدم تربیت اور دینی سوجھ بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بھی ایسے واقعات جنم لے رہے ہیں۔[1]

طلاق دینے کے بعد جب انسانی کو پچھتاوا دامن گیر ہوتا ہے تو بعض اوقات درندگی کی تمام حدوں کو پامال کر جاتا ہے۔ طلاق کا ایسا ہی واقعہ تہرے قتل کا موجب بنا۔

ایک شخص نے دوسری شادی کے لئے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دی جو کہ پانچ بچوں کی ماں تھیں۔ طلاق کے کچھ عرصہ کے بعد اس کی سابقہ بیوی نے دوسری شادی کرلی، جب یہ خبر مطلقہ خاتون کے سابقہ شوہر تک پہنچی تو اس نے مشتعل ہو کر سابقہ بیوی کو اس کی شوہر اور بچے سمیت قتل کر دیا۔[2]

ٹی وی ڈراموں میں اشتعال انگیز مناظر بھی گھروں میں تعلقات کی خرابی کا باعث بن رہے ہیں۔[3]

طلاق ہونے کے بعد انسان اس بات پر پشیمان بھی ہوتا ہے کہ اتنی معمولی بات گھر اجڑ گیا۔

زوجین میں سے دونوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی ناپسندیدہ عادات کو برداشت کریں۔[4]

مثلاً اگر مالی مشکلات ہوں تو عورت ایسے میں اپنے شوہر کا ساتھ دینے کی بجائے بعض حالات میں دیکھا گیا ہے کہ شوہر کی ناشکری کرنی اور اس سے الجھنا شروع کر دیتی ہے۔ شوہر جو معاشی مسائل اور گھریلو صورتحال سے پہلے ہی دلبرداشتہ ہوتا ہے ایسے میں یا تو وہ بیوی بچوں سمیت خودکشی کرلیتا ہے یا پھر عورت کے رویے سے تنگ آکر طلاق دے دیتا ہے۔ زوجین کی عدم برداشت انہیں ایک اندھے کنوئیں میں جھونک دیتی ہے جہاں سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں بچتا۔

---

[1] ۔ جیونیوز، عالم آن لائن، ۱۹ مارچ ۲۰۱۴ء

[2] ۔ روزنامہ جنگ، ۱۶ ستمبر ۲۰۱۳ء

[3] ۔ عالم آن لائن، ۱۹ مارچ ۲۰۱۴ء

[4] Pakistan observer, April 29, 2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کی مزاجا اور فطرتا جلد بازی میں طلاق کا تقاضا کرنا محاورہ بنا رہتا ہے۔ اور وہ بلا سوچے سمجھے طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے طلاق دینے کا معاملہ، مرد کے ہاتھ میں دیا ہے۔ اور مرد کو عورت کے تمام ازدواجی معاملات پر منتظم مقرر کر دیا ہے۔ اور جس پر شرعا ذمہ داری ہے کہ وہ جلد بازی اور غصہ پر قابو رکھے، اور طلاق تک نوبت نہ آنے دے۔ زوجین میں سے ہر ایک کے لئے مناسب یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو طلاق کی طرف پیشرفت سے گریز کریں۔ اور اگر ایسا ناگزیر ہو تو بھی طلاق کے دوران رجوع کی کوششوں کو کامیاب بنانے کی فکر کریں۔[1]

حقوق کے شعور کے باعث بھی خواتین اب حالات کی چکی میں پسنے کی بجائے علیحدگی کو ترجیح دیتی ہیں۔ جب کہ ایک دو دہائی قبل خواتین کا رویہ ہر حال میں شوہر اور سسرال کے ساتھ تعاون کا ہوتا تھا، حالات خواہ کچھ بھی ہوتے خواتین مار پیٹ، شوہر کی عدم توجہی، معاشی مسائل، سسرال والوں کے ناروا سلوک کو ہر صورت میں برداشت کرتی تھیں لیکن عصر حاضر میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین میں بھی عدم برداشت کا رویہ پروان چڑھا ہے۔ اب فرائض سے زیادہ حقوق پر زور دیا جاتا ہے اور جہاں حقوق کی ادائیگی متاثر ہوتی نظر آتی ہے وہاں یا طلاق دے دی جاتی ہے یا لے لی جاتی ہے۔

۲۴۔ شوہر کا عقد ثانی:

طلاق کا ایک بہت بڑا سبب مردوں کا عقد ثانی بھی کرنا ہے۔ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ زندگی کے کئی سال گزارنے اور تین چار بچوں کے باپ بن جانے کے بعد اکثر اوقات انہیں احساس ہوتا ہے کہ وہ جس توجہ اور محبت کے متقاضی ہیں وہ انہیں بیوی کی جانب سے نہیں مل رہی۔ ان کے میاں بیوی کے رشتے میں کوئی کشش باقی نہیں رہی ہے، لہذا شادی شدہ زندگی کے دس پندرہ سال بعد وہ ذہنی و جذباتی آسودگی کی خاطر دوسری شادی کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ایسے میں ان کا رویہ خود غرضانہ ہو جاتا ہے وہ اپنے خاندان اور بیوی بچوں کی فلاح و بہبود کے بارے میں نہیں سوچتے، بلکہ ان کی سوچ کا محور صرف ان کا ذاتی سکون اور محبت کی تلاش ہوتا ہے۔ ایسے میں وہ عقد ثانی کا فیصلہ کرتے ہیں۔ دوسری جانب سے پہلی بیوی کو طلاق

---

[1] ۔ حیات النساء، ص: ۳۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینے اور بچوں سے الگ ہونے کا مطالبہ کیا جاتا ہے جسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ یوں پہلی بیوی کو طلاق دے دی جاتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خاندان کے دباؤ میں خود طلاق نہیں دیتا لیکن بیوی بچوں کی کفالت سے دستبردار ہو جاتا ہے ان کی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتا ایسے میں پہلی بیوی یا اس کے خاندان والے خود طلاق لے لیتے ہیں۔ پہلی بیوی بھی بعض اوقات سوتن برداشت نہیں کرتی۔ اس لیے خلع لے لیتی ہے۔

مرد کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے۔ لیکن جب وہ ان سے ناانصافی کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں بسا اوقات نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض عورتیں اپنی سوکنوں کو بالکل برداشت نہیں کر پاتیں اور وہ اپنے خاوندوں سے سختی سے مطالبہ کرتی ہیں کہ وہ اپنی دوسری بیوی یا بیویوں کو طلاق دیں۔ اور بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جو خاوند کو صراحتاً کہہ دیتی ہیں کہ اگر اس نے دوسری بیوی کو طلاق نہیں دینی تو اسے طلاق دے دے۔ چنانچہ مرد ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے دیتا ہے۔[1]

روزنامہ جنگ کے مطابق: خالدہ نے بتایا کہ میرے ۴ بیٹے اور ایک بیٹی ہے میرے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور ۶ ماہ تک گھر نہ آیا نہ ہی کوئی خرچہ دیا، گھر میں موجود گائے اور بھینس بھی بیچ دیں۔ پھر میں نے خلع لے لی۔ اب میرے بچے چچا اور تایا کے پاس ہیں۔[2]

دوسری شادی کے شوق میں بہت سے مرد پہلی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں کیونکہ اکثر اوقات ان کے معاشی حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ دو خاندانوں کا بوجھ اٹھا سکیں، بعض اوقات خواتین شوہر کی دوسری شادی کے باعث خود طلاق لے لیتی ہیں کیونکہ سوتن کو برداشت نہیں کر سکتیں۔

ڈاکٹر مکیہ مرزا رقمطراز ہیں: کبھی کبھار مرد عورت کو ذاتی انتقام یا نئی شادی رچانے کی خاطر طلاق دے دیتا ہے۔[3]

---

[1]۔ اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، ص: ۳۲

[2]۔ روزنامہ جنگ خواتین، ۲۸، جون ۲۰۰۴ء

[3]۔ مشکلات المرأۃ المسلمۃ المعاصرۃ، ص: ۳۹۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عورت کو اس کے شوہر نے دوسری بیوی کے مطالبہ پر طلاق دے دی، جس سے اس شوہر کے دو بیٹے حیات ہیں۔ اس عورت کو اپنے شوہر سے جنون کی حد تک پیار تھا جس کی کسک وہ آج بھی محسوس کرتی ہے۔ لیکن اس کے شوہر کو دوسری بیوی بھی چھوڑ گئی، اور اب تیسری بیوی سے اولاد پیدا کر رہا ہے۔ اس پہلی عورت کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنے خاندان کی بڑی بیٹی تھی اور اپنے والد کی وفات کے بعد اس گھر کے نابالغ بہن بھائیوں کی کفالت کے تحت نباہ ممکن نہ ہو سکا۔ وہ اپنے شوہر کو سکون فراہم نہ کر سکی، جس پر شوہر نے دوسری شادی کر لی۔ لیکن دوسری عورت کے مطالبے پر پہلی بیوی کو بے گناہ طلاق دے ڈالی۔ لیکن جس دوسری عورت کی خاطر پہلی بیوی کو بے گناہ طلاق دی، اس نے بھی وفا نہ کی اور طلاق لے لی۔[1]

۲۵۔ دین سے دوری:

مولانا ہارون معاویہ لکھتے ہیں: طلاق دینے والوں کی اکثریت ایسی ہوتی ہے کہ جو دین سے کورے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو والدین کے حقوق، بچوں کے حقوق، ساس سسر کے حقوق کا سرے سے پتہ ہی نہیں ہوتا، عام رشتہ داروں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے اس کی ان کو سرے سے خبر ہی نہیں ہوتی، تو جب حقوق کا علم ہی نہیں ہو گا تو ان کے حقوق کی ادائیگی کیسے ہو گی پھر جب حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی تو لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے، بات بڑھتے بڑھتے آکر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔[2]

طلاق کے اسباب میں سے ایک اہم سبب دین اسلام سے دوری ہے، اس کے بعد دیگر وجوہات آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کو دنیا کے علم کے ساتھ دین کا علم کم سیکھاتے ہیں، سمجھاتے نہیں ہیں۔ تربیت نہیں کرتے کاش ذرا توجہ اس طرف بھی ہوتی کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو دین آشنا بنایا جاتا، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بیٹی کو قرآن کے سائے میں رخصت کرنے کے بجائے قرآن کی تعلیمات دے کر رخصت کرو گے تو اس کی زندگی زیادہ اچھی گزرے گی۔ کاش لڑکے اور لڑکی کو ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا جاتا مثلاً زندگی گزارنے کا طریقہ کیا ہے؟ میاں بیوی کے حقوق و فرائض کیا

---

[1] ۔ بحوالہ، حیات النساء، ص: ۶۹۲

[2] ۔ ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کا حل، ص: ۲۸۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟شادی کا مطلب کیا ہے؟،شادی کا مقصد کیا ہے؟اس رشتے کو نبھانا کتنا ضروری ہے؟وغیرہ۔یہ بھی ہے کہ جس سے پوچھو اسے دین اسلام کے اس بارے میں کیا احکام ہیں اس کا علم ہوتا ہے۔سوچیں۔ اس کے باوجود گھر جہنم کیوں ہیں؟اس لیے کہ عمل نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کو اہمیت نہیں دی جاتی، اس لیے کہ شیطان کے اشاروں پر چلا جاتا ہے، اس لیے کہ اپنی ضد کو اللہ کے احکام سے افضل سمجھا جاتا ہے۔نکاح تو مولوی صاحب پڑھا دیتے ہیں۔اب زوجین کو علم ہی نہیں کہ ان کے کاندھوں پر کتنی بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے، اور یہ کہ اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنے سے سزا کیا ہوگی۔اس دنیا میں اور آخرت میں۔ان کو معلوم ہی نہیں کہ ازدواجی زندگی کو کیسے خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔[1]

ایک دینی پروگرام میں مختلف علماء کرام نے طلاق کی شرح میں کمی کے حوالے سے تجاویز دیتے ہوئے کہا:

دین سے دوری، عدم برداشت سے طلاق کی شرح بڑھ گئی۔اگر والدین شادی سے قبل اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی بہرور کریں اور ان کی تربیت شرعی اصولوں کے مطابق کریں تو شادی کے بعد کئی گھر ٹوٹنے سے بچ جائیں گے۔[2]

اسلام سے دوری کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے اسلام کو محض چند عبادات تک ہی محدود کر لیا اور باقی معاملات میں اسلامی احکامات کو یکسر فراموش کر دیا۔باقی معاملات کی طرح شادی جیسے اہم معاملے میں بھی اسلام کی تفصیلی تعلیمات موجود ہیں۔جن پر عمل کا نتیجہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔اور ان سے اعراض کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ شاید ہی کوئی گھرانہ محفوظ ہو، ورنہ شادی کے کچھ عرصہ میں فریقین کی طرف سے اعتراضات اور نزاع واختلافات کا لامحدود سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔جو بالآخر بعض اوقات علیحدگی پر ختم ہوتا ہے۔ان ناکامیوں کی بنیادی وجہ تو اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔[3]

---

[1] -Mohammad Yaseen sadeeq, Muqabil hy aina, http://universalurdupost.com/?p=25166. Retrieved on : 24.12.2015

[2] ۔ٹی وی پروگرام عالم آن لائن،۱۹مارچ ۲۰۱۴ء

[3] ۔شادیاں ناکام کیوں ہوتی ہیں؟ماہنامہ بنات عائشہ کراچی،نومبر و دسمبر ۲۰۰۷ء،ص: ۱۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد معاذ لکھتے ہیں: خواتین کے اسلامی حقوق کی صحیح معلومات اور ان کی صحیح ادائیگی کے اعتبار سے مردوں کا معیار پر پورا نہ اترنا اور مردوں کا حق طلاق کو محض اپنا حق سمجھتے ہوئے عقل و دانش کے بغیر اسلامی حدود کو پامال کرتے ہوئے اس حق کا استعمال بھی عائلی مسائل میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔[1]

زندگی کے اس اہم شعبہ میں جس قدر خرابیاں، نقائص اور بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے ازدواجی تعلقات و معاملات میں حضرت محمد ﷺ کے پیغام رحمت اور ان کے بتلائے ہوئے نقشوں سے مستغنی اور بے نیاز ہو کر اپنی ماری تاری چلانے لگتا ہے جس کے نتائج دونوں یا ایک کی زندگی کے لئے تباہ کن اور دو گھروں کی بربادی کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔[2]

آدمی کا دینی تعلیمات سے غافل ہونا، جس کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے غصے یا مذاق میں اس اختیار کو غلط طریقے سے استعمال کر بیٹھتا ہے اور اس کے انجام کی فکر نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ جہالت کی وجہ سے بہت سے ایسے امور پیش آجاتے ہیں، جن کی وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔[3]

آج طلاق معیوب نہیں رہی، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے معاشرتی عقائد کو مذہب سے الگ کر لیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی سے راہنمائی حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے گھر کے اندر عورتوں سے حسن سلوک اور باہر کی زندگی میں حسن اخلاق سے پیش آتے ہوئے، نبوت کی اہم ترین ذمہ داریوں کا نبھایا ہے۔ اور جس کی پیروی کرنے میں ہی مسلمانوں کے لئے عافیت ہے۔[4]

---

[1] ۔ مفتی محمد معاذ، دار الافتاء، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور، ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء، بحوالہ، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۲۲۹

[2] ۔ محمد ادریس، مولانا، مسلمان خاوند اور مسلمان بیوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، ص: ۶

[3] ۔ مشکلات المرأۃ المسلمۃ المعاصرۃ، ص: ۳۹۵

[4] ۔ حیات النساء، ص: ۳۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۶۔ تشدد کا رجحان:

مولانا ذوالفقار احمد لکھتے ہیں: دراصل میاں بیوی ایک گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اگر یہ دو نوں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ٹھاک ہموار چلتے رہیں تو زندگی کا سفر پر سکون اور خوشگوار گزرتا ہے۔ اگر یہ ٹیڑھے ہو جائیں، یا اپنی جگہ چھوڑ دیں تو ایکسیڈنٹ سے گھر کی گاڑی تباہ ہو جایا کرتی ہے اور اگر یہ پہیے چلتے تو رہیں لیکن ایسے بے ڈھب ہوں کہ ساری زندگی کھٹ کھٹ چوں چوں کا شور کرتے رہیں تو گاڑی مسلسل ہچکولے اور دھکے کھاتی رہتی ہے۔ اور زندگی کا سفر انتہائی تلخ اور بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

آج معاشرے میں اکثر گھروں میں کہیں کلی طور پر اور کہیں جزوی طور پر یہی صورتحال دیکھنے کو ملتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ باہم میاں بیوی ہوتے ہیں لیکن اعتماد و التفات کا نام نہیں ہوتا، ایک ہی گھر میں رہتے ہیں لیکن ایک کا منہ مشرق کی طرف اور دوسرے کا مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات میں آئے دن کی تو تکار کے ساتھ ساتھ مار پیٹ تک نوبت بھی آجاتی ہے۔[1]

عام طور پر زیادہ تر طلاقیں معمولی معمولی باتوں پر واقع ہوتی ہیں۔ میاں نے کوئی بات کہہ دی مگر بیوی نے سنی ان سنی کر دی میاں نے حکم دیا مگر بیوی نے لاپروائی کی۔ یا حکم بجالانے میں تاخیر ہو گئی یا گھر میں کوئی چیز اس کے ہاتھوں خراب ہو گئی۔۔۔ تو بس کیا تھا بیوی کی شامت آگئی، پہلے تو گالیاں سننے کو ملتی اگر یہ بھی آگے سے ترکی بہ ترکی جواب دے تو میاں بھی لاٹھی اٹھا لیتا ہے جب مار کٹائی سے بھی دل نہیں بھرتا تو غصے میں بلا سوچے سمجھے فورا طلاق۔۔۔ کہہ دی جاتی ہے۔ اگر مرد پہل نہ کرے تو عورت اسے للکارتی ہے کہ ہاں: مجھے طلاق دے دو۔۔۔ میں تمہارا منہ نہیں دیکھنا چاہتی میں اس گھر میں نہیں رہنا چاہتی وغیرہ وغیرہ۔[2]

عصر حاضر میں عورتوں کی جانب سے تنسیخ نکاح و خلع کا اہم سبب تشدد کا رجحان ہے۔ مطلقہ خواتین سے کئے گئے سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ خواتین کی ایک بڑی تعداد نے اس وجہ سے خلع لی یا شوہروں نے انہیں طلاق دی کہ وہ مار پیٹ کے عادی تھے۔ خواتین نے کہا کہ وہ سب کچھ برداشت کر سکتیں ہیں

---

[1]۔ مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، ص: ۱۶

[2]۔ مبشر احمد، حافظ، ھدیۃ العروس، لاہور، مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۷ء، ص: ۳۸۹۔ ۳۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن مار پیٹ اور گالی گلوچ وغیرہ ان کی برداشت سے باہر ہے۔ شوہر عزت و حترام تو دے اس میں کونسے پیسے لگتے ہیں، مگر اپنی مردانیت اور برتری ثابت کرنے کا یہ طریقہ کیا ہے کہ بیوی کا مارا جائے۔[1]

بہت سے شوہر اپنی بیویوں کو طلاق کی دھمکی دے کر انہیں ذہنی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے مرد اس جاہلانہ سوچ کے حامل ہیں کہ وہ جب چاہیں اپنے اس حق طلاق کو استعمال کر کے عورت کو طلاق دے سکتے ہیں۔ اپنی اس سوچ کا متعدد بار وہ اعلانیہ اظہار کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ اس بات کو وہ اپنی مردانگی تصور کرتے ہیں

ہمارے ہمسائے میں ایک صاحب اپنی بیوی کو متعدد بار یہ کہتے تھے کہ تمہاری طلاق میری جیب میں ہے ۔میں جب چاہوں تمہیں طلاق دے دو۔

منیر احمد خلیلی لکھتے ہیں: مرد پڑھے لکھے ہوں یا اِن پڑھ اور جاہل یہ زعم باطل برابر رکھتے ہیں کہ عورت کی ساری زندگی ان کے رحم و کرم پر ہے۔ دو پر حکمت اختیارات (طلاق اور دوسری شادی) کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اپنی غلط اور بعض اوقات سراسر ظالمانہ خواہشات اور مطالبات کو منوانے کے لئے عورت کو طلاق کی دھمکی دی جاتی ہے۔۔۔ عورت اپنی زندگی کی تباہی کے خوف سے یا سر پر سوکن آبیٹھنے کے پر وحشت تصور کے تحت ان دھمکیوں کے نتیجے میں مرد اور بعض اوقات اس کے پورے خاندان کے جائز وناجائز تقاضوں کی تکمیل پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ شوہر کے گھر کی چوکھٹ سے جدا ہونے کے مقابلے میں اپنے جائز حقوق سے محرومی، اپنی صائب اور معقول رائے سے دستبرداری اور بے پناہ اذیتوں اور تکلیفوں کو جزو زندگی بنا لیتی ہے۔[2]

بعض خاوند یہ گمان کرتے ہیں کہ ازدواجی اختلافات اور گھریلو جھگڑوں کا بہترین حل یہ ہے کہ طلاق کی دھمکی دی جائے، لہذا وہ جب بھی گفتگو کرتے ہیں، کوئی حکم دیتے ہیں یا کسی کام سے منع کرتے ہیں، گھر میں داخل ہوتے ہیں یا خارج ہر وقت طلاق طلاق کی رٹ لگائے رکھتے ہیں، اور ان کو یہ بالکل خبر نہیں

---

[1] - سرِ دے، ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء، ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء

[2] - عورت اور دور جدید، ص: ۲۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی کہ اپنے اس رویے کہ وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بناتے ہیں، گناہ گار ہوتے ہیں، اپنے گھر کو منہدم کرتے ہیں اور اپنے اہل کا نقصان کرتے ہیں۔[1]

تشدد کا رجحان بھی معاصر دنیا کی ایک ایسی ہی آفت ہے جس میں اس کا ہر چھوٹا بڑا گرفتار ہے۔ ہر شخص پھٹ پڑنے کو بے تاب نظر آتا ہے۔ آج کی نوخیز اور نوجوان نسل کی ہی یہ خصوصیت نہیں عمر رسیدہ اور پختہ کار بھی اسی کم زوری کا شکار ہیں۔ کسی مہذب اور باادب سماج کی یہ علامت نہیں۔ مہذب سماج تو وہ ہے کہ جس میں بات کو سنجیدگی کے ساتھ سنا جائے اور اس کا معقول اور باوقار جواب ملے۔ سخت گیری کے بجائے نرم مزاجی اور تشدد کے بجائے پر سکون طرز زندگی، اسلام کی نجات دہندہ تحریک کی بڑی محبوب قدر ہے۔ اسی قدر سے وہ پوری دنیا کو مالامال دیکھنا چاہتی ہے۔ صبر وبرداشت کی تلقین سے کتاب اللہ کے صفات بھرے پڑے ہیں اور صدر اول کی مثالی تاریخ اس کی مثالوں سے مالامال ہے۔[2]

۲۷۔مادیت پسندی یالالچ:

طلاق کے اسباب میں سے ایک اہم سبب لالچ بھی ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ حد سے بڑھتی ہوئی مادیت پسندی کے باعث لڑکے اور اس کے گھر والوں نے بار بار جائیداد میں لڑکی کے حصے کے تقاضے کرنے شروع کر دیئے کبھی یہ کہا کہ ہمیں فلاں چیز لے کر دے دیں، یا ہمیں اتنے پیسے دے دیں۔ جائیداد کے تقاضے اور حد سے بڑھتا ہوا لالچ بھی طلاق کا ایک بڑا سبب ہے۔ اس میں شوہر اور اس کے گھر والے دونوں شریک ہیں، بعض اوقات لالچ پورا نہ ہونے پر لڑکی کو ایذا بھی دی جاتیں ہیں اور اگر تقاضا پورا نہ ہو تو طلاق دے کر یا جان سے مار کر لڑکی سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے تا کہ ہیں اور شادی کر کے اپنی خواہشات کی تکمیل کی جاسکے۔

عصر حاضر میں رشتوں کا معیار دولت وجائیداد بن کر رہ گئی ہے۔ حسن سیرت، اخلاق، حسب ونسب قصہ پارینہ بنتے جارہے ہیں۔

---

[1]۔کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار ورموز کی نقاب کشائی، ص: ۳۹۵۔۳۹۶

[2]۔عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل ص: ۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۸۔ مسلم عائلی قوانین میں ترامیم:

۲۰۰۱ء میں مسلم عائلی قوانین میں ترامیم کی گئیں جس کا مقصد عائلی قوانین کے تحت دائر شدہ مقدمات کو جلد از جلد نمٹانا، خواتین کو عائلی مقدمات میں درپیش مشکلات کا حل جلد از جلد ممکن بنانا اور خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا، جب کہ اس سے پہلے فسخ نکاح، طلاق، اور خلع کے مقدمات طویل عرصہ تک زیر سماعت رہتے تھے جس وجہ سے خواتین کو مشکلات اٹھانا پڑتی تھیں خواتین کے مسائل کے حل کے لئے عائلی قوانین میں یہ ترامیم کی گئیں۔

جس کے تحت طلاق کے لئے عورت پر شہادتیں پیش کرنے کی پابندی ختم کر دی گئی اور عورت کا صرف یہ کہہ دینا کافی قرار دے دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، صرف اسی بیان پر عدالت عورت کے حق میں طلاق کی ڈگری جاری کرنے کی پابند ہے۔ طلاق کے حصول میں آسانی سے طلاق کی شرح میں ریکارڈ اضافہ ہو گیا، فیملی عدالتوں میں روزانہ طلاق کے مقدمات دائر کیا جانا معمول بن چکا ہے۔[1]

قانونی ماہر ظفر اقبال کہتے ہیں: مسلم فیملی کورٹ ایکٹ ۲۰۰۱ء میں ترامیم کے بعد طلاق کی شرح میں اضافہ ہونے لگا ہے۔[2]

فیملی کورٹس ایکٹ اکتوبر 2005ء دفعہ (4) سیکشن 10 کے تحت طلاق کا عمل آسان تر کر دیا گیا ہے، اس کے بر خلاف انسانی اور خاندانی معاملات سے تعلق رکھنے والے قوانین اتنے پیچیدہ ہیں کہ اُن میں فوری انصاف کا حصول مشکل ترین نہیں تو مشکل تر ضرور ہے، جبکہ طلاق کے معاملات کو روشن خیالی کے دور میں انتہائی آسان بنا دیا گیا ہے اور عائلی قوانین میں اِن تبدیلیوں کو عورتوں کی آزادی اور فوری انصاف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ آزادی اور فوری انصاف کی مہم کا نتیجہ یہ ہے کہ روزانہ سینکڑوں خواتین ازدواجی زندگی کے بندھن سے آزاد ہو رہی ہیں اور طلاق جیسا ناپسندیدہ عمل اب ہمارے ہاں آسان ترین کام

---

[1] .Pakistan today , 26 June 2011
[2]. ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنتا جارہا ہے، خواتین اسے حق سمجھ کر استعمال کر رہی ہیں، یہ بھی سابقہ آمرانہ دور میں کی جانے والی ترامیم کا نتیجہ ہے کہ عدالتیں خلع اور طلاق کی ڈگریاں ریوڑیوں کی طرح بانٹ رہی ہیں۔[1]

عدنان شریف ایڈوکیٹ لکھتے ہیں: ہمارے سماجی اور عدالتی نظام میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ بعض مرتبہ بیویاں طلاق حاصل کرنے کے لیے شوہر کا غلط پتہ تحریر کرتی ہیں جس کی وجہ سے شوہر کو مقدمے کا علم بھی نہیں ہوتا یا پھر عملے سے مل کر شوہر پر عدالتی نوٹس کی تعمیل نہیں ہونے دیتیں۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ شوہر بیرون ملک ملازمت کر رہا ہے اور بیوی نے یہاں عدالت میں خلع حاصل کر کے دوسری شادی بھی کرلی۔ اس کے بھیجے ہوئے منی آرڈر اور تحائف بھی وصول کر رہی ہوتی ہے، جب شوہر واپس آتا ہے تو اس کے علم میں آتا ہے کہ اس کی بیوی تو خلع لے کر دوسری شادی بھی کر چکی ہے۔[2]

صدر پرویز مشرف کے دور میں خواتین کے حق میں چلائی گئی مہم کے دوران اس قانون میں ترمیم کر دی گئی تھی۔ اس ترمیم کے مطابق کوئی عورت عدالت آکر اگر صرف یہ کہہ دے کہ وہ طلاق چاہتی ہے تو اسے کسی قسم کی کوئی شہادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا صرف ہی انکار کافی قرار دے دیا گیا ہے۔ عدالت صرف شوہر کی آمد پر دونوں کو ایک مصالحت کا موقع فراہم کرتی ہے، اگر دوسری تاریخ تک مصالحت نہ ہو سکے تو عورت کے حق میں طلاق کی ڈگری جاری کر دی جاتی ہے۔ پہلے فیملی کیس طویل ہوتے یا خاندان کے بزرگ درمیان میں آجاتے تھے، فریقین کا کئی ماہ تک الگ رہنے کے باعث غصہ بھی ٹھنڈا پڑ جاتا تھا اور ان میں راضی نامہ ہو جاتا تھا اور گھر دوبارہ بس جاتے تھے مگر عورت ابھی غصہ میں ہوتی ہے تو اس کی ایک "نہیں" اسے ہمیشہ کے لئے "طلاق یافتہ" بنا دیتی ہے۔[3]

اکثر اوقات عورت واقعی ہی مجبور ہوتی ہے اور یہ قانونی ترمیم اس کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے جس کے باعث وہ شوہر کے ظلم و ستم سے آزادی حاصل کر لیتی ہے۔ اگرچہ خواتین کو جلد باز اور جذباتی کہا جاتا ہے اور طلاق کے معاملے میں بھی اکثر اوقات یہ بات سمجھ لی جاتی ہے کہ عورت نے

---

[1] . https://www.facebook.com/NafseislamCom/posts/156942797799391, Retrieved on :31-12-2015

[2] . Express News. August 19,2013

[3] .http://www.weekly press Pakistan .com /Retrieved on : 31.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق لینے میں جلد بازی کی ہے، اگر وہ تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتی تو شاید خلع یا طلاق تک نوبت نہ آتی۔ یہ بات کچھ حد تو درست ہے لیکن اسے ایک عمومی کلیہ تصور کر لینا اور وہ بھی ایسا کہ جو سو فی صد درست ہو، خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اوقات حالات ایسے موڑ پر آجاتے ہیں جہاں اس کے لئے شوہر سے نباہ کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اور معاشرتی صورت حال یعنی لڑکی کے والدین، بہن بھائی اور معاشرتی رویے بھی اس کے اس فیصلے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ایسے میں عورت کے پاس دو راستے رہ جاتے ہیں کہ یا تو وہ خلع یا طلاق لے کر شوہر سے الگ ہو جائے یا پھر خودکشی کر لے۔

یاسر پیرزادہ لکھتے ہیں: طلاق کا فیصلہ ہمارے جیسے معاشروں میں آسان نہیں ہوتا، اور اگر کوئی عورت ہمت کر کے کہ فیصلہ کر لے تو اس صورت میں اس کے پاس میکے جانے کا آپشن نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ ماں باپ لڑکی کو بیاہنے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ اب ان کی ذمہ داری ختم، شادی میں چونکہ جہیز دے دیا، اس لئے جائیداد میں حصہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں، حیرت ہے کہ یہ کلیہ بیٹوں پر لاگو نہیں ہوتا بیٹا اگر کاروبار میں چالیس پچاس لاکھ لگا دے تو بھی جائیداد کے اپنے حصے کا حقدار ٹھہرے گا۔ جبکہ بیٹی سے لکھوالیا جاتا ہے کہ وہ بھائیوں کے حق میں دستبردار ہو گئی ہے اور یوں بھی طلاق کے بعد اس گھر میں واپس جانا قریبانا ممکن ہو جاتا ہے۔ جہاں بھائیوں کی بیویاں ڈیرے جما لیتی ہیں۔[1]

۲۹۔ خاندان کے بزرگوں کی فیصلہ کن حیثیت کا خاتمہ:

گزشتہ دو تین دہائی قبل خاندان کے بزرگوں کو خاندانی معاملات میں فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی، وہ اپنے بچوں کے شادی بیاہ اور مستقبل کے جو فیصلے کرتے تھے وہ اپنے تجربات کی روشنی میں کرتے تھے اگر افراد خاندان کو یہ فیصلہ پسند نہ بھی ہوتا تب بھی سر تسلیم خم کیا جاتا اور ہر ممکن کوشش کی جاتی کہ رشتوں کو خیر خوبی سے نبھایا جائے۔ اگر کبھی ازدواجی رشتوں میں کوئی تلخی پیدا ہو بھی جاتی تھی تو اسے تدبر، حکمت، صبر و ایثار اور احسان سے ختم کیا جاتا۔ اس وجہ سے خاندانی نظام بہت زیادہ مستحکم تھا۔ لیکن عصر حاضر میں خاندانی نظام کمزور پڑنے سے ہر شخص خود اپنی پسند و ناپسند کا مالک بن گیا ہے اور بزرگوں

---

[1] ۔ یاسر پیرزادہ، طلاق کے بعد کیا ہوتا ہے؟ روزنامہ جنگ، ۸ فروری ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فیصلوں کو وہ اہمیت و مقام حاصل نہیں ہے جو ماضی میں تھا۔ اس وجہ سے بھی نئے شادی شدہ جوڑوں میں طلاق کی کثرت ہو رہی ہے۔

انفرادیت پسندی عمومی طور پر معاصر دنیا کا معروف مزاج بنتی جا رہی ہے۔ زندگی خود پسند ہو گئی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام کے زوال اور شہریت پسندی۔ کے بڑھتے ہوئے رجحان کی بناء پر واحد انی خاندان ہمارا معروف کلچر بنتا جا رہا ہے۔[1]

مسز لبنیٰ احتشام ایڈووکیٹ کہتی ہیں: معاشرے میں طلاقوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کی بڑی وجہ بزرگوں کا احترام نہ ہونا اور بزرگوں کا خاندان پر سے کنٹرول ختم ہونا ہے۔[2]

۳۰۔ پسند کی شادی:

لو میرج کرنے والے جوڑوں کے خاندان بھی اختلافات کی صورت میں ان جوڑوں کے مابین صلح کروانے کی کوشش نہیں کرتے، اہل خانہ کی کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی کو اپنی مرضی کرنے کی سزا ملے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو۔ اگر انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے تو خاندان والے عموماً سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے حالات کے دباؤ کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے کو مشکلات کا باعث سمجھتے ہیں۔ ایک دوسرے پر طعنہ زنی بھی کی جاتی ہے محبت کی شادیوں میں فریقین کو ایک دوسرے سے توقعات بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مخالف فریق اس کے ساتھ وہی رویہ رکھے جس کا وہ شادی سے پہلے مظاہرہ کرتا تھا اور ان دعوؤں میں پورا اترے جس کی وہ شادی سے پہلے قسم کھاتا تھا۔ لو میرج کے بعد مرد روزگار کی تلاش میں اور خواتین گھریلو کاموں میں مصروف ہو کر پہلے والا رویہ برقرار رکھنے میں ناکام ہو جاتی ہیں۔ ناقدری کا احساس بھی جھگڑے کی بنیاد بن جاتا ہے۔ جب کہ ارینج میرج کی صورت میں فریقین کسی بھی قسم کی توقعات نہ ہونے کہ وجہ سے آپس میں سمجھوتہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں لو میرج کی صورت میں میاں بیوی ایک دوسرے سے

---

[1]۔ اصلاحی، سلطان احمد، مولانا، عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل، ، لاہور، مکتبہ قاسم العلوم، س۔ن، ص:۲۵

[2]۔ روزنامہ سجاگ چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرینک ہوتے ہیں اور وہ برابری کی بنیاد پر زندگی گزارنا چاہتے ہیں برابر کا عدم توازن بھی اختلافات کا سبب بن جاتا ہے۔ ارینج میرج کی صورت میں اگر خاندانوں کے تعلقات آپس میں اچھے ہوں تو اس کا اثر جوڑوں کی ازدواجی زندگی پر بھی خوشگوار ہی ثابت ہوتا ہے جب کہ لو میرج کرنے والے جوڑے مشترکہ خاندانی نظام میں ایڈجسٹ نہیں ہو پاتے شادی سے پہلے کی انڈر سٹینڈنگ عملی زندگی میں ناکام ہو جاتی ہے کیونکہ شادی کے بعد کے مسائل دوسرے ہوتے ہیں مگر ارینج میرج کی شکل میں بھی گھر والوں کو لڑکے اور لڑکی کی پسند کا خیال رکھنا چاہیے۔ ذہنی ہم آہنگی ہونی چاہیے لڑکی اور لڑکے کی تعلیم اور حیثیت میں زیادہ فرق نہیں ہونا چاہیے اور گھر والوں کو اپنی اولاد کے ذہنوں کو سمجھتے ہوئے رشتہ طے کرنا چاہیے۔[1]

گھر سے بھاگ کر شادیاں کرنے والی لڑکیاں ۹۹ فی صد ناکام رہتی ہیں، لو میرج کا نشہ چند ماہ بلکہ ہفتوں میں اتر جاتا ہے۔[2]

گوجرانوالہ کی عدالت سے حاصل ہونے والے اعداد و شمار میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ لو میرج کی صورت شرح طلاق میں بہت زیادہ اضافہ رہا ہے۔ ۲۰۱۵ء میں عدالت میں ۵۰۰۰ طلاق کے مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں ۴۵۰۰ جوڑوں میں علیحدگی کروادی گئی۔ ان جوڑوں میں سے ۳۰۰۰ جوڑے محبت کی شادی کرنے والے تھے۔[3]

دوران تحقیق طلاق کے اسباب جاننے کے لئے مطلقہ خواتین سے کئے گئے سروے کی روشنی میں ارینج میرج اور لو میرج میں شرح طلاق کے اعداد و شمار کچھ یوں سامنے آئے ہیں:

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	شادی کا طریقہ
25.00	48	کورٹ میرج
75.00	144	ارینج میرج

---

[1] ۔ چغتائی، طارق محمود، خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص: ۹۷۔۹۸

[2] -weeklypresspakistan .com, retrieved on :31-12-2015

[3] ۔ دنیا نیوز (ٹی۔وی پروگرام) ۲۶ جنوری ۲۰۱۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کم تعلیم یافتہ اور پسماندہ افراد میں لو میرج عموماً ناکامی سے ہی دوچار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مسائل سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، نیز عموماً انہوں نے شادی بھی اپنے حالات سے فرار حاصل کرنے کے لئے کی ہوتی ہے لیکن جب حالات کا دباؤ ویسے ہی رہتا ہے بلکہ کئی گنا مسائل بڑھ جاتے ہیں تو ان سے چھٹکارا پانے کا واحد حل انہیں علیحدگی کی صورت میں نظر آتا ہے۔

محبت کی شادی کی ایک وجہ زوجین کے مابین پیدا ہونے والے شکوک وشبہات بھی ہوتے ہیں۔ جو کشیدگی کو اس نہج پر لے آتے ہیں کہ دونوں کے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق اس وقت تک سو میں سے بیس شادیاں محبت اور اسی اریجنڈ ہوتی ہیں، مگر محبت کی شادیوں میں دونوں خاندانوں کی صورت میں "کشن" موجود نہیں ہوتا جو کسی بھی دباؤ کو ریلیز کر سکے لہذا معمولی نوعیت کی غلط فہمیاں بھی سنگین نتائج پیدا کر دیتی ہیں۔[1]

۱۳۔ سماجی تبدیلی:

گزشتہ دو دہائی قبل معاشرے میں طلاق کا لفظ گالی کے مترادف سمجھا جاتا تھا، اور ممنوع تصور ہوتا تھا۔ لیکن عصر حاضر میں جہاں عالمی سطح پر واقع ہونے ثقافتی اور تہذیبی وتمدنی تبدیلیوں نے تمام شعبہ ہائے حیات کو متاثر کیا ہے وہیں گلوبلائزیشن کے باعث ہمارے سماجی رویوں پر بھی ہمہ جہت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ دیگر ممالک میں خاندان میں ہونے والی شکست وریخت کے اثرات سے پاکستان کا خاندانی نظام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں طلاق کا لفظ اس قدر شناعت کا باعث نہیں سمجھا جاتا جس قدر دو، تین دہائی قبل تھا۔ خاندانی بندھن سے آزاد ہونے کو اب اس قدر عیب تصور نہیں کیا جاتا جس قدر ماضی میں باعث عار تھا۔

ماہرین کے خیال میں شرح طلاق میں اضافہ کا ایک بنیادی سبب سماجی تغیر وتبدل ہے۔ عصر حاضر کی زیادہ تر خواتین اپنے حقوق سے باخبر ہیں۔ اب وہ اس قابل ہیں کہ کسی دوسرے پر انحصار کئے بغیر اپنی زندگی گزار سکتی ہیں۔[1]

---

[1]۔ روزنامہ پاکستان ۱۷ جولائی ۲۰۱۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین کی سماجی حیثیت میں اضافے کے باعث بھی طلاق کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خواتین کی اپنے حقوق واقفیت بھی طلاق میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ بعض اوقات حقوق پورے کرنے کے مطالبات بھی شوہر اور سسرال دونوں کو برگشتہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر فرد کی تربیت ایسی ہوئی ہو کہ وہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کو مقدم رکھتا ہو۔ ایسے میں جب حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو بعض اوقات اس مطالبہ کو درست نہیں سمجھا جاتا اور طلاق دے دی جاتی ہے۔

مولانا ہارون معاویہ رقمطراز ہیں: ہمارے معاشرے مین عورتوں کی حالت ویسی نہیں رہی جیسی پچاس ساٹھ سال پہلے تک تھی۔ ان کی حالت یقینی طور پر بہتر ہوئی۔ ان کو چار دیواری سے باہر قدم نکالنے کے مواقع ملے ہیں۔ ان کو تعلیمی اداروں تک رسائی ملی ہے۔ اس طرح ان میں خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے۔ ان تبدیلوں کے باعث عورتوں کے ازدواجی حالات پہلے کے مقابلے میں بہتر ہوئے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی طلاق کی شرح بھی بڑھ گئی ہے۔ طلاق پہلے پورے خاندان کے لئے شرمناک سمجھی جاتی تھی، اب خاص طور پر شہری حلقوں میں وہ پہلے جیسی شرم دلانے والی نہیں رہی۔[2]

۳۲۔ طلاق ثلاثہ کا رجحان:

طلاق کی شرح مین اضافہ کا ایک اہم سبب طلاق ثلاثہ کا رجحان بھی ہے۔ عوام الناس کی اکثریت اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ طلاق کے الفاظ تین بار ادا کئے جائیں گے تو طلاق واقع ہو گی، یا طلاق تین بار کہنے ہی سے ہوتی ہے۔ اس سے کم طلاق نہیں ہوتی۔ ٹی وی جو ڈرامے دکھائے جاتے ہیں ان میں بھی یہی دکھایا جاتا ہے کہ شوہر تین بار طلاق کے الفاظ دہراتا ہے اور یوں میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے۔

لیکن جب شوہر کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوتی ہے تو وہ مختلف علماء کرام سے اس بارے میں استفسار کرتا ہے جس میں اسے بتایا جاتا ہے کہ اب زوجین میں مکمل علیحدگی ہو چکی ہے۔ اور دونوں میاں بیوی کی حیثیت میں نہیں رہ سکتے، ایسے حالات میں بعض اوقات شوہر کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ طلاق تو

---

[1]۔ عبد المالک آغا، سید، پاکستان میں، طلاق، اسباب و محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ، ص:۹۷، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، جلد:۱۲، شمارہ: ۱، جون ۲۰۱۵ء، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

[2]۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص:۲۸۲۔۲۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہی تین بار کہنے سے ہے، مجھے طلاق ثلاثہ یا تین طلاقوں کا شرعی طریقہ معلوم نہیں ہے۔ یوں لاعلمی میں وہ خود ہی اپنا گھر تباہ کر بیٹھتا ہے۔

بعض اوقات شوہر اپنی بیوی کو طلاق تحریری صورت میں بھجواتے ہیں، اکثریت لاعلمی کے باعث وثیقہ نویس حضرات کو کہتی ہے کہ طلاق نامہ تحریر کر دو تو وہ طلاق ثلاثہ کے الفاظ لکھ کر طلاق نامہ تیار کر دیتا ہے، ایسی صورت میں بھی بغیر سوچے سمجھے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ یہ سماجی صورت حال اور طلاق کے شرعی طریقے سے عدم واقفیت طلاق کی شرح میں اضافہ کا ایک اہم سبب ہے۔

طلاق اسلام میں کراہت کے ساتھ ایک رخصت ہے۔ ورنہ زوجیت میں اسلام تقاضا کرتا ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور علیحدگی کے لئے ہرگز نہ سوچیں۔ اور اگر کبھی کسی منفی جذبہ کے تحت ایسا کر بھی بیٹھیں تو بھی اپنی زوجیت میں لوٹ آئیں۔ اور طلاق ثلث یا طلاق بائن کے ذریعے اپنے راستے محدود نہ کریں۔ بلکہ غصہ کے عارضی جذبات پر قابو پا کر اپنی سابقہ زوجیت میں عافیت تلاش کریں۔ یہاں تک کہ عدت گزرنے کے باوجود بھی تجدید نکاح کی اسلامی سہولت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کی زندگی میں آسودگی کا باعث بنیں، اور خاندان اور بچوں کے مستقبل کے لئے مل جل کر زندگی بسر کرنے میں عافیت محسوس کریں۔[1]

حافظ یوسف صلاح الدین لکھتے ہیں: ہمارے ملک میں جہالت عام ہے حتیٰ کہ وکلاء اور عرضی نویس حضرات بھی بالکل بے علم ہیں اور جس طرح جاہل لوگ بے سوچے سمجھے ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔ اگر کوئی وکیل یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتا ہے تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ کر اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔[2]

---

[1]۔ حیات النساء، ص:۶۳۳

[2]۔ یوسف صلاح الدین، مولانا، عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، لاہور، دار السلام، س۔ن، ص: ۱۸۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر شاہدہ پروین لکھتی ہیں: عوام الناس میں تصور پایا جاتا ہے کہ طلاق کی تکمیل تین طلاقوں کی صورت میں ہی ہو سکتی ہے۔ ایک طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد مکمل جدائی کے مفہوم سے وہ آشنا نہیں۔ اس لئے طلاق کو تین طلاقیں ہی سمجھتے ہیں۔[1]

مسنون طلاق، جسے اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، اس کا مقصد ازدواجی تعلق کو ختم کرنا نہیں بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے ذریعے یہ تعلق موقوف کر دیا جاتا ہے اور یہ غور و فکر، توقف، اور حل تلاش کرنے کا مرحلہ ہوتا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ... ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا [3]

اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور خدا سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرو۔ (نہ تو تم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیئے) اور یہ خدا کی حدیں ہیں۔ جو خدا کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم شاید خدا اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے () پھر جب وہ اپنی میعاد (یعنی انقضائے عدت) کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو اچھی طرح (زوجیت میں) رہنے دو یا اچھی طرح سے علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور (گواہ ہو!) خدا کے لئے درست گواہی دینا۔ ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو کوئی خدا سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) مخلصی (کی صورت) پیدا کرے گا۔

جب اختلاف، نافرمانی یا جھگڑے کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو طلاق یا اس کی دھمکی دینا علاج نہیں بلکہ علاج میں صبر و تحمل اختیار کرنا اور عقل و ادراک اور طبیعتوں میں اختلاف کی معرفت ہونا اور بہت سارے معاملات سے صرف نظر کرنا ضروری ہوتا ہے۔[4]

---

[1]۔ عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۳۴۳

[2]۔ کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی، ص: ۳۹۵۔۳۹۶

[3]۔ الطلاق: ۱۔۲

[4]۔ کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی، ص: ۳۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۳۔ طلاق رجعی کے بعد شوہر سے علیحدگی:

اسلام میں طلاق دینے کا جو طریقہ سکھایا گیا ہے اس میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں لیکن جب سے اس شرعی طریقے سے انحراف کیا گیا ہے معاشرے میں طلاق کے واقعات میں بہت حد تک اضافہ ہوا ہے۔ سماجی طور پر یہ رویہ بہت زیادہ پختہ ہے کہ لڑ جھگڑ کر بیوی کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور بعد ازاں طلاق بھجوا دی جاتی ہے۔ اسی طرح زوجین میں لڑائی جھگڑے کے دوران اگر طلاق دی گئی تو ایسی صورت میں بھی عورت کو بے سروسامانی کی کیفیت میں گھر سے نکال باہر کیا جاتا ہے۔ اور وہ عدت اپنے میکہ میں، بہن یا بھائیوں کے گھر گزارتی ہے۔

اس طرح زوجین ان حکمتوں و مصالح سے بہرہ نہیں ہو پاتے جو عدت شوہر کے گھر گزارنے کے حکم میں پوشیدہ ہے، یعنی بعض اوقات اکٹھے ایک چھت تلے زندگی گزرانے کی صورت میں ایک دوسرے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، بہت سی ضروریات انہیں اکٹھا رہنے پر مجبور کرتی ہیں چنانچہ ان میں ایک دوسرے کے لئے میلان اور کشش انہیں دوبارہ ایک کر دیتی ہے لیکن جب یہی زوجین طلاق رجعی کے بعد مکانی بعد اختیار کرتے ہیں تو یہ دوری بعض اوقات دائمی جدائی میں بدل جاتی ہے۔ علیحدہ ہونے سے شیطان ان میں مزید وسواس پیدا کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے بد ظن کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے، جس کے باعث زوجین میں موجود کشیدگی کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ لہذا طلاق رجعی کی صورت میں کوشش کی جائے کہ شوہر بیوی کو گھر سے نہ نکالے اور دوران عدت انہیں اپنے گھر میں ٹھہرائے۔ تاکہ شریعت کے حکم میں پوشید مصالح سے فیض یاب ہو سکیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں: یہ بھی طلاق کے آداب میں شامل ہے کہ طلاق (پہلی اور دوسری) دینے کے بعد عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے۔ نہ وہ خود گھر سے نکلے بلکہ خاوند ہی کے گھر میں رہے۔ ہمارے معاشرے میں اس ہدایت کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور مرد کے طلاق دیتے ہی عورت کو اس کے والدین یا بہن بھائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور عورت کو خاوند کے گھر میں رہنے ہی نہیں دیتے۔ حالانکہ بتہ (طلاق مغلظہ یعنی تیسری طلاق) کے بعد تو ایسا کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے بعد خاوند کو رجوع کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ لیکن پہلی اور دوسری طلاق کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے اس کے گھر میں رہنے سے صلح و مفاہمت کا امکان موجود رہتا ہے، اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔[1]

بعض اوقات شوہر طلاق رجعی دیتا ہے اور عدت کے دوران رجوع کرنا چاہتا ہے لیکن زوجین کے والدین اور رشتہ دار احباب سابقہ زوجیت کو بحال کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔[2]

سماجی سطح پر موجود یہ رویہ انتہائی قابل مذمت ہے، ایسے میں ضد و ہٹ دھرمی سے بالاتر ہو کر دلوں کو ملانے کا کام کرنا چاہیے نہ کہ جھگڑوں کو بنیاد بنا کر دو زندگیوں کو تباہ کیا جائے۔

اسلام کے خاندانی معاشرت کا بنیادی نظریہ زوجیت کو توڑنا نہیں بلکہ خاندانوں میں محبت اور ایک دوسرے کی عزت میں اضافہ کرنا مقصود ہے۔ وہ نکاح کے بعد، بچوں کی پیدائش اور ان کے مستقبل کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی ناراض زوجین کی زوجیت کو برقرار رکھنے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ طلاق مغلظہ کی اجازت نہیں دیتا اور طلاق رجعی میں عدت کے گزر جانے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ یہی وہ عظیم تر نظریہ ہے جو طلاق کے مغلظ کرنے کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے ایسی طلاق دینے سے روکتا ہے، اور مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے، محبت اور خاندانی فلاح و بہبود کے اصول پر زوجین کو ہمیشگی کی زوجیت گزارنے کی راہنمائی دیتا ہے۔[3]

۳۴۔ طلاق بطور انتقامی کاروائی:

معاشرے میں عدم برداشت، اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت، زوجین کے حقوق و فرائض سے عدم واقفیت، اخلاقی تربیت کے فقدان کی بناء پر مرد بکثرت طلاق کا استعمال کرتے ہیں۔ جہاں معاملہ ان کے مزاج کے برخلاف ہوا وہیں طلاق کے الفاظ ادا کر دیئے گویا کوئی قرض تھا جو فوراً ہی ادا کر دیا۔

---

[1] ۔ عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، ص: ۱۸۰

[2] ۔ حیات النساء، ص: ۶۲۷

[3] ۔ حیات النساء، ص: ۶۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوہر کو جہاں غصہ آیا فوراس کی زبان پر طلاق کا لفظ بے ساختہ آگیا، جھگڑا ہوا ماں باپ سے اور غصہ اتارا بیوی پر، اختلاف ہوا افسر اور خوش دامن سے اور طلاق دے دی بیوی کو۔ حد یہ ہے کہ بیوی کے بھائیوں میں سے کسی سے کوئی معمولی بات ہوگئی تو میاں چاہے گا بیوی کو علیحدہ کردے مرد گھر میں عورت سے جس طرح بد سلوکی کرتا ہے اور اسے ظلم و ستم کا تختہ مشق بناتا ہے وہ دراصل اس سختی اور بے انصافی کا رد عمل ہے جو اس کے ارد گرد کے لوگ اس سے روا رکھتے ہیں۔ معاشرے میں اس کو ذلیل ہونا پڑتا ہے مگر وہ کسی سے کوئی انتقام نہیں لے سکتا۔ چنانچہ وہ اپنا سارا غصہ گھر آکر بیوی بچوں یا اپنے ساتھیوں پر اتارتا ہے۔ عورت اپنے خاوند کے ہاتھوں ہر قسم کا ظلم و ستم اور بد سلوکی برداشت کرتی ہے۔ مگر دم نہیں مارتی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اگر اس کے خاوند نے اسے گھر سے نکال دیا تو اسے فاقوں مرنا پڑے گا۔ حتیٰ کہ اس خوف سے وہ اپنے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتی۔ مبادا اس کا خاوند ناراض ہو کر اس کو طلاق دے دے۔ اس کے اپنے والدین اتنے مفلس ہوتے ہیں کہ وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اگر وہ خاوند کے گھر کو چھوڑ کر ان کے گھر جا رہے تو وہ بھی اس کو یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے گھر لوٹ جائے اور جیسے تیسے ہر قسم کا جور و ستم صبر و سکون سے سہتی رہے۔ مشرق میں آج عورت کی تذلیل اور تحقیر کی یہ ایک بڑی وجہ ہے۔[1]

۳۵۔ قوامیت کا نامناسب استعمال:

مردوں کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ انہیں عورتوں پر قوام بنایا ہے اور عورتیں کو ناقصات العقل قرار دیا ہے۔ تو بے جا طور پر اپنی مردانگی اور عورت پر اپنی حکمرانی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے بد سلوکی کرتے ہیں ان کا طرز عمل اس طرح کا ہوتا ہے۔ (ما اریکم الا ما اری) بس رائے وہی ہے جو میں دے رہا ہوں، یعنی اپنی بیویوں سے رائے لینا گوارا نہیں کرتے۔ یا اگر ان کی رائے سامنے آجائے بھی جائے تو اسے نہایت حقیر سمجھتے ہیں، اور بس اپنی رائے ہی کو واجب التعمیل سمجھتے ہیں اس کے علاوہ ان کا اپنی بیویوں سے انداز گفتگو نہایت توہین آمیز ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اولاد کے سامنے بھی ان کی بے عزتی کرنے سے باز نہیں آتے۔

---

[1] محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم: محمد سلیم کیانی، لاہور، البدر پبلی کیشنز، ص: ۲۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس انداز معاشرت سے آخر کار بیویاں تنگ آجاتیں ہیں کیونکہ گھر میں ان کی شخصیت مسلسل مجروح ہورہی ہوتی ہے۔ اور آخر کار وہ طلاق کا مطالبہ شروع کر دیتی ہیں۔ اور ان کے اس مطالبے کے بعد مرد یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے طلاق نہ دی تو ان کی مردانگی پر حرف آئے گا اس لئے وہ سوچے سمجھے بغیر فوراً طلاق دے دیتے ہیں۔[1]

وہ زمانہ گزر چکا ہے جبکہ مرد کا تغلب خاندانی استحکام کا باعث ہوتا تھا۔ اب جبر کی بجائے تعاون کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ اور یہ تعاون دو طرفہ ہونا ضروری ہے۔ کوئی فریق بھی تغلب کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں مرد کی فوقیت خاندانی اتحاد کو برقرار رکھتی تھی مگر دور جدید میں مساوات اور تعاون ہی گھریلو زندگی کو بچا سکتے ہیں۔[2]

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی بیویوں کی ملامت کرتے رہتے ہیں، ہر کام پر انہیں شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، اور ہر ہر بات پر انہیں ڈانٹتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض بیویاں بھی اپنے خاوندوں سے ہمیشہ ناخوش رہتی ہیں اور ہر معاملے میں انہیں غلط تصور کرتی ہیں۔ اور ان کی برائیاں بیان کرتی رہتی ہیں۔ زوجین کے مابین جب اس طرح کا طرز عمل ہو گا تو بالآخر وہ ایک دوسرے سے تنگ آجائیں گے۔ اور نوبت طلاق تک جا پہنچے گی۔[3]

شوہر اور بیوی خاندان کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ اگر یہ دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں تو اس کا اثر خاندان کے ہر فرد پر پڑے گا۔ لیکن ان کی الجھنیں اور کش مکش پورے گھر کی تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔[4]

۳۶۔ حقائق کو دانستہ چھپانا اور جھوٹ بولنا:

خاندانوں سے باہر شادیوں کے رجحان کے باعث بھی طلاق کی شرح میں اضافہ ہوا ہے، سروے سے یہ بات سامنے آئے ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے حقائق چھپاتے ہیں شادی کے بعد جب دونوں

---

[1]۔ اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، ص: ۲۳۔۲۴

[2]۔ ثقافتی بشریات، ص: ۳۷۲

[3]۔ اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، ص: ۲۷

[4]۔ ذوالفقار احمد، مولانا، گھریلو جھگڑے اور ان کا حل، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر، ص: ۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندانوں کو ان باتوں یا معاملات کا معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے پوشیدہ رکھے ہوتے ہیں تو زوجین کے باہمی تعلقات بہت حد تک متاثر ہوتے ہیں۔ بعض حالات میں نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ شرح طلاق میں اضافہ کی یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے۔

سروے میں ایک خاتون نے یہ بتایا کہ شادی سے پہلے لڑکے کی تعلیم کے معاملے میں جھوٹ بولا گیا کہ وہ اتنا پڑھا لکھا ہے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اس کی تعلیم کافی کم ہے۔[1]

لڑکے کی پہلی شادی کے متعلق چھپایا گیا بعد میں پتہ چلا کہ اس کی پہلے شادی بھی ہوئی تھی اور ایک بچہ بھی ہے۔[2]

حقائق کو دانستہ طور پر چھپانے کے باعث طلاق و خلع کے واقعات بکثرت ہو رہے ہیں۔

بہت سے لڑکے روزگار کے سلسلہ میں باہر گئے ہوتے ہیں اور وہاں شادیاں کر لیتے ہیں، پاکستان میں بھی خود کو کنوارہ ظاہر کر کے شادی کر لیتے ہیں، بعد ازاں لڑکی کو والدین کی خدمت کے لئے چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور وہ بے چاری تمام عمر اس انتظار میں بیٹھی رہ جاتی ہے کہ اس کا شوہر اسے اپنے پاس بلوائے گا اور ادھر شوہر جھوٹی تسلیاں دے کر خود زندگی کے لطف اٹھا رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات شوہر خود طلاق دے دیتا ہے یا لڑکی خلع لے کر الگ ہو جاتی ہے۔ یوں حقائق چھپانے اور جھوٹ بول کر قائم کئے جانے والے رشتہ پائیدار ثابت نہیں ہوتے اور جلد ہی آشیانہ بکھر جاتا ہے۔

غیروں میں شادی رچاتے وقت بعض لوگ حقائق کو دیدہ و دانستہ چھپاتے ہیں، جب وہ حقائق طشت از بام ہوتے ہیں تو نتیجہ علیحدگی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کے ذمہ دار والدین ہیں جو حقائق کو چھپا کر بچوں کی زندگیوں کو داؤ پر لگاتے ہیں۔۔[3]

طلاق کے مختلف معاشرتی اسباب جو سروے کی صورت میں سامنے آئے ان کے اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

---

[1]۔ سروے، ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء

[2]۔ سروے، ۲۵ اپریل ۲۰۱۵ء

[3]۔ نذیر احمد، پروفیسر، ۲۹-۰۹-۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی اسباب	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
وٹہ سٹہ	50	48.08
سسرال کی مداخلت	50	48.08
اولاد کا نہ ہونا	45	43.27
بیٹیوں کی پیدائش	30	28.85
نشہ کرنا۔ شخصی وذاتی مسائل, شک کرنا	15	14.42
ناخواندگی، جاہلیت	2	1.92

سماجی و قانونی ماہرین کے نزدیک طلاق کی شرح میں اضافہ کے اسباب:

خانگی قوانین کے ماہر جناب ظفر اقبال نے کہا "مسلم خانگی ایکٹ 2001" میں تبدیلیوں کے بعد سے شرحِ طلاق میں اضافہ ہوا۔ آپ کے نزدیک اس اضافے کا سبب این جی اوز اور الیکٹرانک میڈیا ہے۔ 85 فیصد محبت کی شادیوں کا انجام طلاق پر ہوتا ہے۔[1]

فیملی کورٹ کی سنیئر وکیل مصباح تبسم کہتی ہیں:

مرد و خواتین میں بڑھتی ہوئی مختصر مزاجی، زبردستی کی شادیوں کا رواج، مشترکہ خاندانی نظام سے بغاوت، بیوی یا شوہر کا شکی مزاج ہونا، دوسری یا جلد بازی میں محبت کی شادی، گھریلو ناچاقی، شوہر کا نشہ کرنا، اور ہمارے معاشرے میں وٹہ سٹہ کی شادیوں کا رواج طلاق و خلع کے بڑھتے ہوئے واقعات کی بنیادی وجوہات ہیں۔[2]

دانیہ امتیاز کہتی ہیں: طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح میں عدم برداشت کے علاوہ دینی احکامات سے دوری، انسانی نفس کا پیسے کے پیچھے بھاگنا، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا، بے اعتمادی، دیگر لوگوں کی میاں بیوی کے معاملات میں بے جا مداخلت اور دوسروں کی باتوں پر بلا تصدیق یقین کر لینا شامل ہیں۔[3]

---

[1] .Express News: September 22, 2012

[2] ۔روزنامہ سجاگ، فیصل آباد، ۱۹ اگست ۲۰۱۵ء

[3] .Dania Imtiaz,http://www.geourdu.com/columns-and-articles/hatred-beautiful-realistic-fingers-divorce-family/, Retrieved on : 24.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رئیل ہوپ فاؤنڈیشن کی چیئر پرسن نوشین ملک کا کہنا ہے کہ دو شادی شدہ افراد میں علیحدگی کا سبب بننے والی بنیادی وجوہات میں گھریلو ناچاقی، قربانی دینے کے عزم میں کمی، زبردستی شادی، مشترکہ خاندانی نظام سے بغاوت، سماجی اسٹیٹس، بیوی یا شوہر کا شکی مزاج ہونا، دوسری یا جلد بازی میں محبت کی شادی، معاشی مسائل، شوہر کا نشہ کرنا، یا خاندان سے باہر شادی کرنا طلاق و خلع کے سبب بن رہے ہیں۔ [1]

قانونی ماہرین کا کہنا ہے کہ جبری شادیاں، جہیز کی حرص وہوس، بے وفائی، مشترکہ خاندانی نظام، ہم آہنگی کا فقدان، عدم اعتماد، مالی دباؤ اور زوجین کے خاندان کے مابین پایا جانے والے سماجی اسٹیٹس کا فرق طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کے اہم اسباب ہیں۔ [2]

مسعود احمد بھٹہ ایڈوکیٹ لکھتے ہیں: ہماری سوسائٹی میں طلاق دینے کی وجوہات بھی مردانہ مرضی پر منحصر ہیں۔ مثلاً اگر عورت بچوں کو جنم دے، تب بھی، اور نہ دے یا بانجھ ہو، تب بھی۔ یا اگر کسی عورت کے بچے زیادہ پیدا ہوں، یا پیدا نہ ہو، یا پیدا ہو کر مر جائیں، یا لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو بھی طلاق ہو سکتی ہے ۔ مرد کو اس سے بھی غرض نہیں کہ اس کی طبی وجوہات کیا ہیں۔ یا اگر اولاد پیدا نہیں ہو رہی تو کہیں وہ خود مردانہ صفات یا اولاد پیدا کرنے کی خصوصیات سے عاری ہے۔۔۔ لیکن خاوند علاج کروانے سے گریزاں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔ ایسی مجبوری کے باوجود طلاق دے دی جاتی ہے۔ جس کے پس پردہ عیاشی مقصد ہوتا ہے۔ جبکہ طلاق کی صورت میں عورت بے بسی کی تصویر بن جاتی ہے۔ [3]

مہر شیر بہادر ایڈوکیٹ نے طلاق کی شرح میں اضافہ کی وجوہات پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ شرح خواندگی میں کمی، لوگوں میں قوت برداشت کا نہ ہونا، وٹہ سٹہ، بے جوڑ اور کم عمری کی شادیاں خاندان ٹوٹنے کی بڑی وجوہات ہیں [4]

---

[1] ۔ روزنامہ سجاگ، چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

[2] - The Nation , November 3, 2014;.Pakistan Observer, April 29,2014

[3] ۔ حیات النساء، ص: ۶۹۳

[4] ۔ روزنامہ سجاگ، چنیوٹ، ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو طلاق دینے کی وجہ مرد کی درازدستی ہوتی ہے۔ جسے اس سے غرض نہیں کہ عورت کی ناآسودگی بھی ایک ظلم ہے۔ اسے بے بس اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل سے غرض ہے۔ لہذا طلاق کی سب سے بڑی وجہ زوجیت میں عدم اعتمادی ہے۔ جس کی بنیاد میں کہیں ناآسودگی کی زندگی، کہیں خاوند کی طرف سے والدین کی محبت میں بے جا تشدد، کہیں لڑکیاں لڑکے کے والدین کی ضد کا شکار ہوئیں۔ اور کہیں عورتوں کی بہتر زندگی کے خوابوں نے انہیں اپنے شوہروں سے طلاق لینے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح سکون کا بنیادی تقاضا پورا نہ ہو سکا۔[1]

طلاق کی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں، میں نے جتنا غور کیا ہے طلاق کے جتنے بھی اسباب ہیں، ان سب کی جڑ ایک ہی ہے، وہ ہے اللہ کے حضور، اپنے اعمال کی جواب دہی ہے۔ دوبارہ پھر سمجھیں آخرت کا خوف نہ ہونا ہے، اگر والدین اپنی اولاد کی تربیت خوف خدا پر کریں تو ایسا دن کبھی نہیں آسکتا۔ لیکن ہمارے ہاں اپنی اولاد کو طلاق پر خود اکسایا جاتا ہے۔[2]

میاں اور بیوی کے درمیان جدائی کے اسباب میں سے بہت سی منفی رسوم ورواج کا بھی کافی عمل دخل ہے۔ ہمارا معاشرہ ہندو معاشرت کے ساتھ صدیوں کے ارتباط واختلاط کے نتیجے میں بہت سی غیر اسلامی اور منفی رسومات کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ جس کے باعث عورت کو معاشرے میں وہ حیثیت ومقام حاصل نہیں ہے جو ایک مرد کو حاصل ہے۔ مردانہ تغلب کے نظریہ کے باعث کہیں تو مرد اپنی مردانگی کے غرور میں معمولی معمولی بات پر عورت پر دست کو اپنا شرعی حق تصور کرتا ہے اسے جانوروں سے بدتر خیال کرنا، بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھنا، خاندان کی عزت کے نام پر اسے باپ اور بھائیوں کے نام پر کبھی تو ونی اور سوار جیسی رسومات کی بھینٹ چڑھا دینا جائز تصور کیا جاتا ہے۔ انہی بیٹیوں اور بہنوں کو وٹہ سٹہ کی شادیاں کرنا بھی اپنا حق سمجھا جاتا ہے خواہ اس میں کسی بھی ظلم وزیادتی کی صورت ہو۔ کبھی اسی عورت کو اولاد نہ ہونے کی ذمہ دار قرار دے کر طلاق کا پروانہ ہاتھ میں تھما کر گھر سے نکال دیا جاتا ہے تو

---

[1] ۔ حیات النساء، ص: ۲۹۳

[2] . Mohammad Yaseen sadeeq, Muqabil hy aina, http://universalurdupost.com/?p=25166, Retrieved on : 24.12.2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی اسی عورت کو بیٹیوں کی پیدائش پر منحوس کا لقب دے کر طلاق کا طوق اس کے گلے میں ڈال کر بیٹیوں سمیت اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ طلاق کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں دیگر معاشروں کی طرح ہمارے معاشرے میں بھی طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح بہت سے سماجی و قانونی مسائل کا سبب بنتی ہے۔ بالخصوص طبقہ نسواں کے حوالے سے، معاشرے میں مطلقہ عورت کو وہ حیثیت نہیں دی جاتی جو ایک بیوی یا بیوہ کو حاصل ہے۔ اس کی عزت نفس اور انا مجروح کی جاتی ہے، اسے مال غنیمت تصور کیا جاتا ہے، مردانہ تغلب کی سوچ سے پر اس معاشرے میں مطلقہ عورت عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کا وجود بعض اوقات اپنے ہی والدین، بہن بھائیوں کے لئے ایک ایسا بوجھ بن جاتا ہے کہ وہ اسے اپنے لئے گالی تصور کرتے ہیں، بہت سے والدین بیٹی کا طلاق لئے میکے لوٹنے پر اسکے ساتھ غیر ہمدردانہ سلوک کرتے ہیں، طلاق یافتہ بیٹی کو اپنے دوسرے بیٹے بیٹیوں کے رشتوں ہونے میں رکاوٹ تصور کرتے ہیں اور انہیں گھر سے نکال دیتے ہیں کہ بھئی ہم نے دوسری بیٹیاں بھی بیاہنی ہیں کون ایک مطلقہ کی بہن سے شادی کرے گا، لوگ کہیں گے کہ جب ایک بہن ہی نہیں بسی تو دوسری کس طرح نباہ کرے گی۔

اگر یہی مطلقہ کسی خوشی اور غمی کی تقریب میں جاتی ہے تب بھی اس کا وجود لوگوں کی تیر برساتی نظروں، بے رحمانہ اشاروں اور طنز و تشنیع اور تحقیر و تذلیل کرتی زبانوں کی زد میں رہتا ہے۔ کسی خوشی کی تقریب میں اس کو وجود منحوس خیال کیا جاتا ہے اور اسے مختلف رسومات میں شامل ہونے سے ارادۃ منع کیا جاتا ہے۔ کہ کہیں اس کی نحوست کا سایہ ان کی خوشیوں پر نہ پڑ جائے۔ مطلقہ قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے معاشرے میں قصوروار بلکہ گناہ گار تصور کی جاتی ہے۔ اس کا وجود خاندان کے لئے ایک بدنما داغ اور ایک گالی بن جاتا ہے۔

مطلقہ ہونے کا یہ لیبل تمام عمر اس عورت کے وجود پر چسپاں رہتا ہے بلکہ اس کے بچے بھی اسی لیبل سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان بچوں کو بھی معاشرے میں اپنے والدین کے کردار کے حوالے سے منفی رویوں اور جملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قانونی و سماجی ماہرین کی ان آراء سے طلاق کے ان تمام اسباب و وجوہات کے بارے میں علم ہو جاتا ہے جو کسی نہ کسی صورت میں ہمارے معاشرے میں مروج ہیں نیز جن کے باعث طلاق کی شرح میں خطرناک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ جب تک ان اسباب و وجوہات کا تدارک نہ کیا گیا معاشرے میں نہ تو طلاق کی شرح کو کم کیا جا سکے گا اور نہ ہی مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے کسی بھی سطح سے کیا جانے والے اقدام مؤثر اور دیرپا حل فراہم کر سکے گا۔ لہذا مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ اس حوالے سے بھی کوششیں کی جانی چاہیں کہ سماجی سطح سے ان تمام اسباب و وجوہات کی بیخ کنی کی جائے جو معاشرے میں مطلقہ خواتین کی تعداد میں اضافہ کا باعث بن رہی ہیں۔ یہ کوششیں اس لیے بھی ضروری ہیں کہ خاندان دیگر سماجی ادارات کی اساس ہے۔ خاندان کے استحکام میں دیگر سماجی ادارات کا استحکام و بقاء، تعمیر و کامیابی مضمر ہے۔

اس حوالے سے سب سے اہم کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خاندانی نظام کی اہمیت، بقا اور استحکام کے لئے افراد معاشرہ کی ذہن سازی کی جائے تاکہ وہ طلاق کو ایک آسان حل نہ تصور کر لیں بلکہ اسے آخری حل اور چارہ کار ہی کے طور پر استعمال کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

پاکستانی مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل

پاکستانی مطلقہ خواتین کے سماجی مسائل
پاکستانی مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارا معاشرہ اصلا ہندو تہذیب و تمدن ہی کا پرتو ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ صدیوں کے ملاپ کے باعث ہمارے معاشرتی نظریات، رسوم ورواج پر ہندوانہ عقائد، رسوم ورواج کی نمایاں چھاپ نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو اسلامی معاشرے میں جو مقام وحیثیت اور حقوق عطا کئے گئے ہیں بعینہ پاکستانی معاشرے میں حاصل نہیں ہیں۔ اگر عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو اس کی معاشرتی حیثیت میں اور بھی فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔ جبکہ بکثرت یہ دیکھا گیا ہے کہ مرد کی حیثیت اور اس کے مقام پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ام عبد منیب لکھتی ہیں: مرد تو طلاق دے کر نیا نکاح کر لیتا ہے اور اس کی معاشرتی حیثیت پر بھی کوئی فرق نہیں آتا لیکن طلاق عورت کے لئے ذلت، نفرت، حقارت، نحوست اور گالی کے مترادف ہے۔ چاہے اس میں سراسر بے قصور ہو۔[1]

ہمارے معاشرے کی یہ نفسیات ہے کہ بیوہ خاتون کے ساتھ تو ہمارا رویہ ہمدردانہ، مشفقانہ ہوتا ہے اس کو مجبور و بے بس تصور کیا جاتا ہے اس کے برعکس مطلقہ خاتون کو خواہ طلاق کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو تمام حالات کا ذمہ دار تصور کیا جاتا ہے۔ اس کو مورد الزام ٹھرایا جاتا ہے کہ اگر وہ نبھاہ کر لیتی تو حالات آخر کار حالات بہتر ہو ہی جاتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے میں اور جگہ بنانے میں وقت لگتا ہے لہذا اس کو شوہر کے ساتھ تمام حالات میں گزارہ کرنا چاہیے تھا خواہ وہ کسی بھی طرح ہوتا اور اس کی کوئی بھی صورت ہوتی۔ مرد تو آخر مرد ہے عورت ہی کو قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس نے نبھانے کی کوشش نہیں کی اس وجہ سے حالات اس نہج پر پہنچے ہیں۔ اور اس تمام کی ذمہ دار عورت ہی ہے۔

بیوہ عورت اگرچہ شوہر کی جدائی کا غم سہہ رہی ہوتی ہے نیز اور بھی بہت سی مشکلات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے لیکن لوگوں کے رویے اور ان کی زبانیں مطلقہ عورت کی طرح روزانہ اس کو کچوکے نہیں لگاتی وہ

---

[1]- ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، لاہور، مشربہ علم وحکمت، ندیم ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور، ۱۴۲۷ھ، ص:۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن میں کئی بار جیتی اور مرتی ہیں۔ یہ ہمارے معاشرتی مزاج اور رویہ ہے جن کا سامنا مطلقہ خواتین کو روزانہ کرنا پڑتا ہے۔

طلاق کے بعد ایک عورت پر مسائل کا کوہ گراں آگرتا ہے۔ نیز ان مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے اسے خاندان اور معاشرے کا تعاون درکار ہوتا ہے۔ مطلقہ کو اکثر اوقات طلاق کے بعد اسی گھر میں آنا ہوتا ہے جہاں سے وہ شادی ہو کر گئی تھی۔ عموماً اس کا استقبال نفرت اور بے دلی سے کیا جاتا ہے۔ طلاق کو خاندان کے نام پر ایک دھبہ تصور کیا جاتا ہے۔ عورت ایک ایسا بوجھ بن جاتی ہے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ خاندان والے طوعاً و کرہاً اسے اپنے ہاں رکھ تو لیتے ہیں لیکن اس کی حیثیت ایک فالتو شے کی ہو جاتی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان سماجی مسائل کا جائزہ لیں جو ایک مطلقہ خاتون کو درپیش آتے ہیں۔ امید ہے اس صورتحال اور مسائل کا ادراک کرنے کے بعد ہم اپنے معاشرتی رویوں میں کچھ تبدیلی پیدا کر سکیں اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے کوئی گنجائش نکل آئے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ معاشرتی رویے ہی اس کے زخموں کا مداوا کرنے میں جس قدر کارگر ثابت ہو سکتے ہیں کوئی دوسرا تعاون شاید اتنا دیرپا ثابت نہ ہو۔ ذیل میں مطلقہ خواتین کو درپیش مسائل میں سے اہم سماجی مسائل کا جائزہ اس حوالے سے کئے گئے متاثرہ خواتین کے انٹرویوز اور سروے کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پاکستانی مطلقہ خواتین کو درپیش سماجی مسائل:

ا۔ عقد ثانی کا مسئلہ:

سب سے بڑا مسئلہ جو مطلقہ کو درپیش آتا ہے وہ عقد ثانی کا ہے۔ ہمارے ملک میں لڑکی کی پہلی شادی ہی ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکی ہے ایسے میں مطلقہ کا عقد ثانی ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ مطلقہ عورت سے شادی کے لئے کوئی مرد تیار نہیں ہوتا سوائے ان مردوں کے جو کسی مجبوری کی بناء پر کنواری لڑکی کے رشتہ سے ناامید ہو چکے ہوں۔ لوگ بیوہ کے ساتھ نکاح کرنا اتنا معیوب نہیں گردانتے جتنا ایک مطلقہ کے ساتھ۔ ان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اس کا تو ایک کے ساتھ نبھاہ نہیں ہو سکا تو دوسرے کے ساتھ کس طرح ممکن ہو گا۔ اگر اسے طلاق ہوئی ہے تو ضرور اس میں اس کا قصور بھی ہو گا۔ گھر چونکہ عورت نے بنانا ہوتا ہے لہذا اس میں وہ اوصاف ہی نہ تھے جن سے گھر بستا ہے۔ ایسے سوالات اور اس جیسے اور بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سولات مطلقہ کے ساتھ نکاح ثانی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر مطلقہ صاحب اولاد بھی ہے اور بچوں کی سرپرستی اور کفالت اس کے ذمہ ہے تو اس کے عقد ثانی کے امکانات اور بھی معدوم ہو جاتے ہیں۔ مرد اور اس کے خاندان والے اس حوالے سے سوچتے ہیں کہ وہ کیونکر دوسروں کے بچوں کی ذمہ داری کا بار اٹھائے، جبکہ اس مہنگائی کے دور میں تو خود اپنے بچوں کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا اور ان سے عہدہ برآ ہونا بمشکل تمام ممکن ہوتا ہے۔ اگر مرد صاحب اولاد ہے اور وہ دوسری شادی کر رہا ہے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد یا اس کی فوتگی کے بعد تو عورت سے تو یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ ہر صورت میں نباہ کرے اور اپنی ذات و خواہشات کو پس پشت ڈالتے ہوئے خاوند کی اولاد کو گلے لگائے۔ اس کے برعکس مرد ایسا رویہ اور سلوک کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ نیز اولا تو ہمارے معاشرے میں مطلقہ خواتین کی دوسری شادی کا رجحان بہت کم ہے لیکن اگر کبھی ایسا ممکن ہو بھی تو طلاق یافتہ عورتیں اس سلسلے میں بے دلی کا مظاہر کرتی ہیں۔ ان کا سابقہ تجربہ کیونکہ خوشگوار نہیں ہوتا لہذا وہ دوسری شادی کے بارے میں فیصلہ نہیں کر تیں۔ خصوصا ایسی خواتین جن کے بچے بھی ہوں ان کے لئے دوسری شادی کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ عموما بچوں والی خواتین اپنے بچوں کے سہارے اپنی زندگی گزار دیتی ہیں۔

مسعود احمد بھٹہ ایڈووکیٹ کہتے ہیں: قدیمی رویے آج کے زمانے میں بھی رواج کے طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور اسلام کو سمجھنے کی بجائے رواجی نظریات کو اہمیت دی جاتی ہے، جیسا کہ آج بھی والدین اور رشتہ داروں کا رویہ ہے کہ وہ مرد عورت کو ہندو سوسائٹی کی طرح عضو معطل بنا دیتے ہیں۔ اور نر مادہ کی محسوس کرتے ہیں کہ انہیں اپنی بیٹی یا بہن کو مرد کی حیثیت میں تعارف کروانا پڑے۔ یا اس کی دوسری شادی کے لئے کوئی کوشش کرنا پڑے۔ ایسی عورت کو غیر محسوس طریقہ سے محبوس رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی نفسیاتی تربیت کرتے ہوئے، اس کے جذبات کو کچلنے کے درپے رہا جاتا ہے۔ عموما کہا جاتا ہے کہ اب دوبارہ نکاح کی تمہیں کیا ضرورت ہے۔ بس اپنے بہن بھائیوں اور والدین کی خدمت میں زندگی گزار دو۔ تمہاری دو روٹی کے لئے ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ وغیرہ۔ اس طرح جیتی جاگتی زندگی کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا نظریہ ہے کہ کنواری عورت کو بٹھانا ممکن نہیں، اور شوہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیدہ عورت خواہ بیوہ ہو یا مطلقہ، کو دوسری شادی سے دور رکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ کنواری عورت نکاح کے انتظار میں بیٹھ سکتی ہے۔ لیکن شوہر دیدہ عورت کو روکنا ظلم کے مترادف ہے۔[1]

ہمارے معاشرے میں مطلقہ اور بیوہ کے عقد ثانی کے حوالے سے بہت حد تک منفی سوچ پائی جاتی ہے۔ اگر مطلقہ یا بیوہ خواتین خود اپنی دوسری شادی کے حوالے سے کوئی اقدام کریں تو اسے مستحسن نہیں تصور نہیں کیا جاتا، بلکہ اس حوالے سے بہت سی چہ میگوئیاں جنم لیتی ہیں۔ طنز و تشنیع کا بازار مزید گرم کیا جاتا ہے اور مطلقہ خواتین کی کردار کشی کی جاتی ہے۔ لہذا بعض خواتین اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی لئے یہی بہتر سمجھتی ہیں کہ وہ دوسرا نکاح نہ کریں۔ ورنہ لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ طلاق کا سبب یہ دوسرا شوہر ہی ہو گا۔ نیز بہت سی خواتین بچوں کی وجہ اس وجہ سے بھی عقد ثانی سے گریزاں رہتی ہیں کہ دوسرا شخص بچوں کو بوجھ تصور کرے گا اور ان کو محبت و شفقت اس طرح نہیں دے سکے گا جس طرح حقیقی باپ دیتا ہے، اس طرح بچوں پر منفی اثرات مرتب ہوں گے چنانچہ وہ دوسری شادی کرنے کی بجائے اپنے بچوں کے سہارے تمام عمر گزار دیتی ہیں۔

بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ، بچوں والی مطلقہ یا بیوہ عورت کو صرف بچوں کے سہارے زندگی بسر کرنا چاہیے۔۔۔ بعض خاندان اپنے خاندانی تکبر کی آڑ میں بھی عورت کو دوبارہ نکاح سے روکتے ہیں۔ ایسی شوہر دیدہ، مطلقہ یا بیوہ عورتیں معاشرتی اور علاقائی حدود و قیود میں مجبوراً خود کو پابند کر لیتی ہیں، لیکن اکثر خفیہ آشنائی کے غیر شرعی راستے اختیار کر لیتی ہیں۔ بعض خاندان جائیداد کے تحفظات میں بیوہ یا مطلقہ عورت کی دوسری شادی کرنے سے گریزاں رہتے ہیں۔ دیکھا یہ بھی گیا ہے کہ عورت اپنے بچوں کی پرورش کی آڑ میں اور ممتا کے جذبوں میں اپنے عورت پن کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔[2]

مطلقہ عورت اپنے بسے بسائے گھر سے بے دخل کر دی جاتی ہے۔ اس کی زندگی اس خانماں برباد کی سی ہوتی ہے جس کا سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ اس کے بچے بھی باپ کے پاس ہوں۔ بغیر بچوں کے ماں کے لئے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں مطلقہ عورت کے

---

[1] ۔ حیات النساء، ص: ۶۲۴

[2] ۔ ایضاء، ص: ۶۲۴۔ ۶۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولیاء (باپ، دادا، چچا، بھائی وغیرہ) پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے لئے اپنے گھر اور دل کے دروازے وا کریں اور مناسب طریقے سے اس کی عدت گزرنے کے بعد دوسرے نکاح کی کوشش کریں۔ دوسرا نکاح ہی اس کے سکون اور اطمینان کا اصل حل ہے۔[1]

۲۔ مسئلہ سکونت:

مطلقہ خواتین کے لئے سکونت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ خاوند کے گھر سے نکال دینے کے بعد وہ کہاں رہائش اختیار کرے۔ آیا والدین کے گھر؟ اگر والدین موجود نہیں ہے تو کیا بہن بھائیوں کے گھر،؟ اگر والدین یا بہن بھائی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ اس کو اپنے گھر میں رکھ سکیں تو اس کا ٹھکانا کیا ہو گا؟ بعض گھروں میں تو گنجائش ہوتی ہے لیکن دلوں میں نہیں ہوتی۔ یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت سی جگہوں پر والدین بھی اجڑ کر آنے والی بیٹی کو پسند نہیں کرتے انہیں بوجھ تصور کرتے ہیں، بہوئیں یا بھابھیاں اپنی مطلقہ نندوں کو برداشت نہیں کرتیں۔ ایسے میں انہیں یا تو دار الامان میں پناہ لینی پڑتی ہے یا کسی اور بے سہارا خواتین کے اداروں میں۔ کچھ گھرانے مطلقہ بیٹی کو تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن اگر وہ صاحب اولاد ہے تو یہ ان کو گوارا نہیں ہوتا کہ کہ وہ کسی کی اولاد کا بوجھ آٹھائیں ایسے میں لڑکی کے والدین اس پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ ان بچوں کو ان کے والد کے پاس بھجوا دے۔ یوں مطلقہ خاتون جو اپنا گھر خراب ہو جانے کی وجہ سے پہلے ہی پریشان ہوتی ہے اس پر وہ مزید اپنوں کے زخم سہتی ہے۔ بعض حالات میں بچوں کو والد بھی اپنے پاس رکھنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اگر وہ بچوں کو اپنے پاس رکھتی ہے تو والدین، بہن بھائی اسے اپنے گھر میں رہنے نہیں دیتے ایسی صورت میں اس کو کہاں ٹھکانا میسر آئے گا۔ کیا کوئی ادارہ اسے اس کے بچوں سمیت مستقل پناہ دے گا؟ مطلقہ خاتون کو اس حوالے سے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مطلقہ خواتین کے مختلف معاشرتی مسائل کی نوعیت اور ان کی شرح سروے کی روشنی میں کچھ اس طرح ہے:

---

[1] ۔ مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، ص:۱۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی مسائل	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
عقد ثانی	28	14.58
خاندانی عدم تعاون	84	43.75
معاشرتی منفی رویے	80	41.67
	192	100

۳۔ مسئلہ معاش و کفالت:

طلاق کے بعد مطلقہ کو درپیش سماجی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ معاش و کفالت کا بھی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں عورت بہت زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے کہ وہ اپنی معاشی کفالت خود کر سکے۔ والدین کے گھر میں وہ والد یا بھائیوں کی ذمہ داری ہوتی ہے اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری اس کے شوہر کے سپرد ہوتی ہے۔ نان و نفقہ کی یہ ذمہ داری چونکہ شریعت اسلامیہ نے مرد پر عائد کی ہے لہذا ہمارے معاشرے میں عورت کافی حد تک اس ذمہ داری سے بری ہے۔ نان و نفقہ کی فراہمی کا یہ طریقہ کار ہی بہت سی صورتوں میں عورت کو ناگزیر حالات میں نبھاہ پر مجبور رکھتا ہے لیکن جب شوہر طلاق دے دیتا ہے تو عورت کے لئے یہ مسئلہ بہت شدت اختیار کر جاتا ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ اس کے والدین اس پوزیشن میں ہوں کہ اس کی کفالت کر سکیں، ممکن ہے کہ بھائیوں کے لئے اپنا گھر چلانا ہی بہت مشکل ہو ایسے میں وہ کس طرح بہن کی کفالت کر سکیں گے؟ ان کی بیویاں ایسی نند کو بوجھ تصور کریں گی جو ان کے تعاون کی محتاج ہو کر بیٹھ گئی ہے۔ ایسے میں اسے روز طعنے سننے کو ملیں گے۔ کوسنے ملیں گے۔ اگر وہ بچوں کے ہمراہ ہے تو اسے بچوں کو ان کے والد کے پاس بھجوانے پر دباؤ ڈالا جائے گا تاکہ ان کی معاشی ذمہ داری کم ہو سکے۔ ایسی بیٹی، بہن یا نند اپنے والدین یا بھائیوں کے دست نگر بن کر رہے گی ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے گھریلو امور میں زیادہ سے زیادہ ہاتھ بٹائے گی تاکہ کوئی اسے یا اس کی اولاد کو مفت کی روٹیاں توڑنے کا طعنہ نہ دے یا وہ لوگوں سے زکوٰۃ، صدقات وصول کرے گی تاکہ اپنے بچوں کی ضروریات پوری کر سکے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بہت سی مطلقہ خواتین جن کی تعلیم انتہائی معمولی تھی انہوں نے لوگوں کے گھروں میں کام کرنا شروع کیا تاکہ اپنے بچوں کی دال روٹی چلا سکیں۔ اسی طرح کچھ خواتین نے سلائی وغیرہ کر کے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی۔ مطلقہ خاتون کی معاشی کفالت ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ اکثر اوقات اس کا اتنا اثر پڑتا ہے کہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا جائز تصور کرتی ہے خواہ وہ حلال ہو یا حرام۔ والدین یا بھائی بھی اپنے معاشی حالات سے مجبور ہوتے ہیں کچھ اگر مجبور نہ ہو تو ان کو ان کے گھریلو حالات مجبور کر دیتے ہیں ان کی بیویاں ان کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ اپنی مطلقہ بہنوں کی کفالت نہ کریں۔ مطلقہ کے بچوں پر بھی ان حالات کا بہت زیادہ برا اثر پڑتا ہے۔ اگر ان کے ماموں یا کوئی ننھیالی رشتہ دار اپنے بچوں کو اچھے اسکول میں کرواتے ہیں تو ایسے میں دوسرے بچوں میں احساس محرومی جنم لیتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ خودترسی کی کیفیت جنم لیتی ہے۔ اس طرح اگر اس گھر میں رہنے والے دوسرے بچوں کو کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے یا دوسری مراعات میں ترجیح دی جائے تو ایسے میں یہ بچے حاسدانہ اور تشدد پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ جس سے مطلقہ خاتون کے مسائل میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	کفالت کا انحصار
28.13	54	والدین صاحب استطاعت ہیں
71.88	138	والدین صاحب استطاعت نہیں ہیں
100	192	

شادی کے بعد بچوں کی خاطر ماں یا باپ دونوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل کو ہوا نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ طلاق کے بعد لڑکی معاشی طور پر ابھی بھی ہمارے معاشرے میں اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ وہ پہلے اپنے والد اور بھائیوں پر انحصار کرتی ہے اور پھر شوہر پر لیکن معاملات کے بگڑ جانے پر اسے دو کپڑوں میں سڑک لا کھڑا کیا جاتا ہے۔[1]

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	معاشی انحصار
31.25	60	فلاحی ادارے
16.67	32	رشتہ دار و ہمسائے
52.08	100	ملازمت

[1]۔ روزنامہ جنگ، ٹوٹتے ہوئے فیملی یونٹ کو بچانے کی ضرورت ہے، ۲۲ مارچ، ۲۰۰۴ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے معاشرے میں جھوٹی انا اور خود ساختہ عزت کے تصور کا یہ عالم ہے کہ خاندان کی کسی بھی بے سہارا عورت کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے سے گریز کیا جاتا ہے لیکن جب یہی عورت اپنا پیٹ بھرنے اور معاشرے کی حرص وہوس بھری ضروریات ولوازمات زندگی کو حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر قدم نکالتی ہے یا نکاح کر لیتی ہے تو پورے خاندان کے مردوں کی غیرت جاگ اٹھتی ہے اور وہ عورت کو سچے جھوٹے طعنے دے دے کر اور اس پر الزامات لگا لگا کر اس کے کردار کو داغدار کرنے کا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہی مرد شروع ہی سے آبرو کے ساتھ چار دیواری میں رہ کر اس کی ضروریات کی فراہمی کا ذمہ اٹھاتے اور اسے ستر و حجاب، حیا اور گھروں میں ٹکے رہنے جیسی اسلامی روایات پر کاربند رکھنے میں اس کی معاونت کرتے یا بروز اسے ان روایات پر کاربند رکھنے کی کوشش کرتے یا اس کے نکاح کا اہتمام اپنی ذمہ داری سمجھ کر کر دیتے تو آج ان مردوں کے جذبات انا کو ٹھیس پہنچانے والا قدم وہ عورت بھی نہ اٹھاتی۔[1]

۴۔عدم تحفظ کا شکار:

طلاق ایک بہت تکلیف دہ عمل ہے خواہ اس کی وجہ کوئی بھی ہو۔ اکیلے زندگی گزارنا ایک تلخ حقیقت بن جاتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عورت عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے۔ فطرتاً عورت کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے مرد کی نگرانی میں دیا ہے لیکن جب یہ مضبوط رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو عورت عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کی وہ حیثیت اپنے والدین کے گھر میں بھی نہیں رہتی جو شادی سے پہلے ان کے گھر میں ہوتی ہے۔ ہمارا معاشرتی مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ اگر خاتون بن بیاہی اپنے والدین کے گھر بیٹھی بوڑھی ہو جائے اسے اس قدر بوجھ تصور نہیں کیا جاتا جس قدر شوہر کے گھر سے واپس آجانے والی مطلقہ کو۔ اسی کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ اس کے اپنے بھی بیگانہ بن جاتے ہیں اس کے زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں ملتا۔ اگر کوئی ہمدردانہ رویہ رکھتا ہے تو اس کے پیچھے بھی بہت سے مقاصد ہوتے ہیں۔ ہمارا معاشرتی المیہ ہے کہ ایسی عورت کو غنیمت کا مال سمجھ لیا جاتا ہے اور تصور یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر یا اس کی کوئی مالی مدد کر کے اس کو زیر بار کر لیا جائے گا اور اپنے مقاصد

---

[1] ۔ مطلقہ خواتین کے مسائل، ص: ۳۴۔۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پورے کر لیے جائیں گے۔ وہ لوگوں کے لئے لوٹ کا مال بن کر رہ جاتی ہے۔ ان حالات میں اپنی عزت کا تحفظ کرنا بھی اس کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے ہمراہ بچیاں تو وہ اپنی بچیوں کی عزت و ناموس کے حوالے سے بھی عدم تحفظات کا شکار رہتی ہے کہ کہیں کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اگر وہ اپنے شوہر کے گھر ہو تو شاید اسے یا اس کی اولاد کو اتنا زیادہ عدم تحفظ کا شکار ہونا پڑتا۔ دیہاتی علاقوں میں طلاق یافتہ عورتوں کو والدین بھی قبول نہیں کرتے۔ اس طرح اکثر عورتیں ماں باپ کے گھروں سے نکل کر دارالامان جیسی جگہوں میں پناہ لیتی ہیں۔ دار الامان کا جب سروے کیا گیا تو ان میں بہت سی تعداد ان خواتین کی تھی جن کو طلاق کے بعد ان کے والدین یا بھائیوں نے قبول نہیں کیا۔ اس طرح وہ تحفظ کی تلاش میں مزید عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہیں نیز معاشرہ بھی ان کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

۵۔ نفسیاتی و حیاتیاتی مسائل:

طلاق کی وجہ سے جہاں اور بہت سے مسائل کا سامنا مطلقہ خواتین کو کرنا پڑتا ہے وہاں حیاتیاتی و نفسیاتی مسائل بھی انہیں درپیش ہوتے ہیں۔ ان میں ڈپریشن، ناامیدی، جذباتی و ذہنی الجھاؤ کا سامنا بھی انہیں کرنا پڑتا ہے۔ فاؤنٹین ہاؤس میں کیے گئے سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ بہت سی خواتین انتہائی ذہنی دباؤ کا شکار ہوئیں حتیٰ کہ انہوں نے اپنی طلاق کو ہی قبول نہیں کیا اور اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ رہنے پر اصرار کرتی رہیں۔ کچھ کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے حواس سے مکمل طور پر بیگانہ ہو چکی تھیں۔ اگر ان کے بچے ان کے شوہر نے اپنے پاس رکھ لیے تھے تو اس اذیت کی وجہ سے ان کی دماغی کیفیت خراب ہو گئی جس کی بنا پر انہیں فاؤنٹین ہاؤس میں داخل کروانا پڑا۔

مطلقہ خواتین طلاق یافتہ مردوں کے مقابلے میں بہت سے جذباتی اور جسمانی مسائل کا شکار ہوتی ہیں۔ جس کے اثرات ان کی ذہنی اور جسمانی صحت پر مرتب ہوتے ہیں۔[1]

طلاق ہونے کے مہینے کے اندر اندر لڑکی کو سخت قسم کا ڈپریشن ہونے کے کافی خطرات ہوتے ہیں۔ جبکہ ۲ فیصد شیزوفینیہ یا کے چانسز ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسی خطرناک بیماری ہے کہ جس کا ابھی تک سو فیصد علاج پوری دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور اس کا مریض مکمل طور پر کبھی صحت مند نہیں ہو سکتا[1]

---

[1] ..http://w.w.w. cob counter family lawattorns.com/2011/studies. note: the increased effect.of.divorced.on.women.shtml, retrieved on : 4February ,2011.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کے بعد عورت کو صرف نفسیاتی عوارض ہی لاحق نہیں ہوتے بلکہ انہیں بہت سے جسمانی و طبی عوارض کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عورت سماجی مسائل و آلام اور نفسیاتی دباؤ کا کثرت سے شکار ہو رہی ہے۔ اس دباؤ کے بعد جسمانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے جیسے ہائی بلڈ پریشر، سر درد، پٹھوں کا درد اور ہسٹیریا وغیرہ کی بیماریاں عام ہو جاتی ہیں۔[2]

عورت ان مسائل کو اکثر اوقات برداشت نہیں کر پاتی۔ شدید صدمے اور ذہنی خلفشار کے باعث وہ بعض اوقات پاگل ہو جاتی ہیں۔ پاگل خانوں میں موجود خواتین کے کثیر تعداد طلاق کے بعد اس حالت تک پہنچی ہیں۔

خواتین کو اپنے ارد گرد رہنے والے افراد سے جو ذہنی دباؤ اور متہ یلک ذہنیت ملتی ہے وہ ایک الگ کہانی ہے۔ جسے لا محالہ طور پر ایک قابل ترحم اور قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔ جب کسی شادی کا اختتام ہوتا ہے تو عورت کے لئے یہی چیز بہت سے جذباتی و نفسیاتی مسائل کا باعث ہوتی ہے اور اس کے ساتھ بچوں کی تربیت کرنا، ان کی زندگیوں کو از سر نو استوار کرنا اور معاشی استحکام قائم رکھنا اس پر مستزاد ہوتا ہے۔ لوگوں کے رویے خواتین کو بہت سے نفسیاتی عوارض مثلاً ڈپریشن، بے خوابی، دل کی بیماری اور بھوک کی کمی میں مبتلا کرتے ہیں۔[3]

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	نفسیاتی مسائل
18.23	35	ذہنی خلجان
81.77	157	ذہنی انتشار
100	192	

[1] ۔ روزنامہ جنگ، ۲۲ مارچ، ۲۰۰۴ء

[2] ۔ روزنامہ جنگ، ۲۷ مارچ، ۲۰۰۴ء

[3] http://blush.com.pk/psychological-impacts-of-divorce-on-pakistani-women/, Retrieved on : 24.12-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازدواجی زندگی میں ناکامی کے بعد عورت خوف اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔ تقریبات میں جانے سے گریز کارویہ پروان چڑھتا ہے اور یہ سوچتی ہیں کہ لوگوں کے سوالات کے جوابات کس طرح دوں گی۔ نیز لوگ بھی مختلف تقریبات میں مطلقہ خواتین کے بارے میں طرح طرح کے اشاروں کنایوں میں باتیں کرتے ہیں اور پھر ہمدردی کے لبادے میں اس خاتون کے زخموں کو کریدا جاتا ہے۔ اگر وہ بناؤ سنگھار کر کے جاتی ہے تب بھی طنزیہ رویے سامنے آتے ہیں اور سادگی اختیار کرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ابھی تلک سوگ منایا جارہا ہے۔ یہ وہ تلخ رویے اور حقیقت ہے جن کا ایک عورت کو معاشرے میں طلاق کے بعد سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے لئے تو محض لذت کام و دہن کا معاملہ ہوتا ہے لیکن کسی کے جذبات واحساسات اور خصوصاروح پر کس طرح کے کچوکے لگتے ہیں کیسے تازیانے برستے ہیں شاید ہم میں سے کسی نے اس پر کبھی غور نہیں کیا۔ ہمارا بس چلے تو ہم ان سے شاید جینے کا حق بھی چھین لیں۔ ہم خود ہی سب سے بڑے منصف اور خود ہی مدعی بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔

۶۔ معاشرے کا منفی رویہ:

ہمارا یہ معاشرتی المیہ ہے کہ مرد کی خطا سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے اور لڑکی قصوروار نہ ہو کر بھی قصوروار ٹھہرتی ہے۔ عورت کے بارے میں ہمارے معاشرے میں ایک فارمولا بنادیا گیا ہے کہ عورت کو ہر حال میں نبھاہ کرنا ہے۔ گھر عورت ہی بناتی ہے۔ عورت کو ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اگر عورت اتنی ہی اچھی ہوتی تو اپنا گھر نہ اجاڑتی، طلاق نہ ہوتی وغیرہ یہ وہ جملے ہیں جو بکثرت مطلقہ خواتین کے بارے میں بولے جاتے ہیں۔

صد حیف ہے کہ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس طلاق میں قصور وار کون ہے؟ بس ایک بات طے ہے کہ ہر حال میں قصور عورت ہی کا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم یہ نہیں سوچتے کہ ممکن ہے کہ لڑکے میں کوئی اخلاقی، نفسیاتی یا جسمانی عوارض ہوں یا زوجین میں ہم آہنگی نہ ہو جو کہ شادی کا مقصد اولین ہے کیونکہ اسی کے باعث وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مودت و محبت کا ذریعہ ہیں۔ ان تمام یا ان میں سے کسی ایک سبب کے باعث ان دونوں کا اکٹھا رہنا ممکن نہ رہا ہو اور طلاق ہو گئی ہو۔ ہم یہ نہیں سوچتے اور اپنی زبانوں اور حرکات سے مطلقہ خاتون کو کٹہرے میں لا کھڑا کرتے ہیں، طعنوں، طنز و تشنیع کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں اور صفائی کا موقع دیئے بغیر فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ سارا قصور لڑکی ہی کا ہے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتی تو آج گھر بسا رہتا اس میں صبر و برداشت نہیں ہے۔ حالانکہ وہ تو پہلے ہی مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بن جاتی ہے اور اس پر مستزاد ہمارے معاشرتی رویے۔ جینا جو پہلے ہی سزا بن چکا ہوتا ہے ایسے میں زندگی کی گاڑی اور گھسٹ کر چل رہی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز لکھتے ہیں: یہ بھی تو ممکن ہے کہ لڑکے نے اس شریف لڑکی سے کسی غیر اخلاقی، غیر شرعی امر کا تقاضا کیا ہو اور لڑکی نے بے غیرت بننے سے انکار کر دیا ہو اور بے غیرت بننے پر اس نے طلاق کو ترجیح دی ہو۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ طلاق کا اثر عورت کی زندگی پر زیادہ غلط پڑتا ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں ایک طلاق یافتہ یا ایک دھتکاری ہوئی عورت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور اکثر صورتوں میں اس کا قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔[2]

ہمارے معاشرے میں جس خاندان کے مرد نے عورت کو طلاق دی وہ خاندان اور خود مرد بھی مطلقہ عورت کے کردار کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے، اس پر ہزاروں عیب لگاتے اور اس کی خامیاں گنواتے رہتے ہیں۔ رد عمل کے طور پر مطلقہ عورت اور ان کے خاندان والے بھی خود مظلوم ثابت کرنا اور طلاق دینے والے مرد کو کوسنے اور بد دعا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔[3]

ڈاکٹر زیبا ہاشم مطلقہ خواتین کے بارے میں معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتے ہوئے اپنی ذاتی زندگی کے حوالے سے لکھتی ہیں:

جب کسی خاتون کو طلاق ہو جاتی ہے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ: لوگ کیا کہیں گے؟

وہ کہتی ہیں کہ طلاق کے واقعے کے کافی عرصہ بعد میرے والدین زبردستی مجھے ایک شادی میں لے کر گئے، وہاں ایک خاتون نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا: اوہ، اوہ، تم تو کافی بہتر نظر آ رہی ہو۔ وہ اس

---

[1] ۔ نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر، چند فقہی معاملات کی شرعی حیثیت، اسکالرز اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص: ۹۳

[2] ۔ پاکستان ٹائمز، ۵ جنوری، ۲۰۰۵ء

[3] ۔ مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، ص: ۱۸۔۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پر کافی حیران ہورہی تھی کہ ایک مطلقہ عورت طلاق کے بعد بھی کس طرح اچھا لباس پہن سکتی ہے۔ اور ایک تقریب میں شریک ہو سکتی ہے۔

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ میں ایک قرآن خوانی کی تقریب میں شریک تھی کہ میزبان پھولوں کے گجروں کی ٹرے تھامے ہوئے آئی اور تمام خواتین کو باری باری گجرے دینے شروع کئے جب میرے قریب آئی تو میرے ساتھ والی خاتون کو گجرے دیئے اور مجھے سے گزر کر آگے چلی گی۔

اس واقعہ نے میرا دل توڑ کر رکھ دیا۔ اور میں دل ہی دل میں چیخ چیخ کر رونے لگ گئی۔ میں یہ بھول چکی تھی کہ میں ایک مطلقہ ہوں حالانکہ اس واقعہ کو بہت زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن لوگوں نے یاد رکھا اور کبھی کوئی موقع ہاتھ سے نہ گنوایا کہ مجھے انتہائی بے رحمانہ انداز میں یہ بار ونہ کروایا جائے کہ میں ایک مطلقہ ہوں۔[1]

مطلقہ خواتین کے حوالے سے اسطرح کے بہت سے واقعات آئے روز ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں مثلاشادی بیاہ کی تقریب میں لڑکی کو مہندی لگانے، کسی رسم میں شریک کرنے، لڑکے کو کوئی نیگ وغیرہ دینے سے عموما منع کیا جاتا ہے کہ یہ کام تو صرف سہاگن ہی کریں اگر کوئی مطلقہ خاتون ایسا کرے گی تو یہ بدشگونی تصور کی جائے گی۔

معاشرہ ایک مطلقہ خاتون کے بارے میں کیا سوچتا ہے؟ اس کے کردار، حیثیت اور حقوق کے حوالے سے افراد معاشرہ کی کیا رائے ہے؟ اس حوالے سے ایک سروے کیا گیا تا کہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے معاشرہ میں مطلقہ خاتون کے بارے میں کیسے رجحان پائے جاتے ہیں؟ سروے کا مقصد یہ بھی تھا کہ اس کی روشنی میں مطلقہ خاتون کے بارے میں موجود معاشرتی منفی یا مثبت رویہ سامنے آسکیں جو ہماری معاشرتی سوچ کی عکاسی کرتے ہوں اور ہم مطلقہ خاتون کے سماجی مسائل کی نوعیت کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔

سروے میں سوال کیا گیا؟

What is the perception of public about divorced women?[2]

---

[1]. Dawn , 8.03-1996, Divorce BY Dr Zeeba Hashim, Picking up the Pieces

[2]. Participant was asked an opened ,ended questions

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سروے سے جو رائے سامنے آئی وہ کافی افسوس ناک ہے۔ اس میں مطلقہ خاتون کے بارے میں منفی رائے کا استعمال اور منفی الفاظ کا چناؤ زیادہ کیا گیا۔

مثلاً اس کو تنہائی پسند، مشتعل، جھگڑالو، وغیرہ کے الفاظ دیئے گئے۔ معاشرے میں غلط نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔۔ جبکہ بہت کم لوگوں کی رائے یہ تھی کہ وہ ہمت والی ہے۔[1]

افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں طلاق کے بعد عورت کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ اس کے اپنے خاندان والے، اعزہ واقارب اور دیگر احباب و متعلقین اسی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ ایک طرف وہ اپنا گھر اجڑنے کی وجہ سے آزودہ خاطر ہوتی ہے تو دوسری جانب لوگوں کے رویے اس پر ہر وقت تازیانے لگاتے رہتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں جس خاندان کے مرد نے عورت کو طلاق دی وہ خاندان اور خود مرد بھی مطلقہ عورت کے کردار کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے، اس پر ہزاروں عیب لگاتے اور اس کی خامیاں گنواتے رہتے ہیں۔ رد عمل کے طور پر مطلقہ عورت اور ان کے خاندان والے بھی خود مظلوم ثابت کرنا اور طلاق دینے والے مرد کو کوسنے اور بد دعا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔[2]

۷۔ بچوں کی پرورش وتربیت:

جس معاشرہ میں خاندانی بندھن کمزور پڑ جائے اور خاندان انتشار وٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے اس معاشرے میں بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں کیونکہ خاندان معاشرے کی پہلی اکائی ہے اس کے بگاڑ سے پورے معاشرے کا بگاڑ ہوتا ہے۔ معاشرے میں فساد، انتشار، بدامنی، عدم اطمینانی، بد عملی کو فروغ ملتا ہے۔ دلوں میں محبت کی بجائے نفرت، ہمدردی کے بجائے بے رحمی جنم لیتی ہے جس میں طلاق کے ذریعے علیحدہ ہونے افراد کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان، ان کے بچوں پر بھی بہت سے منفی اثرات پڑتے ہیں۔ بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سب سے زیادہ نقصان ایسی صورت میں عورت کا اور اس کے بچوں کا ہوتا ہے گویا طلاق یافتہ ہونا عورت کے لئے ایک ایسا داغ ہمارے معاشرے میں بن چکا ہے

---

[1]۔ سروے، نومبر، ۲۰۱۴

[2] مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، ص: ۱۸۔۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اس کی زندگی کے ساتھ ہی مٹے گا اور اس کے بچوں کے مستقبل کو بھی طلاق یافتہ ماں کے بچے ہونے کا ٹائٹل تمام عمر متاثر کرتا رہے گا کیونکہ خاندان کا شیرازہ بکھر جانے کی صورت میں بچوں کے روشن مستقبل کی مکمل طور پر ضمانت نہیں دی جاسکتی ان کی شخصیت عدم تحفظ اور عدم اعتماد کا شکار ہوتی ہے۔ گھریلو ناچاقی کی وجہ سے پڑنے والے اثرات بچے غیر شعوری طور پر قبول کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی سوچ منتشرہ ہو جاتی ہے اور یہ خمیازہ انہیں تمام عمر بھگتنا پڑتا ہے۔

طلاق خواہ کسی بھی صورت میں ہو، دو زندگیوں کے درمیان المیوں کو جنم دیتی ہے۔ جس کا شکار عورت اور مرد کے علاوہ بچے بنتے ہیں۔ جو یقیناً دونوں کے عمل مکروہ کا شکار ہوتے ہیں۔[1]

عدم تحفظ کا احساس بڑھ جاتا ہے اور مستقبل میں عموماً ایسے افراد اپنے رشتوں کو نبھانے میں اور عمل زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔ ایسے والدین پر خاصی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی شخصیت کو ٹوٹ پھوٹ سے بچائیں۔ ان کے اعتماد کو مجروح نہ ہونے دیں، جب کہ عموماً علیحدگی، طلاق یا خلع کی صورت میں والد، والدہ دونوں اپنا غصہ بچوں پر نکالتے ہیں۔[2]

ٹوٹے اور بکھرے ہوئے خاندان کے بچے جب معاشرے میں نکلتے ہیں تو لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں ان کے والدین کے کردار کے حوالے سے کرتے ہیں کہیں کوئی ان کے باپ کی کردار کشی کرتا ملے گا اور کہیں کوئی انہیں ماں کی بداخلاقی کے قصے سنائے گا، ان کی ذات، جذبات و احساسات کی پرواہ کئے بغیر ان کی روح کو گھاؤ بڑی بے رحمی سے گھاؤ لگانے کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے۔ اور نشتر لگانے والا اپنی مکمل حساسیت کے ساتھ ان بچوں کے احساسات و جذبات سے کھیل رہا ہوتا ہے۔ جب یہی بچے واپس اپنے گھر لوٹتے ہیں تو ان کی شخصیت سے خود اپنی ذات پر، اپنے ماں باپ کی ذات پر اور افراد معاشرہ کی ذات پر سے اعتماد اٹھ چکا ہوتا ہے۔ اپنی کئی حصوں میں منقسم زندہ لاش کو تھامے وہ بھی مستقبل میں اسی سفاکی، خود غرضی، بے رحمی کے نشتر سنبھالے آگے بڑھتے ہیں جن کا مشاہدہ انہوں نے اپنے گمشدہ بچپن میں کیا ہوتا ہے، جہاں بچپن میں ہاتھوں میں کھلونا تھامے وہ ماں باپ کو الگ ہوتے

---

[1] ۔ حیات النساء، ص: ۶۹۰

[2] ۔ ایکسپریس نیوز، ۱۶ فروری ۲۰۱۵ء، منیزہ عادل، جن کے سائبان ٹوٹ جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن ان کا شعور ابھی اس ادراک سے قاصر ہوتا ہے کہ وہ تو خود سماج کے بے رحم ہاتھوں میں کھلونا بن چکے ہیں۔

یہ صورت حال ان معصوم ذہنوں کے لیے ناقابل فہم ہوتی ہے۔ وہ اپنے ذہن میں جنم لینے والے چھوٹے چھوٹے سوالات کو لبوں پر لانے کی جسارت نہیں کر پاتے اور خود ہی ان کے جواب ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ ان کا بچپن دل و دماغ میں پیدا ہونے والی الجھی گتھیوں کو سلجھانے کی ناکام کوششوں میں گزر جاتا ہے۔ سہمے سہمے یہ بچے احساس کمتری و محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اپنی ذات سے جنگ میں یہ بچے عملی زندگی میں خاطر خواہ مقام حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

در حقیقت بچے اس تلخ حقیقت کو سمجھنے اور تسلیم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ والدین میں سے دونوں یا کسی ایک یا پھر خود کو اس تمام صورت حال کا ذمے دار سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ایسے بچے عموماً اپنی کیفیات احساسات یا جذبات کا اظہار نہیں کر پاتے اور اندر ہی اندر سلگتے رہتے ہیں۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ یہ درد ان کے رشتوں اور زندگی کے دیگر اہم فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔[1]

طلاق زوجین کے بچوں کے تابناک مستقبل کی راہ میں بعض اوقات بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ مطلقہ عورت کی بچیوں کے ساتھ کم ہی لوگ شادی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ سماجی رویے یہ ہوتے ہیں کہ جن کی ماں اپنے شوہر اور سسرال والوں کے ساتھ گزارہ نہ کر سکی اس نے بیٹیوں کی تربیت کب ایسی کی ہوگی کہ وہ نبھاہ کر سکیں۔

مطلقہ عورت کے لئے ایسی صورت میں جب بچوں کے والد نے ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ برقرار رکھا ہو تو ایسی صورت میں معاشرے پائی جانے والی اخلاقی خرابیوں سے بچوں کو والد کی غیر موجودگی محفوظ رکھنا، ان کی تربیت کرنا، زندگی کے نشیب و فراز سے نبرد آزما ہونے کے رموز سکھانا، ان کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا، بچوں کے دیگر معمولات و معاملات کے حوالے سے آگاہی رکھنا ایک تنہا مطلقہ عورت کے لئے فی زمانہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔

---

[1] ۔ ایکسپریس نیوز، ۱۶ فروری ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلقہ کے لئے ایک جانب، قانونی مسائل ہوتے ہیں تو دوسری جانب سماجی و نفسیاتی مسائل بھی اس اضمحلال کا شکار کرتے ہیں، اس باعث مطلقہ خواتین میں اس قدر فکری، معاشی اور معاشرتی صلاحیت موجود نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کے معاملات کی نگرانی کماحقہ کر سکیں۔ چنانچہ ایسے میں طلاق سے سب سے زیادہ متاثر بچے ہوتے ہیں کہ ان کے مستقبل کے تعمیری کردار کا یقینی طور پر تعین کیا جانا مشکل ہو جاتا ہے۔

ماہر نفسیات ڈاکٹر قیوم عباس کے مطابق ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لینے والے جوڑوں کے بچے کبھی نہ ختم ہونے والی احساس کمتری اور نفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ [1]

The main victims of the divorces are children ،who lose the attention, love and care of their parents . When they grow up and marry , they behave with their spouses the way their parents did.[2]

اگر معاشرے میں خاندانی نظام کا ڈھانچہ توڑ پھوڑ کا شکار ہو اور افراتفری کا شکار ہو جائے تو خواہ زمینیں سونا اگل رہی ہوں یا مشینیں لعل و جواہر، زندگی ان حالات میں سکون سے محروم ہو جاتی ہے۔ [3]

مرد و عورت کے بالغ ہونے کے باعث ممکن ہے اپنے ارد گرد طلاق کے تلخ حقائق کا ادراک کرنے کے قابل ہوں لیکن بچوں کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ حالانکہ اس فیصلہ کے نتیجے میں وہ سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اگر وہ کم عمر ہیں۔ بچوں کی حضانت کے معاملے جو والدین کے مابین قانونی جنگ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ عورت کے لئے یہ معاملات بہت زیادہ دشوار ہو جاتے ہیں۔ [4]

زوجین کی یہ جنگ انا کی جنگ بن جاتی ہے۔ بچوں کے بارے میں کوئی نہیں سوچتا۔

---

[1] ۔روزنامہ سجاگ، فیصل آباد، ۱۹ اگست ۲۰۱۵ء

[2] . Nation , 03. 01. 94

[3] ۔محمد حنیف عبدالمجید، مولانا، تحفہ دلہا، کراچی، مکتبہ بیت العلم ٹرسٹ، گلشن اقبال، ۱۴۲۳ھ، ص: ۳۲۴

[4] . http://blush.com.pk/psychological-impacts-of-divorce-on-pakistani-women/, Retrieved on : 24.12-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہی کریں اور علیحدگی اختیار کرنا چاہیں تو جہاں اس سے میاں بیوی متاثر ہوں گے وہاں ان کے بچے، خاندان اور معاشرہ خود بخود متاثر ہو گا اگر ایسی صورتحال ہو کہ دونوں کا ہر حالت میں اکٹھے رہنا مشکل اور وہ حدود اللہ کو قائم رکھنے میں ناکام ہوں اور میاں بیوی کے رشتے کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہے تو یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں دونوں کا اکٹھے رہنا خاندان اور معاشرے پر اچھے اثرات مرتب نہیں کرے گا۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں: ہر ایک فرد یا انسان دوسروں کی زندگی پر اثر انداز ہوتا بھی ہوتا ہے۔[1] اسلام ایک کامیاب معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے اور معاشرہ افرد کا مجموعہ ہے اور افراد کی اصلاح و کامیابی کا انحصار پر گھریلو ماحول پر مبنی ہے۔ اس لئے جب تک افراد کی اصلاح نہ ہو ایک کامیاب معاشرے کا تصور ناممکن ہے اور اگر افراد عائلی الجھنوں میں مبتلا رہیں تو بیرون خانہ کی خبر نہیں لے سکتے جس کی وجہ سے تو مجموعی طور پر قوم ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ عائلی زندگی معاشرے کا وہ بنیادی پتھر ہے جس پر تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہوتی ہے طلاق یا خلع کی صورت میں یہ انتظامی ادارہ بالکل ختم ہو جاتا ہے اور اس ادارے کے ذمے جو کام شریعت نے لگائے ہیں ان پر عمل درآمد رک جاتا ہے شوہر اپنے خاندان کا نگران ہے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جواب طلبی ہو گی اس طرح عورت اپنے خاندان اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہے اور علیحدگی کی صورت میں نہ صرف بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی براہ راست اثر پڑتا ہے بلکہ وہ نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں۔ اور ایک نفسیاتی مریض کسی بھی طرح معاشرے کا مفید رکن نہیں بن سکتا اور نہ ہی ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔

اگر خاندان کا استحکام ختم ہو جائے تو انسانی طرز عمل معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا تعین سب کچھ ختم ہو جائے ان قدروں کا فقدان معاشرتی بحران پر منتج ہوتا ہے۔[2]

1۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی، ۲۰۰۲ء، ص: ۴۰۵

2۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، ص: ۱۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ کا سب سے پہلا اثر تو یہ ہو گا کہ افراد خاندان میں موجود محبت اور تعاون عنقا ہو جائے گا۔ یہ افراد جب معاشرے میں نکلیں گے تو ان کے عدم برداشت، عدم تعاون، عدم رواداری، تشدد پسندانہ رجحانات کے اثرات تمام معاشرتی ادارات پر مرتب ہوں گے، اخلاقی محاسن کی بجائے رذائل کے فروغ سے سماجی انتشار جنم لے گا، معاشرتی تعمیر کی بجائے تخریب کے عوامل و عناصر پروان چڑھیں گے۔ یوں اقوام و ملل ترقی کے اوج ثریا سے ہمکنار ہونے کی بجائے تنزلی کے اتھاہ گہرائیوں کا شکار ہو جائے گی۔

ابن حجر لکھتے ہیں: خاندانی اور عائلی نظام میں بگاڑ کی ایک وجہ میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بے نیازی اور ان کا آپس میں کھنچاؤ ہے جس کی وجہ سے ان میں باہم اعتمادی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے اس طرح باپ کا اولاد پر اور اولاد کا باپ پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جس کے نتیجے میں خاندان جس کو زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہونا تھا اس کی جگہ موتی کے بکھرے دانوں کی طرح ان میں دوری پیدا ہو جاتی ہے میل محبت اور چین و سکون عنقا ہو جاتا ہے امن و امان صبر و قرار اور قربانی اور ایثار کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور خاندان کی چولیں ہل جاتی ہیں جس سے مضبوط اور صالح سماج کی تشکیل ہے۔[1]

---

[1] ۔ شیخ احمد بن حجر، معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج، لاہور، مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، ۲۰۰۴ء، ص: ۵۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل

عصر حاضر میں خاندان کو جہاں اور بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑہ رہا ہے وہاں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ گھروں کے ٹوٹنے اور بننے کی رفتار تقریبا برابر ہوچکی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے پاکستانی معاشرے میں طلاق کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ مغرب میں یہ رجحان گزشتہ کئی دہائیوں سے بہت تیزی سے بڑھا ہے کہ اب ان کے ہاں بھی خاندان بچاؤ تحریکیں چل رہی ہیں لیکن اب اسی مغرب کی سی تیزی سے اس رجحان نے مشرق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

موجودہ دور میں بالخصوص مغربی ممالک میں طلاق، علیحدگی، فرار اور عدم اتحاد اور تعاون میں کمی کے بے شمار واقعات اخباروں کے صفحات اور عدالتوں کی فائلوں کی زینت بن رہے ہیں۔ عدم استحکام کی شدت مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ بعض صنعتی علاقوں میں اس کے واقعات مقابلتاً زیادہ ہیں مگر مجموعی طور پر ان واقعات میں ہر جگہ اضافہ ہو رہا ہے۔[1]

پاکستان میں موجود فیملی کورٹس میں داخل مقدمات کا جب جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آج سے چند برس پہلے صرف لاہور شہر میں ۱۰ فیملی کورٹس قائم تھیں جبکہ آج ان کی تعداد صرف لاہور شہر میں ۲۵ ہو چکی ہیں۔ اور ہر عدالت میں دائرہ مقدمات طلاق، خلع، سامان جہیز کی واپسی، نان و نفقہ، بچوں کی حضانت وغیرہ کے ہیں اور تقریبا ۱۳۵ کے قریب کیسز کی سماعت روزانہ ہوتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں یہ صورت حال ہماری خصوصی توجہ کی متقاضی ہے کیونکہ طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے مرد تو الگ ہو جاتا ہے لیکن عورت کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مسائل کی نوعیت قانونی بھی ہے اور سماجی بھی۔

پاکستان کی سماجی صورت حال میں طلاق کے اسباب کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ مرد تو طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے الگ ہو جاتا ہے لیکن عورت کے لئے سماجی مسائل جہاں ان گنت تلخ تجربوں سے بھرپور ہوتے ہیں وہیں قانونی مسائل مالی، جسمانی، نفسیاتی و جذباتی لحاظ سے مطلقہ خاتون اور اس کے خاندان کے لئے ایک ناقابل فراموش بدترین سانحہ بن کر رہ جاتے

۱۔ ثقافتی بشریات، ص: ۳۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ طلاق کے بعد اگرچہ عورت پہلے ہی اپنا گھر ٹوٹنے کے باعث اپنی جذباتی، نفسیاتی، جسمانی کیفیت کے ایک بدترین دور سے گزر رہی ہوتی ہے وہیں جب اسے اپنے حق کے حصول کے لئے یا اپنے دفاع میں قانونی چارہ جوئی کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو لڑکی اور اس کے والدین کے لئے طلاق سے بڑھ کر ناقابل تلافی جرم بن کر رہ جاتا ہے۔ عدالت تک دادرسی اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے عورت کو بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جو ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ ذیل میں مطلقہ خواتین کو جو قانونی مسائل درپیش ہیں ان کا انٹرویو اور سروے کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مطلقہ خواتین جن سے انٹرویو اور سروے کیا گیا ہے ۴۰ فیصد خواتین کے والدین نے عدالتی طریقہ کار کی پیچیدگی، تاخیر اور خصوصا مالی وسائل کی کمیابی کی وجہ سے عدالت سے رجوع ہی نہیں کیا۔ اس سروے اور انٹرویو کی روشنی میں جو مسائل سامنے آئے ہیں ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

عدالت میں مطلقہ خواتین کی جانب سے دائر مقدمات کی نوعیت و شرح سروے کی روشنی میں اس طرح ہے:

مقدمات	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
حضانت و نان و نفقہ	70	36.46
مہر و جہیز	122	63.54
	192	100

پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کو درپیش قانونی مسائل:

ا۔ مالی مسائل:

جن خواتین سے سروے کیا گیا ان میں سے ۴۰ فیصد نے کہا کہ انھوں نے اپنے سامان جہیز کی واپسی، حق مہر کی طلبی، نان و نفقہ کی فراہمی، بچوں کی حضانت کے معاملے میں عدالت سے اس وجہ سے رابطہ نہیں کیا کیونکہ ان کے مالی وسائل اس بات کی اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ وکیلوں کی فیسیں بھر سکیں، اور نہ ہی ان کے والدین یا بھائی اس مالی حیثیت کے حامل تھے کی وہ ان کی اس معاملے میں مالی اعانت کر سکتے، وہ تو پہلے ہی اپنے والدین اور بھائیوں پر ناقابل برداشت بوجھ ہیں ایسے میں یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ عدالتی معاملے میں ان کی مدد کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے عدالت سے اس لئے رجوع نہیں کیا کیونکہ اس کے گھر والے وکیلوں کی فیسیں نہیں بھر سکتے تھے جبکہ اس کا سابقہ شوہر مالی لحاظ سے مضبوط تھا لہذا اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ لیا حالانکہ وہ ابھی چھوٹے تھے لیکن وہ اس سلسلے میں قانونی مدد اس لئے حاصل نہیں کر سکی کہ اس کے والدین اسے تو برداشت کر رہے ہیں لیکن اس کے بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہیں۔ جبکہ وہ پڑھی لکھی بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کے اخراجات خود اٹھانے کے لئے کوئی ملازمت کر سکے۔[1]

۲۔ عدالتی و قانونی پیچیدگیاں:

جن مطلقہ خواتین نے عدالت سے اپنے کسی بھی قانونی مسئلے میں رجوع کیا انھوں نے کہا کہ دوسری پارٹی تنگ کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں سے تاخیر کرواتی رہتی ہے، کبھی وہ عدالت میں پیش نہیں ہوتے کبھی ان کا وکیل چھٹی کر لیتا ہے، کبھی وہ کوئی میڈیکل سرٹیفیکیٹ پیش کر کے حاضری سے ایک لمبے عرصے تک استثنا لے لیتے ہیں۔ ان کا مقصد ایسے کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ ہم تنگ آ کر کیس ہی واپس لے لیں یا تاخیر سے تنگ آ کر عدالت ہی آنا چھوڑ دیں۔

لاہور بار کے صدر کے مطابق اذیت پسند شوہر اپنی بیویوں کو اذیت دینے کے لئے حربے استعمال کرتے ہیں لیکن عدالتیں اس حوالے سے تیزی سے اقدامات نہیں کرتیں۔[2]

ایک خاتون نے بتایا کہ اس کی طلاق ہوئے چار سال ہو چکے ہیں اس نے تب ہی سے اپنے سامان جہیز کی واپسی کا مقدمہ دائر کیا ہوا ہے لیکن ابھی تک اس کے کیس کا فیصلہ نہیں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ان کا وکیل چھٹی کر لیتا ہے، کبھی جج صاحب بھی چھٹی پر ہوتے ہیں، اکثر اوقات اس کا سابقہ شوہر اور اس کے گواہ مقدمے گواہی اور بیان دینے کے لئے حاضر نہیں ہوتے، اس دوران دو بار جج تبدیل ہو گیا ہے جس کے باعث بھی مقدمہ التواء کا شکار ہوا ہے۔ اور ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔[3]

---

[1] ۔ سروے، ۸ جولائی، ۲۰۱۴

[2] ۔ روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

[3] ۔ انٹرویو: ۲۲ جون، ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینئیر وکیل مظہر سجاد شیخ ایڈوکیٹ کہتے ہیں کہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہیئے۔[1]

ایسے ہی مسائل کی نشاندہی دیگر خواتین نے بھی کی جن سے انٹرویو لیا گیا۔[2]

ایک انٹرویو دینے والی خاتون نے یہ کہا کہ اس والدین بوڑھے ہیں۔ عدالت کی جانب سے دی جانے والی تاخیر پر اس کے والد کو آنا پڑتا ہے، تمام دن انتظار کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کا وکیل نہیں آیا یا اگلی کوئی تاریخ لے کر چلا گیا ہے۔ میرے والد صاحب کے لئے بار بار عدالت کی سیڑھیاں چڑھنا اترنا انتہائی مشکل ہے لیکن وہ میرے حق کے لئے یہ تکالیف برداشت کر رہے ہیں جبکہ مقدمے کو چلتے ہوئے تین سال ہوگئے ہیں، میرے بھائی ابھی چھوٹے ہیں اور پڑھ رہے ہیں اس لئے وہ عدالت کے کاموں کو نہیں سمجھتے اور عدالت میں نہیں آسکتے۔[3]

۳۔ حق حضانت:

مطلقہ اگر صاحب اولاد ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے مزید پریشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خصوصا بچوں کی حضانت اور ان کے نان و نفقہ کے حوالے سے۔ طلاق اگرچہ خاندانی طور پر ہو چکی ہو لیکن ان معاملات کے لئے مطلقہ اور اس کے ورثا کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں ہمارا عدالتی نظام میں بھی بہت سے نقائص ہیں اور حصول انصاف اور دادرسی کے لئے اسے بہت سے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس سے ذہنی اذیت، بے بسی، وقت اور پیسوں کا ضیاع، عدالتوں کے چکر اور دیگر مسائل سے مطلقہ خاتون کو نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جو ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بچوں کی حضانت کا مسئلہ ہے۔

عدالتوں میں سینکڑوں بچوں کی حضانت سے متعلق مقدمات ہر روز سماعت کے لئے آتے ہیں۔ یہ مقدمات کئی کئی سال سے چل رہے ہیں، دیگر مقدمات کی طرح ان میں بھی کافی تاخیر ہوتی ہے، بچوں کے والدین پر اس حوالے سے نفسیاتی دباؤ بھی ہوتا ہے دوسری طرف بچے بھی جذباتی و نفسیاتی لحاظ سے

---

[1] ۔روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

[2] ۔انٹرویو: ۲۲ جون ۲۰۱۴

[3] ۔انٹرویو، ۲۳ جون ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے کیونکہ اپنی والدہ کی سرپرستی میں زیادہ تر ہوتے ہیں، اس لئے بھی خواتین کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس کی طلاق اگرچہ خاندانی طور پر ہوگئی تھی لیکن بچوں کی حضانت سے متعلق اسے اپنے شوہر کی جانب سے مقدمے کا سامنا کرنا پڑا، طلاق واقع ہوئے تین سال سے زائد کا عرصہ ہوچکا ہے لیکن اس معاملے میں ابھی تک کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی، میں ہر تاریخ پر عدالت میں حاضر ہوتی ہوں لیکن بچوں کے باپ کی جانب سے کبھی گواہ پیش نہیں کئے جاتے اور کبھی وکیل ہی پیش نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا باپ آتا ہے، جب اس سے اس حوالے سے بات کی گئی کہ آیا باپ بچوں سے ملاقات کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ مہینے میں ایک بار ایک گھنٹے بچوں کی ملاقات کا شیڈول طے ہے لیکن ان کا باپ اس کی پابندی نہیں کرتا، کبھی دس منٹ ملاقات کرتا ہے اور اکثر اوقات دو، تین ماہ ملاقات کے لئے نہیں آتا جبکہ میں اپنے بچوں کو عدالت میں ملاقات کے لئے لے کر آتی ہوں، بچوں کا تعلیمی حرج بھی ہوتا ہے، نیز عدالت کا ماحول ایسا نہیں ہے جو بچوں کی ذہنی تربیت کے لئے اچھا ہو یہ ان پر برا اثر ڈالتی ہے، لیکن مجبوری میں ایسا کرنا پڑتا ہے۔[1]

والدین کے درمیان لڑائی جھگڑے اور چپقلش کے نتیجہ میں چار مہینوں میں تقریبا ایک ہزار کمسن بچے عدالتوں میں رل گئے۔[2]

بچوں کی حضانت کے ایک مقدمے میں متاثرہ خاتون نے بتایا کہ طلاق کے بعد اس کے شوہر نے اسے اور اس کی دو سالہ بیٹی کو گھر سے نکال دیا جبکہ اس کے دوسرے دو بچے جو لڑکے ہیں اسے شوہر نے اپنے پاس رکھ لیا، اس نے کہا کہ میں نے خاندانی اور محلے کی سطح پر بڑی کوشش کی کہ مجھے میرے بیٹوں سے ملنے دیا جائے جن کی عمر چار سال اور چھ سال ہیں لیکن ان کے باپ نے ایسی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا، چنانچہ میں نے عدالت سے رجوع کیا، اب میری ملاقات میرے بچوں سے ہوگئی ہے لیکن ابھی ان کے میرے پاس رہنے کا فیصلہ نہیں ہوا ہے، مقدمہ ابھی چل رہا ہے، ان کا باپ کہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے

---

[1]۔ انٹرویو، ۲۳ جون، ۲۰۱۴

[2]۔ روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی قیمت پر نہیں دوں گا، خاتون نے کہا کہ مجھے اپنی نہیں اپنے بچوں کی بہت فکر ہے، میری زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔[1]

۴۔ غیر شائستہ زبان اور دھمکیاں:

عدالتوں میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف ناشائستہ زبان استعمال کرتے ہیں، ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے ہیں، اگرچہ ایسا دونوں جانب سے ہوتا ہے لیکن مشاہدے میں آیا ہے کہ مرد حضرات اپنی سابقہ بیوی، ان کے خاندان والوں، اس کے والدین اور بہن بھائیوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں، ایک خاتون جو اپنے شوہر اور سسرال والوں کے رویے کی وجہ سے طلاق لینے پر مجبور ہو گئی تھی، اس نے اپنے انٹرویو میں بتایا کہ میرے سسرال والوں خصوصاً میرے دیوروں نے میرے باپ کو عدالت میں اس قدر دھمکیاں دیں کہ اس کی وجہ سے میرے والد کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور ہسپتال جاتے ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

فیملی کورٹ میں بچوں سے ملاقات کے وقت بھی اکثر اوقات والدین دوسرے فریق کے لئے ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، ایک فریق دوسرے فریق کو برا بھلا کہتا ہے، ایک دوسرے کردار کشی کی جاتی ہے، وکلاء بھی اپنے مقام و مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر بعض اوقات فریق مخالف سے اور بعض اوقات جج سے بھی الجھ پڑتے ہیں۔ تند و تیز جملوں کا تبادلہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ عدالت میں پیش آنے والی اس صورتحال کی وجہ سے شرفاء ایسے عائلی معاملات میں عدالتوں میں جانا اپنی عزت و غیرت کا جنازہ نکل جانے کے مترادف خیال کرتے ہیں کیونکہ جب عدالتوں کے باہر بہو بیٹیوں کے نام پکارے جاتے ہیں اس وقت دل یہ چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس جائے۔[3]

---

[1] ۔انٹرویو، ۲۳ جون ۲۰۱۴

[2] ۔انٹرویو: ۱۲ ستمبر، ۲۰۱۴

[3] ۔ایضا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالتی نظام پر عدم اعتماد، معاشرتی و عدالتی ماحول، مقدمات کی طوالت اور مالی وسائل کی عدم فراہمی کے باعث بہت سے خاندان حصول انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ تک نہیں جاتے، اور اپنا حق چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ صورت حال سروے سے حاصل شدہ اعداد و شمار کی روشنی میں کچھ یوں پیش ہے۔

شرح فیصد	مطلقہ خواتین	قانونی تحفظ اور امداد
0.00	0	سرکاری
36.46	70	غیر سرکاری
41.67	80	ذاتی
21.88	42	عدالت پر عدم اعتماد
	192	

ایک بزرگ جو اپنی نواسے نواسیوں کے حضانت کے مقدمے میں پیروی کے لئے اپنی بیٹی کے ہمراہ آئے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ میں ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میری بچیاں باپردہ رہتی ہیں لیکن اس مسئلے میں مجھے اور میری بچیوں کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑے اور جب عدالت میں بیٹیوں کے ناموں کی پکار لگتی ہے تب میرے لئے شرم سے مرجانے کا مقام ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے فریق کی جانب سے دھمکیاں بھی ملتی ہیں اور ایسی ایسی زبان اور القابات سننے کو ملتے ہیں کہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ آنکھ ملانے کے بھی قابل نہیں رہتا۔[1]

۵۔ نان و نفقہ کے مسائل:

فیملی عدالتوں میں جہاں طلاق و خلع، سامان جہیز کی واپسی، ادائیگی مہر، حق حضانت وغیرہ کے مقدمات دائر ہوتے ہیں وہیں مطلقہ خواتین کے نان و نفقہ اور زیر سرپرستی بچوں کے نان و نفقہ کے مقدمات بھی ان عدالتوں میں زیر سماعت ہوتے ہیں۔ ان مقدمات میں ایسی خواتین جن کو شوہر نے گھر سے نکال دیا ہو اور طلاق بعد میں دی ہو تو اس کے شوہر کے گھر سے آنے سے لے کر طلاق کی عدت تک کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مطلقہ عورت کے ہمراہ بچے ہیں تو ان بچوں کی معاشی

---

[1]۔ انٹرویو: ۱۳ ستمبر ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کفالت بذمہ والد ہے لہذا اسے بچوں کا نان ونفقہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر اوقات والد یہ ذمہ داری ادا کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے جس کے لئے عورت کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ ایسے میں ایک جانب تو عورت کو مقدمہ دائر کرنے کے لئے روپے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسری جانب بچوں کی پرورش اور نان ونفقہ کا بار بھی وہ خود یا اس کے والدین، بھائی برادشت کر رہے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں ان کی شرح طلاق و خلع کے لئے قائم کئے جانے والے مقدمات سے کم ہے، کیونکہ مقدمے کو چلانے کے لئے بھی مالی وسائل ہونا ضروری ہیں۔ لہذا بہت سی خواتین اس لئے بھی قانونی چارہ جوئی نہیں کرتیں کہ ان کے پاس نہ تو تاریخیں بھگتنے کے لئے وقت ہے اور نہ ہی ان کے اولیاء اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ایسے میں وہ خود یا ان کے والدین بچوں کی کفالت کرتے ہیں۔

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے ایم اے کیا ہے، اس کی شادی ہوئی تو شوہر نے کچھ ہی عرصے کے بعد جہیز کم لانے اور مطالبات پورے نہ کرنے کی وجہ سے اسے طلاق دے دی، بعد ازاں اس کا ایک بیٹا ہوا، جو اب اس کے پاس ہے، اس دوران لڑکی نے ایم فل میں داخلہ لے لیا، بچے اب دو سال کا ہو چکا ہے، اس دوران اس کے باپ نے نہ تو کوئی رابطہ کیا اور نہ ہی بچے کا خرچہ دیا لیکن اب اس نے دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں کہ میں بیٹے کو اغوا کر لوں گا، اس دوران بچے کا باپ دوسری شادی کر چکا ہے۔ ان حالات میں لڑکی اور اس کے والدین بہت پریشان ہیں۔ لڑکی غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور بہن بھائیوں میں وہ پہلے نمبر پر ہے، اس کے والد نے بڑی مشکل سے اسے تعلیم دلوائی تاکہ وہ اپنا اور اپنے بچے کا بوجھ اٹھا سکے، اس سے پہلے اس نے کسی بھی معاملے میں عدالت سے رجوع نہیں کیا لیکن اب عزیز و اقارب نے مشورہ دیا ہے کہ وہ عدالت سے بچے کے خرچے کے لئے رجوع کرے تاکہ عدالت کے نوٹس میں آجائے کہ بچہ والدہ کے پاس ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر تاحال اس کے والد نے کوئی خرچہ نہیں دیا۔ لہذا اب اس نے مقدمہ دائر کیا ہے۔[1]

---

[1]۔ انٹرویو: ۸ مارچ، ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو خواتین عدالت میں بچوں کے نان و نفقہ کے لئے مقدمہ دائر کرتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ بچوں کے والد اس سلسلے میں انہیں بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں، باقاعدگی سے خرچہ نہیں دیتے جبکہ انھوں نے بچوں کے تعلیمی اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں اور دیگر ضروریات بھی پوری کرنی ہوتی ہیں۔ ایسے میں اگر ان کے والد کی جانب سے خرچہ ملنے پر تاخیر ہو جائے یا نہ ملے تو انہیں اور ان کے بچوں کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عدالت میں لئے گئے ایک انٹرویو میں خاتون نے بتایا کہ اس کے دو بچے ہیں اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے اور بچے بھی اس کے پاس ہیں، وہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے بچوں کے والد نے چھ ماہ تک بچوں کا کوئی خرچہ نہیں دیا بچوں کے اخراجات کے لئے اس نے عدالت سے رجوع کیا اس کے سابقہ شوہر نے کہا کہ میں کوئی ملازمت نہیں کرتا لہذا بچوں کا خرچہ نہیں دے سکتا میں تو خود اپنے بھائی کے ساتھ رہتا ہوں، خاتون نے کہا کہ اس نے بچوں کو خرچہ دینے سے بچنے کے لئے یہ بہانا بنایا ہے جبکہ وہ برسر روزگار ہے تاہم عدالت نے بچوں کا خرچہ لگا دیا ہے لیکن وہ پھر بھی کسی مہینے دیتا ہے اور کسی مہینے نہیں دیتا، جو رقم اس کی جانب سے دی جاتی ہے وہ انتہائی قلیل ہے جس سے ان کے تعلیمی اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے باقی ضروریات تو دور کی بات ہے۔ اس کے والدین بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ اس کے اخراجات مستقل طور پر برداشت کر سکیں جبکہ بھائی اپنے گھروں والے ہیں، آج کل مہنگائی کے اس دور میں ان کے لئے اپنا گھر چلانا مشکل ہے وہ میرا اور میرے بچوں کا بار کیسے اٹھائیں، اگر وہ کوئی تعاون کرتے بھی ہیں تو بھابیاں لڑنا شروع کر دیتی ہیں، ایسے میں تنگ آ کر میں نے لوگوں کے کپڑے سلائی کرنے شروع کر دیئے ہیں تب بھی طعنے ملتے ہیں کہ ہماری ناک کٹوا دی، ہماری لوگوں میں کیا عزت رہ جائے گی، ایسے میں سمجھ نہیں آتا کہ میں کدھر جاؤں اور کیسے اپنے بچوں کے اخراجات پورے کروں۔[1]

مطلقہ خواتین کی یہ معاشی مشکلات اس بات کی غماز ہیں کہ ان کے بچوں کے باپ بچوں کے اخراجات کی ادائیگی میں انہیں زیر بار کرنے کے لئے ہر ممکن حد تک جاتے ہیں، تاکہ انہیں یہ بوجھ نہ اٹھانا پڑے، نیز

---

[1] ۔ انٹرویو، ۹ مارچ ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر والد نے دوسری شادی کرلی ہے تو پھر تو مستقل طور پر اس سے راہ فرار ڈھونڈتا ہے کیونکہ اب نئے بیوی بچے اس کی ذمہ داریوں شامل ہو جاتے ہیں وہ ان کے اخراجات سے پہلو تہی نہیں کرتا جبکہ سابقہ بیوی اور بچوں کو اس کے اس عمل سے جس قدر تکالیف پہنچتی ہیں ان کا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔

انٹرویو کے ذریعے یہ بات سامنے آئی کہ بچوں کے نان ونفقہ کی ادائیگی کے سلسلے میں والدہ کو ستانے کے لئے ان کے نان ونفقہ میں تاخیر کی جاتی ہے کوشش کی جاتی ہے جتنا کم سے کم دیا جاسکے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کی وجہ سے بچوں کے حقوق متاثر ہو رہے ہیں ان کو بھی اذیت سہنی پڑ رہی ہے۔ جو والد اپنے بچوں کا خرچہ خوش دلی سے ادا کرتے ہیں ان کی تعداد انتہائی کم ہے۔

ایک متاثرہ خاتون نے بتایا کہ اس کے بچوں کا عدالت میں اپنے باپ سے ملاقات کے لئے آنے جانے کا خرچہ اور نان ونفقہ عدالت نے مقرر کیا کچھ ماہ تو اس نے یہ ادا کیا لیکن گزشتہ چار ماہ سے اس نے یہ پیسے دینے بند کر دیئے ہیں اب عدالت نے اس کے خلاف ڈگری کر دی ہے، بچوں کی ملاقات ختم ہو گئی ہے جبکہ نان ونفقہ کی ادائیگی کے لئے اس کو وارنٹ جاری کئے ہیں، وہ جہاں رہتا تھا پتہ چلا ہے کہ وہاں سے گھر بیچ کر کہیں چلا گیا ہے کہاں گیا ہے اس بارے میں کوئی پتہ نہیں، لہٰذا تا حال عدالت کے فیصلے پر عمل نہیں ہو سکا۔[1]

میرے ایک سوال کے جواب میں کہ ایسی صورت میں اس کی اور بچوں کی کفالت کون کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرے والدین میرے اور میرے بچوں کے تمام اخراجات برداشت کر رہے ہیں۔ میرے والدین میری معاشی کفالت کی پوزیشن میں ہیں لیکن بچوں کے والد کی جانب سے ایسا سلوک رکھنا اسلام اور قانون دونوں کی رو سے ناجائز ہے۔[2]

۶۔ حق مہر و سامان جہیز کی واپسی:

عدالت میں جو فیملی کیسز سماعت کے لئے آتے ہیں ان میں سے بہت سے کیسز میں طلاق کے بعد خواتین کی جانب سے شوہر پر حق مہر کی ادائیگی اور سامان جہیز کی واپسی کے بھی مقدمات پیش کئے جاتے

---

[1]۔ انٹرویو، ۹ مارچ ۲۰۱۴

[2]۔ ایضا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ عموماً ہمارے ہاں حق مہر شادی کے موقع پر ادا نہیں کیا جاتا، بعد میں مرد حضرات اکثر اوقات یہ حق بخشوا لیتے ہیں، اگر عورت نے یہ حق معاف نہیں کیا تو ایسے میں طلاق ہونے کی صورت میں عورت عدالت سے اپنے اس حق کی ادائیگی کے لئے رجوع کرتی ہے۔ تاہم ایسا اسی صورت میں ہوتا ہے جب مہر کی رقم زیادہ ہو تبھی عورت انصاف کے حصول کے لئے عدالت کا دروازے پر جاتی ہے۔

طلاق کے بعد مطلقہ کو یہ بھی مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ شادی کے موقع پر اور شادی کے بعد دلہن کو والدین اور عزیز و اقارب کی جانب سے دیئے جانے والے تحائف سابقہ شوہر کے گھر اس کی یا اس کے والدین کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ لڑکی کو جس وقت طلاق دی جاتی ہے تو اس وقت ایک تو طلاق کی وجہ سے وہ رنج و غم کی کیفیت میں ہوتی ہے تو دوسری جانب عموماً اسے بے یار و مددگار گھر سے نکال دیا جاتا ہے ایسے میں اس کا تمام سامان جہیز اور دیگر سامان اپنے ہمراہ نہیں لا سکتی۔ بعد ازاں وہ اس سامان کی واپسی کے لئے عدالت سے رجوع کرتی ہے لیکن ایسے مقدمات میں فیصلے بہت تاخیر سے ہوتے ہیں۔ لڑکے والے سامان جہیز کا عموماً انکار کرتے ہیں یا کم اشیاء دینے پر راضی ہوتے ہیں۔ ایسے مقدمات میں بھی گواہیاں ہوتی ہیں سامان جہیز کی فہرستیں طلب کی جاتی ہیں، مشاہدے میں آیا ہے لڑکے والوں کے وکیل کی جانب سے اس سامان کی رسیدیں بھی مانگی جاتی ہیں جو شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے دیا تھا۔ طلاق کے بعد زوجین کے سامان کی واپسی کا معاملہ شرعی اور قانونی لحاظ سے اہم اور نازک ترین ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ طلاق کا اسلامی رویہ اپنانے کی بجائے، طلاق بدعت کے رویے اختیار کر کے عورت کے اثاثہ جات اور سامان جہیز، تحائف پر جبراً قبضہ کرنے کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اور عورت سے احسان کے قرآنی حکم کو بھی درخور اعتناء تصور نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ قرآن کا طلاق دیئے جانے کی صورت میں حکم یہ کہ وہ چیزیں جو تحائف کی صورت میں یا بری کی صورت میں بیوی کو دے چکا ہے، وہ چیزیں واپس نہ لی جائیں۔ بلکہ اسے احسان کے طور پر عورت کے پاس رہنے دیا جائے۔ تاکہ اس کی آئندہ زندگی کے لئے دلجوئی کا سبب بنے۔[1]

---

[1]۔ حیات النساء، ص: ۶۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس کے عدالت میں دو مقدمات زیر سماعت ہیں ایک سامان جہیز کی واپسی کا اور دوسرا حق مہر کی ادائیگی کا۔ اس کا کہنا تھا کہ میرے شوہر نے نکاح نامے میں چھ تولے سونے کے زیورات بطور حق مہر مقرر کئے تھے، اس کی شادی تین سال رہی لیکن وہ کہتی ہے کہ جو زیور مجھے ڈالا گیا تھا وہ میری نند کا تھا، میرے سسرال والوں نے شادی کے موقع پر بطور حق مہر تو یہ لکھ دیا لیکن شادی کے بعد مجھ سے لے کر اپنی بیٹی کو واپس کر دیا۔ اب نکاح نامے میں تو لکھ دیا گیا کہ بوقت نکاح لڑکی کو دے دیا گیا لیکن عملا ایسا نہیں ہوا، جب میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے حق مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جو انھوں نے کہا کہ تمہیں دیا جا چکا ہے۔ لڑکے والوں کے پاس نکاح نامہ بطور ثبوت ہے جبکہ میرا گواہ صرف اللہ ہے اور اسی کے بھروسے پر میں نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہے۔ خاتون نے بتایا کہ اس کے جہیز کا سامان اور والدین کی جانب سے عید وغیرہ پر دیئے جانے والے تحائف بھی اس کے سابقہ شوہر ہی کی تحویل میں ہیں۔ اس بارے میں اس کے شوہر نے یہ موقف اپنایا ہے کہ اس کے والدین نے جہیز میں بہت کم سامان دیا تھا لہذا اس نے جہیز کے سامان کی واپسی کے لئے صرف چند چیزوں کے دینے کا اقرار کیا ہے کہ میرے پاس جہیز میں صرف یہی اشیاء تھیں۔[1]

ایک اور مقدمے میں خاتون نے اسی طرح کی صورتحال کا تذکرہ کیا لیکن اس حوالے سے اس کا کہنا یہ تھا کہ اس کے شوہر نے اسے اس کے دو بچوں سمیت گھر سے بے سروسامانی کی کیفیت میں نکال دیا تھا چنانچہ ایک سال تک ان دونوں کے درمیان کسی طرح کا رابطہ نہیں ہوا۔ آخر کار لڑکی نے خلع لے لی۔ اس کے نکاح نامے میں بھی بطور مہر دس تولہ زیوارت بوقت نکاح ادائیگی تحریر کئے گئے۔ خاتون کا کہنا ہے کہ وہ زیورات اڑھائی سال تک اس کے پاس رہے لیکن جب اس کے سابقہ شوہر نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے کہا کہ یہ زیورات میری بہن کے تھے لہذا اب میں اسے ادا کر کے جانا چاہتا ہوں تم وہ واپس کر دو۔ لڑکی نے وہ زیورات واپس کر دیئے۔ جب ایک سال کے بعد لڑکی نے خلع لی تو سابقہ شوہر نے یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ لڑکی سے مہر واپس دلوایا جائے۔ حالانکہ وہ لڑکی سے واپس لے چکا تھا لیکن واپسی کا ثبوت لڑکی کے پاس نہیں تھا۔ جبکہ اس کے جہیز کا سامان بھی لڑکے ہی کی تحویل میں تھا۔

---

[1]۔ انٹرویو: ۱۲ مارچ ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑکی والوں کی جانب سے پیش کردہ سامان جہیز کی فہرست سے لڑکے والوں نے انکار کر دیا کہ یہ اشیاء جہیز میں نہیں دی گئیں۔ لڑکے کے والوں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان اشیاء کی خریداری کی رسیدیں دکھائیں۔ لڑکی نے کہا کہ عدالت نے لڑکے والوں کی جانب سے زیورات کی واپسی کا مقدمہ خارج کر کے فیصلہ لڑکی کے حق میں کر دیا ہے جبکہ سامان جہیز کے سلسلے میں لڑکے والوں کے موقف کو درست قرار دے کر صرف ان اشیاء کی واپسی کا حکم صادر کیا جن کو لڑکے والوں نے تسلیم کیا ہے۔[1]

خاتون نے مزید بتایا کہ خلع کے بعد ان مقدمات کا فیصلہ ہونے میں دو سال کا عرصہ لگا ہے۔ چنانچہ جو سامان واپس کیا گیا وہ انتہائی خستہ حال تھا اور اسے توڑ کر دیا گیا، سامان کی لسٹ تو پوری کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سامان کو نا قابل استعمال بنا کر دیا گیا۔[2]

طلاق کے بعد زوجین کے سامان کی واپسی کا معاملہ شرعی اور قانونی لحاظ سے اہم اور نازک ترین ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ طلاق کا اسلامی رویہ اپنانے کی بجائے، طلاق بدعت کے رویے اختیار کر کے عورت کے اثاثہ جات اور سامان جہیز، تحائف پر جبر اقبضہ کرنے کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اور عورت سے احسان کے قرآنی حکم کو بھی درخواعتناء تصور نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ قرآن کا طلاق دیئے جانے کی صورت میں حکم یہ کہ وہ چیزیں جو تحائف کی صورت میں یا بری کی صورت میں بیوی کو دے چکا ہے، وہ چیزیں واپس نہ لی جائیں۔ بلکہ اسے احسان کے طور پر عورت کے پاس رہنے دیا جائے۔ تاکہ اس کی آئندہ زندگی کے لئے دلجوئی کا سبب بنے۔[3]

عدالت میں آنے والی بہت سی خواتین نے اپنے انٹرویوز میں اسی قسم کے حالات بیان کی ہے۔ ان انٹرویوز کی روشنی جو مجموعی صورتحال سامنے آتی ہے اس سے ایک طرف تو مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر کا رجحان نظر آتا ہے تو دوسری جانب فریق مخالف کو نیچا دکھانے، اسے خوار کرنے اور انتقامی جذبات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں والدین اپنی استطاعت سے بڑھ کر اپنی بیٹی کو جہیز

---

[1]۔ انٹرویو ۱۲ مارچ، ۲۰۱۴

[2]۔ ایضا

[3]۔ حیات النساء، ص: ۶۸۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں تاکہ انہیں کہیں کوئی طعنہ نہ سننے کو ملے دوسری جانب اگر طلاق ہو جاتی ہے تو سسرال والوں کا رویہ انتقاما ہو جاتا ہے اور وہ بے رحمی سے اس سامان کو لوٹ کا مال سمجھ کر تباہ کر دیتے ہیں، والدین یا اس لڑکی کے لئے جسے طلاق ہوئی ہے سامان ہی سب کچھ نہیں ہوتا کیونکہ طلاق کے سبب جو بٹہ اسے اور اس کے والدین و خاندان کی عزت کو لگا ہے وہ سامان جہیز یا مہر کی رقم اس کا مداوا نہیں کر سکتے۔ بہت سے والدین ایسے بھی ہیں جو تھانے کچہری کے چکر میں پڑنے کی بجائے ان معاملات کو برداشت کر لیتے ہیں تاکہ عزت مزید نیلام نہ ہو۔ انہیں اپنی عزت ان لاکھوں کے جہیز اور ہزاروں کے سامان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان مقدمات سے دور رہتے ہیں لیکن اگر کوئی انصاف کی خاطر عدالت میں استغاثہ دائر کر دیتا ہے تو پھر معاشرہ اور فریق مخالف تمام اخلاقی حدود و قیود سے بری ہو کر بے رحمانہ و سفاکانہ سلوک کرتے ہیں۔

عدالت میں آئے ہوئے ایک بزرگ نے کہا کہ کہ جب عزت ہی نہ رہی تو سامان کا کیا کرنا میری بیٹی کا گھر اجڑ گیا وہ ان چیزوں کو استعمال نہ کر سکی تو اب یہ چیزیں اس کے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتیں۔ لہذا جو سامان ہمیں لڑکے والوں نے دیا ہے وہ قابل استعمال نہیں ہے اور نہ ہی تمام سامان واپس کیا گیا ہے۔[1]

معاشرتی المیہ یہ ہے کہ عورت کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی بجائے عورت کے سامان جہیز پر بھی قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ جس سامان کی واپسی کے لئے عورت کو عدالتوں کے چکر لگانے اور ثابت کرنے میں گزر جاتے ہیں کہ اس کا سامان واقعی شوہر کے گھر اور اس کے قبضے میں ہے۔ یہاں تک کہ خبث بنیاد پر عورت کا سامان خورد برد کر لیا جاتا ہے، یا استعمال کے ذریعے ناکارہ کر دیا جاتا ہے۔ اور عدالت میں عورت کو شکست دینے کے لئے اس کی شخصیت اور حیثیت کو مجروح کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قدیمی رویوں کے ذریعہ عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی سزا دی جاتی ہے۔ ایسے اقدامات قابل مذمت ہیں اور شیطانی افعال شمار ہونگے۔

ضروری ہے کہ عورت سے علیحدگی کے ساتھ ہی اس کا سامان جہیز اور بری وغیرہ عزت کے ساتھ لوٹا دیئے جائیں، تاکہ وہ اپنا آئندہ نکاح کر سکے۔ موجودہ دور میں عورت کے سامان جہیز پر قبضہ کرنا وغیرہ

---

[1] ۔ انٹرویو: ۱۵ مارچ ۲۰۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے معاملات بھی قرآن کے اسی حکم کے تحت آتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ،، عورتوں کو آئندہ زندگیاں اپنی مرضی سے گزارنے میں رکاوٹ نہ ڈالو،

یاد رکھیں کہ جتنا عرصہ عدت کے بعد مقدمات میں الجھائے رکھنے کے نتیجے میں عورت دوسری شادی نہ کر سکے، اور اس دوران اپنی طلب کے تحت گناہ کا شکار ہو جائے، تو اس کی تمام تر آلودہ زندگی کی ذمہ داری اس مرد پر عائد ہو گی، جس کی وجہ سے وہ عورت دوسرا نکاح کرنے میں ناکام رہی۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسی عورتوں کو بلا جواز مقدمات میں الجھائے رکھنے کے نتیجے میں ہونے والے ذہنی، جسمانی نقصان کے ازالہ کے حقوق کا بھی عدالت اپنے ابتدائی فیصلوں میں ہی تعین کرے۔ تاکہ ایسے مردوں کو بلا جواز عورتوں کو تنگ کرنے کے راستے بند ہو سکیں۔ طلاق کے بعد کا یہ المیہ عورتوں کی نسبت سے دردناک ہے۔ جس کہ نتیجہ میں عورت غلط مردوں کے ہاتھوں رسوا ہو جاتی ہے۔[1]

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنے سامان کی اس قدر حفاظت کرتے ہیں اسے سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں تاکہ وہ خراب نہ ہو جائے لیکن جو سامان ہمارے پاس بطور امانت ہوتا ہے ہم اس کے خراب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھتے۔ اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، مال غنیمت سمجھ کر خود کے لئے اس کا استعمال حلال گردانتے ہیں۔ مہر جسے نکاح کے معاملے میں فرض قرار دیا گیا ہے اس کے مقرر کرنے اور ادا کرنے میں بھی ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جہیز نقد اور مہر ادھار ہو گیا ہے۔ ہر طرف سے صرف مال ہتھیانے کی فکر ہے۔ حالانکہ لڑکی کے والدین نے اپنے جسم کا ٹکڑا ان کے سپرد کیا ہوتا ہے؟ کیا کبھی ہم نے ان ماں باپ کی جگہ بھی بن کر سوچا ہے جن کی بیٹی کا بسا بسایا گھر اجڑ جاتا ہے ان کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ ان کے احساسات و جذبات کیا ہوتے ہیں؟۔ اپنے موضوع کے حوالے سے سروے اور انٹرویوز کرتے ہوئے بہت سی لڑکیوں نے یہ بتایا کہ ان کی طلاق کے بعد ان کے والدین کی جسمانی و ذہنی کیفیت وہ نہیں رہی جو اس سے پہلے تھی۔ وہ یہ غم لے کر بیمار ہو گئے ہیں۔

---

[1]۔ حیات النساء، ص:۶۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

اسلام کا قانون طلاق- تجزیاتی مطالعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا قانون طلاق (مختصر جائزہ)

اسلام دین فطرت ہے لہذا اس میں ذریت آدم کے ہر اس مسئلے کا حل بیان فرمایا گیا ہے جس سے اسے واسطہ پیش آسکتا ہے۔ عائلی نظام زندگی کا قیام اور اس کا استحکام معاشرے کے دیگر اداروں کے استحکام سے منسلک ہے۔ شریعت اسلامیہ میں نکاح کا حکم و ترغیب دے کر بہت سی حدود کو پامال ہونے سے تحفظ عطا کیا ہے وہیں اس کے ذریعے زوجین کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق و فرائض کا نظام بھی استوار کیا ہے اور ان حقوق و فرائض کو پورا کرنے کی ترغیب و تلقین بھی فرمائی ہے تاکہ یہ رشتہ نکاح بہترین طریقہ پر قائم رہ سکے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی دین فطرت کا دعویٰ کرنے والے اس دین نے زوجین کے باہمی حقوق و فرائض کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا جس کی بابت کوئی تعلیم و تلقین نہ فرمائی ہو۔ شریعت اسلامیہ نے ہر پہلو پر افراد امت کی راہنمائی کی ہے لہذا جہاں اس رشتہ مناکحت کو سب سے مضبوط رشتہ قرار دیا ہے وہیں اس کے عدم استحکام کی بہت صورتیں بیان کی ہیں کہ جس سے عقد نکاح میں بندھے دو افراد ایک دوسرے سے کبھی تو عارضی طور پر علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی ان میں جدائی و مفارقت دائمی بنیادوں پر ہوتی ہے۔

اسلام میں زوجین میں علیحدگی کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ طلاق ۲۔ خلع ۳۔ تفریق

طلاق یہ ہے کہ مرد واضح اور مبہم الفاظ میں بول کر یا لکھ کر براہ راست یا کسی وکیل کے ذریعے اپنی بیوی سے رشتہ نکاح ختم کرنے اور علیحدہ ہونے کا اظہار کر دے۔

طلاق واقع ہونے کی ایک صورت ایلاء بھی ہے۔ اس کے معنی عربی زبان میں قسم کھانے کے ہیں۔ شریعت میں چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک یا ہمیشہ کے لئے بیوی سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کی دو صورتیں ہیں:

www.kitabosunnat.com

۱۔ ایلاء موبد ۲۔ ایلاء موقت

ایلاء موبد میں شوہر یہ قسم کھاتا ہے کہ وہ کبھی اپنی اس بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرے گا۔ اور ایلاء موقت یہ ہے کہ چار مہینے کی مدت تک ہمبستری ترک کر لینے کی قسم کھائی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں صورتوں میں چار مہینے کی مدت تک انتظار کیا جائے گا اس دوران اگر شوہر قسم توڑ دے تو طلاق واقع نہ ہو گی لیکن کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ اور اگر یہ مدت گزر گئی اور رجوع نہ کیا تو مدت گزرتے ہی خود بخود ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔

خلع یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے کر علیحدگی اختیار کرنے پر آمادہ کر لے۔

تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت کی جائز شکایتوں یا مرد کی کمزوریوں یا کسی وجہ سے قاضی شرعی طور پر دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دے اور اس رشتہ کے ٹوٹ جانے کا فیصلہ کر دے۔

جدائی کی ایک صورت ظہار بھی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے ظہار ہے۔ مثلاً کہے کہ تو مجھ پر میری اماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اگر کوئی اس طرح تشبیہ نہ دے صرف یہ کہے تو میری ماں ہے یا بہن ہے تو اس سے ظہار نہیں ہو گا۔ مگر ایسا کرنا گناہ ہے۔

ظہار کا حکم یہ ہے کہ اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا البتہ جنسی تعلقات حرام ہو جاتے ہیں جب تک کہ وہ اس کا کفارہ ادا نہ کر دے۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے مباشرت کرے گا تو سخت گناہ گار ہو گا۔[1]

مقالہ ہذا کا موضوع چونکہ مطلقہ خواتین کو درپیش سماجی و قانونی مسائل اور شرعی قوانین کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ ہے۔ اس لئے موضوع بحث طلاق کی اقسام، نوعیت و شرائط ہو گا۔

طلاق کی حکمت و ضرورت:

شریعت نے طلاق کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے اور زوجین کو حتی المقدور رشتہ نکاح قائم رکھنے کی ہدایات دیں ہیں۔

یوسف عباس لکھتے ہیں: طلاق دینا سنت نہیں بلکہ طلاق نہ دینا سنت ہے ہزار تو تکار ہو، لاکھ لڑائی جھگڑا ہو طلاق کی طرف کبھی نہیں جانا چاہیے۔ بلکہ حتیٰ المقدور نباہ کرنا چاہیے اور مرتے دم تک کرنا چاہیے اور یہی شعار اللہ کے بندوں والا شعار ہے۔[2]

---

[1] ۔ رحمانی، خالد سیف اللہ، طلاق و فسخ نکاح کی شرعی حیثیت، کراچی، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۲ء، ص: ۴۵۔۴۷

[2] ۔ یوسف عباس، طلاق، ملٹی میڈیا افیئرز، لاہور، ۲۰۰۴، ص: ۱۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے عائلی زندگی میں توازن واعتدال اور حسن برقرار رکھنے کے لئے کسی ناگزیر صورت میں طلاق دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ تاکہ اگر کہیں عائلی زندگی کے مقاصد زیر بار یا تہہ بالا ہو رہے ہو وہاں ان مفسدوں سے محفوظ رہ کر معاشرتی وعائلی زندگی کی بقا اور باہمی حقوق وفرائض کے درمیان حسن قائم کیا جاسکے۔

طلاق کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب عورت اور مرد ان حقوق وفرائض کو ادا نہیں کرتے جو شریعت اسلامی نے ان پر مقرر کئے ہیں یا دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی کرتا ہے یا کسی طرف سے کوئی اخلاقی برائی ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے نفرت وعداوت کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت باقی نہیں رہتی، جذبہ رحمت وخیر خواہی فنا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کے رویے کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں رہتا تو اس صورت میں شریعت اسلامیہ عورت اور مرد دونوں کو حق دیتی ہے کہ اگر عورت مرد کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہے تو طلاق کے ذریعے رشتہ نکاح کو توڑ کر آزاد ہو جائیں۔ یہ حق دینے کے باوجود قرآن وحدیث میں نکاح کے معاہدے کو فسخ کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرنے اور تعلقات خوش گوار بنانے کی کوشش کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔[1]

بعض اوقات فریقین کے مابین حالات ایسا رخ اختیار کر لیتے ہیں کہ نبھاہ ممکن نہیں رہتا ایسی صورت میں طلاق یا خلع کی صورت سامنے آتی ہے لیکن اس کے اثرات صرف فریقین پر نہیں پڑتے بلکہ نسل واولاد کی تباہی وبربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد وخونریزی پر منتج ہوتے ہیں لہذا اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اصلاح واحوال کی تمام تر کوشش کی جائے۔ تاکہ خاندان کا اتحاد ویکجہتی کسی نہ کسی طرح برقرار رہے چنانچہ خاندانی استحکام کو برقرار رکھنے کے لئے شریعت اسلامیہ ہمیں ایسی تعلیمات فراہم کرتی ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے رشتہ نکاح برقرار رکھا جاسکے۔ لیکن اگر کسی صورت میں یہ رشتہ قائم رکھنا مشکل ہو جائے تو پھر شریعت اسلامیہ ایسے قانون کا پابند کرتی ہے جس میں رشتہ مناکحت ختم کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے ساتھ معروف، خیر وبھلائی کا سلوک کیا جائے۔ اس قانون کو اسلام کے قانون طلاق کا نام دیا گیا ہے۔

---

[1] ۔ موسیٰ خان جلال زئی، نکاح، طلاق اور حلالہ، لاہور، اردو بازار، جاسم پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانون طلاق اور اس کی اہمیت:

نکاح معاشرے کی اصلاح، باہمی تعلقات میں استحکام و خیر خواہی، تعاون، جذبات و خواہشات کی تسکین کا جائز ذریعہ اور بقاء نسل کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو بطریق احسن قائم رکھنے کا حکم دیا ہے جہاں نکاح ایک اہم معاشرتی ضرورت ہے وہیں بعض اوقات مصالح نکاح میں ایسے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں جن سے خاندانی و معاشرتی تعمیر کی بجائے تخریب پروان چڑھنے لگتی ہے، محاسن کے بجائے مفاسد کا فروغ ہوتا ہے۔ محبت و مودت کی جگہ نفرت و عداوت لے لیتی ہے اور حدود اللہ پامال ہونے لگتی ہیں اور نکاح کے تمام مصالح معطل ہو کر رہ جاتے ہیں ایسے میں شریعت اسلامیہ نے طلاق جیسے ابغض الحلال فعل کو جائز قرار دے کر معاشرتی نظام زندگی میں توازن پیدا کیا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے زندگی کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے جہاں نکاح جیسی مثبت پہلو کی حامل نعمت سے نوازا، وہیں قانون طلاق کے ذریعے اس کے منفی پہلو کی بھی رعایت کی، ہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کہ نکاح اس لئے نہیں کیا جاتا ہے کہ طلاق دی جائے۔ بلکہ وہ تو زندگی کے آخری سانس تک کا ایک غیر منقطع بندھن ہوتا ہے۔[1]

مولانا مفتی عبدالجلیل قاسمی مزید لکھتے ہیں:

بسا اوقات نکاح کے بعد فطری کمزوریاں، جسمانی اور جنسی قوت کا فقدان، معاش کی تنگی، مزاجی کی ناموافقت اور دوسرے اسباب و محرکات کی وجہ سے نکاح کے حقیقی منافع سے آدمی محروم رہتا ہے۔ اس کی اچھائیوں اور بھلائیوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور بجائے آپس میں محبت و الفت، صلہ رحمی اور ہمدردی کے بغض و عداوت، دشمنی اور کینہ پروری جیسے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔ اور اس طرح ازدواجی زندگی کا اتحاد و اتفاق اور اس کے تمام تر مصالح برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس سنگین اور پیچیدہ موقع پر جدائی کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام نے ایسے ہی نازک

---

[1] ۔عبدالجلیل قاسمی، مولانا، مفتی، اسلام کا مکمل نظام طلاق، لاہور، طیب اکیڈمی، س ن، ص: ۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حساس موقع پر قانون طلاق کا ستعمال جائز قرار دیا ہے تا کہ دونوں الگ الگ رہ کر کامیاب زندگی گزار سکیں۔[1]

اسلام کے قانون طلاق کی اہمیت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم طلاق کی تعریف فقہا اربعہ کے ہاں کیا ہے؟اس کا مختصر جائزہ لیں۔

طلاق کے لغوی معنی:

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''طلاق کے معنی کسی بندھن سے آزاد کرنا ہیں"

محاورہ ہے کہ: الطلقت البعیر من عقالہ وطلقتہ (میں نے اونٹ کا پائے دان کھول دیا) طالق وطلق کے معنی ہیں وہ اونٹنی جو مقید نہ ہو، طلقت المراۃ میں نے میں نے اپنی عورت کو طلاق کے بندھن سے آزاد کر دیا۔[2]

لغت میں طلاق کے معنی بندش کو کھول دینے کے ہیں چاہے بندش نظر آنے والی ہو یا غیر محسوس ہو مثلا اونٹنی کی بندش کھول کر اسے چھوڑ دیا جائے تو کہتے ہیں طلق الناقۃ[3] اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے تو کہتے ہیں طلقت المراۃ (عورت کو چھوڑ دیا)[4]

ابن منظور طلاق کا مفہوم یوں لکھتے ہیں: وطلاق المراۃ: بیونتھا عن زوجھا (یعنی کسی عورت کا اپنے شوہر سے جدا ہو جانا)[5]

---

[1]۔ ایضا، ص: ۱۹

[2]۔ راغب اصفہانی، آبو القاسم الحسین بن محمد، امام، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیۃ۔دمشق بیروت، 1412ھ، ص: ۵۶۴.

[3]۔ الجزیری، عبد الرحمٰن، الفقہ علی المذاھب الاربعہ، تحقیق: آحمد ابراہیم زھوۃ وآحمد عنایۃ، بیروت۔ لبنان، دار الکتاب العربی، ج: ۴، ص:156

[4]۔ ایضا

[5]۔ ابن منظور، افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت ۱۹۰۶ء، ج:۱۰، ص: ۲۲۶

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الصحاح میں اس کے معنی کچھ اس طرح سے بیان کئے گئے ہیں: الطلاق فی الغة الحل و ضع القید وهو اسم صورة التطليق و يستعمل استعمال المصدر (طلاق لغت میں ایک مخصوص قید کو ختم کرنا ہے یہ اسم ہے اور اس کا مصدر تطلیق ہے اور یہ استعمال ہوا ہے)[1]

امام سرخسیؒ طلاق کے لغوی معنی ازالۃ القید کے لکھتے ہیں۔یعنی قید سے رہائی اور چھٹکارا۔[2]

المعجم الوسیط میں لفظ طلاق کے ضمن میں لکھا ہے: اطالق: يقال ، امراة طالق:محررة من قيد الزاوج و ناقة او شاة طالق رسلة ترعى حيث شاءت (طلاق کے لفظ کی نسبت جب عورت کی طرف ہو تو اس کے معنی ہیں کہ وہ قید نکاح سے آزاد ہو گئی اور جب اونٹنی یا بکری کی طرف ہو تو اس کے معنی کھلی ہوئی کے ہیں کہ جہاں چاہے چلی جائے۔)[3]

صاحب الرائد لفظ طلاق کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں: طلق تطليقا: امرة حلها عنه و حل عقد الزواج بينهما (طلاق کے لفظ کے بعد اگر امرۃ آئے تو اس کے معنی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو حلال کر دیا یعنی جو معاہدہ نکاح ان دونوں کے درمیان تھا اسے ختم کر دیا۔)[4]

القاموس العصری میں اس لفظ کی لغوی تعریف کچھ اس طرح سے ہے:

Divorce: طلاق، تطلیق، تفریق، جدائی وغیرہ۔[5]

طلاق کے اصطلاحی معنی:

عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں: اصطلاحی معنی میں لفظ طلاق سے مراد عقد نکاح کا ختم ہونا ہے۔

ولهذا عرف فی اصطلاح بأنه أزالة انكاح أو نقصان حله بلفظ مخصوص ۔ ومعنى أزالة النكاح رفع العقد بحيث لا تحل له الزوجة بعد ذلک۔[6]

---

[1]۔الرازی، محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، مطبعۃ عیسیٰ الحلبی، مصر، س۔ن، ص:۳۵۵

[2]۔سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۲۴ھ، ج: ۶، ص: ۲

[3]۔ابراہیم مصطفیٰ وغیرھم، مجمع اللغۃ العربیہ، المعجم الوسیط، تہران، المکتبہ العلمیہ، س۔ن، ص: ۵۶۹

[4]۔جبران مسعود، الرائد، معجم الغوی عصری، دار العلم بیروت، ۱۹۶۴ء، ص: ۸۷۵

[5]۔الیاس انطون الیاس، القاموس العصری، المطبعہ العصریہ، قاہرہ، س۔ن، ص: ۲۴۶

[6]۔الجزیری، عبدالرحمن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دار الفکر بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ہمام طلاق کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: طلاق مخصوص الفاظ یا کنایہ یا کسی دوسرے ذریعے مثلاً قاضی کے حکم سے یا قید نکاح اٹھا دینے کو کہتے ہیں۔[1]

ابراہیم مصطفیٰ و دیگر لکھتے ہیں: التطلیق و فی الشرح رفع الید النکاح المنعقدبین الزوجین بالفاظ مخصوصة[2]

شریعت میں طلاق کے معنی ہیں میاں اور بیوی کے درمیان قائم رشتہ نکاح کو مخصوص الفاظ کے ساتھ ختم کر دینا۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن طلاق کی شرعی و اصطلاحی تعریف میں اس طرح رقمطراز ہیں: شرع میں مخصوص الفاظ کے ساتھ اس قید کے اٹھا دینے کو کہتے ہیں جو طلاق کے وقت نکاح سے قائم ہو۔[3]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں طلاق کی اصطلاحی تعریف یوں تحریر کی گئی ہے: خاوند کا اپنی بیوی کو پابندی نکاح سے آزاد کر دینا طلاق یا اس کے ہم معنی الفاظ کہہ کر خاوند کا بیوی سے قطع تعلق کرنا ہے۔[4]

امام شربینیؒ اور ابن قدامہؒ طلاق کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

و الطلاق فی عرف الفقهاء مو رفع قید النکاح ---صریحا و بلفظ الاطلاق یکون کنایة[5]

فقہاء کے عرف میں طلاق کے معنی قید نکاح کو فوری یا مال کے عوض مخصوص الفاظ یا ایسے الفاظ کے ساتھ جو اس کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ اس طرح فقہاء نے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے کہ طلاق یا تو صریح لفظ کے ساتھ ہو گی یا کسی کنایہ کے استعمال سے۔

---

[1]۔ ابن الھمام کمال الدین محمد، فتح القدیر شرح الھدایہ، المطبعۃ الامیریۃ اللکبریٰ، مصر، س۔ن، کتاب الطلاق، ج: ۳، ص: ۲۱

[2]۔ المعجم الوسیط، ص: ۵۶۹

[3]۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۰ء، ج: ۲، ص: ۳۵۷

[4]۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ جامعہ پنجاب، مقالہ طلاق، ج: ۱۲، ص: ۱۲۷

[5]۔ شربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج: ۳۔ ص: ۲۷۹؛ ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی، مکتبۃ القاھرۃ، س۔ن، ج: ۷، ص: ۲۹۶

" محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ طلاق کا معنی آزادی ہے یا ایسی قیود سے ہٹ جانے کا نام ہے جو کسی معاہدہ کے نتیجے میں فریقین پر عائد ہوتی ہو۔

شریعت اسلامیہ میں اس سے مراد عقد نکاح کا ختم ہو جانا یا خاص الفاظ کے ساتھ عقد نکاح میں ایسا نقصان ڈال دینا ہے جس سے نکاح کی گرہ پوری طرح کھلنے میں کمی رہ گئی ہے۔ اور نکاح زائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ عقد نکاح ختم ہو گیا ہے اور آئندہ کے لئے بیوی اس پر حرام ہو گئی ہے۔ (عقد نکاح میں کمی سے مراد یہ ہے کہ جب طلاق رجعی دی جائے تو ایسی صورت میں عقد نکاح میں کمی ہو گئی کیونکہ شوہر جو پہلے تین طلاقوں کا مالک تھا اب صرف دو طلاقوں کا مالک رہ گیا۔ اگر شوہر رجوع کر لے تو وہ اس کے لئے مکمل طور پر حلال ہو جائے گی۔ طلاق رجعی سے عقد نہیں ٹوٹتا صرف رشتہ نکاح میں فرق آجاتا ہے۔ اور نکاح زائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقد نکاح ختم ہو گیا ہے اور بیوی آئندہ کے لئے اس پر پوری طرح حرام ہے یہ اس صورت میں ہو گا جب بیوی کو تین طلاقیں دے دی جائیں۔

شرائط صحت ارکان طلاق:

ارکان طلاق کے صحیح ہونے کی چند شرائط ہیں ان میں سے بعض شرائط کا تعلق:

- بعض طلاق دینے والے (یعنی شوہر) سے ہے۔
- بعض کا تعلق (مطلقہ) بیوی سے ہے۔
- اور بعض کا تعلق الفاظ تعلق (یعنی صیغہ طلاق) سے ہے۔

شرائط مطلق (طلاق دینے والے کی شرائط)

ا: بلوغ:

مطلق کے لئے شرط ہے کہ وہ بالغ ہو چھوٹی عمر کا بچہ طلاق دے اور وہ بالغ نہیں تو طلاق واقع نہیں ہو گی اگر وہ قریب البلوغ یا صاحب تمیز (طلاق کا نتیجہ جاننے والا ہو) اور صغر سنی میں اس نے طلاق دی تو بالغ ہونے پر اس کے حساب میں شمار نہ ہو گی۔

(یعنی بالغ ہونے پر بھی وہ تین طلاقوں ہی کا مالک ہو گا۔)

فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ ایسے لڑکے کی طلاق واقع ہو جائے گی جس میں اتنی تمیز ہو کہ وہ طلاق کا نتیجہ جانتا ہو۔ یعنی یہ جانتا ہو کہ اس کے الفاظ طلاق سے بیوی حرام ہو جائے گی۔ اگرچہ دس سال سے کم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمر کا ہو۔ اگر وہ طلاق دینے کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنادے تو درست ہے اسی طرح جیسے یہ درست ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق دینے کے لئے اپنا وکیل بنادے۔[1]

ویصح من الزوج العاقل البالغ المختار ومن االصبي العاقل وعنه لا يصح حتى يبلغ[2]

اور یہ درست ہے کہ شوہر عاقل، بالغ اور مختار ہو اور چھوٹے بچے کے عاقل ہونے کے بارے میں یہ درست نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

ب۔ عاقل ہو:

مطلق کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ عاقل ہو۔ دیوانہ، مجنوں وغیرہ نہ ہو۔

حدیث مبارکہ ہے: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ "[3]تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے سونے والے سے حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچے سے حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ عقل مند ہو جائے۔

مذاہب اربعہ کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ایسا شخص جس کی عقل نشہ یا نشے کے علاوہ کسی چیز جیسے جنون، نبیذ، دوا پینے، غنودگی وغیرہ کی وجہ سے زائل ہو گئی تو ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[4]

فقہاء میں پایا جانا والا اختلاف اس حوالے سے ہے کہ اگر کسی شخص کی عقل نشہ کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو تو ایسے شخص کی طلاق واقع ہو گی یا نہیں ہو گی، آئمہ اربعہ کے مطابق ایسے شخص کی طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

---

[1]- کاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع، کراچی، ایم سعید کمپنی، ۱۹۱۰ء، ج: ۳، ص: ۱۰؛ ابن عابدین، محمد امین، الدر المختار مع رد المحتار، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۹۶۶ء، ج: ۳، ص: ۲۴۳؛ بھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع متن الاقناع، مکتبہ نصر الحدیث، الریاض، س۔ن، ج: ۳، ص: ۱۳۹۔۱۴۰

[2]- ابن قدامہ، عبد الرحمن محمد بن احمد، الشرح الکبیر علی المتن المقنع، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع، س۔ن، ج: ۸، ص: ۲۳۵

[3]- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۹۹۹ء، ج: ۴، ص: ۱۳۹، حدیث نمبر: ۴۳۹۸

[4]- ابن الھمام، کمال الدین بن عبد الواحد، الحنفی، فتح القدیر شرح الھدایہ، ج: ۳، ص: ۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: ایسا شخص جس نے شراب، بھنگ، افیون یا کوکین وغیرہ نشہ آور شے کھا رکھی ہو جس سے عقل زائل تو نہیں ہوتی لیکن اس عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ ایسے شخص نے محض اگر نشہ لانے اور لذت اندوزی کے لئے ایسی چیزوں کا استعمال کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کی عقل جاتی رہتی ہے اور اس کے نشے میں فی الواقع اس کی عقل جاتی رہی اور اسی حالت میں اس سے نشہ نہیں ہو گا یا کسی مرض کو دور کرنے کے لئے استعمال کی اور عقل زائل ہو گئی اور اس حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہو گی۔[2]

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے قول کے مطابق بھی ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[3]

اس حوالے سے یہ بھی دیکھا جائے گا کہ مطلق (طلاق دینے والا) نے جو الفاظ ادا کئے ہیں اس کا مقصد وہی الفاظ ہیں یا زبان کی لغزش سے کوئی اور لفظ ادا ہو گیا ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت ہے تو پھر آئمہ ثلاثہ (مالکی، شوافع، حنابلہ) اس بات کے قائل ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔ جبکہ فقہاء احناف ایسے شخص (جس سے خطا ہو جائے) کی طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔[4]

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی اس ضمن میں لکھتے ہیں: یہ الفاظ طلاق کے لئے صریح ہیں اور ایسے شخص کا معاملہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے لیکن حاکم ان ظاہری الفاظ پر ہی اعتماد کر لے گا کیونکہ حاکم دل کی بات نہیں جانتا۔[5]

۳۔ مختار ہو: (یعنی اپنے معاملے کا خود مالک ہو)

مطلق کے لئے اپنے معاملے کا مالک ہونا اور با اختیار ہونا لازم ہے یعنی اسے طلاق دینے پر مجبور نہ کیا جائے وہ اپنی رضا اور اختیار سے طلاق دے۔ جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ جبراً دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ حدیث مبارکہ ہے:

---

[1]۔ الشرح الکبیر، ج: ۸، ص: ۲۳۸؛ البدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۱۰۰؛ کشاف القناع، ج: ۳، ص: ۱۴۰

[2]۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، ج: ۴، ص: ۲۵۱

[3]۔ رافعی، سالم بن الغنی، احکام الاحوال الشخصیہ للمسلمین فی الغرب، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۶۳ء، ص: ۵۶۰

[4]۔ الدر المختار ورد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۴۱۔۲۴۲

[5]۔ وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ دار الفکر المعاصر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۷ء، ج: ۷، ص: ۳۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ[1] بے شک میری امت سے خطاء نسیان اور جس پر وہ مجبور کئے گئے معاف کر دیا ہے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ[2] طلاق دینے پر اسے مجبور نہ کیا جائے کیونکہ جبر اختیار اور رضا کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں جبر جائز ہے جب ایلاء کی مدت گزر جانے پر اگر حاکم وقت طلاق دینے کے لئے جبر کرے تو ایسے جبر کی وجہ سے دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔[3] اگر کوئی شخص کسی کے مجبور کرنے پر طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

۴۔ غصہ کی حالت میں طلاق دینا:

غصہ کی مختلف کیفیات کی وجہ سے غصہ میں دی جانے والی طلاق کا حکم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

امام ابن قیمؒ غصہ کی تین حالتیں بیان فرماتے ہیں اور ہر حالت میں دی گئی طلاق کا حکم مختلف ہے۔[4]

امام ابن قیمؒ غصے کی ان مختلف کیفیات اور طلاق کے حکم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۱۔ پہلی قسم غصہ کی ابتدائی حالت ہے جس میں انسان کی عقل میں کسی طرح کا تغیر نہیں آتا ایسی حالت میں وہ جو کچھ کہتا ہے اس کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ اپنے غصے کو جانتا ہے۔ اور اپنے قول کو جانتا ہے غصہ کی جو طلاق دی جائے وہ بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ غصہ اپنے انتہاء کو پہنچ جائے۔ غصہ میں اس شخص کی عقل میں تغیر آجائے اور یہ اسے مجنوں بنا دے کہ اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہے۔ اس حالت میں اگر وہ طلاق دے گا تو وہ واقع نہ ہو گی کیونکہ اس کی کیفیت پاگل اور مجنوں جیسی ہے۔

---

[1] ۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، دار المعرفۃ، بیروت۔ لبنان، ۱۹۹۶ء، کتاب الطلاق الکروہ والناسی، ج:۱ح:۲۰۴۵، ص: ۶۵۹

[2] ۔ ایضا، ج:۱، ح: ، ۲۰۴۳، ص:۶۵۹

[3] ۔ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی، مکتبہ الریاض الحدیثۃ الریاض، ۱۹۸۱ء، ج: ۷، ص: ۱۱۸

[4] ۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر الجوزی، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ج:۵، ص: ۲۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منقرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تیسری قسم ان دونوں حالتوں کے درمیان اوسط درجے کے غصے کی ہے یعنی غصہ سخت آئے اور یہ شخص اپنی عادت کے خلاف حرکتوں پر اتر آئے لیکن پاگل نہ ہو گیا ہو اور یہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ جمہور علماء کا موقف ہے کہ اس حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔[1]

یہ تمام شرائط مطلق یعنی طلاق دینے والے کی ہیں۔ مطلق کی شرائط کی طرح شریعت اسلامیہ میں مطلقہ کی بھی چند شرائط بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

شرائط مطلقہ:

مطلقہ کی دو شرائط ہیں۔

۱۔ مطلقہ عورت مرد کے عقد میں ہو۔ اگر ان کے درمیان طلاق بائن کے سبب رشتہ مناکحت ختم ہو چکا ہو اور عورت عدت گزار رہی ہے تو ایسی عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی۔ یعنی اس پر مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

۲۔ عورت عقد صحیح کے باعث مرد کی زوجیت میں ہو اگر عقد نکاح باطل تھا تو ایسی صورت میں اس باطل نکاح کے سبب طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ عقد باطل تھا تو عورت اس کی منکوحہ ہی نہیں تھی لہذا ایسی صورت میں طلاق کا بھی کوئی جواز نہیں جب نکاح ہی نہیں ہے۔

صیغہ طلاق کی شرائط:

اس سے مراد یہ ہے الفاظ طلاق ایسے ہوں جن سے طلاق کا مفہوم صراحتاً یا کنایتہ ظاہر ہوتا ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ناراض ہو کر اس کے باپ کے گھر بھیج دیتا ہے اور اس کے مہر کی ادائیگی بھی کر دیتا ہے لیکن طلاق کا لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالتا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ یہی حکم دل میں نیت کر لینے اور منہ سے کچھ نہ کہنے کا ہے۔ فقط طلاق کی نیت سے دل میں کہا اور زبان سے نہ کہا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

۱۔ طلاق کی اقسام بلحاظ احکام شریعہ:

---

[1] ۔ زاد المعاد، ج:۵، ص:۲۱۵

[2] ۔ ابن قدامہ، المغنی، ج:۷، ص:۱۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرعی احکام کے لحاظ طلاق واجب، حرام، مستحب اور مکروہ کی اقسام میں منقسم ہے اور اسے أَبْغَضَ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ[1] قرار دیا گیا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ فعل کراہیت سے متصف ہے۔ اگرچہ شریعت نے زوجین کے درمیان علیحدگی کا حلال طریقہ طلاق کو قرار دیا ہے۔ لیکن اسے بہر حال مکروہ بتایا ہے۔ بلا سبب اس فعل کو سرانجام دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ عائلی زندگی میں بعض اوقات ایسے حالات واسباب بھی پیش آتے ہیں جب طلاق اپنے سبب کی نوعیت کے اعتبار سے کبھی واجب، کبھی مستحب، کبھی حرام اور کبھی مکروہ ہو جاتی ہیں۔ احکام شریعہ کے اعتبار سے طلاق کی یہ اقسام عائلی زندگی میں پیش آمدہ مسائل واسباب کی نوعیت کے فرق کے باعث ہے۔

۲۔ عدد طلاق کے لحاظ سے طلاق کی اقسام:

طلاق دیتے وقت تعداد کے لحاظ سے اس کی دو اقسام ہیں۔ الطَّلَاقِ بِحَقِّ الصِّفَةِ وَهُوَ نَوْعَانِ سُنَّة وَبِدْعَة[2]

۱۔ طلاق سنی ۲۔ طلاق بدعی

امام مرغینانیؒ اس کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں: الطَّلَاق على ثَلَاثَة أوجه حسن وَأحسن وبدعي[3]

---

[1] ۔ سنن ابن ماجہ، باب حدثنا سوید بن سعید بن ج:۱، ص:۶۵۰، حدیث نمبر:۲۰۱۸؛ سنن ابی داؤد، باب فی کراھیۃ الطلاق، ج:۱، ص:۲۵۵، حدیث نمبر:۲۱۷۸؛ محمد بن أبي إسحاق بن إبراهيم بن يعقوب الكلاباذي، بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص:۳۴۰

[2] ۔ الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، ۱۹۸۶ء، ج:۳، ص:۸۸

[3] ۔ المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين، متن بداية المبتدي في فقه الإمام أبي حنيفة، مكتبة ومطبعة محمد علي صبح - القاهرة، بدون تاریخ، ص:۶۸؛ محمد بن محمد بن محمود، العناية شرح الهداية، دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاریخ، ج:۳، ۴۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کی تین اقسام ہیں۔ حسن، احسن اور بدعی

طلاق کی یہ اقسام درج بالا اقسام کے منافی نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں طلاق کی یہ تمام اقسام داخل ہیں۔ مثلا اگر طلاق صحیح وقت پر یعنی شریعت کے مقرر کردہ اصول کے مطابق اور مقررہ تعداد میں دی جائے۔ اس طریقے پر دی ہوئی طلاق طلاق سنی کہلائے گی۔

طلاق سنت کی تعریف:

طلاق سنت سے مراد ایسی طلاق ہے جو شارع کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دی جائے، طلاق سنت کہلاتی ہے۔[1]

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَ لِلسُّنَّةِ فَلْيُطَلِّقْ امْرَأَتَهُ طَاهِرًا ،۔۔۔ فَتَنْقَضِي عِدَّتُهَا.[2]

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت کے مطابق طلاق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا گیا ہو، پھر عورت کو چھوڑ دے اور اگر وہ عورت سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا حقدار ہے پھر اگر عورت تین بار حائضہ ہو گئی تو وہ اب مطلقہ بائنہ ہو جائے گی۔۔۔اب مسعودؓ کہتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو تین طلاقیں دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عورت کو ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے مجامعت نہ کی ہو پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ حائضہ ہونے کے بعد دوبارہ پاک ہو جائے پھر اسے دوسری طلاق دی جائے پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک وہ پھر حائضہ ہونے کے بعد پاک ہو جائے پھر اسے اگلی طلاق دی جائے۔ اس طرح یہ تین طلاقیں ہو گئیں اور دو حیض ہوئے۔ اور دوبارہ حائضہ ہونے پر عورت کی عدت مکمل ہو جائے گی۔

طلاق سنت کی اقسام:

احناف کے نزدیک طلاق سنت دینے کے دو طریقے ہیں اور اس لحاظ سے اس کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ طلاق احسن ۲۔ طلاق حسن

---

[1] ۔ کشاف القناع متن الاقناع، ج: ۳، ص: ۱۴۳

[2] ۔ مالک بن أنس بن، المدونۃ، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴ء ج: ۲، ص: ۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق احسن: امام محمدؒ طلاق احسن کی تعریف میں لکھتے ہیں:

طلاق السنة ان يطلقها يقبل عدتها طاهرا من ----قول ابی حنيفه و العامة من فقائنها۔[1]

طلاق سنت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو عدت کے لحاظ سے طلاق دے۔ حالت پاکی میں بغیر جماع کئے اس طہر میں جس میں وہ حیض سے پاک ہوتی ہو۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ مدخولہ کو ایسے طہر میں جس میں اس نے صحبت نہ کی ہو اور نہ کوئی طلاق دی ہو اور نہ ہی اس طہر سے قبل حیض میں طلاق دی ہو، ایک رجعی طلاق دے پھر اس کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یا اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت گزر جائے۔[2]

طلاق سنی کی شرائط:

۱۔ طلاق حالت طہر میں دی جائے۔ (شرعی عذر کے ایام میں جو طلاق دی جائے گی وہ حرام ہے اور گناہ ہے۔ اس طلاق کو طلاق بدعی کہا جائے گا۔)

امام مالکؒ کے مطابق حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لَا يَقَعُ عَلَيْهَا فِي قَوْلِ مَالِكٍ بِهَـٰذِهِ الْحَيْضَةِ طَلَاقٌ[3]

۲۔ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جب بیوی سے مباشرت نہ کی گئی ہو۔ اگر اس کے برعکس معاملہ کیا گیا تو یہ طلاق بھی بدعی ہو گی۔

۳۔ طلاق صرف ایک دی جائے۔ یعنی رجوع کرنے کا موقع رہے۔ اس کے بعد عدت گزاری جائے یعنی ایک ماہ بعد جب ایام ماہواری گزر جائے تو اگر شوہر رجوع نہیں کرتا تو پھر دوسری بار طلاق دے پھر عدت کے دوران جب تیسری بار عورت پاک ہو لے تو تیسری طلاق دی جائے۔ اگر پہلی بار کی پاکی کے

---

[1]۔ مالک بن انس، امام، مؤطا مالک بن انس روایۃ امام محمد بن حسن الشیبانی، باب الطلاق، المکتبہ العلمیہ، الطبعۃ الثانیۃ، س۔ن ج: ۱، ص:۱۸۶

[2]۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۸۸۔۸۹

[3] المدونہ، ج:۲، ص:۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنوں میں یک بارگی دو یا تین طلاقیں دے دی جائیں تب بھی یہ طلاق بدعی شمار ہوگی۔اسی طرح یکبارگی طلاق بائن دینا بھی طلاق بدعی شمار ہوگی۔

۴۔شرعی عذر کے ایام میں شوہر بیوی کے پاس نہیں گیا اور پاک ہو جانے کے بعد بھی ان کے درمیان کوئی تعلق قائم نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں طلاق درست ہوگی۔کیونکہ جس طرح ان ایام میں طلاق دینا درست نہیں اسی طرح ایسے طہر میں طلاق دینا بھی طلاق بدعی ہوگی جن میں زوجین کے درمیان تعلقات قائم ہوئے ہوں۔

طلاق احسن کی فضیلت:

طلاق احسن شریعت کی نظر میں بہتر تو ہے ہی عقل و دیانت کی روشنی میں بھی مفید ہے اور بہت سی مصلحتیں اس میں مضمر ہیں۔

اول یہ کہ جب طلاق کی نوبت آجاتی ہے تو طلاق دینے کے بعد اکثر آدمی کو ندامت ہوتی ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ غصہ یا معمولی بات پر طلاق دے ڈالتے ہیں پھر ندامت و شرمندگی کا اظہار ہوتا ہے۔غالبا اس کی سب سے بڑی وجہ شرع کے موافق طلاق دینے سے گریز ہے کیونکہ اگر طلاق دینا ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ دیں اور طلاق احسن یعنی ایک طلاق رجعی دیں تاکہ بعد میں پشیمانی اٹھانی نہ پڑے۔[1]

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں:لَوْ وَقَعَتْ لَهُ دَاعِيَةٌ أَنْ يُطَلِّقَهَا بِدْعِيًّا فَمَنَعَ نَفْسَهُ إِلَى وَقْتِ السُّنِّيِّ يُثَابُ عَلَى كَفِّ نَفْسِهِ عَنْ الْمَعْصِيَةِ[2] یعنی اگر سنت کے خلاف طلاق دینے کا داعیہ پیدا ہو اور وہ اس سے رک جائے تو اس نے خود کو گناہ گار (یا معصیت میں مبتلا ہونے) سے روک لیا۔(گویا اجر کا مستحق ٹھہرا)

---

[1] ۔اسلام کا نظام طلاق مکمل، ص: ۳۵

[2] ۔ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، البحر الرائق، وبالحاشیۃ: منحۃ الخالق لابن عابدین، دار الکتاب الاسلامي، بدون تاریخ، ج:۳۔ص:۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم: طلاق احسن کو اس لئے بھی افضل کہا گیا ہے کہ اگر عدت کے اندر میاں بیوی میں مصالحت ہو جائے تو بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر گئی اور پھر مصالحت ہو گئی تب بھی بغیر حلالہ کے صرف تجدید نکاح کافی ہو گی۔ اس لئے تین طلاقیں بالکل نہیں دینی چاہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اس معاملہ میں قدم اٹھانا چاہیے۔ جب بھی ایسی نوبت خدانخواستہ آجائے تو خواہ زبانی ہو یا تحریری ایک سے کبھی زائد طلاق استعمال نہ کی جائے کیونکہ جو کام تین سے ہو گا ایک سے بھی ہو سکتا ہے۔[1]

ابن نجیمؒ اصحاب رسول ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں: رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ لَا يَزِيدُوا فِي الطَّلَاقِ عَلَى وَاحِدَةٍ حِينَ تَمْضِي عِدَّتُهَا وَأَنَّ هَذَا أَفْضَلُ عِنْدَهُمْ[2]

- ابراہیم النخعیؒ سے روایت کی گئی ہے کہ اصحاب رسول ﷺ پسند کرتے تھے کہ وہ ایک سے زائد طلاق نہ دیں۔ یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے۔ اور یہ صحابہ کرام کے نزدیک افضل ترین تھا۔

(ب) طلاق حسن:

طلاق حسن تعداد کے لحاظ سے سنت طلاق کی دوسری قسم ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک رجعی طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔[3]

امام مالکؒ کے علاوہ دیگر آئمہ کے نزدیک طلاق احسن اور طلاق حسن دونوں سنت میں داخل ہیں۔[4]

وَأَمَّا الْحُسْنُ فِي الْحُرَّةِ الَّتِي هِيَ ذَاتُ الْقُرْءِ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا فِي ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ — أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً وَيَتْرُكَهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا.[5]

---

[1] ۔ اسلام کا نظام طلاق مکمل: ۳۵

[2] ۔ البحر الرائق، وبالحاشیۃ: منحۃ الخالق لابن عابدین، ج: ۳، ص: ۲۵۶

[3] ۔ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، البحر الرائق، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۴ء، ج: ۳، ص: ۲۵۶

[4] ۔ داماد آفندی، مجمع الأنھر، مطبعۃ مصر، ۱۳۲۷ھ، ج: ۱، ص: ۳۸۱۔۳۸۲

[5] ۔ بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق حسن آزاد عورتوں میں جب کہ ان کو ایام بھی آتے ہوں یہ ہے کہ شوہر تین طہر میں تین طلاقیں دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو یعنی طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں اس نے ہم بستری نہ کی ہو پھر جب دوسرے مہینے کا حیض کے بعد طہر کا زمانہ آئے تو دوسری طلاق دی جائے اسی طرح تیسرے حیض کے ختم ہونے پر تیسری طلاق دی جائے۔ عام طور پر علماء نے یہی فرمایا ہے۔ البتہ امام مالکؒ کے نزدیک سنت کے مطابق طلاق دینے کی ایک ہی شکل ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد عورت کو ایک طہر میں ایک طلاق دے کر عدت گزرنے تک چھوڑ دے۔

امام مالکؒ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دینے کو بھی بدعت خیال کرتے ہیں۔ ابن الساعاتی لکھتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک ہر طہر میں ایک ایک طلاق دینا بھی بدعت ہے اور طلاق سنت صرف یہی ہے کہ شوہر ایک طلاق دے، کیونکہ طلاق اصلاً ممنوع ہے اور صرف ضرورت کی بنا پر عورت سے نجات پانے کے لئے جائز کی گئی ہے۔ اور یہ مقصد ایک طلاق سے پورا ہو جاتا ہے۔[1]

امام مالکؒ اس قول میں منفرد ہیں۔

فقہاء کی بیان کردہ ان شرائط کو ملحوظ رکھ کر جو طلاق دی جائے گی وہ طلاق سنی کہلائے گی اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پائی جائے تو ایسی صورت میں وہ طلاق طلاق بدعی ہو گی۔

جبکہ ان شرائط کے برعکس جو طلاق دی جائے وہ طلاق بدعی کہلائے گی یعنی اس میں نہ تو وقت کو ملحوظ رکھا جائے اور نہ ہی تعداد کا لحاظ رکھا جائے۔

طلاق بدعت کی مزید دو اقسام ہیں۔

۱۔ باعتبار وقت

۲۔ باعتبار تعداد

باعتبار وقت:

اس کو مزید دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) پہلی قسم حالت حیض میں ایک رجعی طلاق دینا ہے۔

---

[1]۔ ابن الساعاتی، احمد بن علی، شرح مجمع البحرین، مطبوعہ مطبع المطابع، دہلی، ۱۸۹۹ء، کتاب الطلاق، ص: ۵۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) دوسری صورت میں وہ ایک طلاق رجعی ہے جو حیض والی عورتوں کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس سے مباشرت ہو چکی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ شاید مباشرت کے نتیجے میں حمل ٹھہر جائے اور حمل کا علم ہونے پر اس شخص کو ندامت ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جماع کے باعث بیوی سے رغبت بھی کم ہوئی لہذا اس طہر میں طلاق دینا علی الاطلاق کسی ضرورت کے تحت نہیں ہے اس لئے یہ طلاق طلاق سنت نہیں ہے۔

باعتبار تعداد:

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دینے کی بجائے ایک ہی طہر میں بیک وقت دو تین طلاقیں دینا بدعی طلاق کی تعریف میں داخل ہے۔ طلاق باعتبار عدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں برابر ہیں۔ امام شافعیؒ نے اکٹھی تین طلاقوں کو مسنون کہا ہے وہ اسے بدعت میں شمار نہیں کرتے اور امام مالکؒ اسے طلاق سنت نہیں سمجھتے۔[1]

۳۔ طلاق کی اقسام بلحاظ الفاظ یا عبارت:

الفاظ یا عبارت کی رو سے طلاق کی اقسام دو ہیں۔

وألفاظ الطَّلَاق ضَرْبَان صَرِيح لَا يفْتَقر وُقُوعه إِلَى نِيَّة وكناية لَا يَقع إِلَّا بِالنِّيَّةِ[2] بلحاظ الفاظ طلاق کی دو اقسام ہیں۔ صریح جس کے واقع میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور کنایۃ کے الفاظ سے دی گئی طلاق میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

الف: طلاق صریح: یعنی ایسے الفاظ میں طلاق دینا جس سے طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم نہ نکلتا ہو۔ مثلاً بیوی سے کہے کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں یا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا تجھ کو طلاق ہے یا میں نے تجھے

---

[1] ۔ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مطبعۃ الامیریہ الکبریٰ، مصر، س۔ن، ج: ۳، ص: ۱۰۹؛ ابو عبد اللہ، محمد بن یوسف، التاج الاکیل المختصر الخلیل، دار لحیاء الکتب العلمیہ، مصر، س۔ن، ج: ۴، ص: ۳۵؛ کشاف القناع، ج: ۳، ص: ۱۴۸؛ الشرح الکبیر، ج: ۲، ص: ۳۷۸؛ درالمختار، ج: ۳، ص: ۲۴۵

[2] ۔القرطبي، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد الكافي في فقه أهل المدينة المحقق: محمد محمد أحيد ولد ماديك الموريتاني، مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، المملكة العربية السعودية، ۱۹۸۰ء، ج: ۲، ص: ۵۷۲؛ الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد، الإقناع في الفقه الشافعي، ج: ۱، ص: ۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق دی یا تو مطلقہ ہے یا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ یہ سب الفاظ صریح شمار ہوں گے۔ ان الفاظ کے کہتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔ ایسے الفاظ خواہ سنجیدگی سے کہے جائیں یا مذاق میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ دل میں نیت کرے نہ کرے ہر صورت سے طلاق نافذ ہو جائے گی۔ ایسی طلاق قابل رجعی بھی ہو سکتی ہے اور بائن بھی۔

وہ طلاق جو الفاظ صریح میں دی جائے، طلاق صریح کہلاتی ہے، ایسے الفاظ کے ادا ہوتے ہی ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ ان الفاظ کی ادائیگی کے بعد یہ جاننے کی ضرورت نہیں رہتی کہ ان الفاظ کے ادا کرنے میں شوہر کی نیت طلاق کی تھی یا نہیں کیونکہ ایسے الفاظ طلاق کے لئے صریح ہیں۔[1]

وَهَذِهِ الْأَلْفَاظُ ظَاهِرَةُ الْمُرَادِ؛ لِأَنَّهَا لَا تُسْتَعْمَلُ إِلَّا فِي الطَّلَاقِ عَنْ قَيْدِ النِّكَاحِ فَلَا يُحْتَاجُ فِيهَا إِلَى النِّيَّةِ لِوُقُوعِ الطَّلَاقِ؛ إِذْ النِّيَّةُ عَمَلُهَا فِي تَعْيِينِ الْمُبْهَمِ وَلَا إِبْهَامَ فِيهَا.[2]

ایسے الفاظ جن سے ظاہری طور پر معلوم ہو کہ یہ الفاظ طلاق یا نکاح کی قید سے آزاد ہونے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ وقوع طلاق کے لئے نیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ نیت کسی مبہم کی تعین کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا ان صریح الفاظ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

لفظ طلاق اور اس سے مشتق دیگر الفاظ کا حکم:

ا۔ طلاق صریح:

فقہاء کا اتفاق ہے کہ لفظ طلاق اور اس سے دیگر الفاظ، طلاق کے لئے صریح ہیں۔

مثلاً شوہر اپنی بیوی سے کہے: انت طالق (تجھے طلاق ہے) یا انت مطلقة (تو طلاق والی ہے) ایسے الفاظ طلاق کے لئے صریح ہیں۔

---

[1] - بدائع الصنائع، ج:۳، ص:۱۰؛ عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، الاختيار لتعليل المختار، مطبعة الحلبي - القاهرة، (وصورتها دار الكتب العلمية - بيروت، وغيرها ۱۹۳۷ء، ج:۳، ص:۱۲۵؛ العنايه شرح الهدايه، ج:۴، ص:۳؛ فتاوی ہندیہ: ج: ۲، ص:۵۰۰؛ بحر الرائق، ج:۳

[2] رد المحتار، ج:۲، ص:۵۹۱ ۔ شربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفة معاني ألفاظ المنهاج، دار الكتب العلمية، 1994ء، ج:۴، ص:۴۵۷؛ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج:۳، ص:۲۴۷؛ بدائع الصنائع، ج:۳، ص:۱۰۱؛ وهبه الزحیلی، الفقه الاسلامی وادلته، ج:۷، ص: ۳۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب: طلاق بالکنایہ:

طلاق کنایہ سے مراد ایسے الفاظ میں طلاق دینا ہے جو طلاق کے علاوہ دیگر معنی بھی رکھتے ہوں۔ یعنی ایسے الفاظ میں طلاق دینا جن سے طلاق کے علاوہ دوسرا مفہوم بھی نکل سکتا ہو۔ مثلاً میرا اب تم سے نبھاہ نہیں ہو سکتا، یا تم اب اپنے ماں باپ کے پاس رہو۔ ان الفاظ کی ادائیگی میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر نیت طلاق کی تھی تو طلاق بائن ہو گی اگر نیت طلاق کی نہیں تھی تو طلاق نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر ایک طلاق کی نیت تھی تو ایک اور اگر دو کی نیت تھی تو دو طلاق بائن واقع ہو جائیں گی۔

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں:

لَا تَطْلُقُ بِهَا إِلَّا بِنِيَّةٍ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ أَيْ لَا تَطْلُقُ بِالْكِنَايَاتِ قَضَاءً إِلَّا بِإِحْدَى هَذَيْنِ لِأَنَّهَا غَيْرُ مَوْضُوعَةٍ لِلطَّلَاقِ[1]

کنایات سے طلاق نہیں ہو گی مگر نیت اور دلالت حال سے یعنی قضاء طلاق نہ ہو گی۔ مگر ان دونوں میں سے کسی ایک سے طلاق ممکن ہے اس لئے کہ کنایات موضوع نہیں ہیں طلاق کے لئے۔

وہ الفاظ جن کی ادائیگی میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثلاً میرا گھر چھوڑ دو تم میرے کام کی نہیں ہو۔ یہاں سے چلتی بنو۔ اپنا منہ کالا کرو۔ میں نے تمہیں تمہارے ماں باپ کے حوالے کیا۔ تم میرے لائق نہیں ہو۔ وغیرہ۔

طلاق کے صریح الفاظ امام شافعیؒ نے تین مانے ہیں۔

۱۔ طلاق ۲۔ فراق۔ ۳۔ سراح[2]

لفظ فراق (جدا کرنا) اور سراح (رہا کرنا) اور ان سے مشتق دیگر الفاظ کے حوالے سے آئمہ میں اختلاف ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے لئے صریح ہیں یا کنایہ ہیں۔[3]

---

[1] ۔بحر الرائق، ج:۳، ص:۳۲۲؛ بدائع الصنائع، ج:۳، ص:۱۰۶

[2] ۔شافعی، امام، ابو عبد اللہ محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان، الأم، دار المعرفۃ۔بیروت، ۱۹۹۰ء، ج:۵، ص:۱۲۹؛ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد، القاہرہ دار الحدیث، ۲۰۰۴ء، ج:۲، ص:۹

[3] ۔شربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج، ج:۳، ص:۲۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبکہ امام مالکؒ صرف لفظ طلاق کو صریح مانتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ سب ان کے نزدیک کنایہ ہے۔
ایک محتمل یعنی جن سے کنایتہ طلاق کا مفہوم نکل سکتا ہو اور مفہوم ظاہر نہ ہو۔ محض احتمال ہو اور کوئی دوسرا قرینہ موجود نہ ہو کہ تو ایسے الفاظ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ سوائے یہ کہ کہنے والا یہ کہے کہ اس سے میری مراد طلاق کی تھی۔

ایسے الفاظ کی ادائیگی میں اگر طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر طلاق کی نیت نہیں ہو گی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔[1]

کنایات کا حکم:

الفاظ کنایہ استعمال کرنے والے سے استفسار کیا جائے گا کہ اس کی اس سے کیا مراد ہے۔ اگر طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق کے معنی متعین ہوں گے۔ اور اگر وہ کہتا ہے کہ اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: چوں کہ کنایہ کا مقصد واضح نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے کنایہ کی وضاحت کی ضرورت پڑتی ہے۔[2]

طلاق کی رجوع یا عدم رجوع یا بہ لحاظ تاثیر کی اقسام

طلاق رجعی: ایسی طلاق جس سے زوجین کے درمیان رشتہ مناکحت برقرار رہے اور طلاق کو واپس لیا جا سکے۔

طلاق رجعی ایسی صورت میں ہو گی جب صریح الفاظ میں ایک یا دو طلاق دے دی جائے اور پھر عدت کے دوران اس سے رجوع کر لے۔ اس صورت میں تجدید نکاح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ طلاق پہلی بھی ہو سکتی ہے اور دوسری بھی۔

یہ طلاق مدخول بہا (جس عورت سے ہمبستری کر لی گئی ہو) کو دی جاتی ہے اور یہ کسی مال و متاع کا عوض نہیں ہوتی (یعنی خلع کی مانند نہیں ہوتی۔)[3]

---

[1] ۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۳، ص: ۱۵۱؛ مغنی المحتاج، ج: ۳، ص: ۶۷۹۔۶۸۰۔

[2] ، بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۱۰۶

[3] ۔ المغنی المحتاج، ج: ۷، ص: ۲۸۷؛ بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۱۰۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق بائن صغریٰ:

اس سے مراد ایسی طلاق ہے جس میں مرد کو نئے عقد اور نئے مہر کے سوا (عدت کے اندر یا عدت گزرنے کے بعد) رجوع کا حق نہیں ہوتا۔[1]

وھبہ الزحیلی اس کی مختلف صورتیں یوں لکھتے ہیں:

ا۔ شوہر عورت کو رجعی طلاق دے اور رجوع نہ کرے تو عدت گزرنے کے بعد یہ طلاق بائن صغریٰ میں بدل جائے گی۔

۲۔ دخول سے قبل طلاق ہو جائے تو چونکہ اس عورت پر عدت نہیں، لہٰذا یہ طلاق رجعت نہیں بلکہ بائن ہو گی۔

۳۔ اگر زوجین کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر جائیں اور فریقین کے دو عادل منصف یہ فیصلہ کر دیں کہ ان کے مابین تفریق ہی زیادہ بہتر ہے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

۴۔ ایسی طلاق جو کسی مال کے عوض ہو یعنی جب شوہر معاوضہ لے کر بیوی کو طلاق دے۔ اس سے مقصود عورت کو اپنے امر کا مالک بنانا اور شوہر کو رجوع سے روکنا ہے پس وہ بھی طلاق بائن ہو گی۔[2]

اس صورت میں ہو گی جب صریح الفاظ میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد دوران عدت رجوع نہیں کیا اور تین حیض کی مدت گزر گئی۔ اگر طلاق دیتے وقت ایک طلاق کی صراحت کی تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر دو کی صراحت کی تھی تو دو طلاق بائن واقع ہو جائیں گی۔ جس کے بعد ازدواجی تعلق تجدید نکاح کے بغیر ممکن نہیں نیز اس سلسلے میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے صرف تنہا شوہر کی رضامندی ہی نکاح کے لئے کافی نہیں ہو گی۔

ج: طلاق بائن کبریٰ:

ایسی طلاق جس سے عقد نکاح زائل ہو جائے اور رشتہ مناکحت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اس کی صورت یہ ہے شوہر اپنی بیوی کو تین مکمل طلاقیں دے دے یا شوہر بیوی کو پہلے دو طلاقیں دے چکا تھا تو

---

[1] ۔ رافعی، سالم بن الغنی، احکام الاحوال الشخصیۃ للمسلمین فی الغرب، بیروت، دار ابن حزم، ۱۹۶۳ء، ص: ۵۳۲

[2] ۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج: ۷، ص: ۴۳۴۔۴۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری دینے پر یہ مغلظہ ہو جائے گی۔ ایک صورت میں یہ عورت اس شخص کے لئے حلال ہو سکتی ہے کہ یہ کسی اور مرد سے گھر بسانے کی نیت سے نکاح کر لے پھر وہ مرد اپنی مرضی سے اسے زندگی کے کسی موڑ پر طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو اس صورت میں یہ عورت اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ ۔۔۔وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [1]

پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہو گی۔ ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کریں کہ خدا کی حدون کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ خدا کی حدیں ہیں ان کو وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔

طلاق کی تعداد:

شریعت نے طلاق کی تعداد تین مقرر فرمائی ہے لہذا طلاق کا لفظ کہا جائے تو اس میں وہ طلاق داخل ہو گی ایک یا دو جس کی نیت کی گئی ہے۔ صریح طلاق میں اگر تعداد طلاق کا ذکر نہیں کیا گیا تو اس سے ایک طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔ لیکن اگر کنایہ کے الفاظ میں طلاق دی تو ایک طلاق بائن پڑ جاتی ہے اور نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ تعداد کی صراحت اگر طلاق دیتے وقت کر دی تو پھر وہی تعداد طلاق مان لی جائے گی البتہ اگر کسی نے اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق تو اس تکرار سے محض تاکید مقصود تھی یعنی طلاق کی نہیں بلکہ ایک ہی طلاق رجعی پڑے گی بشرطیکہ دل میں ارادہ تین کا نہیں تھا۔ کیونکہ نیت کے بارے میں جھوٹ بول کر اگر عورت سے تعلق رکھے گا تو زندگی بھر حرام کاری کا مجرم رہے گا اور جو اولاد ہو گی وہ ناجائز ہو گی۔ [2]

---

[1] ۔ البقرۃ: ۲۳۰

[2] ۔ نکاح، طلاق، حلالہ، ص: ۱۷۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاق سے متعلقہ اہم فقہی مسائل:

۱۔اگر طلاق لفظ کنایہ سے دی گئی ہو تو ایسی صورت میں نیت پر دارومدار ہوگا کہ آیا نیت طلاق کی تھی یا نہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جون کی بیٹی (اسماء جب نکاح کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ ﷺ (صحبت کرنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے تو کہنے لگی میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو نے عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے،لہذا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔[1] (رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ میں طلاق نہیں دی بلکہ کنائی الفاظ استعمال فرمائے کہ، اپنے گھر چلی جا۔چونکہ آپ ﷺ کی نیت طلاق کی تھی لہذا طلاق واقع ہوگئی۔)

اگر طلاق کنائیہ کے الفاظ سے دی جائے گی تو پھر نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔یعنی کنایہ کے اندر طلاق کے واقع ہونے لے لئے نیت شرط ہے اگرچہ بعض موقع پر بغیر نیت کے بھی الفاظ کی صراحت یا عرف کی دلالت سے وقوع طلاق متحقق ہو جاتا ہے۔

خلع:

اسلام جہاں مرد کو طلاق کا حق عطا کرتا ہے وہیں عورت کو بھی خلع کا حق دیتا ہے۔طلاق کے مسائل کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خلع کے بھی ضروری احکام و مسائل کے حوالے سے مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

خلع کی لغوی تعریف:

خلع بھی طلاق کی ایک صورت ہے بیوی کا شوہر کے گھر میں گذر بسر کسی وجہ سے دشوار ہو جائے یا کسی اور وجہ سے دوسرے کی زندگی دوبھر ہو اور چھٹکارا ضروری ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر اگر طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور عورت طلاق پر مصر ہو تو خلع کرا سکتی ہے۔[2]

---

[1]۔الجامع الصحیح للبخاری ،کتاب الطلاق، باب من طلق وھل بواجہ الرجلا امراتہ بالطلاق، ج:۷، ص: ۴۱، حدیث نمبر:۵۲۲۵

[2]۔اسلام کا نظام طلاق، ص:۲۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلع کے احکام ومسائل سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا مختصر اجائزہ لیا جائے۔

خ پر زبر کے ساتھ اس کے معنی اتار دینے کے ہیں۔خلع الرجل ثوبه خلعا (یعنی اس نے اپنا کپڑا اتار دیا یا اسے اپنے سے جدا کر دیا) یا کہتے ہیں خلعت النعل خلعا (یعنی میں نے جوتی اتاری دی یا پیر سے باہر نکال دی) اسی طرح کہتے ہیں: خلع الرجل امراته یا خلعت المراة زوجها مخالعة (یعنی مرد نے اپنی عورت کو علیحدہ کر دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی) لغت میں اس کا استعمال کپڑا اتارنے یا زوجیت کو ختم کرنے نے کے مفہوم میں ہوتا ہے۔

خلع کا لفظ خلع الثوب سے ماخوذ ہے۔خ پر زبر کے ساتھ ہے اس کے معنی اتار دینے کے ہیں۔ چونکہ اتارنے کا مفہوم علیحدہ کر دینا ہے۔[1]

زوجین کو قرآن پاک میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[2] تمھاری بیویاں تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

سید سابق لکھتے ہیں: زوجین کی علیحدگی کو لباس اتار دینے سے مشابہ قرار دیا گیا ہے اور وجہ شبہ دونوں کا لباس ہونا ہے۔[3]

خلع کی اصطلاحی تعریف: فتوٰی تاتارخانیہ میں ہے کہ خلع کا لفظ طلاق بعوض پر محمول کیا جاتا ہے۔[4]

ابن رشد خلع کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں: فَجُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهُ طَلَاقٌ... وَقَدْ قِيلَ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ الْجَدِيدِ: إِنَّهُ طَلَاقٌ[5] جمہور علما کا موقف ہے کہ خلع طلاق ہے۔ امام مالک کی رائے بھی اسے کے موافق ہے۔اور امام ابو حنیفہ طلاق اور فسخ کے مابین فرق کرتے ہیں۔اور امام شافعی کہتے ہیں کہ

---

[1] ۔الصحاح، ج: ۴، ص: ۳۶۷؛ لسان العرب، ج:۸، ص:۷۶؛ لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ۔ بیروت، المکتبہ الشرقیہ، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۹۲

[2] ۔البقرۃ:۱۸۷

[3] ۔سید سابق، فقہ السنہ، دار الکتاب العربي، بیروت-لبنان، ۱۹۷۷ء، ج:۲، ص: ۲۵۳

[4] ۔رد المحتار علی الدر المختار، ج:۳، ص:۴۴۰

[5] ۔بدایۃ المجتہد، ج:۳، ص:۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ فسخ ہے اور امام م احمد، داود اور صحابہ کرام میں سے ابن عباس کی رائے بھی اسی کے موافق ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے اگر شوہر کا اس سے ارادہ طلاق کا ہے تو وہ طلاق ہو گی اور اگر فسخ کا ارادہ ہے تو فسخ۔ اور امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق یہ طلاق ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں: اگر کسی شوہر نے کسی کو خلع کے لئے وکیل کیا اور اس نے مہر کے ساتھ خلع کروایا۔ پس اگر وہ لازم عوض سے زائد پر خلع کرتا ہے تو یہ درست ہے۔ اور اگر وہ مہر میں سے کمی کرتا ہے تو خلع درست ہے اور شوہر کو مہر میں کمی پر وکیل کی طرف رجوع کا حق حاصل ہے۔ اور یہ معاملہ محتمل ہے۔ شوہر یہ اختیار رکھتا ہے کہ عوض میں کمی کے ساتھ قبول کرنے میں اور اس کو رد کرنے میں اور اس کے لئے رجوع کا حق ہے۔ پس اگر شوہر نے کوئی عوض مقرر کیا اور اس کی کوئی مقدار مقرر کی گئی تو پھر گیا اس مقررہ مقدار سے اس[1] بارے میں ابن حامد کا قول ہے کہ یہ خلع باطل ہے اور ابو بکر کہتے ہیں کہ خلع درست ہے۔[1]

ان يَقُول الرجل لامرأته خلعتك ...بل هُوَ فسخ النِّكَاح[2]

اگر شوہر اپنی بیوی کو یہ کہے کہ تو خلع کر لے اور اس مرد کا ارادہ اس سے طلاق کا ہو پس وہ طلاق بائن ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک۔ اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے قول کے مطابق خلع طلاق نہیں ہے بلکہ یہ فسخ نکاح ہے۔

خلع سے متعلقہ اہم اسلامی احکام و مسائل کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

خلع کے مسائل:

ا۔ جو عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو۔ وہ کچھ معاوضہ دے کر شوہر سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے، شرع میں اسے خلع کہتے ہیں۔

---

[2]۔ محفوظ بن أحمد بن الحسن، الهداية على مذهب الإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، المحقق: عبد اللطيف همیم-ماهر ياسين الفحل، مؤسسة غراس للنشر والتوزيع، ۲۰۰۴ء، ج:۱، ص: ۴۱۸

[3]۔ أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدي 'النتف في الفتاوى' المحقق: الحامي الدكتور صلاح الدين الناهي، دار الفرقان / مؤسسة الرسالة، عمان / اردن، بيروت لبنان، ۱۹۸۴ء، ص: ۳۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ خلع حاصل کرنے کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

ا۔ ناپسندیدگی کا اظہار عورت کی طرف سے ہونا۔

۲۔ ناپسندیدگی اس حد تک ہونا کہ علیحدگی نہ ہونے کی صورت میں حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو۔

۳۔ خلع کا معاملہ میاں بیوی یا ان کے خاندان کے درمیان باہمی افہام و تفہیم سے طے نہ ہو سکے تو عورت شرعی عدالت کی جانب رجوع کر سکتی ہے۔

۴۔ خلع کے لئے عورت سے لیا جانے والا معاوضہ کم و بیش مہر کے برابر (یا جتنا بھی کم ہو سکے) ہونا چاہیے۔

اس بات کی تائید حضرت ثابت بن قیسؓ والے واقعہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں ثابت بن قیس کی دینداری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی، بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا ناپسند ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم ثابت کا (مہر میں) دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ عورت نے عرض کیا، ہاں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو حکم دیا اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔[1]

۵۔ خلع میں صرف ایک طلاق سے میاں بیوی میں مکمل علیحدگی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر شوہر طلاق نہ بھی دے تو شرعی عدالت نکاح فسخ کرنے کا حکم جاری کر سکتی ہے۔[2]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک خلع سے طلاق بائن ہوتی ہے۔ وقیل بل ھو طلاق بائن لأنه خلع ولو قصد ... لایکون بائنا إلا بوجود العوض[3] یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلع طلاق بائن ہے اور اس نے

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ۔ ج:۷، ص:۴۶، حدیث نمبر:۵۲

[2] ۔ محمد اقبال کیلانی، طلاق کے مسائل، لاہور، شیش محل روڈ، س۔ن، ص:۹۰

[3] ۔ القرطبی، او عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد 'الکافي في فقه أهل المدینة، محمد محمد أحید ولد ماديک الموريتاني، مکتبة الریاض الحدیثة، الریاض، المملکة العربیة السعودیة، ۱۹۸۰ء، ج:۲، ص:۵۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلع کا ارادہ کیا بغیر معاوضہ (فدیہ) کے تو امام مالک کے نزدیک یہ خلع ہو جائے گا اور یہ طلاق بائن کے حکم میں ہو گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ طلاق بائن نہیں ہو گی ماسوائے عوض (فدیہ) کے۔

فقہاء مالکیہ واحناف خلع بعوض اور بغیر عوض میں فرق کرتے ہوئے اس کو طلاق یا خلع قرار دیتے ہیں۔

اگر عورت بدلہ میں کوئی چیز دے یا نہ دے یہ خلع ہی ہے اور اس میں رجوع نہیں ہے۔ اور ابن قاسم اور ابن وھب امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ پس جس نے طلاق دی اگر بدلے میں کچھ ادا کیا تو اسکے لئے رجوع کا حق ہے۔ اور یہ خلع نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ اپنے حکم میں ایک طلاق بائنہ کا حکم رکھتی ہے اور اکثر روایات میں ہے کہ یہ طلاق غیر بائنہ ہے۔ کیونکہ جب مرد نے عورت سے کچھ نہیں لیا تو پس یہ خلع نہیں ہے اور اس شوہر نے طلاق دی ہے اور ادا کیا ہے۔[1]

امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے: وَإِذَا خَالَعَ الرَّجُلُ ــ فَالْخُلْعُ تَطْلِيقَةٌ لَا يَمْلِكُ فِيهَا الرَّجْعَةَ.[2]

امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو خلع دی اور اس نے اس سے طلاق کی نیت کی لیکن عدد طلاق کی نیت نہیں کی پس خلع طلاق ہے اور اس میں رجوع کا اختیار نہیں ہے۔ مزید لکھتے ہیں: وَإِذَا خَالَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَسَمَّى طَلَاقًا عَلَى خُلْعٍ ــ مِنْ الْكَلَامِ بِنِيَّةِ الطَّلَاقِ[3] اور جب شوہر نے اپنی بیوی کو خلع دی اور اس نام طلاق کا لیا خلع پر، یا (فراق) جدا ہونے پر یا (سراح) الگ ہونے پر تو یہ طلاق ہی ہو گی۔ اور جو ان الفاظ کا نام لیتا ہے جو طلاق کے مشابہ ہیں اس کی نیت طلاق کی ہی ہے۔

۶۔ خلع حاصل کرنے والے عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَنَّهَا اخْتَلَعَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ

---

[1] ۔ الطرابلسي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، دار الفكر، ۱۹۹۲ء، ج:۴، ص:۲۵؛ الدر المختار، ج:۳، ص:۴۴۴

[2] ۔ الأم شافعی، ج:۵، ص:۲۱۲

[3] ۔ ایضا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا وہ ایک حیض عدت گزارے۔[1]

(خلع کی عدت میں مرد کو رجوع کا حق باقی نہیں رہتا البتہ عدت کے بعد مرد اور عورت دونوں آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔[2])

۷۔ مرد اگر عورت کا نان ونفقہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو عورت اس سے خلع لے سکتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے تھے کہ جب شوہر کے پاس بیوی کو دینے کے لئے نان ونفقہ نہ ہو تو ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔ اسے امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔[3]

۸۔ مرد اگر تعلقات زوجیت پر قادر نہ ہو تو بھی عورت کو حق خلع حاصل ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ اس سے جماع کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس مرد کو ایک سال کی مہلت (علاج کے لئے) دی جائے گی اگر اس عرصہ میں وہ جماع پر قادر ہو جائے تو بہتر ورنہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔[4]

عائلی زندگی کی بقا اور تحفظ اسلامی نظام حیات کی اولین بنیاد ہے اسلام ہمیں عائلی زندگی کے نظام کو مستحکم رکھنے اور ازدواجی تعلقات کو حتیٰ الامکان خوشگوار بنانے کے لئے جامع تعلیمات فراہم کرتا ہے وہیں اگر ازدواجی تعلقات میں کہیں کوئی بگاڑ یا فساد، تناؤ یا تلخی یا ذہنی ہم آہنگی کے فقدان کی صورت پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اسلام نہ تو طلاق پر مکمل پابندی عائد کرتا ہے اور نہ ہی طلاق کی کھلی چھٹی دیتا ہے۔ پابندی اس لئے عائد نہیں کرتا کہ بعض اوقات حالات و واقعات کی نوعیت ایسی ہو جاتی ہے کہ میاں بیوی کا نبھاہ بہت مشکل ہو جاتا ہے ایسے حالات میں اسلام میں طلاق و خلع کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ ایسے حالات میں اگر زوجین مجبوراً ساتھ نبھانے پر مجبور ہوں تو نتیجتاً فریقین کا سکون وراحت تباہ و

---

[1]۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، امام، سنن الترمذی، المحقق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي- بیروت، ۱۹۹۸ء، ج:۲، ص:۴۸۲، حدیث نمبر:۱۱۸۵

[2]۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، مولانا، تفہیم القرآن، ج:۱، ص: ۱۷۶

[3]۔ موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق، ج:۴، ص:۸۴۸، حدیث نمبر:۲۱۸۶

[4]۔ موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب اجل الذی لا یمس امراتہ، ج:۴، ص:۸۴۳، حدیث نمبر:۲۱۷۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برباد ہو جائے گا۔ زوجین کا یہ تعلق سوائے ایک بوجھ کے کچھ نہیں ہو گا۔ اور ہر وقت کی رنجش وزود رنجی کی کیفیت زوجین اور ان کے اولاد پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام ہمیں رشتہ مناکحت کو ختم کرنے کے بارے میں کچھ اصول و آداب کے بارے میں بھی تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ اگر زوجین ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں تو تب بھی بطریق احسن ہوں۔ اس لئے اسلام ہمیں طلاق کے کچھ آداب بھی سکھاتا ہے۔

آداب طلاق

احسن طریق پر جدائی:

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر جدائی کی نوبت آجائے تو ایک دوسرے سے احسان اور حسن سلوک کا رویہ برتا جائے۔ نہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ طعن و تشنیع اور بہتان بازی کا بازار گرم کیا جائے۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۔۔۔فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [1]

طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا۔ اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ ۔۔۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [2]

اور جب تم عورتوں کو (دو دفعہ) طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں یا تو حسن سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بطریق شائستہ رخصت کر دو اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہئے

---

[1] ۔ البقرۃ:۲۲۹

[2] ۔ البقرۃ:۲۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ انہیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور خدا کے احکام کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ اور خدا نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے ان کو یاد کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

۲۔ متعہ کا وجوب وادائیگی اور باہمی احسان وایثار کی تلقین:

اسلام مرد پر نکاح کی صورت میں جہاں عورت کا نان و نفقہ مقرر کرتا ہے وہیں عورت کو طلاق دیتے وقت بھی اسے کچھ مال واسباب اور متاع عطا کر کے رخصت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ عورت کو فوری طور پر درپیش ضروریات زندگی میں سے کچھ کا انتظام ہوسکے۔ یا جہاں طلاق ہونے کی صورت میں عورت اور اس کے خاندان والے اس کے بعد پیش آنے والے مسائل واثرات کے باعث آزودہ خاطر ہوتے ہیں وہیں فوری طور پر ان کی کچھ دل جوئی کا سامان عورت کو طلاق کے وقت عطا کئے جانے والے متاع کی صورت میں ہوسکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ... حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ [1]

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔ نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ان بیویوں کو جنھیں تم نے نہ ہاتھ لگایا اور نہ ان کے لئے مہر مقرر کیا، طلاق دے دو، صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق ہے اور تنگی والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق (یہ) خرچ شرافت کے موافق ہو (اور یہ) واجب ہے۔

سورہ البقرہ ہی میں اس حوالے سے مزید ارشاد ہے: وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ [2]

---

[1] ۔ البقرہ: ۲۳۶

[2] ۔ البقرۃ: ۲۴۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا چاہیئے پرہیز گاروں پر (یہ بھی) حق ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرہ بنت جونؓ کو جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا (جب ان کی رخصتی ہوئی) تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگی، (یہ کہا کہ اللہ آپ سے بچائے) نبی ﷺ نے فرمایا تو نے اس کی پناہ لی ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے طلاق دی اور حضرت اسامہؓ یا انسؓ کو حکم دیا کہ تو انہوں نے اسے تین سوتی کپڑے دے دیے۔[1]

اسلام ایک طرف تو مرد کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ عورت کو رخصت کرتے وقت متعہ ضرور دے تو دوسری جانب اسلامی تعلیمات میں ایک دوسرے کے ساتھ احسان وایثار سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ کہ مرد عورت کو اس کے حق سے زائد دے۔ اسی طرح عورت کی جانب سے احسان وایثار یہ ہوگا کہ وہ اپنے نصف مہر کا حق مکمل یا بعض حصہ معاف کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ ـــ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[2]

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔ ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں۔ (اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے) اور اگر تم مرد لوگ ہ اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کی بات ہے۔ اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

۳۔ حق حضانت ورضاعت:

شریعت اسلامیہ اس بات کو بھی لازم قرار دیتی ہے کہ مطلقہ عورت اگر اپنے کسی شیر خوار کی رضاعت کر رہی ہے تو طلاق کی صورت میں یہ حق مطلقہ ہی کے ذمہ رہے گا اور اسے بچے کی رضاعت کی اجرت مہیا کی جائے گی۔ جو بچے کے والد یا اس کے ورثا کے ذمہ ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ـــ أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[3]

---

[1]- سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: متعۃ الطلاق، حدیث نمبر: ۲۰۳۷

[2]- البقرہ: ۲۳۷

[3]- البقرہ: ۲۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔ اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہو گا۔ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی (تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح (نان نفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے۔ اور اگر دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق ان کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

اسلام ہر معاملے میں احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور احسان کا تقاضا یہ ہے کہ مرد یا اس کے ورثا اپنی حیثیت کے مطابق مطلقہ کو بچے کی پرورش اور رضاعت کا نان و نفقہ عطا کریں۔ اس میں عرف کا بھی لحاظ رکھا جائے اور عورت اور مرد دونوں کی حیثیت کو بھی مد نظر رکھا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کا گھر تھا۔ میری چھاتی اس کی سبیل تھی اور میری گود اس کی پناہ گاہ تھی اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی اور اب اس کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا: تم اس کی زیادہ حقدار ہو جب تک تم نکاح نہ کر لو۔[1]

ماں بچہ کو رکھنے کی زیادہ مستحق ہے جب تک بچہ صغیر ہے۔ اگرچہ وہ رضاعت سے مستغنی ہو جائے، اور اب حضانت اور پرورش کا محتاج ہو، کیونکہ پرورش کے معاملے میں بھی بچہ ماں کا اتنا ہی محتاج ہے جتنا رضاعت کے معاملے میں تھا۔ پس جب رضاعت کے معاملے میں ماں زیادہ حقدار ہے حالانکہ دودھ دوسری عورت بھی پلا سکتی تھی تو حضانت کے معاملے میں ماں زیادہ حق دار ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔[2] اس آیت مبارکہ، حدیث نبویہ ﷺ اور فقہاء کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مطلقہ خاتون

---

[1] ۔ابو داؤد، السنن، کتاب تفریع ابواب الطلاق، باب من احق بالولد، حدیث نمبر: ۱۹۹۱

[2] ۔احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۵۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے بچوں کی رضاعت وحضانت کی باپ کی نسبت زیادہ حقدار ہے تاوقتیکہ وہ دوسری شادی نہ کرلے۔ لہٰذا یہ بھی طلاق کے آداب میں سے ہے کہ مطلقہ عورت اور اس کے بچوں کے مابین جدائی نہ ڈالی جائے۔ اور بچوں کو عورت سے دور کرکے عورت کو ایذا نہ دی جائے۔

۴۔ دوران عدت مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ:

اسلامی تعلیمات میں طلاق کو جائز قرار بھی دیا ہے تو اس کی راہ میں کئی رکاوٹیں بھی پیدا فرمائی ہیں اور مطلقہ کے حقوق کا تحفظ بھی کیا ہے۔ دوران عدت مرد کو یہ پابند کیا گیا ہے کہ وہ عورت کو گھر سے نہ نکالے، اسے اپنے ہی گھر پر رہائش مہیا کرے اور اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری پوری کرے۔ ممکن ہے کہ اس طرح بہتری کی صورت نکل آئے۔ دوران عدت عورت کو چاہیے کہ وہ زیب وزینت اختیار کرتی رہے اور عورت مرد کی فرمانبردار رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا [1]

اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور خدا سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرو۔ (نہ تو تم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیئے) اور یہ خدا کی حدیں ہیں۔ جو خدا کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم شاید خدا اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کردے۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسی مطلقہ جو طلاق رجعی والی ہے اس کا خرچہ اور رہائش ابھی شوہر کے ذمے ہے۔ [2]

---

[1]۔ الطلاق: ۱

[2]۔ السید سابق، فقہ السنۃ، ج: ۲، ص: ۲۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ یحیٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی، پھر عبدالرحمن نے لڑکی کو گھر سے منتقل کر دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے مروان بن حکم جو مدینہ کا گورنر تھا کو کہلوایا کہ اللہ سے ڈرو اور لڑکی کو اس کے گھر واپس لوٹاؤ۔[1]

ان تمام تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ازدواجی زندگی میں اگر طلاق دینا ناگزیر ہو بھی جائے تو اس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ادب واحترام اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے، شرعی آداب و احکام کی پابندی کی جائے۔ نہ کہ کسی کی دل آزاری مقصود ہو، کسی سے انتقام لیا جائے یا کسی کی تحقیر و تفحیک کرتے ہوئے طنز و تشنیع کی جائے، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جائے اور تہمتیں لگائی جائیں۔ جیسا کہ ہمارا معاشرتی مزاج ہے۔ ہمارے لئے اپنے اخلاق و کردار کو ان شرعی تقاضوں کے مطابق ڈھالنا انتہائی ضروری ہے۔ ان آداب و شرائط کی پابندی اگر طلاق دیتے یا لیتے ہوئے دونوں فریقین اور ان کے خاندان کے افراد کریں تو بہت سے مفاسد سے بچا جا سکتا ہے۔

---

[1] ۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب قصۃ فاطمہ بن قیس، ج:۷، ص:۵۷، ح:۵۳۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مجلس کی تین طلاقیں ـــــ تجزیاتی مطالعہ

اسلام کے قانون طلاق میں طلاق ثلاثہ ایک اختلافی اور متنازعہ فیہ مسئلہ رہا ہے۔ اور ہمارا معاشرتی المیہ بھی یہ ہے کہ عموماً جب کوئی اسلامی تعلیمات سے ناواقف مرد کسی مجبوری یا ناموافق حالات یا غصے یا اس جیسی کسی بھی وجہ کی بناء پر عورت کو طلاق دیتے وقت طلاق ثلاثہ ہی کا استعمال کیا جاتا ہے اور جب کچھ عرصہ بعد ندامت وپشیمانی گھیرتی ہے تو پھر اس کے حل کے لئے سرگرداں ہوتا ہے۔ حالانکہ شریعت میں یکبارگی کی تین طلاقیں دینا پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد مصالحت ومفاہمت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں اکثریت دینی تعلیمات واحکامات سے ناواقف ہیں لہذا جب وہ طلاق لکھواتے ہیں تو لکھنے والے اسے تین لکھ دیتے ہیں اور اکثر اوقات وہ اس سے لاعلم ہوتے ہوئے بھی اس پر دستخط کر دیتا ہے اور جب صورتحال کی سنگینی کا ادراک اور پشیمانی ہوتی ہے تو تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔ چونکہ طلاق کا مسئلہ ہماری سوسائٹی میں ایک متنازعہ لیکن اہم مسئلہ ہے۔ اس بارے میں فقہاء کے اختلافات کے باعث ایک عام آدمی تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ کس رائے کو اختیار کرے کہ آیا ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرے یا تین ہی، پھر وہ مسئلہ کے حل کے لئے علماء کرام اور مفتیان کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ مندرجہ ذیل حل ان کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

۱: مرد وعورت ہمیشہ کے لئے تعلق زوجیت منقطع کر لیں۔ عموماً یہ ایک مجبور اور بال بچے دار شادی شدہ جوڑے کے لئے مشکل کام ہے۔

۲: فقہاء یہ تجویز کرتے ہیں کہ وہ حلالہ کرلے جو کسی بھی طرح شریف النفس مرد وعورت کے لئے آسان کام نہیں ہے اور اس کی قباحت پر سب متفق ہیں۔

۳: مسلک تبدیل کر لیا جائے اور اہل حدیث مسلک کو قبول کر لیا جائے۔ یہ فعل بھی مفاد پرستی پر مبنی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دارالافتامیں طلاق کے حوالے سے جو سوالات آتے ہیں ان سے اس بات کا بخوبی احساس ہوتا ہے کہ قوم مسلم علی العموم مسائل طلاق سے ناواقفی کی شکار ہے۔ تین طلاق سے کم پر یہ سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے[1]

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: طلاق کے بارے میں عام کوتاہی یہ ہے کہ جب طلاق دیتے ہیں تو تین دیتے ہیں اس سے پہلے رکتے ہی نہیں، لوگ غصہ کے جوش میں مغلوب ہو کر طلاق دے گزرتے ہیں پھر شرمندگی سے بچنے کے لئے اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود اس کو پھر اپنے گھر بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چھوڑنے میں ذلت اور بدنامی ہے۔[2]

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب گھر میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو بات تو تکار سے بڑھ کر بعض اوقات طلاق پر پہنچ جاتی ہے۔ اور ایسے میں مرد طلاق کے الفاظ ادا کر دیتا ہے اور ان کو کئی بار دہراتا ہے۔ لیکن جیسے ہی غصہ کم ہوتا ہے تو پھر زیاں کا احساس دامن گیر ہوتا ہے اور وہ مختلف راہیں تلاش کرنے اور مناسب حل کے لئے سرگرداں ہوتا ہے۔ یہ صورت تو جب پیدا ہوتی ہے جب زوجین میں یا ان کے خاندانوں میں زبانی جھگڑا ہو رہا ہو لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اکثر اوقات جب شوہر اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھوا کر دیتا ہے تو بھی کاتب حضرات خود ہی طلاق ثلاثہ لکھ دیتے ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں: ہمارے ملک میں جہالت عام ہے حتیٰ کے وکلاء اور عرضی نویس حضرات بھی بالکل بے علم ہیں اور جس طرح جاہل لوگ بے سوچے سمجھے ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں اگر کوئی وکیل یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتا ہے تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ کر اس کے حوالے کر دیتا ہے۔[3]

اکثر افراد کو طلاق ثلاثہ کا مفہوم بھی نہیں پتا ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ طلاق ہوتی ہی تب ہے جب طلاق کے الفاظ تین بار دہرائے جائیں۔ ہمارے ہاں مختلف ٹی وی چینلز پر بھی جن ڈراموں میں طلاق کا واقعہ دیکھایا جاتا ہے وہاں بھی طلاق کے الفاظ کی تکرار تین بار دکھائی جاتی ہے جس سے اسلامی تعلیمات سے ناواقف

---

[1] صابر رضا، اسلام کا نظام طلاق، تاج الشریعہ اکیڈمی، لدھیانہ پنجاب۔ ۲۰۱۱ء، ص:۱۱

[2] ۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، تحفہ زوجین، ترتیب مفتی محمد زید، لاہور، طاہر سنز، س۔ن، ص:۱۴۷

[3] ۔ عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، ص: ۱۸۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک عام فرد یہی سمجھتا ہے کہ طلاق تو تبھی ہوگی جب وہ لفظ طلاق تین بار دہرائے گا۔ایک بار یا دو بار دہرانے سے شاید طلاق نہیں ہوگی۔ لیکن جب وہ طلاق دے چکتا ہے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد اسے اس فعل پر پشیمانی ہوتی تو اصلاح احوال کی کوششیں شروع کرتا ہے اور مختلف علماء کرام ومفتیان کرام کی خدمت میں شرف بازیابی حاصل کرتا ہے تو طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کے بارے میں ایسے مسائل کا شکار ہوتا ہے کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا، وہ ان حالات سے فرار چاہتا ہے۔ایسے میں مذکورہ بالا تین حل اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

محمد جعفر پھلواری لکھتے ہیں: یکبارگی تین طلاقیں وہی دے گا جس میں صبر کی کمی ہو، سوچنے سمجھنے کی بجائے فوری جذبے سے مغلوب ہو جاتا ہو، طلاق کے ضابطہ عمل کے لمبے عرصے کو برداشت نہ کر سکتا ہو اور فوری چھٹکارا چاہتا ہو۔اس بدعت کو اختیار کرنے کے بعد ننانوے فی صد زوجین کو پچھتانا پڑتا ہے اور وہ رشتہ زوجیت کو نئے سرے سے جوڑنے کے لئے ادھر ادھر بھاگے پھرتے ہیں اور ان کو اس کا ایک ہی راستہ ملتا ہے اور وہ ہے حلالہ کرالینا[1]

ہمارے ہاں طلاق ثلاثہ کے حوالے سے دو مکاتب فکر پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ کے قائلین

۲۔ مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ کے عدم قائلین

ذیل میں ان دونوں کے دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ کے قائلین کے دلائل:

مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ قائلین وقوع طلاق کے حوالے درج ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔۔۔ " وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [2]

پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی۔ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق

---

[1] ۔ پھلواری، محمد جعفر شاہ، ازدواجی کے لیے اہم قانونی تجاویز، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۰ء، ص: ۴۳۔۴۴

[2] ۔ البقرہ:۲۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے دے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کریں کہ خدا کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ خدا کی حدیں ہیں ان کو وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ [1] اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہو گا۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً [2] اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

مجوزین طلاق ثلاثہ ان آیات سے استدال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان آیات کا ظاہر طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ ایک طلاق دی جائے دو یا تین۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ [3]

طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس آیت میں مرتان دو مرتبہ کا جو لفظ آیا ہے اس سے طلاق کا لفظ دہرانا یا حد کی صراحت کے ساتھ طلاق دینا مراد لیا جاتا ہے۔ اس بنا پر طلاق، طلاق، طلاق یا تین طلاقیں کہہ دینے پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ مرتان کا مطلب لفظ طلاق کو دہرانا نہیں بلکہ دوسری دفعہ طلاق دینا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ لیکن تیسری دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔ اس کا یہ مطلب کس طرح صحیح ہو گا کہ اگر کسی نے بیک وقت طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیا تو رجوع کا حق باقی نہیں رہا۔ اور طلاق مغلظہ ہو گئی، حالانکہ اس شخص نے ایک ہی دفعہ طلاق دی ہے۔ لفظ مرتان کا جو مطلب لیا جاتا ہے وہ درج ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۔ البقرۃ: ۲۳۷

[2] ۔ البقرۃ: ۲۳۶

[3] ۔ البقرۃ: ۲۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولا لغت عرب میں مرتان کا مطلب مرۃ بعد مرۃ ہے۔ یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ، نہ کہ محض لفظی تکرار۔ اور اس کی نظیر قرآن میں ملتی ہے۔ مثلا ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ[1] کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ[2]

مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ یعنی (تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں۔

ذیل میں ان مفسرین کے اقوال تحریر کرتے ہیں جو الطلاق مرتان سے مراد دو الگ الگ طلاقیں مراد لیتے ہیں۔

علامہ زمخشریؒ میں الطلاق مرتان کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لطَّلاقُ بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم، ونحو ذلك من الثاني يراد بها التكرير[3] طلاق تطلیق (طلاق دینے) کے معنی میں ہے۔ جیسے سلام تسلیم کے معنی میں ہے۔ طلاق شرعی سے مراد طلاق کے بعد طلاق دینا ہے۔ تفریق کے ساتھ جمع کیے بغیر اور ایک ہی بار بھیجنا ہے۔ اور مرتین سے مراد تثنیہ (یعنی دو کے معنی) نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد تکرار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (ثم الرجع البصر کرتین) یعنی لوٹنے کے بعد لوٹنا، کرتین سے مراد تثنیہ (یعنی دو کے معنی) میں نہیں ہے۔ اور اس طرح تثنیہ سے مراد تکرار ہے مزید واضح کرتے ہیں۔

وقيل: معناه الطلاق الرجعي مرتان، لأنه لا رجعة بعد الثلاث،[4] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلاق رجعی دو بار ہے یہ کہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں ہے۔ پس جس نے مذکورہ طلاق دی تکریر

---

[1] ۔ توبہ: ۱۲۶

[2] ۔ نور: ۵۸

[3] ۔ زمخشری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، دار الكتاب العربي - بيروت، 1407ھ، ج: ۱، ص: ۲۷۳

[4] ۔ ایضا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق (الطَّلاقُ مَرَّتَانِ) پس اگر وہ دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے گا تو اس کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ پھر وہ اس کے لئے حلال نہیں رہے گی اس طلاق کے بعد یہاں تک کہ وہ کسی اور سے نکاح کر لے۔[1]

علامہ زمخشریؒ کے ان اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ اس سے مراد مجلس واحدہ میں لفظ طلاق کی تین بار تکرار سے مراد ایک طلاق لیتے ہیں۔

ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں: ذُكِرَتْ فِي مَعْنَاهُ وجوه أحدها أنه بيان للطلاق -- عَنْ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا فِي مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ[2]

اس آیت کے کئی معنی میں کئی وجوہ بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ آیت میں اس طلاق کا بیان ہے جس میں رجوع کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ یہ بات عروہ بن الزبیر اور قتادہ سے منقول ہے۔ دوسری یہ کہ اس میں طلاق سنت کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کی لوگوں میں ترغیب دی گئی ہے۔ یہ بات حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد سے منقول ہے۔ تیسری یہ کہ اس میں یہ حکم ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا چاہے تو اسے چاہیے کہ یہ طلاقیں الگ الگ کر کے دے اس آیت میں دو کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے بعد آگے تین طلاقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ یہ اس طلاق کا ذکر ہے جس کے ساتھ رجوع کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے تو اگرچہ طلاق کے ذکر کے فورا بعد رجوع کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن اس کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں مباح طلاق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے سوا جو ہے وہ ممنوع ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا حکم بھی جب شوہر اسے مسنون طریقے سے بیوی کو دے۔ اس کے فورا بعد رجوع کا ذکر کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔

---

[1] ۔ ایضا، ص: ۲۷۵

[2] ۔ جصاص، ابو بکر، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، المحقق: محمد صادق القمحاوي، دار إحياء التراث العربي - بیروت، 1405ھ، ج: ۲، ص: ۷۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس بات کی دلیل کہ قول باری کا مقصد طلاق کی تفریق کا حکم دینا اور تین سے کم طلاقوں کی صورت میں رجوع کا حکم بیان کرنا ہے۔ یہ قول باری ہے (الطَّلاقُ مَرَّتَانِ) یہ لامحالہ طلاقوں کی تفریق کا تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اسے دو طلاقیں ایک ساتھ دے دیتا تو یہ کہنا درست نہیں ہوتا کہ اس نے دو دفعہ طلاق دی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو دو درہم دے دے تو یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس نے دو دفعہ اسے درہم دیئے ہیں، یہ قول اسی وقت درست ہو گا جب وہ دو مرتبہ درہم دینے کا عمل کرے۔ اس بیان کی روشنی میں اگر لفظ سے مقصود حکم کا تعلق بیک وقت دو طلاقیں دینے کے بعد رجوع کی گنجائش باقی رہنے کے ساتھ ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ قول باری میں لفظ (مرتان) کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ یہ حکم بھی اس وقت ثابت ہو جاتا ہے جب وہ ایک ہی دفعہ دو طلاق دے دیتا اس لئے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مرتان) کا ذکر کرکے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دو مرتبہ طلاق دے اور اسے دو طلاق ایک مرتبہ دینے سے روک دیا گیا ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں۔ طَلَّقُوا مَرَّتَيْنِ يَعْنِي دَفْعَتَيْنِ (دو مرتبہ طلاق دو یعنی دو دو دفعہ طلاق دو) [1] الطَّلَاقَ الْمَشْرُوعَ مُتَفَرِّقٌ، لِأَنَّ الْمَرَّاتِ لَا تَكُونُ إِلَّا بَعْدَ تَفَرُّقٍ بِالْإِجْمَاعِ. [2] مشروع طلاق یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دی جائے کیونکہ بالاجماع مرات تفریق کے بعد ہی ممکن ہے۔ علامہ ابن قیمؒ بھی اسی رائے کے حامل ہیں۔ [3]

اس آیت میں تین اوقات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ یہاں ثلاث مرات (تین اوقات) کا مطلب الگ الگ تین اوقات ہیں، نہ کہ زمانہ واحد میں تین اوقات کا اجتماع۔ اس سے واضح ہوا کہ مرتان، میں تفلیق کا مفہوم شامل ہے۔ اگر کوئی مثال اجتماع کی پیش کی جاسکتی ہے تو وہ اعیان کی ہو گی، نہ کہ افعال کی۔ کیونکہ فعل میں زمانہ واحد میں مرتان کا اجتماع ممکن نہیں۔ [4]

---

[1] ۔ فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر، دار إحیاء التراث العربي۔ بیروت، 1420ھ، ج:۲، ص: ۲۶۰

[2] ۔ ایضا، ج:۶، ص:۴۴۲

[3] ۔ المعاد في هدي خير العباد، مؤسسة الرسالة، ج:۵، ص:۵۹۶

[4] ۔ شمس پیرزادہ، طلاق ثلاثہ کے بارے میں فتوی، بحوالہ: نکاح، طلاق اور حلالہ، ص:۲۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں دوبار طلاق دینے کے بعد کہا گیا ہے کہ روک لو یا احسان سے رخصت کر دو یعنی (تیسری) طلاق پس یہاں فائے تعقیب ہے جو فورا کو ظاہر کرتی ہے۔[1]

مفسرین وعلماء کرام کی ان آراء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے ایک دفعہ دی گئی تین طلاقوں کو تین شمار نہیں کرتے۔

لہذا جب دو طلاقیں جو مجموعی طور پر ایک ہی دفعہ دی گئی ہوں کس طرح ایک شمار ہو سکتی ہیں؟[2]

ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین شمار کرنے کے قائلین جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

عویمر عجلانی کی لعان والی روایت سے استدلال:

عویمر عجلانی سے متعلق حدیث لعان بہت مشہور ہے۔ عویمر عجلانی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں جنہیں آپ نے رد نہیں فرمایا۔[3] "فطلقها ثلاث تطليقات عندرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم"[4]

حضرت عویمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے لعان کرنے کے بعد آپ ﷺ کے فیصلہ کرنے سے قبل یہ کہا کہ اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ باندھا تھا، لہذا عویمرؓ نے فورا آپ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔[5]

اس حدیث سے استدلال کے بارے میں ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں:

---

[1]۔ شاہدہ پروین، ڈاکٹر، عصری مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص:۳۴۲

[2]۔ ایک مجلس کی تین طلاق، مجموعہ مقالات علمیہ، نعمانی کتب خانہ، لاہور پاکستان، شمس الدین پیرزادہ، تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ، ص: ۵۵

[3]۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، ج:۷، ص:۴۲، حدیث نمبر:۵۲۵۹

[4]۔ ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن ابی داؤد، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صیدا- بیروت، س-ن، ج:۲، ص:۲۷۴، حدیث نمبر:۲۲۵۰

[5]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب: بابالمتلاعنين، ومن طلق بعد اللعان، ج:۷، ص:۵۳، حدیث نمبر: ۵۳۰۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عویمر نے اپنی بیوی کے خلاف زنا کا الزام لگاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور لعان کی آیت نازل ہوئی۔ جب لعان ہو چکا تو اس کے پیشتر کہ حضور نبی کریم ﷺ ان کی تفریق کا حکم صادر فرماتے اس وقت عویمر نے تین طلاقیں دیں۔ جصاص فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب صرف لعان سے ان کا نکاح ٹوٹ گیا تھا تو اب اگر وہ طلاق دے رہے تھے تو وہ لغو اور بے اثر تھی کیونکہ طلاق کا اثر تو فسخ نکاح ہے جب نکاح پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا تو اب اس طلاق ثلاث کا کوئی مقصد نہ تھا۔ کیونکہ یہ بے اثر اور لغو تھی اسی لئے حضور ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔[1]

امام سرخسیؒ اس روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے سکوت کی وجہ یہ تھی کہ عویمرؓ اس وقت سخت غصے کی حالت میں تھے اگر انہیں کچھ کہا جاتا تو ممکن تھا کہ بارگاہ رسالت میں کوئی نازیبا کلمہ ان کے منہ سے نکل جاتا اور ایمان بھی سلب ہو کر رہ جاتا حضور کریم ﷺ نے عویمرؓ پر رحم فرماتے ہوئے سکوت فرمایا۔[2]

اگر کوئی پوچھے کہ تمہارے حنفی مذہب کے مطابق تو جب تک قاضی فسخ نکاح کا فیصلہ صادر نہ کرے صرف لعان سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ تو جس وقت اس نے تین طلاقیں دیں وہ نکاح موجود تھا تو حضور ﷺ کا سکوت تو صحت وقوع اور جواز پر دلالت کرتا ہے۔ تو اس کے وہ دو جواب فرماتے ہیں۔ قِيلَ لَهُ جَائِزٌ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسَنَّ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ -- لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ إيقَاعَهَا بِالطَّلَاقِ[3]

اگر یہ پوچھا جائے کہ پھر تمہارے مسلک کے مطابق عویمر کے اس فعل کی کیا توجیہ ہو گی تو اسکا جواب یہ دیا جائے گا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عدت پر طلاق دینے کے نفاذ اور ایک طہر میں دو طلاقوں کو یکجا کر دینے کی ممانعت سے پہلے کا ہو۔ اس بناء پر حضور ﷺ نے عویمر کی نکیر نہیں کی۔ اس میں تاویل کی

---

[1]۔ احکام القرآن، ج:۳، ص:۳۸۸

[2]. السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، المبسوط، دار المعرفة-بيروت، 1993ء، ج:۶، ص:۵

[3]۔ احکام القرآن، ج:۱، ص:۴۴۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گنجائش بھی ہے کہ چونکہ لعان کی بناء پر طلاق کے بغیر ہی علیحدگی ہو کر رہنی تھی اس بناء پر طلاق کے ذریعے اس علیحدگی کو لازم کرنے کے فعل کی حضور ﷺ نے نکیر نہیں کی۔

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی حضرت عویمرؓ والی حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: لعان جدائی کی ایک قسم ہے جو مرد کے تین طلاقیں دینے کی محتاج نہیں کیونکہ اس سے دائمی جدائی ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس میں اختلاف نہیں کہ اس موقع پر مرد کا تین طلاقیں دینا ایک عبث اور زائد ضرورت فعل ہے۔[1]

تیسرا استدلال: چنانچہ عامر شعبیؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا آپ مجھے اپنے طلاق کا واقعہ بتائیں۔ انہوں نے بتلایا کہ میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جائز رکھا۔[2]

دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

حضرت سلمہؒ فرماتے ہیں کہ ابو عمر بن حفص بن مغیرہ نے زمانہ رسالت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ان کے شوہر سے جدا کر دیا۔[3]

تیسری روایت میں فاطمہ بنت قیسؓ اپنی طلاق کا واقعہ بیان کرتی ہیں: **طلقنی زوجی ثلاثا فلم یجعل رسول اللہ سکنی ولا نفقة**[4] مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے (میرے شوہر کے ذمہ) نہ رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔

---

[1] ۔ کیلانی، عبد الرحمن، مولانا، ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل، لاہور، مکتبہ دار السلام، ۲۰۰۶ء، ص: ۵۸۔۶۰

[2] ۔ ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحیاء الکتب العربیة، کتاب الطلاق، باب من طلق ثلاثا في مجلس واحد، ج:۱، ص: ۶۵۲، حدیث نمبر: ۲۰۲۴

[3] ۔ أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد، سنن الدار قطني، مؤسسة الرسالة، بیروت۔لبنان، 2004ء، کتاب الطلاق والخلع والإیلاء وغیرہ، ج:۵، ص: ۲۳، حدیث نمبر: ۳۹۲۲

[4] ۔ الصحیح للمسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ج:۲، ص: ۱۱۲۰، ح: ۱۴۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ یہ استدلال اس لئے مبہم ہے کہ ثلاثہ کے لفظ سے یہ قطعا یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ تین طلاقیں متفرق اوقات میں دی گئی تھیں یا ایک ہی مجلس میں؟

۲۔ صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ تیسری اور آخری طلاق تھی، جو فاطمہ بنت قیس کے شوہر عمرو بن حفصؓ نے دی تھی۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں: عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ أَبِي عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ،[1]

یعنی عمروؓ بن حفص نے آخری تیسری طلاق دی تھی۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: عمروؓ بن حفص نے فاطمہؓ بنت قیس کو وہ طلاق بھیجی جو ابھی باقی تھی۔[2]

ایک اور روایت میں یہ واقعہ کچھ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ ابو حفص بن مغیرہ مخزومی نے اسے تین طلاقیں دے دیں، پھر یمن کی طرف چلا گیا، تو اس کے عزیز و اقارب نے اسے کہا: تمہارا خرچ ہمارے ذمے نہیں ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں کے ہمراہ آئے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ابو حفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، کیا اس (کی سابقہ بیوی) کے لیے خرچہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے لیے خرچہ نہیں ہے جبکہ اس کے لیے عدت (گزارنا) ضروری ہے۔"[3]

ان تمام روایات کی بنا پر طلاق ثلاثہ کے لئے اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الطلاق، بَابُ لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لِمُطَلِّقِهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ج:۲، ص:۱۰۵۶ :حدیث نمبر:۱۴۳۳

[2] ۔ ایضا، باب المطلقۃ ثلاثۃ لانفقۃ لھا، ج:۲، حدیث نمبر:۱۴۸۰

[3] ۔ ایضا، حدیث نمبر:۱۴۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید روایت جس سے طلاق ثلاثہ کے مجوزین استدلال کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رفاعہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دی اور میں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا مگر وہ تو کچھ بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو۔ یہ ناممکن ہے تاآنکہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھ لو۔[1]

اس حدیث میں لفظ بتہ سے اکٹھی تین طلاقوں کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ استدلال بھی مبہم ہے، کیونکہ بتہ اور آخری یا تیسری طلاق سب کا مفہوم ایک ہے تو جس طرح فاطمہؓ بنت قیس میں لفظ ثلاثہ مبہم ہے اسی طرح اس میں بھی متعدد معنوں کا احتمال ہے۔ جس کی تائید بخاری شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق رجعی نہیں دی۔ اس کے بعد ان سے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہما نے نکاح کر لیا، لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی لیکن انہوں نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر مجھ سے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہما نے نکاح کر لیا۔[2]

اس حدیث میں مجلس واحدہ کی تین طلاقوں کی صراحت نہیں ہے تو اس سے اس کے واقع ہونے پر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ابن حجرؒ اس حوالے سے رقمطراز ہیں: اس حدیث سے تین یکجائی طلاقوں پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔[3]

طلاق بتہ کے حوالے سے ایک اور روایت سے اس استدلال کی تائید ہوتی ہے جو ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت ہے:

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الطلاق، بابُ مَنْ أَجَازَ طَلاَقَ الثَّلاَثِ، ج:۷، ص:۴۲، حدیث نمبر:۵۲۶۰

[2] ۔ الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، ج:۸، ص:۲۲، ح: ۶۰۸۴

[3] ۔ ابن حجر، أحمد بن علي بن، فتح الباری بشرح صحیح البخاري، کتاب الطلاق، بَابُ مَنْ جَوَّزَ الطَّلاَقَ الثَّلاَثَ، ج:۹، ص: ۳۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ نہوں نے کہامیرے دادارکانہ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتّہ دیدی اوررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے (نیت کے بارے میں) دریافت فرمایاتوانہوں نے کہامیری نیت ایک ہی طلاق کی تھی۔اس کے بعد آپ نے ان کی بیوی انہیں لوٹادی۔[1]

علامہ البانی کے بقول ابن ماجہ وسنن ابی داؤد کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن ابو داؤد دونوں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کر کے طلاق بتہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: کیونکہ اس کے راوی حضرت رکانہ کی اولاد ہیں جو گھر کے حالات ومعاملات کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر سمجھ سکتے ہیں۔[2]

ترمذی ودار قطنی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو لفظ بتہّ کے ساتھ طلاق دی (بتہّ عربی میں ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہ اس لفظ سے تمہاری کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہاایک طلاق، آپ نے پھر پوچھا بخدا؟ انہوں نے کہا بخدا، آپ نے ارشاد فرمایاتو تم نے جو مراد لیاوہی ہے۔[3]

دراقطنی کی اس روایت کے بارے میں ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حدیثِ رکانہ میں تین طلاقوں کی سب روایتیں ضعیف ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ رکانہ نے طلاق بتہّ ہی دی تھی۔ بتہّ چونکہ ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] ۔ ابن ماجہ، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، كتاب الطلاق، باب طلاق البتّة، ج:۱، ص:۶۶۱، حدیث نمبر:۲۰۵۱؛ ابو داؤد، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا- بيروت، كتاب الطلاق، باب في البتّة، ج:۲، ص:۲۶۳، حدیث نمبر:۲۲۰۶

[2] ۔ سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في البتة، ج:۲، ص: ۲۶۳، حدیث نمبر:۲۲۰۸

[3] ۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، الجامع الکبیر - سنن الترمذي، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بيروت، 1998ء، ج:۲، ص:۴۷۱، حدیث نمبر:۱۱۷۷-۱۱۷۸؛ الدار قطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد، سنن الدار قطني، حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان، ۲۰۰۴ء، ج:۵، ص:۶۰، حدیث نمبر:۳۹۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے قسم لی اور ایک کے بارے میں حضرت رکانہ نے جب قسم کھائی تو اسے آپ نے ایک ہی قرار دیا اور اگر وہ تین کہہ دیتے تو تین طلاق مان لی جاتی۔[1]

۴۔ مصنف عبد الرزاق کی روایت سے مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے قائلین کی دلیل:

عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: طَلَّقَ جَدِّي امْرَأَةً لَهُ أَلْفَ تَطْلِيقَةٍ— وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ[2]

حضرت عبادہ بن صامت ؓ کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ ہزار طلاقیں دیدیں، ان کی اولاد نے حاضر بارگاہِ رسالت ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، تو کیا اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ اپنے حکم سے اس کے لیے کوئی صورت پیدا کرے۔ اس کی بیوی تو تین طلاقوں سے ہی اس سے بائنہ ہو گئی، خلافِ سنت طریقہ پر اور باقی نو سو ستانوے (۹۹۷) کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

اس روایت کی سند میں راویوں کے حوالے سے علما□ کرام نے اعتراضات کئے ہیں۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی یحیٰ بن العلاء ہے۔ اس کے بارے میں امام ذہبی ؒ لکھتے ہیں: يحيى بن العلاء: قال أبو حاتم: ليس بالقوي ،وضعفه ابن معين، وجماعة.وقال الدارقطني: متروك.وقال أحمد بن حنبل: كذاب يضع الحديث.وروى عباس عن يحيى: ليس بثقة.[3]

اس کے دوسرے راوی عبید اللہ بن الولید کے حوالے سے امام ذہبی ؒ لکھتے ہیں:

عن عطية العوفى، وعطاء ابن أبي رباح.روى عثمان بن سعيد، عن يحيى: ليس بشئ.وقال أحمد: ليس يحكم الحديث، يكتب حديثه للمعرفة.

---

[1]۔ البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى، السنن الصغير للبيهقي، المحقق: عبد المعطي أمين قلعجي، دار النشر: جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشي— باكستان، 1989ء، ج:۳، ص:۱۱۶، حدیث نمبر:۲۶۶۷

[2]۔ عبد الرزاق، أبو بكر عبد الرزاق بن همام، مصنف، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي، المجلس العلمي- الهند، المكتب الإسلامي -بيروت، ۱۴۰۳ھ، ج:۶، ص:۳۹۳، حدیث:۱۱۳۳۹

[3]۔ ذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، تحقيق: علي محمد البجادي، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، 1382 هـ - 1963م، ج:۴، ص:۳۹۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقال أبو زرعة، والدارقطني وغيرهما: ضعيف.

وقال ابن حبان: يروى عن الثقات مالا يشبه حديث الاثبات حتى يسبق إلى القلب أنه المتعمد له، فاستحق الترك.

وقال النسائي والفلاس: متروك.[1]

عبدالرحمٰن کیلانی اس روایت کے درایتا اور روایتا ساقط الاعتبار ہونے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

یہ روایت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نص تو ہے مگر یہ روایت نہ درایتہ درست ہے اور نہ روایتا۔ درایتہ اس لئے کہ عبادہ بن صامت ان بارہ سرداروں میں سے ہیں جنھوں نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی۔ یہ بات بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے، اس وقت عبادہ بن صامت انصاریؓ کے دادا زندہ بھی تھے یا نہیں؟ ان کا اسلام ثابت کرنا تو دور کی بات ہے اور روایتہ اس لئے ناقابل اعتماد ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی یحیٰ بن العلاء کذاب اور واضح حدیث ہے۔ دوسرا عبید اللہ بن ولید متروک الحدیث ہے، تیسرا ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے۔[2]

امام حسنؓ کی اپنی بیوی کو طلاق دینے کی روایت: حضرت امام حسن مجتبیٰ کے بارے میں روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو ان کی بیوی نے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا: حضرت علیؓ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہو۔ تو آپ نے اسے ان الفاظ سے طلاق دی:" اذھبی فانت طالق ثلاثا "تو چلی جا تجھے تین طلاق ہے۔

جب اس کی عدت پوری ہونے لگی تو حضرت حسن نے اس کو حق مہر کی بقایا رقم اور دس ہزار بطور صدقہ بھیجے۔ جب ایلچی یہ سے سب لے کر کہنے لگی مجھ کو چھوڑنے والے دوست کی طرف سے یہ متاع قلیل ہے، جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو رو پڑے پھر کہا اگر میں نے اپنے دادا سے نہ سنا ہوتا، یا میرے دادا سے نہ سنا ہوتا کہ وہ کہتے تھے جو شخص بھی اپنی عورت کو طہروں میں تین طلاقیں دے یا غیر واضح

---

[1] ۔ ایضا، ج:۳، ص:۱۷

[2] ۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل، ص:۶۵۔۶۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاقیں دے تو وہ عورت خاوند پر حلال نہیں تاآنکہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے، تو میں اس عورت ضرور رجوع کرلیتا۔[1]

امام ابن قیمؒ اس روایت کے حوالے سے رقمطراز ہیں: اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کو ابوزرعہ نے کذاب اور ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔[2]

درایتہ اس لئے کہ حضرت حسنؓ کے دادا ابوطالب تھے جو مکی دور میں ہی بحالت کفر انتقال کر گئے تھے۔ جب کہ نکاح وطلاق کے احکام مدنی دور میں نازل ہوئے تھے گویا درایتہ بھی اس میں دو خامیاں موجود ہیں۔

حدیث کو امام بیہقی نے دو اسناد سے ذکر کیا ہے ان رواویوں کے بارے میں علماء جرح وتعدیل لکھتے ہیں:

محمد بن حميد الرازي الحافظ.عن يعقوب القمي، وابن المبارك وهو ضعيف.قال يعقوب بن شيبة: كثير المناكير.وقال البخاري: فيه نظرو كذبهوعن الكوسج.قال: أشهد أنه كذاب وقال النسائي: ليس بثقة.

سلمة بن الفضل القرشي.عن حميد.قال أبو حاتم: منكر الحديث.[3]

وقال أبو زرعة: لا أعرفه[4]

دوسری حدیث کے روای عمران بن مسلم ہیں۔ان کے حوالے سے امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

عمران بن مسلم الفزاري. كوفي.عن مجاهد، وعطية.وعنه الفضل السينانى، وأبو نعيم.قال أبو أحمد الزبيري: رافضي، كأنه جرو كلب.[5]

---

[1] ۔ بیہقی، أبو بکر أحمد بن علی، السنن الکبریٰ، تحقیق: محمد عبد القادر عطار، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان، ۲۰۰۳ء، ج:۷، ص:۵۵۰

[2] ۔ ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، اغاثتہ اللھفان من مصاید الشیطان، المحقق: محمد حامد الفقي، الناشر: مکتبۃ المعارف، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ج:۱، ص:۔۳۱۷۔۳۱۸

[3] ۔ میزان اعتدال، ج:۳، ص:۵۳۰

[4] ۔ ایضا، ج:۲، ص:۱۹۱

[5] ۔ ایضا، ج:۳، ص:۲۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباسؓ کی روایت جس سے ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کا استدلال کیا جاتا ہے:

ایک شخص نے حضرت عبداللہؓ بن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا تیری تین طلاقیں تو واقع ہو گئیں اور ستانوے (۹۷) سے تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس سے ان تابعی حضرات نے بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے فتویٰ کی روایت کی ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد، مالک بن حارث، محمد بن ایاس بن بکیر، ابو سلمہ، عطا، عمرو بن دینار، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس سلسلے میں اجتہاد فرمایا تھا اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہذا اس حوالے سے قائلین طلاق ثلاثہ کے استدلال کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا اجتہادی فیصلہ:

ابن عباسؓ سے روایت ہے: كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ --- فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ "[2]

حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ: حضرت عمر فاروق بن خطاب نے فرمایا، لوگوں نے ایک معاملہ جس میں ان کے لیے آسانی تھی، اس میں جلد بازی کی۔ اس لیے اب یہ فیصلہ کیا جاتا ہے (کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں گی)۔

نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی روایت جس میں انہوں بیک وقت دی گئی طلاق ثلاثہ کو ایک شمار کیا ہے وہ دراصل غیر مدخولہ کے بارے میں ہے روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں: عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، ---قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ "[3]

---

[1]۔ موطا: ج:۴، ص: ۷۸۹، حدیث نمبر:۲۰۲۱

[2]۔ الجامع الصحیح للمسلم کتاب الطلاق باب طلاق ثلاث، ج۲، ص:۱۰۹۹، حدیث نمبر:۱۴۷۲

[3]۔ سنن أبي داؤد، ج:۲، ص:۲۶۱، حدیث نمبر:۲۱۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طاؤس ؒ سے روایت ہے کہ ایک صاحب جنہیں ابو صہبا کہا جاتا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کثرت سے سوال کرتے تھے انہوں نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو دخول سے پہلے ہی تین طلاق دے دیتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے نیز عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ہاں کیوں نہیں؟ جب آدمی اپنی بیوی کو دخول سے پہلے ہی تین طلاق دے دیتا تھا، تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نیز عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں ایک ہی طلاق مانا جاتا تھا، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ بہت زیادہ ایسا کرنے لگے ہیں تو کہا کہ میں انہیں تین ہی نافذ کروں گا۔

علامہ البانی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام نوویؒ کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔[1]

سنن ابی داؤد میں یہی حدیث ایک دوسری سند سے بھی آئی ہے جس میں غیر مدخولہ بھا کے الفاظ مذکور نہیں ہے، علامہ البانی اس روایت پر صحیح کا حکم لگاتے ہیں۔[2]

گویا جو اس حدیث کو مدخولہ بھا اور غیر مدخولہ بھا میں فرق کے حوالے سے بطور دلیل لیتے ہیں ان کا استدلال درست نہیں ہے. لہٰذا اس حدیث کی بناء پر بھی تین یکجائی طلاقوں پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

امام ابو داؤد حضرت ابن عباس کا ایک قول اس بارے میں لکھتے ہیں جو مدخولہ بھا اور غیر مدخولہ میں فرق کے حوالے سے ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ تین طلاق سے عورت اپنے شوہر کے لیے بائنہ ہو جائے گی، چاہے وہ اس کا دخول ہو چکا ہو، یا ابھی دخول نہ ہوا ہو، اور وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو گی،

---

[1]۔ نووی، ابوزکریا محیی الدین یحیی، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي- بیروت، شرح مسلم، ج:۱، ص: ۴۷۸

[2]۔ سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۲۶۱، حدیث نمبر:۲۲۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب تک کہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے اس کی مثال «صَرْف» والی حدیث کی طرح ہے (اس میں ہے کہ پھر انہوں یعنی ابن عباس نے اس سے رجوع کرلیا۔)[1] شیخ البانیؒ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں: عہدِ نبوی، عہد صدیقی، اور ابتدائی زمانۂ خلافت فاروقی میں جب کوئی شخص یہ کہتا کہ تجھے طلاق ہے، طلاق، طلاق، اور ایک مجلس میں ہی دی گئی اس طلاق سے تاکید و تجدید کی کوئی نیت نہ کرتا تھا تو ایک طلاق واقع ہوتی تھی اور اسی کا حکم دیا جاتا تھا کیوں کہ اس سے لوگوں کی نیت تجدید طلاق کی نہ ہوتی تھی۔ اس لیے عام حالت یعنی ارادۂ تاکید پر اس کی بات کو محمول کرکے ایک ہی طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروق کا زمانہ آیا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے اور عام طور پر تجدید طلاق کی نیت کی جانے لگی تو اس عہد کے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ کردیا گیا۔[2]

یعنی زمانۂ رسالت و عہد صدیقی کے لوگوں کی غالب عادت یہ تھی کہ تجھے طلاق ہے، طلاق، طلاق کہہ کر ایک ہی طلاق کی نیت کرتے تھے اور پہلا لفظ طلاق استعمال کرکے بعد کے دونوں الفاظ طلاق سے اس کی تاکید کرتے تھے۔ جیسے کہا جائے وہ دریا ہے، دریا، دریا۔ اسی لیے لفظاً تین کہی گئی طلاق جو نیّت میں ایک ہی ہوتی تھی، اسے ایک ہی مانا جاتا تھا اور اگر تین طلاق کی نیت ہوتی تو تین طلاق مانی جاتی، لیکن اس وقت تین طلاق کہہ کر تین کی نیت کرنے کی غالب عادت نہ تھی

شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدّین عینیؒ کی اس سلسلے میں تحقیق یہ ہے:

تابعین اور ان کے بعد کے علماء کرام، مثلاً امام اوزاعیؒ، امام نخعیؒ، امام ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ مع تلامذہ و امام شافعیؒ مع تلامذہ و امام احمد بن حنبلؒ مع تلامذہ اور اسحٰقؒ و ابو ثورؒ و ابو عبیدؒ و دیگر کثیر علماء کا یہی مسلک ہے

---

[1] سنن ابی داؤد، ج:۲، ص: ۲۶۰، حدیث نمبر: ۲۱۹۸

[2] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج:۱۰، ص:۷۱،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جس نے اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں کہ وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ لیکن ایسا کرنے والا گنہگار ہو گا۔[1]

عہدِ خلافتِ فاروقی میں لوگوں کی یہ عادت ہونے لگی کہ وہ تین ہی کی نیت کر کے طلاق دینے لگے۔ اس لیے حضرت عمر فاروق نے تین ہی طلاق مان لینے کا فیصلہ کیا اور وہ صحابۂ کرام جو عہدِ رسالت وعہد صدیقی کے فیضیاب وپروردہ تھے، ان کا بلاچون وچرا اس پر اجماع بھی ہو گیا۔ اگر عہد فاروقی میں بھی پہلے کی طرح غالب عادت ایک طلاق کی نیت ہوتی تو وہی حکم باقی اور جاری رہتا اور عہد عمر میں تبدیلیٔ نیت سے تبدیلیٔ حکم کی کوئی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔

اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاروقِ اعظم نے صحابۂ کرام کے مجمع میں فرمایا: طلاق کے سلسلے میں لوگوں کے لیے بڑی گنجائش اور مہلت تھی کہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دیتے اور پھر ایسی صورت میں انہیں رجعت کا کافی موقعہ ملتا، لیکن لوگوں نے جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے لگے۔ انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہ ہو گی۔ اس فیصلہ کی سبھی صحابۂ کرام نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت نہ کی۔[2]

شمس الدین پیرزادہ صاحب اس روایت کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو مجلس واحدہ کی تین طلاقوں کے ایقاع کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تین یکجائی طلاقوں کو نافذ کر دیا تو اس سے اس کے ایقاع اور اس پر اجماع دونوں کا ثبوت ملتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس حدیث سے حضرت عمرؓ کا ایک فیصلہ ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ اور عہد رسالت کا تعامل بھی تو ثابت ہوتا ہے پھر کس دلیل سے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو مان لیا جائے لیکن حضرت ابو بکرؓ اور عہد رسالت کے تعامل کو قبول نہ کیا جائے؟ جبکہ عہد رسالت کا تعامل بہر حال فوقیت رکھتا ہے۔[3]

---

[1] ۔العینی، أبو محمد محمود بن أحمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاري، دار إحیاء التراث العربي۔ بیروت،، ج:، ۲۰، ص: ۲۲۳

[2] ۔ابن حجر، أحمد بن علي، فتح لباری شرح صحیح البخاري، دار المعرفۃ۔ بیروت، 1379ء، ج:۹، ص: ۳۶۳

[3] ۔ایک مجلس کی تین طلاق، ص: ۶۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن قیمؒ حضرت عمرؓ کے اس اجتہادی فیصلے کی توجیہ تفصیلا پیش کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے فیصلے کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

حضرت عمرؓ نے تین یکجائی طلاقوں کی شرعی حیثیت میں تبدیلی نہیں کی تھی بلکہ محض تعزیرا ان کو نافذ کیا تھا۔ (تعزیرات کے باب میں حضرت عمرؓ کے اجتہادات، مثلا شراب کی دکانوں کو جلادینا، شرابیوں کے لئے اسی کوڑوں کی سزا مقرر کرنا اور شہر بدر کرنا، وغیرہ) صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ مصالح امت کے پیش نظر تعزیرا ان کو نافذ کررہے ہیں تو انھوں نے اس معاملہ میں آپ سے اتفاق کیا۔[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ عہد نبوی وعہد صدیقی میں لوگ تین بار لفظ طلاق بول کر صرف پہلے لفظ سے ایک طلاق کی نیت اور دوسرے، تیسرے سے اس کی تاکید مراد لیتے تھے، اس لیے ایک طلاق کا حکم تھا مگر جب شروع دورِ خلافتِ فاروقی کے بعد لوگ تین بار لفظ طلاق کا استعمال کرکے تین ہی طلاق کی نیت کرنے لگے، تو حضرت عمر نے اجماعِ صحابہ کے ساتھ جانے کا فیصلہ فرمادیا جس سے دور رسالت کے کسی حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی، بلکہ نیت کے بدلنے سے اس کا جو حکم بدلتا تھا، اس کا اظہار واعلان کردیا گیا، جسے دورِ حاضر جیسا کوئی سیاسی فیصلہ کہا جاسکتا ہے نہ ہی تعزیری حکم۔ کیوں کہ یہ خلافتِ راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوہ تھی اور اسی حکم وفیصلہ کو حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ان حضرات کے بعد دیگر خلفاء وائمہ نے بھی باقی رکھا، اور عرف حادث ودستور جدید کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان سنتوں کا تابع بنادیا جن میں تین کی نیت سے دی گئی تین طلاقوں کو آپ نے تین ہی قرار دیا۔

لوگوں نے جب طلاق دیتے وقت بمطابق سنت کی قید لگانا چھوڑ دیا اور تین طلاقوں سے تین ہی مراد لینے لگے تو اسی کے مطابق شرعی فیصلہ بھی نافذ کردیا گیا، اور سبھی مفسرین ومحدثین وفقہاء وعلماء کرام نے اس فیصلہ کی اپنے اپنے دور میں تائید وحمایت فرمائی۔

---

[1] ۔زاد المعاد في هدي خير العباد ج:۵، ص:۲۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ائمہ مسالک اربعہ یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اپنے اپنے عہد میں فیصلۂ حضرت عمر کی تائید وتوثیق کی۔ جمہور علماء امت مسلمہ کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے اور آج بھی عالم اسلام کے اندر ان کے متبعین کی تعداد نوے فیصد سے زیادہ ہے جو اسی حکم وفیصلہ پر عمل پیرا ہیں۔)

یہ اس گروہ کے استدلال تھے جو ایک مجلس میں دی گئی طلاق ثلاثہ پر تین طلاق کے وقوع قائلین ہیں۔ عدم قائلین طلاق اس حوالے سے ان کے موقف کی تردید اور جو جواب پیش کرتے ہیں ان کا بھی ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے، ذیل میں مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کے عدم قائلین کے استدلال کا جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ فریقین کے دلائل سے تجزیہ کرتے ہوئے ہم اپنی معاشرتی صورتحال میں کوئی بہتر لائحہ عمل تجویز کر سکیں۔

مجلس واحدہ میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کے عدم قائلین کے دلائل:

علماء کرام کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ ان کے نزدیک سورہ البقرہ کی آیت ۲۲۹ میں لفظ مرتان سے مراد بیک وقت دی گئی اکھٹی دو طلاقوں کا استدلال کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس سے مراد علیٰحدہ علیحدہ مجلس میں طلاق کا وقوع ثابت ہونا ہے۔

فرمان ربی ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ[1] طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس آیت کریمہ میں کلمہ ''مرتان'' قابل غور ہے، جو کہ مرۃ، کا تثنیہ ہے جس کا معنی ایک بار یا ایک دفعہ ہے تو مرتان کا معنی ہوا، مرۃ بعد مرۃ یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ نہ کہ محض لفظی تکرار۔[2]

---

[1] ۔ البقرۃ: ۲۲۹

[2] ۔ عصری مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۳۴۸۔۳۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام رازیؒ لکھتے ہیں: ثُمَّ الْقَائِلُونَ بِهَذَا الْقَوْلِ اخْتَلَفُوا عَلَى قَوْلَيْنِ الْأَوَّل: هُوَ اخْتِيَارُ كَثِيرٍ ـ فَوَجَبَ أَنْ يُحْكَمَ بِعَدَمِ الْوُقُوعِ[1]

اس قول کے حاملین نے پہلی دونوں آراء سے اختلاف کیا ہے۔ اور یہ بہت سے علماء دین اختیار کرتے ہیں۔ اگر کسی نے عورت کو طلاق دی دو یا تین مرتبہ تو وہ نہیں واقع ہو گی۔ مگر ایک دفعہ۔ اور یہ رائے قیاس کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ نہی دلالت کرتی ہے فاسد عمل کے راجع ہونے پر۔ طلاق کے وقوع کا قول وجود کے اندر اس مفسدہ کو داخل کرنے کی سعی ہے جو جائز نہیں، پس لازم ہے کہ اس پر عدم وقوع کا حکم لگایا جائے۔ علامہ سندھیؒ حنفی بھی اس آیت کی تفسیر میں اس ہی رائے کی حامل ہیں۔ فرماتے ہیں:

آیت کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طلاق متفرق طور پر ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق ہونی چاہیئے، نہ کہ ایک ہی بار اکٹھا۔ مرتین سے مراد تثنیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت ثم ارجع البصر کرتین میں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ نظر اٹھا کر دیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں: وکان القیاس ان لا تکون الطلقتان ---لو جود هما فيها مع زيادة[3]

قیاس کا تقاضا ہے کہ مجموعی طور پر دی گئی دو طلاقیں معتبر نہ ہوں اور جب اکٹھا دو طلاقیں معتبر نہ ہوں گی تو ایک تین اکٹھی کا تو بدرجہ اولیٰ اعتبار نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ وہ دونوں مع ایک زائد کے تین کے اندر موجود ہیں۔

لفظ مرتان کی یہی تشریح علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی نے مدارک التنزیل،[4]

---

[1] ۔ مفاتیح الغیب، ج:۶، ص:۴۴۲

[2] ۔ سندھی، عبید اللہ، مولانا، حاشیہ سنن النسائی، دہلی، مطبع انصاری، ج:۲، ص:۸۱

[3] ۔ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مترجم: پیر کرم شاہ صاحب، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۲ء، ج:۱، ص:۳۰۰

[4] ۔ نسفی، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد، مدارک التنزیل وحقائق تاویل، حققه وخرج أحاديثه: يوسف علي بديوي، دار الكلم الطيب، بیروت، ۱۹۹۸ء، ج:۱، ص:۱۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالحق صاحب اکلیل علی مدارک التنزیل کشوری؛[1] اور علامہ انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی کی ہے۔[2]

علامہ ابو بکر جصاص لفظ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کی وضاحت میں لکھتے ہیں: لِأَنَّهَا تَضَمَّنَتْ الْأَمْرَ بِإِيقَاعِ الِاثْنَتَيْنِ فِي مَرَّتَيْنِ فَمَنْ أَوْقَعَ الِاثْنَتَيْنِ فِي مَرَّةٍ فَهُوَ مُخَالِفٌ لِحُكْمِهَا [3]

یعنی آیت الطلاق مرتان دو طلاق " دوبار" دو طہروں میں واقع کرنے کے امر کو شامل ہے۔ لہٰذا جو شخص دو طلاق بیک دفعہ یعنی ایک طہر میں دیتا ہے وہ حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جائے نہ کہ تین۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ بھی بعض اوقات ایک بات کو تین بار دہراتے تھے اس سے مراد اس کام کی اہمیت اور تاکید بتانا مقصود ہوتا تھا نہ کہ اس سے تین بار کسی کام کے کرنے کا حکم یا ثبوت۔

عربی زبان بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان میں آپ اگر کہیں کہ میں نے یہ کام تین مرتبہ کیا، تو اس سے تین مرتبہ الگ الگ کام کرنا مراد ہو گا۔[4] علامہ جصاص فرماتے ہیں: قال الطَّلاقُ مَرَّتانِ وَذَلِكَ يَقْتَضِي التَّفْرِيقَ —طلقها مرتين[5] طلاق دو مرتبہ ہے اور یہ زوجین میں تفریق کا تقاضا کرتا ہے لامحالہ طور پر۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس نے اکٹھی دو طلاقیں دیں تو یہ کہنا جائز نہیں ہو گا کہ یہ کہا جائے کہ اس نے دو مرتبہ طلاقیں دیں۔

مولانا عمر احمد عثمانی اس لفظ کی وضاحت میں لکھتے ہیں: مرتان کا لفظ (فقہائے احناف کے اعتراف کے مطابق) فاصلہ اور وقفہ کا متقاضی ہے، ہر طلاق کے درمیان کافی فاصلہ اور مدت ہونی چاہیے۔ مرتان کا لفظ مرۃ کا تثنیہ ہے جس کا ترجمہ ہے دوبار۔ دو مرتبہ ہو، یہ لفظ ہمیشہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے

---

[1] ۔ عبدالحق، الہندی، اکیل علی مدراک التنزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ج:۲، ص:۱۸۸۔۱۸۹

[2] ۔ انور شاہ کشمیری، علامہ، فیض الباری علی صحیح البخاری، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ لبنان، 2005ء، ج:۵، ص:۵۷۵

[3] ۔ احکام القرآن، ج:۲، ص:۷۵

[4] ۔ محمد علی جانباز، مولانا، احکام طلاق مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۷۹

[5] ۔ احکام القرآن، ج:۲، ص:۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب آپ کوئی کام کریں، اسے پایہ تکمیل تک پہنچادیں، کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد دوسری مرتبہ آپ پھر وہی کام کریں اور پھر اسے پایہ تکمیل تک پہنچادیں۔ ہم روز مرہ یہ لفظ اپنی زبان زبان میں بھی انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں، میں تمھارے ہاں دو مرتبہ گیا مگر تم نہیں ملے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ گیا تم نہیں ملے پھر واپس چلا آیا، کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ گیا مگر تم پھر بھی نہیں ملے اور مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ اس کا مادہ ہی مر ہے جس کے معنی گزر جانے، اور رفت وگزشت ہو جانے کے ہیں، اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہوتا کہ میں تمہارے ہاں گیا اور دو مرتبہ تمہیں پکار کر چلا آیا۔[1]

احادیث سے استدلال:

ابن عباسؓ سے روایت ہے: حضرت رکانہ بن عبد الیزیدؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں لیکن بعد میں سخت غمگین ہوئے رسول ﷺ ان سے پوچھا: ایک ہی مجلس میں طلاقیں دی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے، اگر تم چاہو تو رجوع کر سکتے ہو، راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد رکانہؓ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔[2]

ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: هذا الحديث نص فى المسئلة لايقبل التاويل الذى فى غيره من الروايات۔[3] یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے اور یہاں تاویل کی گنجائش نہیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے: " كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ --فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ "[4] رسول اکرم ﷺ کے پورے عہد میں، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پورے دورِ خلافت میں اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں (اکٹھی) تین

---

[1]- احکام طلاق، ص:۸۸

[2]- احمد بن حنبل، المسند، ج:۴، ص:۱۲۳

[3]- فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:۹، ص: ۳۶۲

[4]- الجامع الصحیح للمسلم، ج۲، ص:۱۰۹۹، حدیث نمبر:۱۴۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر5 نے کہا: لوگ ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جس میں ان کیلئے مہلت موجود تھی۔ لہذا کیوں نہ ہم اسے ان پر نافذ کر دیں! پھر انھوں نے تین طلاقوں کو تین ہی نافذ کر دیا۔

حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کی ابتداء میں یہ تعامل رہا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی تصور کی جاتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کا یہ فتوٰی بطور سزا تھا اور بعض سزائیں حالات وظروف کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس حکم کو جاری کرتے وقت یہ ہر گز نہیں فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بلکہ انھوں نے اس کی نسبت اپنی طرف ہی کی تھی۔ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ "[1]

ابن قیمؒ حضرت عمرؓ کے اس قول کی توجیہ پیش کرتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے طلاق ثلاثہ کو عقوبت کے طور پر لازم کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا حرام ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ امام وقت کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو تأدیب وعقوبت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت واپس لے لے اور شدت اور سختی کی پالیسی اختیار کرے۔ آئمہ نے ایسا کیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ جیسا شخص جس کی نگاہ میں امت اور اس کی تأدیب پر بہت زیادہ تھی اس فعل حرام کے شیوع عام پر ایسا کیوں نہ کرتا۔ عقوبات اختلاف اشخاص وازمنہ کے ساتھ مختلف ہوتی رہتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس فعل کے جواز میں یہ کبھی نہیں کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ یہ صرف ان کی رائے ہے۔ جو امت کی مصلحت عمومی کے بنیاد پر انہوں نے قائم کی تھی جو انہوں نے ایقاع طلاق ثلاثہ میں جلد بازی سے روکنے کے لئے کافی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا بہتر ہو کہ ہم نے اسے (تین طلاقیں ایک دفعہ) ان پر عائد کر دیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ان کی رائے تھی، حدیث نبوی ﷺ نہیں تھی۔[2]

---

[1]۔ ایضا، ج۲، ص:۱۰۹۹، حدیث نمبر:۱۴۷۲

[2]۔ زاد المعاد، ج:۵، ص: ۲۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام نوویؒ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں: قَالَ الْمَازِرِيُّ وَقَدْ زَعَمَ مَنْ لَا خِبْرَةَ لَهُ بِالْحَقَائِقِ ... فِي صِحَّةِ الْإِجْمَاعِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ[1]

مازری نے کہا کہ ان لوگوں نے جن کو حقائق کی خبر چھو کر بھی نہیں گزری کہ یہ حکم پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ یہ غلط محض ہے کیونکہ عمرؓ (شریعت کے حکم) کو منسوخ نہیں کر سکتے اور اگر انہوں نے منسوخ کیا تو یقیناً صحابہ کرام اس کے انکار میں کھل کر سامنے آئے اور اگر اس قول کے قائل نے یہ چاہا کہ وہ کہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منسوخ ہو گیا تو یہ محال بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر یہ ایسا ہی تھا تو راوی کے لئے جائز نہیں تھا۔ کہ وہ بقاء حکم کی خبر دے کہ خلافت ابی بکرؓ اور خلافت عمرؓ کے زمانہ تک جاری رہا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کا اس کے منسوخ ہونے پر اجماع ہو گیا۔ اور ان کا یہ اجماع قبول کیا جائے گا ہم کہیں گے یہ اس صورت میں قبول کیا جائے کہ وہ اپنے اجماع سے اس کے ناسخ پر استدلال کرتے۔ اگر وہ اپنے نفوس کی رائے سے اس کو منسوخ کر رہے ہیں۔ تو اللہ کی پناہ گاہ، گویا انہوں نے خطا پر اجماع کر لیا۔ اور وہ اس سے محفوظ ہیں کہ وہ ایسا کریں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نسخ کی بات ان کے سامنے حضرت عمرؓ کے دور میں ظاہر ہو گی تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس کا ماحصل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بھی خطا پر اجماع کئے رکھا۔ محققین اصولین اجماع کی صحت میں زمانے کے مختلف ہونے کی شرط نہیں رکھتے۔

پیر کرم شاہ صاحبؒ امام نوویؒ کے اس استدلال کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

نیز اگر یہ حکم منسوخ ہوتا۔۔۔ تو منسوخ حکم پر حضور کریم ﷺ کے عہد ہمایوں اور صدیق اکبرؓ کی خلافت اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سالوں میں اس پر عمل کیوں کر جاری رہتا اور یہ کوئی معمولی بات تو تھی نہیں کہ اس کی پرواہ نہ کی جاتی بلکہ اس کا تعلق تو حلت و حرمت سے تھا۔

مزید برآں حضرات فاروق اعظمؓ کے الفاظ اس جواب کو قبول نہیں کرتے۔ آپؓ فرماتے ہیں: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ۔ ان الفاظ پر غور کیجئے اور بتایئے کہ کیا منسوخ حکم میں بھی کوئی مہلت ہوتی ہوا کرتی ہے۔ حکم منسوخ تو ختم ہو چکا۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے

---

[1] ۔ شرح مسلم للنووی، ج:۱۰، ص:۷۲۔۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روک دیا گیا اب اس میں مہلت کا کیا معنی ؟تو معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہ تھا ورنہ حضرت عمرؓ یہ نہ فرماتے۔[1]

اس حوالے سے تفصیلا بحث ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کی ہے۔[2]

محمد حسین ہیکل اپنی کتاب عمر الفاروق میں حضرت عمرؓ کے اس اقدام کی توجیہ یوں پیش کرتے ہیں:

غالب گمان یہ ہے کہ عہد فاروقیؓ میں جو لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیتے تھے وہ طلاق دینے کے بعد ان سے شفقت اور نرمی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔۔۔ان میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ جب کوئی مرد کسی آزاد عربی یا عجمی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا تو وہ یہ شرط پیش کرتی تھی کہ مرد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے۔ تاکہ وہ اس کے لئے حلالہ کے بغیر حلال ہی نہ ہو سکے۔ اب اگر حلالہ کے بعد شوہر اپنی پہلی بیوی سے مراجعت کرتا بھی تھا تو اس سے گھر میں ایسی بدمزگی پیدا ہوتی تھی کہ زندگی اجیرن بن جاتی تھی۔ غرض کہ اس قسم کے اسباب تھے جن کی بناء پر حضرت عمرؓ نے یہ حکم جاری کیا کہ تین طلاقیں جو ایک مجلس میں اور دفعۃ واحدۃ دی جائیں گی ان کا حکم طلاق مغلظہ ہونے میں وہی ہو گا جو ان تین طلاقوں کا ہے جو طلاق سنت کے مطابق تین طہروں میں دی گئی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا جو شخص نکاح کی گرہ کو اتنا بے حقیقت سمجھتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالتا ہے وہ بے حس اور یاوہ گو انسان ہے اور اسے اس بے حسی اور یاوہ گوئی کی سزا ملنی چاہیئے۔[3] اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام مخصوص حالات اور انتظامی مصلحت پر مبنی تھا۔ اور خلیفہ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حالات کی سنگینی ومفاد عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے احکامات میں کچھ حد تک تبدیلی کر دے۔ آپؓ کے دور ہی میں اس کی ایک اور مثال ملتی ہے کہ آپؓ نے جب سرزمین عرب میں قحط پڑا تو چوری کی سزا معطل کچھ عرصہ کے لئے معطل فرمادی تھی۔ اسی طرح مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کے مسئلے میں بھی آپؓ نے امت کے مجموعی مفاد کو دیکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا۔

---

[1]۔ الازہری، پیر کرم شاہ، دعوت فکر ونظر، ایک مجلس کی تین طلاق، ص: ۲۳۷_۲۳۸

[2]۔ فتح الباری، ج:۹، ص:۳۶۴

[3]۔ ہیکل، محمد حسین، الفاروق عمرؓ، مصر، امطبوعہ شرکۃ مساہمہ، ج:۲، ص:۲۲۵_۲۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد حسین ہیکل اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں: یہ حضرت عمرؓ کا اجتھاد رائے ہے جس کی مخالفت ان کے بعد متعدد فقہاء نے کی ہے اور دور حاضر کا میں بھی بلاد اسلامیہ کا یک گروہ اس کا مخالف ہے کہ لیکن اس سے نہ حضرت عمرؓ پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ہی ان سے اختلاف کرنے والوں پر۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ اپنی رائے سے جو فتوٰی دیا کرتے تھے وہ نہ تو بطور لزوم کے ہوتا تھا اور نہ ہی اس طور سے کہ وہی حق ہے۔ بلکہ ایک رائے ہے اگر درست ہو تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو صاحب رائے کی طرف سے ہے۔[1]

علامہ شبلی نعمانیؒ بھی طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو حضرت عمرؓ کے اولیات میں شمار کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں دیگر صحابہؓ نے اختلاف کیا ہے۔ اور وہی حق پر ہیں۔ مثلاً تیمم جنابت، منع تمتع، طلیقات ثلاثہ، وغیرہ، جن میں حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے دوسرے صحابہ کا اجتہاد زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔[2]

اس اقتباس سے درج ذیل دو نکات واضح ہوتے ہیں:

ا۔ یہ فیصلہ اجماعی نہیں تھا۔

۲۔ حضرت عمرؓ سے اختلاف کرنے والوں کا موقف زیادہ درست ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ حکم مفاد عامہ کے لئے کیا تاکہ لوگوں میں اس حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود رہے۔ اور وہ اس کو مذاق نہ بنالیں۔ اس لئے جو رخصت انہیں طلاق کے معاملے میں دی گئی تھی اس کو ختم کیا گیا۔

عبد الرحمٰن کیلانی حضرت عمرؓ کے اس اقدام کے حوالے سے لکھتے ہیں: خلیفہ وقت کو مصالح امت کی خاطر شریعت کی رعایتوں کو سلب کرنے کی یا از خود کوئی تعزیر تجویز کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جن کے تحت وہ تعزیری یا عارضی قسم کے قوانین نافذ کر سکتا ہے۔ انہی اختیارات کو بروئے کار

---

[1] ۔ ایضا، ص:۲۸۶

[2] ۔ شبلی نعمانی، الفاروق، لاہور، اردو بازار، س۔ن، ص:۳۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاکر آپؓ نے نہ صرف یکبارگی تین طلاق کے قانون کا نفاذ کیا بلکہ ایسے طلاق دہندہ کو آپؓ سزا بھی دیتے تھے انہی اختیارات کی روسے آپؓ شراب کشید کرنے والی بھٹیوں کو آگ بھی لگا دیا کرتے تھے۔[1]

حدود کے علاوہ تعزیرات اور سزائیں زمانے کے بدلنے سے بدل جایا کرتی ہیں۔ اگر کسی وقت کوئی مقررہ تعزیر سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہو۔ اور مصلحت کی جگہ فساد رونپذیر ہونے لگے تو اس وقت اس تعزیر کا بدلنا از حد ضروری ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت عمرؓ کا یہ اقدام ان حالات وظروف کے مطابق تعزیری طور پر تھا۔ چنانچہ اب حالات کے تقاضوں کے مطابق اسے بدلا جاسکتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کرنا خود اس بات پر شاہد ہے کہ ضرورت وحاجت، عموم بلوی کا لحاظ رکھ کر کسی حکم میں تعزیری طور پر طور پر تبدیلی کیا جاسکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کو اجماعی فیصلہ قرار دینا:

شریعت اسلامیہ میں جہاں بہت سے مسائل میں فقہاء کرام وعلما میں اختلاف واقع رہا ہے وہیں اس مسئلے پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے قائلین کی ایک دلیل یہ بھی ہے یہ مسئلہ اجماع سے ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور بعد کے ادوار کے محدثین وعلماء میں اس حوالے سے اختلاف کا ذکر ملتا ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اجماع کی تعریف اور اس کے قابل حجت ہونے کا جائزہ لے لیا جائے۔

امام شوکانیؒ نے بہت سے فقہاء وعلماء کرام کی آراء اجماع کے حجت ہونے کے حوالے سے تفصیلا نقل کئے ہیں وہ لکھتے ہیں:

إِذَا خَالَفَ أَهْلَ الْإِجْمَاعِ وَاحِدٌ ---- مِنْ جِهَةِ الِاجْتِهَادِ فَلَا لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ يَكُونُ مَعَهُ.[3]

---

[1] ۔ایک مجلس کی تین طلاق اور ان کا شرعی حل، ص ۵۳

[2] ۔۔تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ، پیر کرم شاہ صاحب، دعوت فکر و نظر، ص: ۲۴۲

[3] ۔الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول، المحقق: الشيخ أحمد عزو عناية، دمشق-كفر بطنا، دار الكتاب العربي، 1999ء، ج:۱، ص:۲۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عام اجماع کرنے والوں میں سے صرف ایک مجتہد نے اختلاف کرر کھا ہو تو جمہور اہل علم کہتے ہیں کہ اس صورت میں اجماع منعقد نہیں ہو گا۔ اور یہ صورت حجت بھی نہیں ہے۔ امام صیرفیؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں سے اختلاف کرنے والے اس ایک مجتہد کی بات وموقف کو شاذ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ جو مجتہد تمام مجتہدین کے زمرے میں شامل ہونے کے باوجود ان کے اختیار کردہ کسی مؤقف سے اختلاف کرتا ہے تو اس کے خلاف عام مجتہدین کی بات کے ذریعے حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اس مجتہد واحد کے متفق ہوئے بغیر عام لوگوں کے اختیار کردہ موقف کو اجماع نہیں کہا جاسکتا، ازروئے حکایت تو اسے تمام لوگوں کا اجماع کیا جاسکتا ہے، لیکن ازروئے اجتہاد نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ کبھی کبھی عام لوگوں کے بالمقابل مجتہد واحد کی تنہا بات ہی حق وصواب ہوتی ہے۔

رشدی علیان اپنی کتاب الإجماع في الشريعة الإسلامية امام غزالیؒ، ابن جریرؒ، ابو بکر رازیؒ، ابن قدامہؒ اور سیف الدین آمدیؒ کے اقوال درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن يكون الاتفاق من جميع المجتهدين-- ولأن ذلك معارض بدلالة أحاديث عصمة الأمة ككل[1]

اجماع یہ ہے کہ جمیع مجتہدین متفق ہوں۔ اگر کسی حکم شرعی پر اکثریت فقہاء متفق ہو اور قلیل اختلاف کریں۔ تو یہ اجماع نہیں ہو گا اور نہ ہی جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے۔ علماء میں بعض کی رائے یہ ہے کہ اکثریت کے اتفاق سے اجماع ثابت ہو جاتا ہے اور جب کہ بعض کی رائے ہے کہ وہ حجت ہے لیکن اجماع نہیں ہے۔ یہ دونوں آراء مرجوح ہیں کیونکہ حق کبھی قلیل گروہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اور کیونکہ اجماع کا اس کی مخالفت کے وجود کے باعث تحقیق نہیں ہو سکتا کیونکہ (اجماع نام ہے اتفاق کا) اس میں اتفاق کا تحقق نہیں ہے۔ اور یہ عصمت امت کے من حیث الکل ہونے کی دلالت کے متعارض ہے۔

1۔ رشدي علیان، الإجماع في الشريعة الإسلامية، الجامعة الإسلامية، 1977ء، ص:٦٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب نور الانوار لکھتے ہیں: اجماع کے لئے کل کا اتفاق شرط ہے۔ اور ایک کا اختلاف بھی اجماع کے انعقاد میں اسی طرح مانع ہو گا جس طرح بہتوں کا اختلاف۔ اس لئے اجماع کے وقت اگر ایک بھی مخالف ہو گا تو اجماع منعقد نہیں ہو گا۔ کیونکہ امت کا لفظ حدیث (میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گی) میں کل امت کو شامل ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ صواب (حق) مخالف کی جانب ہو۔[1]

شرح الکواکب المنیر کے مصنف خلفاء راشدین کے اجماع کے حوالے سے لکھتے ہیں: لو لا قول الخلفاء الاربعة مم أبو بكر وعمر وعثمان و علی،یکون اجماعا والا حجة مع مخالفة مجتهد واحد و هذا هو المعتمد عند الاربعة[2]

یعنی چاروں اماموں کا مذہب معتبر یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ کے متفق علیہ اور اجماعی موقف سے اگر کسی ایک بھی مجتہد نے اختلاف رکھا تو خلفائے راشدین کا یہ اتفاق حجت و اجماع نہیں کہا جا سکتا۔

اس حوالے سے یہ دلیل دینا کہ یہ فیصلہ اجماعی تھا درست نہیں ہے، کیونکہ:

یہ دعویٰ کرنا ہی صحیح ہی نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا اور اگر یہ اجماع تھا بھی تو یہ اجماع سکوتی تھا جو مرتبہ میں بہر حال میں اجماع قولی سے کم ہوتا ہے۔[3]

نیز ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ یہ اجماع سکوتی تھا۔ لہذا اجماع سکوتی کے حجت ہونے کے حوالے فقہاء کرام کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں:

اجماع سکوتی: اس نوع کے اجماع کو اجماع کا نام دینے پر امت کے بڑے بڑے اہل علم کا اختلاف ہے۔ اسی طرح اس کی حجت میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے بارے میں ان کی متعدد آراء ہیں۔ اس میں سے جو اہم ہیں۔

---

[1]۔ نور الانوار، ص: ۲۲۱

[2]۔ ابن النجار الحنبلي، تقي الدين أبو البقاء محمد بن أحمد، شرح الكواكب المنير، المحقق: محمد الزحيلي ونزيه حماد، مكتبة العبيكان، ۱۹۹۷ء، ج:۲، ص: ۲۳۹

[3]۔ تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ، شمس الدین پیرزادہ، ایک مجلس کی تین طلاق، مجموعہ مقالات علمیہ، ص:، ۸۱،؛ ص:۱۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول رائے یہ ہے: یہ اجماع ہے اور حجت ہے۔ اکثریت حنفیہ کی یہ رائے ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابو اسحٰق الاسفرینیؒ، شافعیؒ بھی اسی موقف کے حامل ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ اجماع نہیں ہے اور نہ ہی حجت ہے۔ امام شافعیؒ اور ان کے متبعین میں اکثریت کی رائے ہے۔ اور اکثر معتزلہ اور مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

تیسری رائے یہ ہے کہ یہ حجت ہے لیکن اجماع نہیں ہے۔ اور بعض معتزلہ کی رائے ہے۔[1]

اجماع سکوتی کے حوالے سے فقہاء کرام کے ان تمام اقوال ودلائل کو نقل کرنے بعد رشدی علیان اپنی رائے اس طرح پیش کرتے ہیں:

والذي ترجح عندي أن ما سمي بالإجماع السكوتي ليس إجماعا، ... فلا يكون حجة والله أعلم[2]. میرے نزدیک راجح رائے یہ ہے کہ جس کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ وہ اجماع نہیں ہے کیونکہ سکوت، موافقت کے معنی میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے یہ اجماع سکوتی نہیں ہو سکتا کہ اس میں موافقت کا عنصر مفقود ہے۔ جو کہ اجماع کی بنیاد شرط ہے۔ امت کے بعض علماء کا اتفاق ہے کہ وہ حجت نہیں۔ کیونکہ خطا سے محفوظ ہونے کی صلاحیت صرف تمام امت کے لئے ثابت ہے نہ کہ بعض کے لئے بس یہ حجت نہیں ہے۔

اجماع کی ان اقسام و قابل حجت ہونے کی شرائط کو ملحوظ رکھیں تو اسے اجماع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ و تابعین کرامؒ و تبع تابعین میں ایک کثیر تعداد ایسے افراد کی تھی جو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں تھے۔ اس حوالے سے ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، امام شوکانیؒ، امام طحاویؒ کے اقوال موجود ہیں جس میں انھوں نے ان اصحاب کے نام تحریر کئے ہیں جو بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے تھے۔

---

1. الإجماع في الشريعة الإسلامية، الجامعة الإسلامية، ص:۷۵
2. الإجماع في الشريعة الإسلامية، الجامعة الإسلامية، ص:۷۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر بَابُ مَنْ جَوَّزَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَفِي التَّرْجَمَةِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ مِنَ السَّلَفِ مَنْ لَمْ يُجِزْ وُقُوعَ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ[1] ترجمۃ الباب میں اس طرف اشارہ ہے کہ سلف میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تین طلاقوں کے وقوع کو جائز قرار نہیں دیتے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ لکھتے ہیں: فذهب قومٌ إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا ---لم يقع طلاقهم.[2]

ابو جعفرؒ فرماتے ہیں ایک قوم نے یہ رائے اختیار کی ہے۔ کہ جب کوئی شخص کسی عورت کو تین بار طلاق دے دے تو اس پر ایک واقع ہوتی ہے۔ اگر وہ سنت وقت میں ہو۔ وہ وقت یہ ہے کہ وہ (عورت) ظاہر ہو اور اس میں اس سے اجماع نہ کیا ہو، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ طلاق دیں اس وقت میں جو خاص ہے (کسی وصف کے ساتھ) تو اگر انہوں نے طلاق دی اس کے علاوہ میں جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

جب کہ صحابہ کرامؓ تابعین وتبع تابعین اور ہر دور کے محدثین وفقہاء میں سے بہت سے افراد اس دلیل کے قائل ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جائے۔

فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ يَقَعُ ---وَاحْتَجَّ هؤلاء بحديث بن عَبَّاسٍ[3]

امام شافعیؒ، مالکؒ، ابو حنیفہؒ، احمدؒ اور سلف وخلف کے جمہور علماء نے کہا تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طاؤسؒ اور بعض اہل ظاہرؒ نے کہا صرف ایک واقع ہو گی۔ یہ روایت حجاج ابن ارطاۃ اور محمد بن اسحٰق سے ہے۔ حجاج بن ارطاۃؒ سے مشہور روایت یہ ہے کہ کچھ بھی واقع نہیں ہو گا اور یہی قول ابن مقاتل کا ہے۔ محمد بن اسحٰقؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ان سب نے حدیث سے استدلال کیا ہے۔

---

[1] ۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج:۹، ص:۳۶۲

[2] ۔ عینی، بدر الدین، أبو محمد محمود بن أحمد، نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، المحقق: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية- قطر، 2008ء، ج:۱۱، ص:۴۵

[3] ۔ شرح مسلم للنووی، ج:۱۰، ص:۷۰؛، نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، ج:۱۱، ص:۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ عینیؒ لفظ قوم استعمال کرتے ہیں گویا ایک کثیر تعداد تھی جو اس خیال کی حامل تھی۔

نیل اوطار میں امام شوکانیؒ نے بھی صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین اور آئمہ دین کے نام درج کئے ہیں جو ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک گردانتے تھے۔[1]

امام طحاویؒ حنفی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صدر اول میں تین طلاق ایک طلاق ہی سمجھی جاتی تھی۔[2]

امام قہستانیؒ اور صاحب مجمع الأنھر کا قول بھی اسی کے مطابق ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کا اجماع قرار دینے کے بارے میں عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: ولکن الواقع أنه لم یوجد إجماع---لأنه یکاد یکون مستحیلاً.[3] لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر اجماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بلاشبہ مجتہ ھدین میں سے تھے جن کے اوپر دین کے معاملے میں پورا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی تقلید کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ان کی رائے کے معاملے میں تقلید کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ آپؓ بھی مجتہ ھد ہی تھے۔ رہا اکثریت کا آپؓ سے اتفاق کرنا تو اس سے آپؓ کی تقلید لازم نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ آپؓ نے لوگوں کی تعزیر کی غرض سے اسے نافذ کیا ہو۔ جب کہ لوگ خلاف سنت طریقے پر طلاق دے رہے تھے۔ کیونکہ سنت یہی ہے کہ عورت کو مختلف اوقات میں طلاق دی جائے جس کا طریقہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ جو شخص یکبارگی طلاق دینے کی جرأت کرتا ہے وہ سنت کے خلاف کرتا ہے۔ اور اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ زجر کا معاملہ کیا جائے۔

مختصر یہ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاقیں بلفظ واحد تین واقع نہیں ہوتی ہیں ان کا کہنا معقولیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ عہد رسالت، خلیفہ اعظم ابو بکرؓ کے عہد اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو برسوں تک ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جو اجتھاد کیا اس کی دوسروں نے مخالفت کی، لہذا مخالفت

1۔ شوکانی، محمد بن علي بن محمد، نیل الأوطار، تحقیق: عصام الدین الصبابطي، دار الحدیث، مصر، 1993، ج:٦، ص:٢٧٦

2۔ الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة، أحکام القرآن الکریم، الدکتور سعد الدین أونال، مرکز البحوث الإسلامیة التابع لوقف الدیانة الترکي، استانبول، ١٩٩٥ء، ج:١، ص:٤٥٥

3۔ الفقه علی المذاهب الأربعة، ج:١، ص:٣٠٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے جس طرح حضرت عمرؓ کا تقلید درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی معاملات میں کرید کر یقینی صورت معلوم کرنے کا ہمیں مکلف نہیں بنایا ہے کیونکہ ایسا کرنا عملا ممکن نہیں ہے۔

اس دلیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر بڑے مفسد سے بچنے کے لئے ایک ایک مجتہد کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے تو پھر حالات کی نوعیت ومصالح مرسلہ کالحاظ رکھتے ہوئے دوسرے مجتہد کے قول پر بھی عمل کرنا، اور اس کی تقلید کرنا درست ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقوں کے واقع پر اجماع نہیں ہے۔

یہ امر بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جو اجماعی فیصلہ کسی خاص زمانہ میں اس وقت کے مخصوص حالات وظروف کی بنیاد پر کیا گیا ہو، علماء اصول فقہ کے بیان کے مطابق جب تک وہ زمانہ اور اس کے وہ حالات باقی رہیں گے اس وقت تک اجماعی فیصلہ واجب العمل ہو گا۔ لیکن جب وہ حالات بدل جائیں گے تو اب وہ اجماعی فیصلہ واجب العمل نہ رہے گا اور اس کی بجائے نئے حالات اور نئے تقاضوں کی روشنی میں کوئی دوسرا فیصلہ کرنا ہو گا۔[1]

طلاق ثلاثہ کا وقوع اور ہماری معاشرتی صورتحال:

حضرت عمرؓ نے جو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اس کی وجہ مردوں کی غیر محتاط روش تھی جو وہ طلاق کے سلسلے میں اپنائے ہوئے تھے۔ نیز اس دور میں عورت کو طلاق کے باعث کوئی عار یا دشواری لاحق نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ سزا مردوں کے لئے بطور تعزیر تھی لیکن فی زمانہ عرف تبدیل ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب طلاق دینے سے عورت اور بچے بہت بری طرح متاثر ہوتے ہیں اس فیصلے کا تمام تر اثر عورت ہی پر پڑتا ہے۔ مثلا:

۱۔ عورت کا عقد ثانی ہونا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

۲۔ معاشرے میں مطلقہ عورت ہی کو عموما طلاق کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ مطلقہ عورت کی کفالت، نان ونفقہ اور سکونت کا مسئلہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

---

[1] ۔ تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ، شمس الدین پیرزادہ، ایک مجلس کی تین طلاق، مجموعہ مقالات علمیہ، ص: ۸۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔ عورت کے لئے کس طرح ممکن ہو گا کہ وہ تنہاء اپنے بچوں کی تربیت و کفالت کر سکے۔؟

۵۔ نفسیاتی، جذباتی لحاظ عورت مزید پریشان حال ہو گی اور ایسے میں بچوں کی تربیت صحیح خطوط پر کرنا اس کے لئے انتہائی دشوار ہوتا ہے۔

۶۔ والدین یا بہن بھائیوں پر مطلقہ خاتون ایک بوجھ تصور ہوتی ہے۔

۷۔ معاشرے میں بے حیائی اور برائی پھیلتی ہے۔

۸۔ بچوں کو والدین میں تفریق کا غم سہنا پڑتا ہے۔

۹۔ بچے نفسیاتی، جذباتی، اخلاقی لحاظ سے مسائل کا شکار ہوتے ہیں، جن سے ان کی شخصیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب نشر الحرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف میں ان مسائل کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن میں عرف و مصلحت کو مدار بنا کر زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر حکم کو بدلا گیا ہے۔ چنانچہ ہم طلاق کے اثرات اور معاشرے مین اس سے پیدا ہونے والے مفاسد پر غور کریں اور عصری ضرورت کو ملحوظ رکھ کر صورتحال کو بہتر بنانے اور مسائل کے حل کے لئے اقدامات کی جانب توجہ کریں۔

یہ مسئلہ علماء کرام اور فقہاء و مفتیان عظام کی خصوصی اور سنجیدہ توجہ کا متقاضی ہے۔

سید سلمان الحسینی ندوی لکھتے ہیں:

آج مرد کے طلاق ثلاثہ کے گناہ کا زیادہ تر بھگتان عورت کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ عورت جہیز لاتی ہے گھر بسانے کا ذریعہ ہے، تقریب نکاح کے موقع پر اس کے یہاں ولیمہ کی طرح دعوت ہوتی ہے۔ مرد سب کچھ حاصل کرتا ہے، مہر بھی معاف کروالیتا ہے۔ ایک ولیمہ پر لذت کوشی کرتا ہے پھر غصے اور اشتعال میں تین طلاق دے کر الگ ہو جاتا ہے دوسری شادی رچالیتا ہے، عورت مطلقہ ہو جاتی ہے، شادی کہ نہ خود ہمت کرتی ہے اور نہ ہی معاشرہ اس کی شادی کا فوری انتظام کرتا ہے۔ اور اگر اس کے بچے ہیں تو شادی کا مسئلہ تقریبا ناممکن ہے۔ اس کے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگ جاتا ہے۔۔۔ ایسی شکل میں علماء، اور اہل افتاء و قضاء کو سوچنا چاہیے کہ عرف، عموم بلوٰی، ضرورت، اضطرار، حاجت، رفع حرج، تیسیر اور رخصت کے ترازو میں تول کر اس کا مسئلہ حل کریں اور ایک نزاعی مسئلے جس میں صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور بعد کے علمائے امت کے درمیان اختلاف رہا ہے اور جو کفر و ایمان کا مسئلہ نہیں ہے ایک ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عظامؒ اور بعد کے علمائے امت کے درمیان اختلاف رہا ہے اور جو کفر وایمان کا مسئلہ نہیں ہے ایک ہی پہلو پر شدت کا مظاہرہ نہ کریں۔۔۔۔ لیکن کسی اختلافی مسئلہ کو امت میں تفریق اور گروہ بندی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔[1]

مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

شریعت نے عرف بڑا لحاظ رکھا ہے۔ عرف بدلنے سے مسئلے کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ تو کیا اس عرف عام اور لاعلمی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تین سے کم طلاق واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں میاں بیوی حسب سابق یک جا رہنا چاہتے ہیں تو کیا ایک طلاق واقع ہونے کا فتوٰی دیا جاسکتا ہے اور اس میں رجوع کی گنجائش ہے؟ اہل علم اور صاحب فتوٰی سے درخواست ہے کہ وہ ابتلائے عام کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے پر غور فرمائیں۔

دلیل کے طور پر ہمارے سامنے ابتلائے عام، لوگوں کی لاعلمی اور یہ سمجھنا ہے کہ طلاقیں ہوتی ہی تین ہیں۔ لوگوں کو ایک بڑے گناہ سے بچانے کے لئے اس صورت پر غور کیا جاسکتا ہے۔[2]

معاصر تناظر میں دیکھا جائے تو کئی پہلوؤں سے اس نوعیت کی قانون سازی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ شوہر وقتی جذباتی کیفیت میں طلاق دے بیٹھے یا شعوری طور پر طلاق دینے کا فیصلہ کرے، عمومی طور پر اس کے مضر نتائج واثرات عورت اور بچوں ہی کو بھگتنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ عورت اور بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ خاوند کے حق طلاق کے نافذ اور مؤثر ہونے کو بعض قانونی پابندیوں کے ساتھ مقید کیا جائے۔[3]

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش:

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے اقدام کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اسے ایک قابل تعزیر جرم قرار دینے کی سفارش کی ہے۔

---

[1]۔ الندوی، سید سلمان الحسینی، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، شمارہ: ۳۳ جون ۲۰۰۵ء، ص: ۴۱۔ ۴۲

[2]۔ ماہنامہ الشریعہ، فروری ۲۰۱۳، ج: ۲۴، ش: ۲

[3]۔ ماہنامہ الشریعہ۔ محمد عمار خان ناصر، فروری ۲۰۱۳، ج: ۲۴، ش: ۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا محمد خان شیرانی اپنی سفارشات میں کہتے ہیں:

بیک وقت اکھٹی تین طلاقیں دینا غیر اسلامی اور شریعت کے منافی ہے اور ایک خاوند کی جانب سے بیک وقت بیوی کو تین طلاقیں دینے کو قابل تعزیر سمجھا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ شریعت میں طے شدہ طریق کار کے مطابق ایک خاوند اپنی بیوی کو ایک وقت میں ایک ہی طلاق دے سکتا ہے۔ ایک طلاق کے بعد خاوند کو اپنی بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہے دوسری طلاق کے بعد وہ دونوں میاں بیوی نکاح کے بعد اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد وہ کسی صورت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس صورت میں اب وہ عورت اپنے سابقہ خاوند سے براہ راست نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ پہلے اس کا کسی مرد سے نکاح ہو گا وہ اگر اس کو طلاق دے دیتا ہے تو پھر وہ اپنے خاوند کے عقد میں آسکے گی شریعت میں اس عمل کو حلالہ کہتے ہیں۔

اپنی ان سفارشات میں انہوں نے تین طلاقیں دینے والے خاوند کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے قید یا جرمانے کی صورت میں کوئی سزا تجویز نہیں کی ہے بلکہ اس کو متعلقہ عدالتوں پر چھوڑ دیا ہے وہ جو چاہیں سزا دے سکتی ہیں۔[1]

اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ سفارشات ہماری معاشرتی صورتحال کے لحاظ سے انتہائی اہم ہیں اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے قانون سازی مؤثر انداز میں کی جانی ضروری ہے۔ جس سے مفسدے اور ضرر سے کافی حد تک بچا جاسکے گا۔ امام نظام الدین نیشاپوری لکھتے ہیں: کسی چیز سے منع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے مفسدے اور خرابی پر مشتمل ہے۔ اور بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرلینا اس مفسدے اور خرابی کو وجود میں لانے کا باعث ہے۔[2]

امام رازی لکھتے ہیں: وَهُوَ اخْتِيَارُ كَثِيرٍ مِنْ عُلَمَاءِ الدِّينِ، ... فَوَجَبَ أَنْ يُحْكَمَ بِعَدَمِ الْوُقُوعِ.[3]

---

[1] ۔ روزنامہ جنگ، ۲۱، جنوری، ۲۰۱۵

[2] ۔ نیشاپوری، نظام الدین، غرائب القرآن ورغائب الفرقان المعروف بہ تفسیر نیشاپوری، المحقق: الشیخ زکریا عمیرات، الناشر: دار الکتب العلمیہ۔ بیروت ۱۴۱۶ھ، ج:۱، ص:۶۳۰

[3] ۔ مفاتح الغیب، ج:۶ ص:۴۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ قول بہت سے علماء دین کا ہے کہ اگر مرد نے دو یا تین طلاقیں دی ہیں تو وہ ایک ہی واقع ہو گی۔ اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ کسی چیز کی ممانعت اس بات پر کہ ممنوعہ چیز بڑے مفسدہ پر مشتمل ہے، لہذا تطلیقات ثلاثہ کے واقع ہونے کا قول اس مفسدہ کو وجود میں لانے کے مترادف ہے جو جائز نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عدم وقوع کا حکم لگایا جائے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب حنفی بھی اس نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جانا چاہیے۔[1]

پیر کرمؒ شاہ صاحب کی رائے بھی اسی کے موافق ہے جو پہلے ذکر کر دی گئی ہے کہ اس مسئلہ میں غور و فکر کیا جائے۔ مولانا عبدالحئ فرنگی محل نے ضرورت شدیدہ کے وقت تین طلاق کے وقوع کو ایک گردانا ہے۔

مولانا عبدالحئ فرنگی محل کا فتوٰی: اس صورت میں حنفیہ کے مطابق تین طلاق ہو گی، اور بغیر تحلیل نکاح درست نہیں ہو گا۔ مگر بوقت ضرورت اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو تو کسی اور امام کی تقلید کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس کی مثال نکاح زوج مفقود الخبر میں موجود ہے۔ حنفیہ عندا الضرورت قول امام مالکؒ پر عمل کر لینے کو درست خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ رد المحتار میں تفصیل سے موجود ہے۔[2]

فقہاء احناف ضرورت شدیدہ میں کسی دوسرے امام کی رائے پر عمل کر لینے کو جائز تصور کرتے ہیں جیسا کہ مفقود الخبر شوہر کے مسئلہ میں ہے۔ نیز مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حیلہ ناجزہ میں بھی حالات کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے احکام تحریر کیئے ہیں۔ ضرورت اور مصلحت کو مدار بنا کر احکام میں جتنی رعایت فقہ حنفی میں دی گئی ہے شاید کسی اور فقہ میں اس کی نظیر پیش کرنا ناممکن نہ صحیح لیکن مشکل ضرور ہو۔ صاحبین نے بھی بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے۔ لہذا فقہی مسائل میں فروعی و جزوی اختلاف کوئی مانع شئے نہیں لیکن ان اختلافات پر اس حد تک قائل ہو جانا کہ جس سے

---

[1] ۔ ایک مجلس کی تین طلاق۔۔۔ علمائے احناف کی نظر میں، ملتان، دار الحدیث محمدیہ،، س۔ن، ص:۶

[2] ۔ عبدالحئ فرنگی محل، مولانا، فتاوٰی مولانا عبدالحیئ، ۳۴۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعصب و تنگ نظری، فرقہ بندی کو فروغ ہو جائے اور ذریت آدم کے لئے یسر کی بجائے عسر ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں فقہی اختلافات کو پس پشت ڈال کر افراد امت کی لئے آسانی اور معاشرتی مصالح کو ملحوظ رکھ کر قانون سازی کرنی چاہیے۔

شریعت نے زوجین کے مابین نباہ نہ ہونے کی صورت میں رشتہ نکاح کو توڑنے کی اجازت دی ہے۔ شریعت کی نظر میں اس رشتے کی جو اہمیت ہے وہ یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کو ختم کرنے کا معاملہ پورے غور وخوض کے بعد اور تمام ممکنہ پہلوؤں اور نتائج کو سامنے رکھ کر ہی انجام دیا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نادانی، جذباتی کیفیت، مجبوری یا کسی بدنیتی کی بنیاد پر طلاق دے دے تو رشتہ نکاح کے تقدس کے پیش نظر یہ مناسب ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہو گا کہ اسے غیر مؤثر قرار دیا جائے یا اس پر عدالتی نظر ثانی کی گنجائش باقی رکھی جائے۔[1]

کسی بھی صورت حال میں دی گئی طلاق کو خاوند کے دائرہ اختیار کی حد تک مؤثر مان لیا جائے تو بھی اس سے عدالت کے نظر ثانی کے حق کی نفی لازم نہیں آتی۔ قاضی کو ولایت عامہ کے تحت جس طرح تمام دوسرے معاملات میں فریقین کے مابین طے پانے والے کسی معاہدہ یا کسی صاحب حق کے اپنے اختیارات کو استعمال کرنے پر نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح طلاق کے معاملے میں بھی حاصل ہونا چاہیے۔ اور اگر وہ قانون وانصاف اور مصلحت کے زاویے سے کسی طلاق کو کالعدم قرار دینا چاہے تو نصوص یا عقل و قیاس میں کوئی چیز اس کے خلاف نہیں پائی جاتی۔ اس سلسلے میں مؤثر قانون سازی کی ضرورت ہے، اس لئے کہ موجودہ دور میں بھی طلاق ثلاثہ کے معاملات ایک کھیل تماشا بنے ہوئے ہیں۔ مختلف فقہی آراء کی وجہ سے عام طور پر لوگ طلاق کے معاملات میں اپنے مذہب کو چھوڑتے ہوئے دوسرے مذہب کی رائے پر عمل کرتے ہیں، اس طرح رجوع کے باوجود دل میں ایک کسک سی موجود رہتی ہے۔ لہذا موثر حکمت عملی کی ضرورت ہے۔[2]

---

[1] ۔ محمد عبد اللہ، ڈاکٹر، عبد الغفار، عصر حاضر کی اجتہادی کاوشوں میں مقاصد شریعت کی رعایت، (ششماہی) ہزارہ اسلامیکس، ہزارہ یونیورسٹی، ہزارہ، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء، ج:۳، شمارہ نمبر: ۱، ص: ۳۸

[2] ۔ ایضا، ص:۳۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسعود احمد بھٹہ ایڈوکیٹ لکھتے ہیں: طلاق مرد کے ہاتھ میں ہے اور وہ اگر جہالت کی کسی بھی صورت (عیاشی، غصہ، معاشرتی اور معاشی مجبوری) کا شکار ہو کر تین طلاقیں دے تو مرد کی غلطی کا شکار عورت یا اس کی اولاد کو نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا تمام معاملات کو قرآن کے اصلاحی نظریہ کے آئینہ میں دیکھ کر مرد کے فعل مکروہ یا جبر سے عورت اور خاندان کو بچانا زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطلقہ عورت اور طلاق یافتہ عورت کے بچے مرد کے غصہ اور جبر یا عورت کی انا پرستی کے نتیجے میں معاشرتی مقام کھونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی الجھنوں کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کا تقاضا ہے کہ طلاق ثلاثہ کا شکار مطلقہ جنہیں اصلاح کا موقع میسر نہ آسکا ہو، انہیں کردہ اور ناکردہ کی سزا سے محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ ہمارا معاشرے میں مطلقہ عورت کی مظلومیت اس وقت سزاواری کا موجب بن جاتی ہے، جب یہ عورتیں عرب معاشرے کے برعکس پاک وہند معاشرے میں نکاح ثانی کے لئے مناسب پذیرائی سے محروم رہتی ہیں۔ اور اس طرح یہ فعل خاندانی بربادی کا موجب بن جاتا ہے۔[1]

عمار خان ناصر ہماری معاشرتی صورت حال میں طلاق ثلاثہ کے پہلو پر معاشرتی ضروریات کو مد نظر رکھ کر قانون سازی کرنے کی جانب ان الفاظ میں توجہ دلاتے ہیں:

ایک ایسا معاشرہ جہاں لوگوں کی اکثریت طلاق کے شرعی طریقے اور اس کی حکمتوں سے ناواقف ہو، جہاں معاشرتی اور معاشی مشکلات ومسائل نے لوگوں سے صبر و تحمل چھین کر انہیں ذہنی تناؤ کا مریض بنا دیا ہو، جہاں مطلقہ عورت کے لئے باعزت زندگی گزارنی یا عقد ثانی کرنا بے حد مشکل ہو اور طلاق مرد کی بجائے حقیقت میں عورت کے لئے سزا قرار پائے، کیا ایسے معاشرے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو لازماً نافذ قرار دینا حکمت و مصلحت پر مبنی شریعت کا منشا ہو گا اور کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کرنے کی سزا فی الواقع اس کے اصل مجرم یعنی شوہر ہی کو ملے گی۔؟[2]

---

[1] ۔ حیات النساء، ص: ۶۴۴

[2] ۔ عمار خان ناصر، معاشرہ، قانون اور سماجی اخلاقیات، نفاذ شریعت کی حکمت عملی کے چند نفاذ طلب پہلو، ماہنامہ الشریعہ، دسمبر ۲۰۱۰ء، ج: ۲۱، شمارہ: ۱۲، ص: ۴۸۔۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو جب تک کسی گناہ کا اندیشہ نہ ہوتا آپ ﷺ آسان کو اختیار فرماتے۔[1]

فقہاء کرام نے اسی حدیث کی روشنی میں کچھ قواعد فقہیہ وضع فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا۔ جب دو مفسدے ہوں تو اس مفسدے کو اختیار کیا جائے جو ہلکا ہو۔ اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمها ضررا بارتكاب أخفهما۔[2]

۲۔ زیادہ شدید ضرر کو خفیف ضرر سے دور کیا جائے۔ الضرار الاشد يزال بالضرر الاخف۔[3]

۳۔ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ الضرورات تبيح المحظورات۔[4]

مصالح عامہ اور عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے شرعی احکام کی تبدیلی متفق علیہ مسئلہ ہے۔ لہذا طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں بھی ان قواعد فقہیہ کو اختیار کر کے مطلقہ خواتین اور ان کے بچوں کے لئے یسر (سہولت) فراہم کیا جا سکتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

ہماری معاشرتی صورتحال میں طلاق ثلاثہ کے حوالے سے اگر درج ذیل نکات پر غور کر کے قانون سازی کی جانب اقدام کئے جائیں تو امید کی جا سکتی ہے حالات میں بہتری ضرور آئے گی۔

ا۔ قرآن کریم کے الفاظ کی وضاحت میں لفظ الطلاق مرتان سے دفعۃ دو طلاقیں مراد نہ لینے کے حکم کی گنجائش موجود ہے۔ لہذا ان معنی کو مد نظر رکھا جائے۔

۲۔ احادیث رسول ﷺ سے مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقوں کا ایک طلاق واقع ہونے کی وضاحت موجود ہے۔

۳۔ عہد رسالت ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کی ابتداء تک اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے۔

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب المناقب، باب صفت النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۳۵۶۰

[2] ۔ لجنۃ مکونۃ من عدۃ العلماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، مجلۃ الاحکام العدلیہ، کراتشی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، ص: ۲۸

[3] ۔ ایضا، ص: ۲۷

[4] ۔ ایضا، ص: ۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔یہ فیصلہ اجماعی نہیں ہے۔اس فیصلے کے خلاف متعدد صحابہ کرامؓ کی آراء موجود ہیں۔

۵۔یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔

۶۔فقہی اصول مصالحہ مرسلہ اور استحسان کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشرتی واخلاقی مفاد اسی میں مضمر ہے کہ مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جائے۔

۷۔عرف وعادت واحوال وظروف کی بنیاد پر بھی شرعی احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔اس سلسلے میں ان اصولوں کو بھی معیار بنا کر جائزہ لیا جائے۔

۸۔ضرورت وحاجات بھی شرعی احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں اس حوالے سے بھی دیکھا جائے کہ عصر حاضر میں خاندانی نظام کی بقا کے لئے اس حکم پر کس طرح عمل کیا جائے۔

۹۔سد ذرائع بھی ایک اہم فقہی اصول ہے۔معاشرے سے بے راہ روی، زنا وفواحش کے خاتمے، حلالہ جیسے قبیح فعل سے بچنے نیز مطلقہ خواتین اور بچوں کو بے سہارا اور بے یار ومددگار چھوڑنے سے بہتر ہے کہ طلاق سے متعلق اس مسئلہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

۱۰۔فقہاء احناف جب عند الضرورت کسی دوسرے فقہیہ کے قول پر عمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں تو اس مسئلہ میں بھی مسئلہ کی اہمیت کو اشد ضروری سمجھتے ہوئے غور وفکر کریں۔

۱۱۔فقہی قاعدہ ہے کہ جب دو مفسدے ہوں تو جو مفسدہ ہلکا یعنی کم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں پر تین کا حکم لگانے سے معاشرے میں جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کا تفصیلا ذکر کیا جا چکا ہے۔لہذا اس ضمن میں کوشش یہ کی جائے کہ کم مفسدہ والی راہ اختیار کی جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

پاکستان کے عائلی قوانین کا شرعی قوانین کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

پاکستان کے عائلی قوانین کا پس منظر

پاکستان میں عائلی قوانین کا نفاذ

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے اہم نکات

علماء کرام کے اشکالات و تجاویز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے قانون طلاق اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں فقہاء کرام کے دلائل کا مختصر اجائزہ لینے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں موجود عائلی قوانین میں نکاح، مہر، طلاق، نان ونفقہ اور حضانت کے حوالے سی کی گئی قانون سازی کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے، مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل کا براہ راست تعلق عائلی قوانین کی ان دفعات وذیلی (دفعات وشقوں) سے ہے جن میں ان پہلوؤں کو موضوع بنایا گیا ہے اور قانون سازی کی گئی ہے۔ نیز عائلی قوانین کی متعلقہ دفعات کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تاکہ واضح ہوسکے کہ آیا یہ قوانین اسلامی شریعت کے اصول اور عمومی مزاج سے مطابقت رکھتے ہیں یا صرف مغربی قوانین ہی کو بنیاد بنا کر نافذ کئے گئے ہیں؟ یہ قوانین مطلقہ خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے کس حد تک معاون ہیں؟ مطلقہ خواتین کے مسائل کا جامع حل پیش کرتے ہیں یا مزید قانونی اصلاحات کا نفاذ مطلقہ خواتین کے مسائل کے مؤثر، جامع اور مستقل حل کے لئے ناگزیر ہے۔

پاکستانی کے عائلی قوانین کا پس منظر:

عائلی قوانین سے ہر فرد کا تعلق لازم وملزوم ہے، اس سے فرد اور خاندان دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ عائلی قوانین میں نکاح، مہر، طلاق، نان ونفقہ، وراثت اور حضانت وغیرہ جیسے قوانین زیر بحث ہوتے ہیں۔ جس میں افراد خاندان کے باہمی حقوق کا تعین قانون کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس وقت جن عائلی قوانین کا اطلاق ہے ان میں کچھ قوانین ایسے ہیں جو برعظیم پاک وہند میں مسلمانوں کے عائلی معاملات کے حل کے لئے خصوصا نافذ کئے گئے۔ اور یہ قوانین قیام پاکستان کے بعد بھی نافذ رہے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل درج ذیل قوانین نافذ تھے۔

- مسلم پرسنل (شریعت) اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء
- مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹ء
- سرحد مسلم پرسنل لاء (شریعت) اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۵ء
- بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹ء
- گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان قوانین کا اطلاق قطع نظر مذہب سب پر ہوتا تھا۔ تاہم اگر مسلمانوں کے کسی مخصوص فرقہ کا کوئی اپنا قاعدہ ہوتا تو عام طور پر اس فرقہ کے لئے اس کی پابندی کی جاتی تھی۔ بہت سے عائلی معاملات سے متعلق مسلمانوں کے لئے الگ قوانین کے باوجود بہت سے معاملات مثلاً وراثت وجانشینی بارے رواجی قوانین ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پاکستان میں شامل ہونے والے بہت سارے علاقوں میں پنجاب لاءز ایکٹ ۱۸۷۲ء اور بنگال لاءز ایکٹ کے تحت وراثت وجانشینی اور کچھ دیگر عائلی معاملات میں بھی رواج کو قانون کی حیثیت حاصل تھی۔

پاکستان میں عائلی قوانین کا نفاذ:

قیام پاکستان کے بعد بھی پاکستان میں برعظیم پاک وہند میں بنائے جانے والے انہی قوانین پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن شادی (نکاح) اس کے اندراج، طلاق اور اس کے اندراج یا ریکارڈ اور اسی طرح دیگر منسلک معاملات پر کوئی قانون نہیں تھا جس سے بہت سے معاملات میں دشواریاں محسوس کی جارہی تھیں عمومی مسئلہ یہ تھا کہ طلاق کا ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو خاوند کی وراثت سے محروم کردیا جاتا تھا۔ اسی طرح مرد دوسری شادیاں کرلیتے تھے اس سے نان ونفقہ، بچوں کی ولدیت، وراثت اور اسی طرح کے دیگر معاملات پر کئی مسائل پیدا ہوتے تھے اور مقدمے طوالت اختیار کرلیتے تھے۔ قانونی پیچیدگیوں میں الجھے مقدمات لوگوں کو پریشان کرتے۔

۱۹۵۴ء میں حکومت نے ایک ۷ رکنی کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد شادی، طلاق، مہر، نان ونفقہ وغیرہ جیسے معاملات سے تعلق رکھنے والے قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا تھا جس کے مطابق عورتوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں جائز مقام دینا تھا۔ اس کمیشن کے صدر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین تھے مگر ان کے انتقال کے بعد چیف جسٹس (ریٹائرڈ) عبد الرشید کو سربراہی سونپی گئی، کمیشن نے عائلی معاملات پر ایک سوال نامہ مرتب کیا۔ جس کی اردو، انگریزی اور

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنگالی اخبارات اور دیگر ذرائع سے تشہیر کی گئی۔ کمیشن کی رپورٹ ۲۰ جون ۱۹۵۶ء کو سرکاری گزٹ میں شائع ہوئی لیکن اس کی سفارشات پر فی الفور قانون سازی نہیں ہوئی۔[1]

۱۹۶۱ء میں صدر ایوب نے کمیشن کی رپورٹ کو عملی شکل دیتے ہوئے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس جاری کیا پوری طرح کمیشن کی رپورٹ کو عملی شکل نہیں دی گئی تھی مگر کافی حد تک یہ قانون کمیشن کی سفارشات سے مطابقت رکھتا ہے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈی نینس کو ۱۹۷۳ء کے آئین میں تحفظ حاصل ہے اور اس کو قوانین کی اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے جن کو بنیادی حقوق کی بناء پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔[2]

پاکستان میں مسلم عائلی معاملات سے متعلق درج ذیل قوانین نافذ ہیں:

- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء
- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کے تحت ۱۹۶۱ء کے قواعد
- مسلم قانون شخصی (شریعت کا طلاق) ایکٹ ۱۹۶۲ء
- مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹ء

ان کے علاوہ کچھ قوانین کا طلاق بغیر تفریق مذہب تمام پاکستانی شہریوں پر ہوتا ہے ان میں کچھ وہ قوانین بھی ہیں جو برعظیم پاک وہند میں وضع کیے گئے وہ درج ذیل ہیں:

- میجارٹی ایکٹ ۱۸۷۵ء
- گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء
- بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹ء
- عائلی عدالتوں کا ایکٹ ۱۹۶۴ء
- عائلی عدالتوں کے قواعد ۱۹۶۵ء[3]

---

[1] ۔ وڑائچ، سہیل اکبر، مسلم عائلی قوانین دشواریاں اور ممکنہ حل، لاہور، شرکت گاہ وومین ریسورس سنٹر، ۲۰۰۷ء، ص:۲

[2] ۔ قرۃ العین زینب، مسلم عائلی قوانین مع جدید عدالتی نظائر ۲۰۱۲ء، ملتان، لیگل ایڈیشن، ۲۰۱۲ء، ص:۶

[3] ۔ ایضاً، ص: ۲۔۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالہ کا موضوع چونکہ اطلاق کے حوالے سے ہے لہذا مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء ایکٹ، و دیگر متعلقہ قوانین کے نکاح، طلاق، خلع، نان ونفقہ، بچوں کی حضانت اور اس سے متعلقہ پہلوؤں کو موجودہ قوانین اور اسلام کی روشنی میں زیر بحث لایا جائے گا۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے اہم نکات:

دفعہ ۵ اندراج نکاح:

اس قانون کی رو سے نکاح کے اندراج کو لازمی قرار دیا گیا اور آرڈیننس کے تحت قواعد کی بدولت شادی کے اندراج کے لئے نکاح نامہ کا فارم وضع کیا گیا۔

البتہ جو نکاح رجسٹر نہیں ہوا وہ ناجائز نہیں ہوتا۔ البتہ قانون کی خلاف ورزی قابل سزا جرم بن جاتی ہے۔[1]

نکاح کا اندراج نہ کرانے کی صورت میں تین ماہ قید ہو سکتی ہے یا جرمانہ جو ایک ہزار روپے تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

نکاح ایک ایسا معاملہ ہے جس سے ایک خاندان کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں زوجین پر ایک دوسرے کے بہت سے حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں اگر ان حقوق وفرائض کی ادائیگی میں کہیں کوتاہی یا غفلت ہو جائے تو خاندانی تنازعات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے بعض اوقات صورتحال بہت زیادہ کشیدہ اور سنگین بھی ہو جاتی ہے۔ نکاح کے اندراج کے حوالے سے بنایا گیا قانون اسلامی احکامات کی روشنی ہی میں تجویز کردہ ہے۔

نکاح کے اندراج یا رجسٹریشن کے بارے میں بنایا جانے والا یہ قانون قرآن کریم میں سورہ البقرہ کی آیت ۲۸۱ کی روشنی میں بنایا گیا ہے۔

ارشادی باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۔۔۔ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [2]

---

[1] ۔ پی ایل ڈی ۱۹۸۲ء وفاقی شرعی عدالت ۴۲، پی ایل ڈی ۱۹۸۰ء لاہور ۱۹۱، ۱۹۸۱ء سی ایل سی ۱۶۵۱۔ ۴۶۳

[2] ۔ البقرہ: ۲۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے۔۔۔اور خدا سے ڈرو اور (دیکھو کہ) وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے()

مسلم فیملی لاء آرڈیننس اپنے نفاذ کے اولین دن ہی سے دینی حلقوں میں موضوع بحث رہا ہے اور اس کی مختلف دفعات پر علماء کرام اعتراضات کرتے ہیں ذیل میں اس حوالے سے کئے گئے اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

علماء کرام کے اشکالات:

جہاں تک کہ نکاح کی رجسٹری کا تعلق ہے، اس کی ضرورت اور اس کے فائدے سے انکار نہیں۔ اگر اس رجسٹری کے لیے ملک میں جگہ جگہ مناسب انتظامات موجود ہوں اور لوگوں کے علم میں اس کے فائدے لائے جائیں تو امید ہے کہ لوگ خود اپنے مفاد کی حفاظت کے لیے رجسٹریشن کی ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے لیکن اس کو قانوناً لازم کرنا اور اس کی خلاف ورزی کو ایک جرم مستلزم سزا قرار دینا متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح خواں کا سرے سے کوئی باقاعدہ منصب ہی نہیں ہے۔ ایک نکاح شرعاً بالکل صحیح طور پر منعقد ہو جاتا ہے اگر عورت اور مرد نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا ہو۔ نکاح کا خطبہ پڑھا جانا کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ کسی قاضی یا عالم کا موجود ہونا اور اس کا خطبہ پڑھنے کے بعد ایجاب و قبول کرانا زائد از ضرورت مستحبات میں سے ہے۔ نکاح اس کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے لیکن یہ رجسٹریشن کا حکم نکاح خواں کا ایک باقاعدہ منصب قائم کرتا ہے۔

دوسری بات وضاحت طلب یہ ہے کہ جس نکاح کی رجسٹری نہ ہوئی ہو اور شریعت کے مطابق دو شہادتیں اس پر قائم ہو جائیں آیا اس کو آپ کی عدالت تسلیم کرے گی یا نہیں؟ اس نکاح کی بنا پر عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا جائز وارث تسلیم کیا جائے گا یا نہیں؟ ان سے پیدا شدہ اولاد کو جائز اولاد مانا جائے گا یا نہیں؟ وہ اولاد اپنے باپ سے میراث پائے گی یا نہیں؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو یہ شریعت اسلامیہ سے کھلا تصادم ہے کیونکہ شریعت کی رو سے ایک نکاح جائز ہو گا اور آپ کے قانون کی رو سے ناجائز ہو گا۔ شریعت کی رو سے کچھ حقوق ثابت ہوں گے اور آپ کے قانون کی رو سے وہ باطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں گے اور اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ کا ازروئے قانون رجسٹریشن کو لازم کرنا اور رجسٹری نہ کرانے والوں کو سزائیں دینا عملاً بے معنی ہو جاتا ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ آیا واقعی یہ رجسٹریشن جائز نکاحوں کے ثبوت کا کوئی یقینی ذریعہ ہے؟ اور آج تک مسلمانوں میں جو نکاح رجسٹری کے بغیر ہوتے رہے ہیں ان پر اس طریقے کو کوئی واضح فوقیت حاصل ہے؟ ہمارے خیال میں تو رجسٹریشن کو اس حد تک اہمیت دینا صحیح نہیں ہے۔ ملک کی موجودہ بگڑی ہوئی حالت میں اس بات کا بہت کافی امکان ہے کہ ایک با اثر غنڈہ رشوت اور سازش کے ذریعے سے کسی شریف عورت کے ساتھ اپنے نکاح کا بالکل فرضی اندراج کرا دے اور اس پر اپنے ساتھیوں کی گواہیاں ثبت کرا دے۔ اس طرح کے اندراجات سے وہ ساری قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں جو مروج طریق نکاح کی صورت میں فرض کی جا سکتی ہیں۔

جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں: ان وجوہ سے ہم پھر اپنی اس رائے پر اصرار کریں گے کہ رجسٹریشن کی سہولتوں کو صرف مہیا کر دینے پر اکتفا کیا جائے اور بتدریج لوگوں کو اس بات کا عادی کیا جائے کہ وہ رضاکارانہ طریقے پر ان سے فائدہ اٹھائیں۔ معاشرے کے ہر مسئلہ کو جبر و تعزیر کے زور سے حل کرنے کی کوشش نہ صحیح ہے اور نہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔[1]

فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی مسلم عائلی قوانین کی دفعہ (۵) کو اسلامی تعلیمات کے مطابق قرار دیا ہے۔ اور اس کو نافذ العمل بنانے کے حق میں رائے دی ہے۔ سورہ البقرۃ کی آیت ۲۸۱ اور احادیث مبارکہ سے جہاں دیگر معاملات کو تحریری شکل میں لانے کے احکام دیئے گئے ہیں وہیں نکاح جو کہ ایک سماجی معاہدہ ہے اسے بھی تحریر میں لانا اسی حکم میں شامل ہے۔ نیز دفعہ ۵ میں نکاح کے سرکاری اندارج کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک مثبت قانونی اقدام ہے۔ کیونکہ نکاح کے عدم اندارج اور نکاح سے انکار کی صورت میں بہت سے بچے اور خواتین جائیداد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ قانون اقدام بہت سی چیزوں سے بچاؤ کا باعث ہے۔ اور کسی بھی طرح اسلامی احکام کے مخالف نہیں ہے۔[2]

---

[1] http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance, Retrieved on : 25.10.2015

[2] . PLD 2000 FSCI, P:50

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت سے مستنبط ہونے والے قانون کو نکاح کے معاملے میں بھی قیاس کیا گیا ہے کیونکہ نکاح کا معاملہ بہر طور ایک لین دین کے عام معاملے اور تجارت سے کئی گناہ زیادہ اہم اور نسل انسانی و معاشرتی فلاح کا ضامن ہے۔ اس کے ضبط تحریر میں نہ لانے سے بہت سے مفاسد ایسے پیدا ہوں گے جن کے اثرات اگلی نسلوں پر بھی رونما ہوں گے۔ کیونکہ نکاح کے نتیجے میں بہت سے عائلی قوانین بنتے ہیں جن میں حق میراث، حضانت، حق مہر، طلاق، نان و نفقہ، خلع وغیرہ کے مسائل شامل ہیں لہذا اگر نکاح کا اندراج نہ کروایا جائے تو بہت سے معاملات میں فریقین کے درمیان تنازعات کی صورت پیدا ہو گی لہذا ان تنازعات کے حل کے لئے اگر مسلم عائلی قوانین کی دفعہ ۵ پر عمل کر لیا جائے تو یہ شرعی قوانین کے منافی نہیں ہے بلکہ ضرورت و حاجات اور مصالح عامہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس حکم پر عمل درآمد کو یقینی بنائے جانے کے لئے اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمن مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ (۵) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نکاح کی رجسٹری کا حکم قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں مگر کوئی ایسی حدیث بھی موجود نہیں ہے جس سے نکاح کی رجسٹری کی ممانعت کی گئی ہو۔[1]

معاہدہ نکاح کے نتیجے میں بہت سی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ مثلاً مہر، نان و نفقہ، وراثت اور زوجین کے بہت سے باہمی حقوق و فرائض وغیرہ، فریقین میں کسی تنازعہ کی صورت میں دستاویزات بطور ثبوت کے پیش کی جاتی ہیں۔ نیز بچوں کی قانونی حیثیت بھی ایک متنازعہ معاملہ بن جاتی ہے۔ دستاویزات کی عدم موجودگی کی صورت میں لہذا معاہدہ نکاح کا اندارج بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل کر سکتا ہے۔[2] خاندانی تنازعات اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے نکاح کی رجسٹریشن کو لازم قرار دینا ایک احسن قدم ہے۔

---

[1] ۔ تنزیل الرحمن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۶۷ء، ج:۱، ص: ۱۳۲

[2] .Mansoori, Muhammad Tahir, Dr, Family Laws in Islam Theory and Application, Islambad: Shari ah Academy , international Islamic University . 2012, P:217

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی اہم ہے کہ اگر کوئی نکاح رجسٹر نہیں کروایا گیا تو اس سے نکاح کی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تھا یا باطل تھا جبکہ وہ نکاح کی تمام شروط کو پورا کرتا ہو۔[1] تحریری نکاح شرعی ضرورت نہیں، بلکہ ایک انتظامی معاملہ ہے۔[2]

نکاح کا اندراج نہ کروانے کی صورت میں جہاں تک سزا کا معاملہ ہے اس حوالے سے مفتی شفیعؒ صاحب کا موقف یہ ہے نکاح کو رجسٹر کروایا جائے لیکن نہ کروانے پر سزا نہ دی جائے۔ وہ لکھتے ہیں: اگر منشا یہ کہ نکاح تو تسلیم کیا جائے، مگر خلاف ورزی قانون کی بناء پر اس کو سزا دی جائے، تو یہ ایک خالص انتظامی معاملہ ہے، بدنظمی اور جعلسازی کو روکنے کے لئے حکومت کی طرف سے ایسا کوئی اقدام تو مناسب ہے، مگر اس پر اتنی شدید سزاؤں کا کوئی جواز نہیں۔[3]

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اس نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ انتظامی معاملات کے لئے اگر سزا کو لازم قرار دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: بعض علماء کے نزدیک نکاح کی رجسٹری نہ کرانے کو قابل تعزیر جرم قرار دینا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حکومت کا نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینا مصالح معاشرہ کے موافق ہے تو اولی الامر یا قانون ساز ادارہ کو کیوں نہ یہ اختیار حاصل ہو کہ ایک مباح یا مستحب فعل کو واجب قرار دے کر اس کی خلاف ورزی کو قابل تعزیر بنا دے، ورنہ اس کی پابندی کون کرے گا؟ اور اس طرح مقصد قانون ہی فوت ہو جائے گا۔[4]

اگر ان دونوں موقف کو سامنے رکھا جائے تو یہ سامنے آتی ہے کہ ایک رائے میں سزا دینا ضروری نہیں ہے اور دوسری رائے کے مطابق اگر سزا نہ دی جائے تو پھر شاید قانون کا درست طریقے پر نفاذ ایک سوالیہ نشان بن جائے گا۔ اگر سزا مقرر نہ کی جائے گی تو پھر قانون کے موجود ہوتے بھی لوگ اس اسی پریشانی میں مبتلا رہیں گے جو قانون کی عدم موجودگی میں تھی اور جن مسائل و تنازعات کے حل کے لئے

---

[1] ۔ شمس الحق قاضی و عبد الحمید، مسلم عائلی قوانین شرح و کیس لاء، لاہور، ایسٹرن بک لاء ہاؤس، مزنگ روڈ، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۲

[2] ۔ حیات النساء، ص: ۲۷۸

[3] ۔ محمد شفیع، مفتی، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۳ھ، ج: ۴، ص: ۲۶۷

[4] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج: ۱، ص: ۱۳۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قانون سازی کی گئی۔ اب اگر قانون کی موجودگی میں اس کے استعمال پر اختیار دے دیا جائے تو پھر کئی ایسے مسائل و تنازعات سامنے آسکتے ہیں جس میں لازم قرار دیا جائے کہ نکاح کا اندراج کروایا جائے اور نہ کروانے کی صورت میں سخت سزا دی جائے کیونکہ اس سے ایک طرف تنازعات میں کمی بھی ہو گی اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ بھی۔ اگر حقوق کے تحفظ کے لئے ایسے اقدام کئے جائیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اندارج نہ کروانے کی صورت میں حقوق کی حق تلفی کے امکانات زیادہ ہیں۔ اور فساد و اختلاف کا اندیشہ زیادہ ہے اس صورتحال کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ نکاح کا اندراج نہ کروانے کی صورت میں سزا کو برقرار رکھا جائے۔ اس سلسلے میں عہد فاروقیؓ سے حد خمر میں اضافہ کی مثال کو بھی مد نظر رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں بھی لوگوں کی اصلاح اور ان کو فساد سے منع کرنے کے لئے سزا میں اضافہ کیا گیا تھا تاکہ لوگ اس حرام فعل سے مجتنب رہیں سزا زیادہ ہو گی تو لوگ اس خوف سے اس فعل کو سرانجام دینے سے گریز کریں گے۔ اس بارے میں دوسری مثال جس کو مد نظر رکھا جاسکتا ہے وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے فوجیوں کو ہر چار ماہ بعد اپنے بیوی بچوں کے پاس جانے کے لئے رخصت مقرر کی کیونکہ فوجیوں کی عرصہ دراز یا طویل مدت تک اپنے اہل و عیال سے دوری سے ان کے بیوی بچوں کو عار لاحق ہوتا تھا جن سے ان کے حقوق متاثر ہوتے تھے لہذا ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے یہ انتظامی اقدام کیا گیا۔ لہذا جہاں حقوق کی ادائیگی متاثر ہوتی ہو اور فساد و انتشار کے خطرات ہوں تو لوگوں کی سہولت کی خاطر ایسے اقدامات کئے جاسکتے ہیں جن سے حقوق کا تحفظ ہو سکے نیز ایسا نہ کرنے والے پر سزا مقرر کی جاسکتی ہے اور اس کو تعزیراً نافذ کیا جاسکتا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے اس حوالے اپنی سفارشات میں کہا ہے کہ:

حکومت کو آرڈیننس کی دفعہ (۵) میں وضاحت کرنی چاہیے کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء کی دفعہ (۵) میں نکاح کا عدم اندراج شادیوں یا نکاح کو باطل نہیں کرتا، بصورت دیگر نکاح اسلامی شریعت کے مطابق سرانجام دیا ہو۔ وفاقی شرعی کورٹ نے مزید رائے پیش کی کہ احکامات کی تعمیل کو زیادہ موثر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنانے کے لئے یہ بات بہتر ہوگی کہ آرڈیننس کی دفعہ (۴)۵ میں مقرر کردہ سزا کو مناسب طریقے سے بڑھادیا جائے کیونکہ موجودہ مقرر کردہ سزا اتنی ناکافی نہ ہے کہ وہ احکامات کی کڑی تعمیل کرے۔[1]

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ (۵) اور اس کی ذیلی دفعات ہمارے معاشرتی حالات کے لئے ناگزیر ہیں۔ جس پر عمل کے ذریعے بہت سے تنازعات سے بچا جاسکتا ہے۔[2]

نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینے کا منشاء ان دقتوں اور دشواریوں کو دور کرنا ہے جو نکاح سے انکار کی صورت میں ثبوت نکاح کے سلسلے میں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ انتظامی مصالح کے پیش نظر رجسٹرار کا تقرر اور شرعی مصالح کے حصول کے لئے رجسٹری کے حکم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔[3]

دفعہ نمبر ۶: کثیر الازدواجی کے لئے طریقہ کار وضع کیا گیا اور خلاف ورزی پر سزا مقرر کی گئی۔

مسلم عائلی قانون میں اس حوالے سے یہ کہا گیا کہ کوئی شخص ایک نکاح کی موجودگی میں ثالثی کونسل کی پیشگی اجازت کے بغیر نکاح ثانی کرنے کا مجاز نہیں ہے اور نہ ہی ایسا نکاح ثانی جو مذکورہ اجازت کے بغیر کیا گیا ہو، اس آرڈیننس کے تحت رجسٹر کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی شخص ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرے گا وہ درج ذیل میں کسی ایک یا دونوں سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

۱۔ مہر کی تمام رقم موجودہ بیوی یا بیویوں کو فوراً ادا کرے گا خواہ معجل ہو یا مؤجل اور ایسی رقم جو اس طرح ادا نہ کی جائے بطور بقایاجات (مالیہ زمین) قابل وصول ہوگی۔

۲۔ شکایت پر سزا کی صورت میں قید جس کی معیاد ایک سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانہ جو پانچ ہزار روپے تک ہوسکتا ہے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔

اس دفعہ کا مقصد ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد کرنا ہے تاکہ پہلی بیوی کا تحفظ ہوسکے بجائے دوسری بیویوں کے۔ سپریم کورٹ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔[1]

---

[1] ۔ پی ایل ڈی ۱۹۸۲ء ایف ایس سی ۴۲۔ ریفرنس، پی ایل ڈی ۲۰۰۰ء ایف ایس سی ۷۷، بحوالہ، مسلم عائلی قوانین شرح ولاء کیس، ص: ۱۲

[2] ۔ /cenat Shaukat Ali, Marriage and Divorce in islam, P:103

[3] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج:۱، ص:۱۳۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر دوسری شادی ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر عمل میں لائی گئی ہو تو جہاں دوسری شادی عمل میں لائی گئی ہو وہ جگہ جس مجسٹریٹ کے دائرہ اختیار میں ہو وہی اس خلاف ورزی کے مقدمہ کی سماعت کرنے کا مجاز ہو گا۔ اگر کوئی ایسا مجسٹریٹ اس کی سماعت کرے جس کے دائرہ اختیار سے وہ جگہ باہر ہو تو اس کا فیصلہ بلا اختیار ہو گا۔

البتہ اگر پہلی شادی کے ختم ہونے کے بعد دوسری شادی کرلی جائے تو یہ جرم نہیں ہے۔

علماء کرام کے اشکالات و تجاویز:

علما کرام فرماتے ہیں: قرآن و احادیث رسول ﷺ اور تعامل صحابہؓ سے کہیں بھی یہ مترشح نہیں ہوتا ہے کہ دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی یا بیویوں سے یا کسی پنچایت سے اجازت لی گئی ہو۔ رہا عدل کا سوال کو وہ شادی کے بعد پیدا ہوتا ہے نہ کہ پہلے۔ جسے بنیاد بنا کر یہ کہا جائے کہ پہلی بیوی کی اجازت لئے بغیر اگر کوئی شخص دوسری شادی کرلیتا ہے تو عورت صرف اس بنا پر خلع کا حق رکھتی ہے۔ اس حوالے سے صرف یہ چیز قانون میں شامل ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل نہ کرے تو بیوی اس کے خلاف عدالت میں شکایت لے کر جانے کا حق رکھتی ہے۔ اور عدالت شوہر کو انصاف پر مجبور کرے۔[2]

اسلام میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت کا حکم: کثیر ازدواجی یا تعددِ ازواج سے مراد شادی کا ایسا نظام ہے جس میں ایک شخص ایک سے زیادہ شریکِ زندگی رکھ سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں اس کی اجازت کیوں ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا[3]

---

[1] ۔ ۱۹۹۰ء ایس سی ایم آر ۶۱۲

[2] http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance. Retrieved on : 25-10-2015

[3] ۔ النساء: ۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

نزولِ قرآن سے پہلے شادیوں کی تعداد محدود نہ تھی اور کئی مرد بیسیوں بیویاں رکھتے تھے۔ لیکن اسلام نے بیویوں کی تعداد 4 تک محدود رکھی ہے۔ اسلام مرد کو دو، تین یا چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ وہ ان میں انصاف کر سکے۔

ابو بکر جصاص قرآن کریم کے اس حکم کے ضمن میں رقمطراز ہیں: و وَأَمَّا قَوْلُه تَعَالَى مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنَّهُ إِبَاحَةٌ لِلثِّنْتَيْنِ إِنْ شَاءَ وَلِلثَّلَاثِ إِنْ شَاءَ وَلِلرُّبَاعِ — فَإِنْ خَافَ أَنْ لَا يَعْدِلَ بَيْنَهُمَا اقتصر على الواحدة[1]

قول باری ہے (مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ دو دو، تین تین، چار چار) اس میں دو بیویوں کی اباحت ہے اگر مرد ایسا چاہے۔ اسی طرح تین اور چار تک کی، اگر وہ ایسا کرنا چاہے یعنی اسے یہ اختیار ہے کہ ان اعداد کے اندر رہتے ہوئے جن عورتوں کو وہ اپنے عقد زوجیت میں لانا چاہے لا سکتا ہے۔ اگر اسے اندیشہ ہو کہ وہ چاروں بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کر سکتا تو صرف تین پر اکتفا کر لے، اگر تین کے متعلق بھی اسے یہی اندیشہ ہو تو پھر دو بس کرے، اگر دو کے ساتھ بھی یہی صورت حال ہو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کر لے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً) ضحاک وغیرہ نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم میلان، محبت، جماع (ا) حسن معاشرت، چار، تین اور دو بیویوں کی تقسیم میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ باری اور حسن معاشرت میں عدل کے ترک تک پہنچانے والی زیادتی سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں ایک سے نکاح کے وجوب کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔ واحدۃ کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے فواحدۃ فیھا کفایۃ او کافیۃ یعنی

---

[1] ۔ احکام القرآن، ج:۲، ص:۳۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورت میں ایک کافی ہے یا کفایت کرتی ہے۔ کسائیؒ نے کہا: فواحدۃ تقنع یعنی ایک پر قناعت کرے ۔ فعل کے اضمار کے ساتھ واحدۃ کو منصوب بھی پڑھا گیا ہے یعنی فانکحوا واحدۃ یعنی پھر ایک سے نکاح کرو۔[1] ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل کرنا ایک بنیادی ذمہ داری اور فریضہ ہے جو کہ بعض اوقات ناممکنات میں سے ہوتی ہے جیسا کہ سورہ نساء ہی میں انسان کی فطرت کے بارے میں یوں ارشاد ہوا ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ [2] "تم عورتوں کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے۔" اس لیے زیادہ شادیاں کرنا کوئی قانون نہیں بلکہ استثنا ہے۔ بہت سے لوگ یہ غلط نظریہ رکھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ ایک مسلمان ایک سے زیادہ بیویاں رکھے۔

اس حکم سے بہت سی باتیں اخذ ہوتی ہیں۔ تعدد ازدواج کے بارے میں قرآنی حکم کے درج ذیل پہلو ہیں:

۱۔ اسلام میں تعدد ازدواج محض ایک اجازت ہے لیکن اسے لازمی قرار نہیں دیا گیا۔

۲۔ تعدد ازدواج کی اجازت بیواؤں، اور یتیم بچوں کی ضروریات فراہم کرنے کے لئے ہے جیسا کہ آیت مبارکہ کا شان نزول واضح کرتا ہے۔

۳۔ شوہر پر بیویوں کے ساتھ رہائش، خوراک، لباس اور حسن سلوک وغیرہ میں انصاف کا سلوک کرنے کی ذمہ داری عائد ہے۔

۴۔ اسلام میں ایک سے زائد بیویاں رکھنا ایک اختیاری معاملہ یعنی رخصت ہے نہ کہ عزیمت۔[3]

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب یہ نہیں ہوا کہ یتیموں اور بیواؤں کی مصلحت سے مسلمانوں نے ایک سے زائد نکاح کرنے شروع کر دیئے ہوں بلکہ ہوا یہ کہ جن کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں انہوں نے ان کو طلاق دے دی اور جو لوگ عدل کا اہتمام نہیں کرتے تھے انہوں نے عدل کرنا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے یہ کہنا تو بالکل غلط ہے کہ اس آیت نے مسلمانوں

---

[1] ۔ قرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد، الجامع لأحکام القرآن، تحقیق: أحمد البردونی وإبراهیم أطفیش، الناشر: دار الکتب المصریۃ - القاهرۃ، 1964ء، ج:۵، ص:۲۰

[2] ۔ النساء: ۱۲۹

[3] Family Law in Islam Theory and Application,P:223

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو محض یتیموں اور بیواؤں کی مصلحت کے تحت ایک سے زائد نکاح کی جو اجازت پہلے سے حاصل تھی اس آیت نے اس اجازت کو ایک خدمت اور ایثار کے لئے استعمال کرنے کی تلقین کی وہ یہ ہے کہ وہ اس کو یتیموں کی مصلحت کے لئے استعمال کریں تاکہ یتیموں کا مسئلہ بھی حل ہو اور بیواؤں کی امداد اور پرورش کی بھی ایک صورت پیدا ہو۔[1]

پیر کرم شاہؒ صاحب اس آیت مبارکہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ یہ حکم یتیم بچیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے نازل کیا گیا۔[2]

سعید بن جبیرؒ اور قتادہؒ اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جہاں تک یتیموں کا معاملہ ہے اہل جاہلیت بھی ان کے ساتھ بے انصافی کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ لیکن عورتوں کے معاملے میں ان کے ذہن عدل و انصاف کے تصور سے خالی تھے جتنی چاہتے تھے شادیاں کر لیتے تھے اور پھر ان کے ساتھ ظلم و جور سے پیش آتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو عورتوں کے ساتھ بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔ اول تو چار سے زیادہ نکاح ہی نہ کرو، اور اس چار کی حدیں بھی بس اتنی بیویاں رکھو جن کے ساتھ انصاف کر سکو۔[3] پیر کرم شاہؒ صاحب تعدد ازدواج کے حکم کے بارے میں تفصیلا بیان فرماتے ہیں:

۱۔ یہ حکم نہیں جس کی پابندی پیروان اسلام پر لازم ہو بلکہ یہ ایک رخصت ہے۔

۲۔ رخصت بھی بے قید و شرط نہیں بلکہ سخت قیود سے مقید اور سنگین شرائط سے مشروط۔

۳۔ طب جدید و قدیم اس پر متفق ہے کہ مرد کی طبعی کیفیت عورت کی طبعی کیفیت سے جداگانہ ہے۔

۴۔ مردوں کی شرح پیدائش میں کمی اور شرح موت میں اضافہ

۵۔ زنا کی رخصت اور دوسری بیوی نہ قابل قبول۔

---

[1] ۔ اصلاحی، امین احسن، جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، ص: ۱۳۰

[2] ۔ الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ج: ۱، ص: ۳۱۶۔۳۱۷؛ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ج: ۱، ص: ۳۲۰

[3] ۔ تفہیم القرآن، ج: ۱، ص: ۳۲۰۔۳۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ حقائق ہیں جن کو تسلیم کرتے ہوئے یہی مشکلات ہیں جن کا حل پیش کرتے ہوئے اسلام نے جو دین فطرت ہے۔ ضرورت کے وقت ایک سے زائد بیوی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔[1]

بیک وقت ایک سے زائد شادی رکھنے کی حکمت: قدرتی طور پر لڑکے اور لڑکیاں تقریباً برابر پیدا ہوتے ہیں لیکن ایک بچی میں ایک بچے کی نسبت قوتِ مدافعت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک بچی بیماریوں کا ایک بچے کی نسبت بہتر مقابلہ کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی عمر میں لڑکوں کی شرح اموات لڑکیوں کی نسبت زیادہ ہے۔

اسی طرح جنگوں میں عورتوں کی نسبت مرد زیادہ ہلاک ہوتے ہیں۔ حادثات اور امراض کے باعث بھی عورتوں کی نسبت مرد زیادہ مرتے ہیں۔ عورتوں کی اوسط عمر بھی مردوں کی نسبت زیادہ ہے اور دنیا میں رنڈوے مردوں کی نسبت بیوہ عورتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ عالمی سطح پر عورتوں کی آبادی مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔

ہر مرد کو صرف ایک شادی تک محدود رکھنا ناقابلِ عمل ہے. نیز مرد فطری طور پر عورتوں کی نسبت متعدد شادیوں کا زیادہ خواہشمند ہوتا ہے۔

اس مسئلے کے صرف دو حل ہیں کہ یا تو وہ کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرے یا پھر "پبلک پراپرٹی" (اجتماعی ملکیت) بنے۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ جو عورتیں نیک ہیں وہ یقیناً پہلی صورت کو ترجیح دیں گی۔ بہت سی خواتین دوسری عورتوں کے ساتھ اپنے شوہر کی شراکت پسند نہیں کرتیں۔ لیکن اسلامی معاشرے میں جب صورتحال گھمبیر اور پیچیدہ ہو تو ایک صاحبِ ایمان عورت اپنا معمولی ذاتی نقصان برداشت کر سکتی ہے مگر اس بڑے نقصان کو برداشت نہیں کر سکتی کہ اُس کی دوسری مسلمان بہنیں "پبلک پراپرٹی" یعنی اجتماعی ملکیت بن کر رہیں۔

شادی شدہ مرد سے شادی اجتماعی ملکیت بننے سے بہتر ہے۔ ان اسباب میں اصل اہمیت عورت کی عزت و ناموس ہے جس کی حفاظت اسلام کے نزدیک فرض اور لازم ہے۔

---

[1] ۔ ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۳۱۷۔۳۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اجازت سے بہت سے سماجی مسائل حل ہو جاتے ہیں جن کا کوئی اور تسلی بخش حل ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً: اگر کوئی عورت کسی شدید عارضہ میں مبتلا ہو اور وہ اپنے شوہر کے حقوق پورے کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہو تو طلاق دینے سے بہتر ہے کہ شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دی جائے۔ عورت کے بانجھ ہونے کی صورت میں، عورت کی ذہنی صحت بہتر نہ ہونے کی صورت میں، عورت کے بوڑھا ہونے کی صورت میں جب وہ گھریلو کام کاج بہتر انداز میں کرنے کے قابل نہ ہو، بیوی جب شوہر کے گھر میں نہ رہے اور شوہر کی فرمانبردار نہ ہو اور شوہر اس کی اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔ ایام جنگ میں جب بہت سے مرد مارے جائیں اور عورتوں کی بڑی تعداد موجود ہو، ان تمام سماجی مسائل میں ایک سے زائد شادیاں کرنا مسائل کا بہترین حل ہوتا ہے۔[1]

بعض حالات میں یہ ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے، حصار نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں جس کے نقصانات تمدن و اخلاق کے لئے اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعدد ازواج سے پہنچ سکتے ہیں۔ اسی لئے قرآن نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے جو اس کی ضرورت محسوس کریں۔ تاہم جن لوگوں کے نزدیک تعدد ازواج فی نفسہ ایک برائی ہے ان کو یہ اختیار تو ضرور حاصل ہے کہ چاہیں تو قرآن کے برخلاف اس کی مذمت کریں اور اسے موقوف کر دینے کا مشورہ دیں۔ لیکن یہ حق انہیں نہیں پہنچتا کہ اپنی رائے کو خواہ مخواہ قرآن کی طرف منسوب کریں، کیونکہ قرآن نے صریح الفاظ میں اس کو جائز ٹھہرایا ہے اور اشارۃ و کنایۃ بھی، اس کی مذمت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔[2]

اگر ہم ذرا حقیقت پسندی سے کام لیں تو ہمیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہم نے اس رخصت سے اکثر ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ہمارے ہاں گنتی کے چند افراد کے سوا جو لوگ بھی دوسری شادی کرتے ہیں ہوس رانی اور لذت طلبی کے بغیر ان کے پیش نظر کوئی اور چیز نہیں ہوتی۔ نیز نئی نویلی دلہن کے حضور میں یوں متاع ہوش لٹا دی جاتی ہے کہ پہلی بیوی کے جملہ حقوق فراموش کر دئے جاتے ہیں۔ شریفانہ برتاؤ

---

[1] . Family Law In Islam Theory and Application, P: 224-225

[2] ۔ تفہیم القرآن، ج:۱، ص: ۳۲۱۔۳۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک نہیں کیا جاتا۔ اس کے شکم سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بھی اپنے ہوش باختہ باپ کی شفقت سے یکسر محروم ہو جاتی ہے۔ ہم بھی تو ذرا انصاف کریں کہ کیا خدا بزرگ و برتر کا، اس کے رسول معظم ﷺ کا ہمیں یہی حکم ہے دین اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ وہاں تو یہ تصریح ہے کہ اگر تم دونوں بیویوں میں عدل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو ایک صرف ایک بیوی کی اجازت ہے۔[1]

مولانا مودودی لکھتے ہیں: حکومت اسلامی کی عدالتوں کو حق حاصل ہے کہ جس بیوی یا جن بیویوں کے ساتھ وہ انصاف نہ کر رہا ہو ان کی دادرسی کریں۔[2]

جاوید احمد غامدی قرآن کریم کے اس حکم کے بارے میں فرماتے ہیں:

قبل از اسلام ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا عام رواج تھا۔ اسلام نے کوئی نیا حکم نہیں دیا۔ بلکہ جو پابندی لگائی وہ اصلاح کی نوعیت کی لگائیں۔ (یعنی ممنوع قرار نہیں دیا لیکن اسے عدل کے ساتھ مشروط کر دیا اور اس کی تعداد چار تک محدود کر دی) تمدنی ضروریات اور تہذیبی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر کسی حکم پر عمل کیا جاتا ہے۔ لہذا قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کا شان نزول و بھی اسی تمدنی ضرورت اور تقاضوں پر مبنی ہے۔[3]

پاکستانی معاشرہ میں تعدد ازواج حقیقی صورتحال:

ہمارے ہاں دوسری شادی کی بے شمار حکمتیں، مصلحتیں اور توجیہات بیان کی جاتی ہیں پھر اس کے مسنون ہونے کی وجہ سے اسے مزید تقویت بہم پہنچائی جاتی ہے اور یوں عقل و نقل ہر دو اعتبار سے تعدد ازواج کے مسئلہ میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کرنے کی تو بھرپور کوشش کی جاتی ہے مگر پاکستانی معاشرہ میں تعدد ازواج سے پیدا ہونے والے مسائل کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح تعدد ازواج میں اسلام نے جن کڑی شرائط اور حدود و قیود کو لاگو کیا ہے۔ اسے اس طرح تفصیل و توضیح

---

[1] ۔ ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۳۱۸

[2] ۔ تفہیم القرآن، ج: ۱، ص: ۳۲۲

[3] ۔ جاوید احمد غامدی، ٹی وی پروگرام، ۲۹ نومبر ۲۰۱۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شرح وبسط سے بیان نہیں کیا جاتا جس طرح دوسری شادی کے سنت ہونے اور اس پر عمل پیرا ہونے کو بیان کیا جاتا ہے۔[1]

عدل ایک جامع اصطلاح ہے۔ اور دوسری شادی کرنے کے ضمن میں عدل کی شرط کو پورا کرنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور یہ عدل بیویوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے جذبات واحساسات کو مد نظر رکھ کر ان کی دلجوئی کرنا، ان کے نان ونفقہ میں برابری، معاملات میں انصاف، ازدواجی حقوق میں مساوات، حسن معاشرت سب میں ہے۔ اس سلسلے میں اسوہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے ایک درخشندہ باب کی صورت میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کی عائلی زندگی سے ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج کے مابین عدل کیا۔

ڈاکٹر شاہدہ پروین لکھتی ہیں: شادی ایک پناہ گاہ اور قلعہ ہے جس کا نگہبان مرد کو بنایا گیا ہے اسی پر خرچ کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ شادی کے بعد بیوی کے رہنے کے لئے مناسب رہائش، اسباب خورد ونوش، لباس وضروریات آرائش اور دیگر وسائل زندگی پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کی پیدائش وپرورش، رہائش اور تعلیم وتربیت کے لئے ضروری وسائل فراہم کرنا بھی لازم ہے۔ اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرے تو نان ونفقہ، رہائش خوراک اور لباس ہر چیز میں بیویوں کے درمیان عدل لازم ہے۔[2]

بیویوں کے مابین جو عدل کی شرط ہے اس سے کیا مراد ہے اس بارے میں غامدی صاحب فرماتے ہیں: عدل دلی میلان کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ضروریات ومعاملات میں انصاف کا نام ہے۔ جو خلاف فطرت نہیں ہے۔۔۔ سورہ نساء میں جس چیز کا تقاضہ کیا گیا ہے وہ معاملات کا انصاف ہے اور اسے ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس میں اتنی سختی برتی گئی کہ یہ کہا کہ اب تم اپنے ضمیر کے اندر جھانک کر دیکھ لو، انصاف کرنے کی قوت نہیں رکھتے، معاملات کو برابر نہیں رکھ سکتے تو "فواحدہ"۔۔۔ پھر ایک ہی شادی کے اوپر اکتفا کرنا ہوگا۔[3]

---

[1] ۔ مبشر حسین، حافظ، ہدیۃ العروس، لاہور، مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۵۲

[2] ۔ عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص: ۱۸۲۔۱۸۳

[3] ۔ غامدی، ٹی وی پروگرام، ۲۹ نومبر ۲۰۱۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عملا ہمیں اپنے معاشرے میں عدل کا فقدان نظر آتا ہے۔ مرد اس آیت مبارکہ سے بیک وقت چار شادیوں کی اجازت کی حد تک تو استدلال کرتے ہیں لیکن جہاں یہ احکام عدل کی شرط کے ساتھ مشروط ہیں وہ اس سے انحراف کرتے ہیں نتیجتا پہلی بیوی یا بیویوں اور بچوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور وہ بنیادی حقوق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

ایک سوشل ورکر اس بارے میں اپنا مشاہدہ یوں بتاتی ہیں: عورتوں کے بہت مسائل ہیں کہ جن کے خاوندوں نے ایک سے زائد شادی کر لی ہیں ان عورتوں کے لیے یہ مسائل ہیں کہ اُن کو وہ باقاعدہ نان نفقہ ادا نہیں کرتے، دونوں بیویوں کے بچوں کے مابین بھی انصاف نہیں کرتے، لہذا ہم نے اس حکم کو سمجھا نہیں ہے اور اس کے باعث مرد بہت سی حق تلفیاں کرتے ہیں۔[1]

نبی کریم ﷺ نے ایسی روش اختیار کرنے والے کو ان الفاظ میں ترھیب فرمائی ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ، عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ[2] انسان کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جن کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان کی خوراک روک دے۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی تعدد ازواج کے جواز کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں: اگر شوہر ایک یا ایک سے زیادہ بیویوں کے اخراجات کی قدرت نہ رکھتا ہو تو شرعا اس کے لئے زیادہ شادیاں کرنا جائز نہیں ہیں کیونکہ زوجہ کا نفقہ بہر حال شوہر پر لازم ہے اس لئے نبی ﷺ نے عدم استطاعت کی صورت میں شادی کی بجائے روزے رکھنے کا حکم دیا۔[3]

بعض لوگ اپنے جذبات کی تکمیل کے لئے سنت رسول ﷺ کو آڑ بنا کر ایک سے زائد شادی کا جواز شرعا تلاش کر لیتے ہیں لیکن حسن سلوک میں اسوہ نبی ﷺ کو فراموش کر دیتے ہیں۔[4]

---

[1] ۔ مہرین ملک، ٹی وی پروگرام، ۲۹ نومبر ۲۰۱۰ء

[2] ۔ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، ج: ۲، ص: ۶۲۹، حدیث نمبر: ۹۹۶

[3] ۔ وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج: ۹، ص: ۶۶۷

[4] ۔ ھدیۃ العروس، ص: ۴۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۶ تعدد ازدواج کے بارے میں فیڈرل شرعی کورٹ کا نقطہ نظر:

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم میں جو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اسے عدل کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اسی آیت میں کہا گیا ہے کہ عدل کا حصول بہت مشکل ہے۔ دوسری شادی کے لئے ثالثی کونسل کی اجازت صرف اس مرد کی جانب سے اطمینان کے لئے ہے جو ایک سے زائد بیوی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآنی احکام کی خلاف ورزی ہے۔[1]

چونکہ یہ مباحات کا دائرہ ہے۔۔۔ اور مباحات میں تبدیلی و ترامیم کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ تمدنی ضروریات معاشرتی مسائل و صورتحال کا ادارک کرتے ہوئے اگر پابندی لگانا ناگزیر ہو تو اس حوالے سے قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ ہم اگر اپنی معاشرتی صورتحال کا جائزہ لیں تو ہمیں معاملات میں افراط و تفریط نظر آتی ہے۔ عدل وانصاف کے تصور سے ہماری سوسائٹی بیگانہ ہے۔ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی صورت میں پہلی بیوی کی حیثیت معلقہ کی ہو جاتی ہے، ظلم واستحصال کی بہت سی ایسی صورتیں ہیں جنہیں دیکھ کر آدمی محسوس کرتا ہے کہ اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ لہذا اگر تمدنی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہے تو مباحات کے دائرہ میں قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ اگر آنے والے وقت میں ہمیں اس میں کوئی سقم نظر آئے تو اس میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔[2]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دو یا دو سے زائد بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرتا اور ایک طرف جھک کر دوسری کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ ظالم ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔ قانون کو ایسی حالت میں اسے صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرنا چاہیے اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔[3]

---

[1] . PLD 2000, FSCI, P:56

[2] ۔ غامدی، ٹی وی پروگرام، ۲۹ نومبر ۲۰۱۰ء

[3] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، حقوق الزوجین، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۹ء، ص: ۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن تعدد ازدواج کے بارے کہتے ہیں: اگر کسی معاشرہ میں مسلمانوں کی عام اخلاقی حالت گری ہوئی ہو، خدا کا خوف اور حقوق العباد کا تصور ذہنوں سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا ہو اور حکومت یہ دیکھ رہی ہو کہ شریعت کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں پہلی بیوی سے مجرمانہ غفلت برتی جاتی ہے اور شوہر کی مرکز توجہ اس کی نئی نویلی دلہن قرار پاتی ہے۔ زندگی کے عام معاملات میں بھی بیویوں کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنے کا تصور دماغ سے یکسر محو ہو گیا ہے۔ پہلی (موجودہ) بیوی کی اولاد بھی اپنے باپ کے لطف و کرم سے محروم ہو جاتی ہے اور گوناگوں معاشی اور سماجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ بعض اوقات، ایک خاندان کی اندوہناک تباہی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اگر صورتحال یہ ہو تو احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومت وقت کو ایک سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنے کے اختیار پر کوئی پابندی عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟[1]

قانون سازی کا حق:

یہ ایک متفقہ علیہ مسئلہ ہے کہ معاشرہ کو برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کو مناسب قانون سازی کا حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ قانون سازی اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

ایک سے زائد بیویاں نکاح میں رکھنے کے حق پر پابندی اور اجازت کا مشروط کر دینا مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہے۔[2]

علامہ رشید رضا موجودہ حالات میں تعدد ازدواج کے جواز کے بارے میں لکھتے ہیں: موجودہ حالات میں تو اس تعدد ازدواج کی عمومیت کے ساتھ ساتھ کسی قوم اور ملت کو صحیح بنیادوں پر تربیت کرنا اور نشوونما ارتقاء سے اسے ہمکنار کر دینا قطعاً ناممکن ہے۔۔۔ یعنی اس قاعدہ درء المفاسد مقدم علی الجلب المصالح کی بناء پر کہ مفاسد کو دور کرنا، مصالح کو حاصل کرنے پر مقدم ہے۔ تو آپ نے سمجھ لیا ہو گا

---

[1] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج:۱، ص: ۱۳۶۔۱۳۷

[2] ۔ ایضاً، ص: ۱۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جب عدل نہ کیے جاسکنے کا یا اور اسی قسم کا کوئی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں تعدد ازواج قطعاً حرام ہے۔[1]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: شریعت کی تمام رخصتوں کے معاملے میں، جن سے ناجائز فائدہ اٹھائے جانے کا اندیشہ پایا جاتا ہو، مسلمانوں کے اولی الامر کو امتناعی احکام جاری کرنے کا حق ہے اور اس قسم کے امتناعی جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام کیے بغیر نافذ کیے جاسکتے ہیں۔[2]

میری اپنی ایک دور پار کی عزیزہ کے میاں نے کوئی چھ سات سال پہلے اپنی پہلی بیوی کو بتائے بغیر دوسری شادی کر لی حالانکہ لڑکے کی والدہ اور پہلی بیوی کی والدہ آپس میں سگی بہنیں تھیں۔ بات کچھ عرصہ تو خفیہ رہی لیکن پھر کھل گئی تو میاں نے اعتراف کیا کہ ہاں دوسری شادی کی ہوئی ہے۔ پہلی بیوی نے بھی اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا۔ لیکن میاں کا سلوک پہلی بیوی اور بچوں کے ساتھ بے اعتنائی کا ہو گیا اور بعد میں بیوی پر آئے دن معمولی باتوں پر جسمانی تشدد اور طلاق کی دھمکیوں تک بات پہنچ گئی۔ ایک دن لڑائی کے دوران میاں نے غصے میں ایک طلاق دے دی۔ بعد میں رشتہ داروں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر لڑائی میں دوسری طلاق دے دی اور پھر اسی طرح تیسری بھی واقع ہو گئی۔ بیوی نے روتے پیٹتے بچوں کو ساتھ لیا اور اپنے والدین کے ہاں پہنچ گئی کہ تین طلاق واقع ہو گئیں ہیں۔ میاں سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے تیسری طلاق تو نہیں دی۔ علمائے کرام سے پوچھا تو انہوں نے تحریری فتوی دیا کہ تیسری طلاق بھی واقع ہو گئی ہے۔ میاں صاحب اپنے موقف پر قائم رہے انہیں کسی نے بتا دیا تھا کہ قانونی طور پر اب وہ اپنے بچوں اور بیوی کو نان و نفقہ دینے کے پابند ہیں۔ آخر معاملہ عدالت میں گیا تو عدالت نے میاں کو نان و نفقہ دینے کا حکم دیا۔ میاں نے کہا کہ میری تو اتنی آمدنی ہی نہیں کہ یہ خرچ میں اٹھا سکوں تو عدالت نے کہا کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں پہلے کیوں نہیں آئی؟

---

[1] ۔ محمد عبدہ، مفتی، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1990، ج: ۴، ص: ۲۸۷

[2] ۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، نکاح کتابیہ، ماہنامہ ترجمان القرآن،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میاں دل کے مریض بھی تھے سنا ہے کہ عدالت کے احاطے میں انہیں دل کے مقام پر شدید درد اٹھا اور ہسپتال لے جائے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ان خاتون سے بھی اللہ کے ایک نیک بندے نے شادی کر لی اور اب وہ خوش و خرم ہیں۔

اگر آپ ایسی خواتین کی حالت زار کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو کبھی فیملی کورٹس کا چکر لگا کر دیکھ لیں کہ کیسے پردہ دار خواتین اپنے شوہروں سے خلع حاصل کرنے، طلاق اور نان و نفقہ کے مسائل کو حل کروانے میں نہ صرف سالوں ذلیل خوار ہوتی رہتی ہیں بلکہ مالی طور پر بھی بے جا زیر بار ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شادی کا حق بغیر پہلی بیوی کی تحریری اجازت کے مان بھی لیا جائے تو اس کے لیئے معاشرے میں صالح افراد کی اکثریت کا ہونا ضروری ہونا چاہیئے جو اپنے زیر کفالت افراد پر زیادتی کا رجحان نہ رکھتے ہوں بلکہ عدل کی ڈور تھامنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہوں۔ پہلی ترجیح معاشرے کی تعلیم، تربیت اور اصلاح کا کام ہونا چاہیئے۔[1]

پاکستان کی معاشرتی صورتحال اور پہلی بیویوں اور بچوں کے ساتھ مردوں کا روا رکھا گیا مردوں کا رویہ ہر ذی علم کے سامنے ہے۔ ہم آئے روز اپنے معاشرے میں ان کا مشاہدہ کرتے ہیں (سوائے چند استثنا کے)، ممکن ہے ہمارے اپنے خاندانوں اور ہمسائیوں میں بھی ایسے ہی حالات ہوں۔ ایک سے زائد شادیوں کی رخصت کو اگر کچھ شرائط و وجوہات اور مخصوص تمدنی ضروریات کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے تو اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں ویسے بھی ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کرنے والے مرد عموما اس قانون کو خاطر میں نہیں لاتے اور پہلی بیوی سے چھپ کر دوسری شادی کر لیتے ہیں بعض اوقات یہ دوسری شادی کئی سال پوشیدہ رہتی ہے جب پہلی بیوی کو معلوم ہوتا ہے تو وہ چند روز سوگ منا کر، یا لڑ جھگڑ کے واپس آجاتی ہے اس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ قانون کا دروازہ کھٹکھٹا سکے یا وہ قانون سے لاعلم ہوتی ہے۔ نیز اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اب اس کے والدین یا بہن بھائی اس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتے ہیں لہذا وہ شوہر ہی کے ساتھ باامر مجبوری نبھاہ کر لیتی ہے کہ اس کے بچوں کو اور خود اسے ایک سماجی تحفظ ملا رہے چاہے ایسے میں اسے اپنا معاشی بوجھ خود اٹھانا پڑے۔ اگرچہ مردوں کو یہ حق شریعت نے عطا کیا ہے لیکن اس کے حق کے استعمال سے سب سے زیادہ متاثر اس کی پہلی بیوی ہی

---

[1].http://www.riazshahid.com/2014/03/11/, Retrieved on : 23-11-2015

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اور اسے بہت سے نفسیاتی، معاشی، معاشرتی اور عائلی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہذا اگر پہلی بیوی کو لاحق ہونے والے ضرر کو دفع کرنے کے لئے اور اس کے دیگر حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے اس حکم کو انتظامی نوعیت کا حکم تسلیم کر لیا جائے تو امید ہے ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ نیز مصالح کے اعتبار سے بھی بعض حالات میں ایسا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے مصالح خاصہ چونکہ کسی خاص فرد یا طبقہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ معاشرتی اعتبار سے ہر ایک مساوی حقوق رکھتا ہے اس لئے انفرادی اور اجتماعی مصالح میں حقیقی توازن قائم کرنا اسلام کے نظام عدل وانصاف کا اہم تقاضا ہے یہی وجہ ہے کہ مصالح خاصہ کی حفاظت بھی اسلام کے وصف عدالت میں شامل ہے اس کی مثالیں مفقود الخبر کے نکاح کو فسخ کرنا اور مدت عدت کو حیض تک شمار کرنا وغیرہ ایسی مصلحتیں ہیں جو کسی خاص شخص کی نادر حالت سے متعلق ہیں جن کی اسلام رعایت کرتا ہے۔[1] لہذا اس حکم کو بھی طبقہ نسواں کے مصالح کے لئے ضروری قرار دیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی مصالح کے ضمن میں لکھتے ہیں: شریعت کے تمام احکامات کی بنیاد مصالح پر ہے اور حالات وضروریات کی کوئی ایک صورت نہیں ہوتی بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی نوعیت اور تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ مصلحت ہی کسی حکم کی بقاو مطالبہ کا مدار ہوتی ہے اور جس کام میں کوئی مصلحت نہ ہو وہ مذموم ہوتی ہے اسلامی قانون میں ہر وہ مصلحت معتبر گردانی جاتی ہے جو مقاصد شارع کی حفاظت ورعایت کے لئے ہوئے اور اگر مصلحت مقاصد شارع سے متصادم بھی نہ ہو اور اس کے بارے میں نہ ہی کوئی واضح شہادت میسر ہو تو اسے مصالح معتبرہ کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا۔[2]

لہذا مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے تعدد ازواج کے اس حکم کو بھی مصالح ہی کے تحت قبول کیا جاسکتا ہے۔

عائلی قوانین ۱۹۶۱ء میں دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی اور ثالثی کونسل کی اجازت کے حوالے سے ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: درحقیقت زوجہ اول کی حیات میں دوسرے نکاح کی اجازت شرعی مصالح

---

[1] ۔ طاہر مسعود قاضی، ڈاکٹر، مصالح مرسلہ مفاد عامہ اور حکومت کی قانون سازی اسلامی تناظر میں، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۲

[2] ۔ ایضا، ص: ۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تابع ہونی چاہیئے۔ شرعی مصلحت کیا ہے؟ اس کا لحاظ ہر معاملے کے حالات وواقعات پر موقوف ہوگا۔ پاکستان کے نافذ الوقت قانون میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی اجازت کے حصول کے لئے موجودہ زوجہ کی مرضی غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے اس کو حذف کر دینا چاہیئے۔ نیز دوسری شادی کے سلسلے میں ثالثی کونسل کا تقرر بھی غیر ضروری ہے۔ کیونکہ موجودہ بیوی کو فریق کی حیثیت حاصل نہیں۔ دراصل یہ معاملہ عائلی عدالت کے روبرو پیش کیا جانا چاہیئے جو شرعی مصالح کے پیش نظر سرسری سماعت کے بعد اجازت دینے کی مجاز ہو۔[1]

دفعہ نمبر ۷۔ طلاق کا طریقہ کار:

زبانی اور فوری طلاق کی بجائے طلاق مؤثر ہونے سے پہلے فریقین کے درمیان مصالحت کے لئے طریقہ کار بیان کا گیا۔

۱۔ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہو وہ طلاق کا اعلان خواہ کسی شکل میں بھی ہو کرنے کے بعد چیئرمین کو تحریری نوٹس دے گا اور اس کی ایک نقل بیوی کو بھی مہیا کرے گا۔

۲۔ جو کوئی ضمنی دفعہ (۱) کی خلاف ورزی کرے گا وہ قید محض، جس کی مدت ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

۳۔ سوائے اس کے کہ جیسا ضمنی دفعہ (۵) میں مشروط کیا گیا ہے کہ کوئی طلاق ماسوا اس کے کہ قبل ازیں رجوع نہ کر لیا گیا ہو، اس وقت تک مؤثر نہ ہو گی جب تک کہ اس کے نوے دن نہ گزر جائیں جس دن چیئرمین کو دفعہ (۱) کے تحت نوٹس حوالے کیا گیا ہو۔

۴۔ ذیلی دفعہ (۱) کے تحت نوٹس کی وصولی کے تیس دن کے اندر چیئرمین فریقین میں مصالحت کروانے کی غرض سے ایک ثالثی کونسل تشکیل دے گا اور ثالثی کونسل مذکورہ مصالحت کروانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

۵۔ اگر بوقت طلاق بیوی حاملہ ہے تو طلاق اس تک مؤثر نہ ہو گی جب تک کہ ذیلی دفعہ (۴) میں مذکورہ مدت نہ گزر جائے یا وضع حمل نہ ہو جائے جو بھی بعد میں ہو۔

---

[1] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج:۱، ص: ۱۴۲۔۱۴۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ایسی بیوی کے لیے، جس کا نکاح دفعہ ہذا کے تحت مؤثر شدہ طلاق سے فسخ ہو چکا ہو کسی دوسرے شخص سے شادی کے بغیر، اسی شوہر سے دوبارہ شادی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ ایسا فسخ تیسری بار اسی طرح مؤثر ہو چکا ہو۔

علماء کرام کے اشکالات:

قرآن کے دیئے ہوئے حق طلاق کو ایک پنچایت کے ساتھ معلق کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے احکام بالکل الگ بیان کیے گئے ہیں اور میاں اور بیوی کے اختلافات کو رفع کرنے کی صورت الگ بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ میں آیت ۲۲۷ سے لے کر ۲۴۲ تک اور سورہ احزاب کی آیت ۴۹ میں اور سورہ طلاق کی پہلی سات آیتوں میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ کوئی قانونی فہم رکھنے والا شخص ان احکام کو پڑھتے ہوئے قطعاً یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ یہاں شوہر کے حق طلاق کو کسی پنچایت یا عدالت کے سامنے پیش کرنے اور اس کا فیصلہ حاصل کرنے سے مقید کیا گیا ہے۔ ان تمام احکام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاق دینے کا مختار ہے۔ ایک آیت کے اندر صاف الفاظ میں "بیدہ عقدۃ النکاح"[1] کا فقرہ ارشاد فرمایا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ عقد نکاح کو برقرار رکھنا یا توڑ دینا شوہر کے اختیار میں ہے اور اپنے اس اختیار کو استعمال کرنے کے لیے وہ قطعاً کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کا پابند نہیں ہے۔ دوسری طرف سورہ نساء کی آیات ۳۴، ۳۵ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں نیک بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ اگر بیوی نشوز کا رویہ اختیار کرے تو شوہر کو اسے مطیع بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنے کا حق ہے اور اگر زوجین کے درمیان کو جھگڑا ہو تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے مقرر کیا جائے تاکہ وہ دونوں مل کر ان کے جھگڑے کو رفع کرانے کی کوشش کریں۔ اس آیت میں سرے سے طلاق کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے اور کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اس سعی مصالحت کے بغیر شوہر طلاق کا اختیار استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ ان دو الگ قوانین کو ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ کر کے ایک قانون کا منشا دوسرے قانون کے ذریعے سے فوت کرنے کی کوشش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۔ البقرہ: ۲۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل اس دفعہ کا پورا تخیل مغرب کے انتہائی ناقص قوانین نکاح و طلاق سے اخذ کیا گیا ہے اور نام یہ لیا جارہا ہے کہ یہ قرآنی طلاق کے اصولوں پر مبنی ہے۔ مغرب ایک مدت دراز تک طلاق کو ایک برائی اور ایک ناجائز کارروائی سمجھتا رہا اور اسلام پر اعتراض کرتا رہا کہ اس میں یہ چیز جائز ہے۔ پھر اپنے اس غلط تخیل کے بدترین نتائج دیکھ لینے کے بعد جب اس نے طلاق کے جواز کی ضرورت محسوس کرلی تو اپنے سابق طرز فکر کو برقرار رکھتے ہوئے اس نے طلاق کی ضرورت پوری کرنے کے لیے یہ شکل اختیار کی کہ عورت اور مرد دونوں کے علیحدگی چاہنے کی صورت میں انھیں عدالتی فیصلے کا پابند کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندانوں کے گندے کپڑے کھلم کھلا عدالتوں میں دھوئے جانے لگے۔ طلاق چاہنے والے چونکہ مجبور تھے کہ ایک عدالت کو اس بات پر مطمئن کریں کہ ان کے لیے جدائی ناگزیر ہو چکی ہے، اس لیے انھوں نے ایک دوسرے کے خلاف جھوٹے الزامات اور زیادہ تر بداخلاقی کے اتہامات مجبوراً لگائے کیونکہ اصل وجوہ طلاق لازماً وہی نہیں ہو سکتے جو کسی عدالت کو مطمئن کر دیں۔ اس طرح ان غلط قوانین طلاق کی بدولت مغربی معاشرہ طلاق کے انتہائی فتنہ انگیز مقدمات سے لبریز ہو گیا۔ اب ہمارے نئے قانون ساز ان اہل مغرب کی اندھی تقلید میں ہمارے معاشرے کو اس فتنہ سے دوچار کرنے کے درپے ہیں۔[1]

قرآن مجید کے احکام جن کی اس دفعہ میں صریح خلاف ورزی کی گئی ہے۔

آرڈیننس کی اس دفعہ کی مذکورہ بالا شقوں میں حسب ذیل امور صریح طور پر قرآن کے خلاف ہیں:

۱۔ اس میں عورت کی عدت یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس دینے کے بعد سے شروع ہوتی ہے خواہ طلاق دینے کے مہینہ دو مہینے بعد ہی یہ نوٹس دیا گیا ہو۔ حالانکہ قرآن کی رو سے طلاق زبان سے نکالتے ہی عدت کی مدت شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس میں عدت کی مدت غیر حاملہ عورت کے لیے نوے دن قرار دی گئی ہے حالانکہ قرآن کی رو سے تین حیض اس کی مدت ہے۔

---

[1] - http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance,Retrived on :25-10-2015

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اس میں حاملہ عورت کے لیے عدت کی مدت وضع حمل یا نوے دن، (ان میں سے جو مدت بھی طویل تر ہو) قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے حاملہ کی عدت وضع حمل پر ختم ہو جاتی ہے اور غیر حائضہ عورت کی مدت عدت بھی نوے دن نہیں بلکہ تین مہینے رکھی گئی ہے۔

۴۔ اس میں طلاق کے نفاذ کو یونین کونسل کے چیئرمین تک اطلاع پہنچنے اور اس کی سعی مصالحت کرنے پر موقوف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔

۵۔ اس میں شوہر کے خاندان اور بیوی کے خاندان کے ایک ایک حکم کے ساتھ یونین کونسل کے چیئرمین کا مزید اضافہ کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآن صرف دونوں خاندانوں کے ایک ایک حکم کے سامنے اختلافات پیش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یونین کونسل کا چیئرمین لازماً اپنے علاقے کے تمام خاندانوں کا کوئی معتمد علیہ سرپرست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ آپ کے کسی قانون کی رو سے اس کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں خاندان یا ان میں سے کوئی ایک اس بیرونی آدمی کے سامنے اپنے گھریلو جھگڑے رکھنے پسند نہ کریں۔ کسی بیرونی شخص کے سامنے میاں اور بیوی کے بعض ایسے معاملات بھی آسکتے ہیں کہ اگر ازروئے قانون ان کا لانا لازم کر دیا جائے تو شاید وہی خواتین جو آج اس طرح کے قانون کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم فرما رہی ہیں، اس وقت چیخ اٹھیں گی جب یہ جھگڑے پنچایتوں میں آنے شروع ہوں گے اور بعید نہیں کہ جب طلاق کا نفاذ ایک پنچایت کے اطمینان پر موقوف ہو جائے تو ہمارے ہاں بھی شوہر اپنی بیویوں پر جھوٹے اخلاقی الزامات لگانا شروع کر دیں تاکہ پنچایت کو طلاق کے ناگزیر ہونے کا قائل کر سکیں۔

اس دفعہ کی شق ۶ ایک اور فتنہ انگیز صورت پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ ہر وہ نکاح جو کسی موثر طلاق کے ذریعے سے ختم ہو چکا ہو اس کے فریقین دوبارہ باہم نکاح کر سکیں گے بغیر اس کے کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد طلاق پا چکی ہو۔ اس شق کا منشا یہ ہے کہ بیک وقت دی ہوئی طلاقیں خواہ تین ہی کیوں نہ ہوں مغلظ نہیں ہوں گی اور عملاً ان کی تاثیر ایک ہی طلاق کی ہو گی۔ بلاشبہ یہ چیز بعض فقہی مذاہب کے نزدیک درست ہے لیکن حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ حنفی مذہب میں اگر تین طلاق بیک وقت دی گئی ہوں تو اس سے طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ عورت سے اس کا سابق شوہر نہ تو مدت عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ پھر نکاح کر سکتا ہے جب تک کہ اس کی تحلیل نہ ہو جائے۔ اس ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت حنفی ہے۔ ان حنفی باشندوں کو جو اعتماد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب حنفی کے ائمہ وفقہا کے علم و تقویٰ پر ہے وہ اعتماد آج کل کے قانون سازوں پر نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا۔ اس قانون سازی کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے عقیدے اور قانون رائج الوقت کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے گا اور اس سے ان کی معاشرتی زندگی میں بڑی پیچیدگیاں رونما ہوں گی۔ مثال کے طور پر ایک شوہر اگر اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دینے کے بعد اس سے رجوع کر لے تو اس کی حنفی بیوی اور اس کا خاندان اس رجوع کو جائز تسلیم نہیں کریں گے۔ بیوی نہ شوہر سے آزاد ہو کر دوسرا نکاح کر سکے گی کیونکہ قانون اس میں مانع ہو گا اور نہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر سکے گی کیونکہ اس کے عقیدے کی رو سے یہ زنا کا ارتکاب ہو گا کیا اس پیچیدگی کو آپ کا کوئی قانون رفع کر سکتا ہے؟ کیا آپ کے قوانین یہ طاقت رکھتے ہیں کہ لوگوں کے عقائد تبدیل کر سکیں۔[1]

مسلم عائلی قانون کی دفعہ نمبر ۷ کے بارے میں فیڈرل شریعت کورٹ کا موقف درج ذیل ہے۔ قانون کی دفعہ ۷ کی اصل روح اسلامی معاشرے میں غیر اخلاقی عناصر اور استحصال کا سدباب کرنا ہے۔ جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا مزاج ہے کہ زوجین کے مابین معاملات کی درستگی کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اس پوری دفعہ کو غیر اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم عدالت اس کی ذیلی دفعات (۳) اور (۵) کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تصور نہیں کرتی۔[2]

ڈاکٹر طاہر منصوری مسلم عائلی قوانین ی دفعہ ۷ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طلاق کا آرڈیننس کی دفعہ 7 کے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر، اسلامی قانون کے مطابق نہیں ہے:

(i) عدت کی مدت، مختلف حالات کے لئے مختلف ہے، جب کہ اس حصے میں تمام صورتوں کے یکساں عدت کا اصول بنایا گیا ہے۔

---

[1] . http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance,Retrived on :25-10-2015

[2] . PLD 2000 FSCI,PP.61-62

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) عدت کا شمار طلاق دینے کے دن سے نہیں کیا گیا بلکہ اس کا شمار چیئرمین کو نوٹس کی وصولی کے دن سے کیا گیا ہے۔[1]

فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں قانون کی دفعات میں مزید اضافہ کیا ہے اور کچھ میں ترمیم بھی کے ہے کورٹ نے یہ فیصلہ پیش آنے والے فیصلوں کی روشنی میں کیا ہے۔ اپنے پیش کئے جانے فیصلہ میں انہوں نے ان مقدمات کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں جن کی بنیاد پر یہ ترامیم کرنے کی ضرورت پڑی۔ فیصلہ میں کہا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زبانی طلاق دیتا ہے تو طلاق دینے کے ساتھ 30 دن کے اندر یونین کونسل کے چیئرمین اور عورت کو طلاق کا نوٹس بھجوانے کا پابند ہوگا۔[2]

(تفصیلات کے لئے حوالہ کا متن ملاحظہ کریں)

ڈاکٹر محمد منیر اس بارے میں لکھتے ہیں: مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۵ء کے تحت ایک ہی دفعہ میں تین طلاقوں کا طریقہ کار کو ختم کیا گیا ہے۔ سیکشن ۷ کی ذیلی دفعات واضح طور پر اسلامی قانون سے متصادم ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کی بھی دفعہ ۷ کی تعبیر و تشریح میں تسلسل نہیں ہے۔ خاص طور پر جو معاملات یونین کونسل کے چیئرمین کو طلاق کے نوٹس دینے کی ناکامی سے متعلق ہیں۔[3]

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ نمبر ۷ کی شقوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ قانون شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے۔ اس سلسلے میں پہلا اعتراض کو دور کرنے لئے یہ اقدام کیا جاسکتا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو عورت اس بارے میں یونین کونسل کو ۷ یوم تک مطلع کر دے اور بیان حلفی جمع کروائے اس دوران اگر شوہر نے نوٹس طلاق بھیج دیا تو درست ورنہ یونین کونسل کے چیئرمین کو عورت کی جانب سے دیئے گئے بیان حلفی کی صورت میں شوہر کو طلب کرنے کا اختیار دیا جائے اور اس سے اس بابت استفسار کیا جائے اگر شوہر اس بات کا اقرار کرلے تو پھر اس نے جتنی طلاقیں دینے کی نیت کی تھی اتنی

---

[1]. Family Law in Islam Theory And Application, P: 230

[2]. AMENDMENT IN SECTIONS 5 AND 7 OF THE MUSLIM FAMILY LAWS ORDINANCE,1961Report No.74,AMENDMENT IN SECTIONS 5 AND 7 OF THE MUSLIM

[3]. Muhammad Munir, Reforms in triple talaq in the personal law of Muslim states and Pakistani Legal system :Continuity versus change, International Review of law, : P:12
URL_IRLIRL_2013_2_24/4/2013_SURESH.T_447161_Own Style, Retrieved on: 25-10-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی مان لی جائے اور عدت کا شمار طلاق دینے والے دن سے کیا جائے۔ اگر تین طلاق دی ہیں تو ایسی صورت میں عدت پوری ہونے کے بعد طلاق کو رجسٹر کر لیا جائے اور طلاق کا نوٹس جاری کیا جائے۔

طلاق کے سلسلے میں یہ بات بھی مد نظر رکھی جائے نبی کریم ﷺ کے عہد میں جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی دو تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کی اس سے تمھاری کیا مراد تھی انہوں نے کہا کہ ایک تو آپ ﷺ نے ایسی کو برقرار رکھا۔ لیکن ہم دیکھتے کہ اس دور میں آپ ﷺ نے جو تزکیہ و تطہیر صحابہ کرام ﷺ اور معاشرے کی کر دی تھی اس میں دیانتا اس بات کا تصور نہیں تھا کہ کوئی اپنے ذاتی معاملے میں خواہشات نفسانی کی پیروی کرے لگا ان کی جو نیت تھی انہوں نے بیان کر دی لہذا آج بھی اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے تو اس سے حلف لے لیا جائے اور اس کی نیت پوچھ لی جائے جو اس کی نیت ہو اس پر فیصلہ کیا جائے۔ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے کیونکہ نیتوں کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ نیز اگر ہم تین ہی قرار دے دیتے ہیں تو پھر جب گھر اور بچوں کی بربادی مرد کے سامنے آتی ہے تو ایسے میں وہ یا تو اپنا فقہی مسلک بدل لیتا ہے اور جہاں اسے کوئی گنجائش ملتی ہے اسے اختیار کر لیتا ہے یا پھر حلالہ کی صورت اختیار کی جاتی ہے جو کہ فی نفسہ ایک بہت بڑی برائی ہے۔

دوسرا اعتراض عورتوں کی عدت کے حوالے سے ہے اس ضمن میں مختلف مطلقہ عورتوں کی جو عدت بیان قرآن و سنت سے ثابت ہے اس پر عمل کیا جائے۔

طلاق کی تین اقسام ہیں اور فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ایک طلاق دینا احسن ہے۔ طلاق بدعی یا طلاق مغلظہ کی ہمیشہ ہی تشنیع کی جاتی ہے جیسا کہ گزشتہ باب میں اسلام کے نظام طلاق اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات تجویز کی گئی ہے کہ ہمیں اپنے معاشرتی حالات ضروریات و حاجات کو بھی مد نظر رکھنا چاہیئے اور اس حوالے سے حنفی علماء کرام کی آرا بھی بیان کی گئیں کہ عصری تناظر میں اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ اگر یہ بات مد نظر رکھی جائے کہ طلاق دی ہی طلاق احسن جائے تا کہ بہت سے مسائل حل ہو سکیں۔ اور شریعت کے تقاضے بھی پورے ہو سکیں۔

محمد منیر صاحب مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء میں موجود طلاق کے طریقہ کار کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسلم عائلی قانون کی دفعہ ۷ پاکستان میں اعلی عدلیہ کے ساتھ ساتھ علمی حلقوں میں شدید بحث و مباحثے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا موضوع رہا ہے۔ جیسا کہ اس دفعہ میں بیان کردہ طریقہ کار کے بارے میں کچھ مصنفین نے نشاندہی کی ہے۔ اس قانون کی وجہ سے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یا طلاق بدعت ختم ہو گئی ہیں۔ جو ایک درست بات معلوم ہوتی ہے۔[1]

انڈیا کی ہائی کورٹ نے بھی طلاق ثلاثہ کے بارے میں طلاق احسن ہی کے طریقے کو اختیار کیا ہے۔[2]

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے بھی طلاق دینے کے لئے طلاق احسن ہی کا طریقہ تجویز فرمایا ہے۔ اگر ان سفارشات کو مد نظر رکھا جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل و شرعی مسائل کا حل ممکن ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی اپنی سفارشات میں کہتے ہیں: بیک وقت اکھٹی تین طلاقیں دینا غیر اسلامی اور شریعت کے منافی ہے اور ایک خاوند کی جانب سے بیک وقت بیوی کو تین طلاقیں دینے کو قابل تعزیر سمجھا جائے گا۔ انہوں نے کہا شریعت میں طے شدہ طریق کار کے مطابق ایک خاوند اپنی بیوی کو ایک وقت میں ایک ہی طلاق دے سکتا ہے۔ ایک طلاق کے بعد خاوند کو اپنی بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہے دوسری طلاق کے بعد وہ دونوں میاں بیوی نکاح کے بعد اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد وہ کسی صورت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس صورت میں اب وہ عورت اپنے سابقہ خاوند سے براہ راست نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ پہلے اس کا کسی مرد سے نکاح ہو گا وہ اگر اس کو طلاق دے دیتا ہے تو پھر وہ اپنے خاوند کے عقد میں آسکے گی شریعت میں اس عمل کو حلالہ کہتے ہیں۔

اپنی ان سفارشات میں انہوں نے تین طلاقیں دینے والے خاوند کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے قید یا جرمانے کی صورت میں کوئی سزا تجویز نہیں کی ہے بلکہ اس کو متعلقہ عدالتوں پر چھوڑ دیا ہے وہ جو چاہیں سزا دے سکتی ہیں۔[3]

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ میں اگر ان سفارشات کی روشنی میں ترمیم کی جائے تو علماء کرام کا اعتراض کافی حد تک ختم کیا جا سکتا ہے۔

طلاق میاں بیوی کا باہمی معاملہ ہے لیکن اس کے اثرات بہت دور رس ہوتے ہیں جو نہ صرف فریقین بلکہ

---

[1]. Reforms in triple talaq in the personal law of Muslim states and Pakistani Legal system :Continuity versus change, International Review of law, P:5

[2]. ibid, p:10-11

[3]۔ روزنامہ جنگ، ۲۱، جنوری، ۲۰۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے خاندانوں، بچوں سے ہوتے ہوئے بالواسطہ طور پر معاشرے پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ چنانچہ نکاح و طلاق کے عدم اندراج کی صورت میں بھی بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ عدالتوں میں بہت سے ایسے کیسز قابل سماعت ہیں جہاں نکاح یا طلاق کا اندراج نہ ہونے کی صورت میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اگر طلاق کا اندراج نہ ہو اور اس کے بارے میں کوئی تحریری ثبوت بھی نہ تو پھر عورت اپنا اور اپنے بچوں کا نان و نفقہ، جائیداد میں حصہ لینے کے لئے مقدمات کر سکتی ہے اسی طرح مرد زبانی طلاق دینے کے بعد اگر اس کا اندراج نہیں کرواتا اور عورت طلاق ملنے کے بعد دوسری شادی کر لیتی ہے تو اس پر حدود زنا کے مقدمات اس کے سابقہ شوہر کی جانب سے قائم کئے جاتے ہیں لہذا نکاح و طلاق دونوں کا اندراج لازم قرار دیا جائے۔ اور یونین کونسل کو طلاق کے بارے میں آگاہ کرنا میاں اور بیوی دونوں کی ذمہ داری قرار دی جائے کیونکہ اس سے دونوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

جہاں تک یونین کونسل کے چیئرمین کا مصالحت کا کردار ادا کرنا ہے تو یہ ایک بہتر کوشش ہے کیونکہ بعض اوقات زوجین کی جانب سے حکم جب کسی خاندانی تنازعہ میں باہمی گفتگو کرتے ہیں تو ان میں زوجین کے اختلافات کی وجہ سے انا پسندی اور تعصب بھی بڑھ جاتا ہے بیشر معاملات میں زوجین میں موجود اختلاف کسی نہ کسی خاندانی معاملے یا پسند و ناپسند یا کسی خاندانی رسم و رواج کے باعث بھی ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ فریقین کی جانب سے جو لوگ ثالثی کروانے آئیں وہ اتنی بصیرت اور معاملہ فہمی کے مالک ہوں جو معاملات کو سلجھانے اور بہتر کرنے میں اپنا غیر جانبدارانہ کردار ادا کر سکیں۔ مثلاً اگر فریقین میں تنازعہ وٹہ سٹہ کی شادی کی صورت میں پیدا ہوا ہے تو ایسے میں طلاق کے تنازعہ میں اگر ایک فریق نے طلاق دی ہے تو دوسرے کو بھی طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اس پر خاندانی دباؤ بہت سے حالات میں دونوں خاندانوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایسے میں دونوں خاندانوں کی جانب سے کئی گئی ثالثی کی کوشش ممکن ہے کہ ہو ہی نہ اور اگر ہو تو وہ بھی اتنی موثر ثابت نہ ہو کیونکہ زوجین میں تنازعہ کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ خاندانی تنازعہ بھی بن جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [1]

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

ایسے میں کسی تیسرے شخص کی جانب سے معاملات کو سلجھانے کا طریقہ کار خاندانی مصالحت سے زیادہ موثر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ غیر جانبدار ہو گا۔ فریقین میں مصالحت کروانے کے لئے یونین کونسل کی تنظیم کرتے وقت درج ذیل پہلو بھی مد نظر رکھ لئے جائیں تو امید ہے کہ یونین کونسل زیادہ موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

یونین کونسل کے چیئرمین کو ثالثی کروانے کے ساتھ فریقین کو باہمی حقوق و فرائض کے بارے میں آگاہی دینے چاہیے اگر ایسا اقدام کرنے سے گھر اور رشتے بچ جائے تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں کیونکہ گھر بچانے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اس بات کی فکر کہ خاندانی معاملات کے بارے میں دوسرے لوگ آگاہ ہوں گے اور زوجین کے باہمی معاملات لوگوں کے سامنے آئیں گے۔ بلکہ اس سلسلے میں ایک تجویز تو یہ بھی ہے کہ اس یونین کونسل کے چیئرمین کی سربراہی میں مصالحتی کمیٹی قائم کی جائے جس میں ایک سائیکاٹرسٹ، جامع مسجد کا خطیب جس کا تقرر گورنمنٹ کی جانب سے ہو اور جو اچھا فہم وادراک رہتے ہو، ایک سرکاری وکیل بھی اور فریقین کے نمائندے یا خود فریقین شامل ہو کیونکہ وہ معاملے کے تمام پہلوؤں کا باریک بینی سے تجزیہ کریں گے اور فریقین کو علیحدگی کے نقصانات، مفاسد اور بچوں پر پڑے والے اثرات کے بارے میں آگاہ کریں گے ممکن ہے کہ ایسے اقدامات سے شرح طلاق کم ہو جائے گی۔

حافظ شعیب احمد مصالحتی کمیٹی کے قیام کو عصری معاشرتی صورتحال میں ناگزیر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عرب معاشرے میں قبائلی نظام تھا اور ہر شخص کی مدد و اعانت کے لئے اس کا پورا قبیلہ مشکل وقت میں

---

[1] ۔ یونس: ۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی پشت پر کھڑا ہوتا تھا۔ یہی باعث ثواب ہے کہ رسول کائنات ﷺ کا قبیلہ باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہوا۔ ایسے ہی حالات میں اللہ رب العالمین نے زوجین میں جھگڑا ہو جانے اور باہم از خود صلح کی کوئی صورت نہ بن جانے پر یہ حکم دیا کہ زوجین کے خاندان و قبائل سے ایک ایک (سمجھدار اور دانا) شخص آگے آئیں اور دونوں میں صلح و صفائی کی کوشش باہمی افہام و تفہیم کی کوشش کریں۔ یہ حکم یقیناً قبائلی زندگی میں مؤثر اور قابل عمل تھا۔ مگر اس سلسلے میں یہ ملحوظ رہے کہ اگر قبائلی دور میں بھی زوجین کے خاندانوں سے افراد صلح کی غرض سے آگے نہ آئیں تو یقیناً شرعی طور پر اس میں کوئی قباحت اور حرج نہ ہو گا اگر کسی تیسرے یا چوتھے خاندان کے دو یا دو سے زائد افراد آکر صلح کرا دیں۔ اس لئے کہ شریعت کا اصل مقصود زوجین میں صلح کروانا ہے۔ غالباً زوجین کے خاندانوں کو ترجیحاً صلح کروانے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ زوجین سے قرابت کی بناء پر ان کا حق زیادہ بنتا ہے نیز ان کی کوشش کے مؤثر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

مگر نہایت افسوس سے یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ عصر حاضر میں بعض معاشروں میں تو خاندانی نظام تقریباً ٹوٹ چکا ہے۔ اور بعض معاشروں میں شاید ٹوٹنے کے قریب ہی ہے۔ کیونکہ ان میں بھی خاندانی بندھن کم از کم کمزور پڑ چکے ہیں لہذا ایسے حالات میں اگر صلح کروانے کی ذمہ داری گلی محلے کی مصالحتی کمیٹی، کوئی ویلفیئر تنظیم، کونسلرز، ناظم یا پنچائیت وغیرہ سرانجام دے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ لیکن اس سے یہ بات یقیناً کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کے نصوص کے اطلاق میں بدلتے ہوئے حالات و ظروف کا اعتبار انتہائی لازمی ہے وگرنہ اس کے بغیر نصوص کے تقاضے کما حقہ ادا نہ ہو سکیں گے۔[1]

تفویض طلاق دفعہ ۸:

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ: اگر طلاق دینے کا حق جائز طور پر بیوی کو تفویض کر دیا گیا ہو اور وہ ایسے حق استعمال کرنا چاہے یا نکاح کے فریقین میں سے کوئی فریق طلاق کے سوا دوسری صورت میں نکاح کو

---

[1] ۔ شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، لاہور، دار النور، اردو بازار، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۱۰۔۳۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنسیخ کرنا چاہے تو دفعہ (۷) کے احکام مناسب تبدیلیوں کے ساتھ جہاں تک قابل اطلاق ہوں، اطلاق پذیر ہوں گے۔

اس دفعہ میں ایک اور قسم کی طلاق کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے جسے طلاق تفویض سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی کہ طلاق کا حق بیوی یا تیسرے شخص کو تفویض کیا جاتا ہے خواہ مطلق طور پر ہو یا شرائط کے ساتھ اور خواہ عارضی مدت کے لئے یا مستقل طور پر اور اس امر کا بھی اہتمام ہے کہ دفعہ (۷) میں مذکورہ طلاق کے طریقہ کار پر عمل درآمد کیا جائے۔[1]

شوہر بلا مرضی زوجہ حق طلاق استعمال میں لا سکتا ہے کیونکہ بنیادی طور اس کا حق ہے مگر وہ مجاز ہے کہ قبل یا بعد نکاح یہ اختیار بیوی کو یا کسی تیسرے فرد کو غیر مشروط پر اور کسی مدت کی تعیین کیے بغیر یا مخصوص مدت کے لیے اور کسی خاص واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کی صورت میں سپرد کر دے، اس اختیار کی سپردگی کو شرع اسلامی میں تفویض کہتے ہیں۔ تفویض کے بعد بیوی کو یا اس شخص کو جس کو اختیار تفویض کیا گیا ہو، حق ہوتا ہے کہ وہ شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے مخصوص حالات کے پیش آنے یا خاص واقعہ کے رونما ہونے کی صورت میں اپنے اختیار کو بروئے کار لا کر اپنے اوپر طلاق واقع کر دے۔ یہ طلاق اسی طرح موثر ہوتی ہے کہ گویا شوہر نے خود دی ہو اور اس قسم کا اختیار سونپ دینے کے بعد اسے کام میں لانا یا نہ لانا عورت کا اختیاری عمل ہوتا ہے اور اگر شوہر چاہے کہ اسے منسوخ کر دے تو وہ اس کا مجاز نہیں ہوتا۔

شرع اسلام میں اس عطائے اختیار کی ممکنہ تین صورتیں ہیں:

اختیار: شوہر بیوی سے کہے کہ تو انتخاب کر لے یا اپنے اوپر طلاق واقع کر دے۔

امر بالید: شوہر بیوی سے کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

مشیت: جس میں شوہر کہتا ہے کہ اگر تو چاہتی ہے تو اپنے آپ کو طلاق دے دے۔[2]

تفویض طلاق کے ضمن میں علماء کرام نے اعتراضات نہیں کئے ہیں اور مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی

---

[1] ۔ پی ایل ڈی، ۱۹۶۳ء، سپریم کورٹ آف پاکستان، ۵۱، بحوالہ مسلم عائلی قوانین، شرح ولاء کیس، ص: ۳۱

[2] http://www.tafheemeislam.com/articledetails.php?id=MTQ4#.VjIcXmyDrIU, Retried on : 28-10-2015

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس دفعہ کو شریعت اسلامیہ کے متصادم قرار نہیں دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہر منصوری اس بارے میں لکھتے ہیں:

سیکشن ۸ اسلامی تعلیمات کے مخالف نہیں ہے تمام بڑے فقہی مسالک طلاق تفویض کے نظریے کو تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک شوہر بیوی کو عقد نکاح کے وقت طلاق کا حق تفویض کر دے اور عورت اس پر عملدرآمد معاہدے کی شرائط کے مطابق کرے گی۔[1]

حیلہ ناجزہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تفویض طلاق کے متعلق حنفی آراء کا جائزہ لیا ہے کہ ایسا کرنا کس صورت میں جائز ہے اور اس میں کن شروط کا التزام کیا جا سکتا ہے۔[2]

شوہر کے طلاق دینے یا شوہر کے دیے ہوئے اختیار کو بروئے کار لا کر اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کے علاوہ شریعت میں بسا اوقات عدالت فیصلہ سے بھی نکاح منسوخ ہو جاتا ہے جسے فرقت ،افتراق، فسخ، انفساخ یا تنسیخ سے تعبیر کرتے ہیں، اگر فرقت کا سبب شوہر کا کوئی عمل ہے تو اس کا اثر طلاق کا سا ہوتا ہے برخلاف اگر عدالتی فیصلہ کی بنیاد عورت کا کوئی عمل ہے تو اس کا نتیجہ فسخ کا ہوتا ہے، دونوں صورتوں کا فرق زیادہ تر مہر، عدت اور عدد طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسے عورت کا حق تنسیخ نکاح کہتے ہیں۔

پاکستان میں مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے علاوہ برعظیم پاک وہند میں مسلمان میاں اور بیوی کے درمیان کسی ناگزیر صورتحال میں رشتہ نکاح کو ختم کرنے کے لئے ایک قانون بنایا گیا اس قانون کو قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء کا نام دیا گیا ہے۔

اور آج بھی ہماری عائلی عدالتیں اس قانون پر عمل کر کے زوجین کے درمیان رشتہ نکاح کو فسخ قرار دیتی ہیں۔ ذیل میں قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء:

قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء ایکٹ کو برطانوی مجلس قانون ساز نے پاس کیا اور گورنر جنرل نے ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو منظوری دی یہ ایکٹ قانون شریعت کے تحت وقوع پذیر ہونے والے شادی

---

[1] . Family Law In Islam Theory and Application, P:230

[2] ۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، حیلہ ناجزہ، کراچی، دار الاشاعت، س ن، ص: ۱۹ تا ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فسخ کے مقدمات کو طے کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اس قانون کی شق نمبر ۲ میں ان وجوہات یا بنیادوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد کی بنیاد پر عدالت مسلم قانون کے تحت شادی کرنے والی عورت تنسیخ نکاح کی عدالت سے ڈگری حاصل کر سکتی ہے اور اس قانون میں بیان کی جانے والی وجوہات کی بنیاد پر حاصل کی جانے والی تنسیخ نکاح کی ڈگری سے ملنے کی صورت میں عورت (بیوی) حق مہر کی حقدار رہتی ہے اور اگر اس کو حق مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو وہ بذریعہ عدالت حق مہر وصول کر سکتی ہے یا پھر تنسیخ نکاح کے دعوی میں ہی حق مہر کی وصولی کی درخواست کر سکتی ہے۔[1]

تنسیخ نکاح کی وجوہات:

مسلم شادیوں کے تنسیخ نکاح کے قانون ۱۹۳۹ء میں ان ساری وجوہات کو اکٹھا کیا گیا ہے جن میں ان کی بنیاد پر عورت فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر سکتی ہے یہ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خاوند چار سال سے لاپتہ ہو۔ (دفعہ ۳۲۴)

۲۔ خاوند ادائیگی نفقہ سے غفلت کی ہو یا دو سال سے نان و نفقہ ادا نہ کیا ہو۔ (دفعہ ۳۲۵)

(الف)۔ شوہر نے ثالثی کونسل سے اجازت نامہ حاصل کئے بغیر دوسری شادی کر لی ہو۔

۳۔ شوہر کو سات سال یا زیادہ کی سزا ہو گئی ہو۔ (دفعہ ۳۲۶)

۴۔ بغیر کسی وجہ کے تین سال تک ازدواجی ذمہ داری پوری نہ کرنا۔ (دفعہ ۳۲۷)

۵۔ شوہر کا نامرد ہونا۔ (دفعہ ۳۲۸)

۶۔ شوہر کا دو سال سے ذہنی توازن کھو بیٹھنا یا شدید مرض میں مبتلا ہو جانا۔ (دفعہ ۳۲۹)

۷۔ سولہ سال کی عمر سے پہلے لڑکی کی شادی اس کے والد یا کسی اور سرپرست نے کی ہو تو وہ ۱۸ سال کی ہونے سے پہلے اس بنیاد پر

تنسیخ نکاح کا حق رکھتی ہے بشرطیکہ رخصتی نہ ہوئی ہو اسے خیار بلوغ بھی کہا جاتا ہے۔ (دفعہ ۲۷۳، ۳۰۹)

۸۔ خاوند ظالمانہ سلوک اختیار کرے۔ (دفعہ ۳۳۱)

۱۔ مسلم عائلی قوانین و معاملات، ص: ۳۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ کوئی اور وجہ جسے اسلامی قانون تسلیم کرے (دفعہ ۳۳۲)[1]

تنسیخ نکاح اور دیگر اقسام طلاق میں فرق:

طلاق مرد بغیر وجہ بیان کئے عورت کو دے سکتا ہے اور خلع میں عورت بغیر کوئی خصوصی وجہ بتائے خلع لے سکتی ہے جبکہ فسخ نکاح میں وجوہات بیان کی جاتی ہیں جن کی بنیاد پر فسخ نکاح کی ڈگری طلب کرتی ہے اس میں عورت کے لئے ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے تنسیخ نکاح کی ڈگری دینے سے پہلے عدالت پوری تسلی کرتی ہے کہ کیا واقعی وہ ساری وجوہات کے درمیان ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے تنسیخ نکاح کی ڈگری دینے سے پہلے عدالت پوری تسلی کرتی ہے کیا واقعی وہ ساری وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر عورت نے نکاح فسخ نکاح کی ڈگری طلب کی ہے اور اگر وجوہات ثابت ہو جائیں تو پھر عورت کو حق مہر واپس نہیں کرنا پڑتا۔ اور وہ مہر کی حقدار قرار پاتی ہے۔[2]

قرآن وسنت کی رو سے کوئی انسان دوسری کسی بھی مخلوق کو ایذاء دینے کا مجاز نہیں۔ عورت کو بیوی بنا کر نہ رکھنا اور طلاق دے کر بھی نہ چھوڑنا ظلم ہے، جس کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔ اسلام کیا دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا خاتمہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔ لہٰذا قاضی یا عدالت کے پاس جیسے ہر مظلوم دادرسی کے لئے رجوع کر سکتا ہے، اسی طرح ایسی مظلومہ بھی عدالت کے ذریعہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا خاتمہ کروا سکتی ہے چونکہ عدالتی فیصلہ حکومتی فیصلہ ہے۔ جس پر عملدرآمد کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ عدالت کا بھی یہ کام ہے کہ جو عورت دادرسی کے لئے اس کی طرف رجوع کرے، یہ تمام حالات وکوائف کی چھان پھٹک کرے، منصفانہ وغیر جانبدارانہ تحقیقات سے خاوند کا ظلم ثابت ہو، یا وہ بیوی کے حقوق پورے نہ کرے یا نہ کر سکے اور قاضی عادل کو اطمینان ہو کہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ ظلم ختم ہو۔ یہ تنسیخ عدالت طلاق بائن ہو گی۔ نکاح فوراً ٹوٹ جائے گا۔

---

[1] ۔ باجوہ، محمد احمد اللہ، محمڈن لاء، لاہور خیبر پبلشرز، مزنگ روڈ، س ن، ص: ۶۰۶۔۶۰۷

[2] ۔ مسلم عائلی قوانین ومعاملات، ص: ۳۲۵۔۳۲۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فسخ نکاح کے حوالے سے فقہاء کرام وعلماء کرام میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ اس کے جواز کے قائل ہیں نیز اس حوالے سے جن وجوہات کی بنیاد پر خلع حاصل کیا جاسکتا ہے اس پر بھی ان کا اتفاق ہے۔ ان تمام وجوہات اور شرائط کا بیان کیا گیا ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس حوالے س ے اپنی کتاب حیلہ ناجزہ میں یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح میں بیان کیا گیا ہے۔[1]

پاکستان میں قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء کے تحت بیان کی گئی وجوہات میں ایک اور وجہ کا اضافہ کیا گیا کہ اس میں گھریلو تشدد کی بناء پر بھی عورت تنسیخ نکاح کروا سکتی ہے۔ یہ ترمیم ۲۰۰۲ء میں کی گئی۔ اس سے پہلے گھریلو تشدد سے متعلق مقدمات فیملی کورٹس میں زیر سماعت آتے تھے اور اس کی بنیاد پر عورتیں اپنا نکاح تنسیخ نکاح کا حق استعمال کرتی تھیں لیکن اس ترمیم کے ذریعے اب نکاح کی تنسیخ کے ساتھ عورت اس تشدد کے بارے میں کریمنل کورٹس میں بھی مقدمات دائر کر سکتی ہے۔[2]

پاکستان کی عدالتوں میں مقدمات کے زیادہ تر فیصلے فسخ نکاح ہی پر کئے جاتے ہیں۔ عائلی عدالتوں میں عورت کی جانب سے رشتہ نکاح کو ختم کرنے کے مقدمات فسخ نکاح کے علاوہ خلع کی بنیاد پر بھی قائم کئے جاتے ہیں جس میں عدالتیں فریقین کے بیانات کی روشنی میں جائزہ لے کر مقدمہ کا فیصلہ کرتی ہیں۔

خلع:

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: خلع زوجہ کی مرضی اور اس کی خواہش پر عقد نکاح سے آزاد کیے جانے کے معاوضہ میں شوہر کو بدل دینے یا دینے کا وعدہ کرنے پر قید زوجیت سے بلفظ خلع یا جو اس کے ہم معنی ہو رہائی حاصل کرنا ہے۔[3]

خلع اصطلاحا اس ترک تعلق کو کہتے ہیں جو عورت اپنے مطالبے سے مرد سے حاصل کر لیتی ہے۔ گویا خلع ایک قسم کی طلاق ہے، لیکن اس میں مرد کے اختیارات کی بجائے عورت کا مطالبہ پایا جاتا ہے۔[4] قانون میں اس کا مطلب ہے کہ شوہر کا بعوض بیوی پر اپنے حقوق اور اختیار چھوڑ دینا جو اسے بیوی پر حاصل

---

[1] ۔ حیلہ ناجزہ، ص: ۱۴۴ تا ۱۸۴

[2] . domestic violence against women and family court Act 1964

[3] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج: ۲، ص: ۵۷۰

[4] ۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۶۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔[1] قانون میں یہ ایسی اقرار کی علامت ہے کہ جس کا مقصد معاوضہ کے عوض ازدواجی تعلقات کو ختم کر دینا جسے بیوی اپنی جائیداد سے شوہر کو ادا کرتی ہے۔ یہ شوہر کا اپنے اس حق اور اختیار کو جو اسے اپنی بیوی پر حاصل ہے، معاوضہ لے کر ترک کر دیتا ہے یا اتار دیتا ہے جو خلع کے نام سے بیوی کے قبول کرنے پر عمل میں آتا ہے اور یہ جائز طور پر خرید و فروخت کے الفاظ کا بھی اثر رکھتا ہے۔ اس کی شرط طلاق یا استرداد کی ہے اور اس کا اثر واحد ناقابل تنسیخ استرداد کا ہے۔ خلع اور دیگر طلاقوں میں فرق یہ ہے کہ اس میں علیحدگی اور آزاد ہونے کی خواہش صرف بیوی کی جانب سے ہوتی ہے۔[2]

خلع کی صورت میں مہر کی ادائیگی:

خلع کی صورت میں عورت کو مہر ادا کرنا ہوتا ہے۔ عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو مالی معاوضہ پیش کر کے اس سے آزاد کرنے پر آمادہ کر لے۔ اس کے لئے عورت اپنا موجل مہر معاف کر سکتی ہے اور اگر مہر معجل کی صورت میں بیوی کو ادا ہو گیا ہو تو عورت اس کو واپس کر کے شوہر سے آزادی حاصل کر سکتی ہے۔

خلع بیوی کے لئے عدالت سے تنسیخ نکاح حاصل کرنے کی ایک صورت ہے۔ پاکستان میں خلع کے قانون کی وضاحت سب سے پہلے سپریم کورٹ نے خورشید بی بی بنام محمد امین کے مقدمہ میں کی۔

اس مقدمے کی سماعت عدالت عظمیٰ کا ۵ رکنی فل بینچ نے کی۔ بنیادی نقطہ اس مقدمہ میں زیر بحث یہ تھا کہ بیوی کی درخواست پر عدالت صرف اس صورت میں خلع کا حکم دے سکتی ہے جب خاوند بھی اس بارے میں متفق ہو۔ خاوند اگر بیوی کو خلع دیئے جانے پر متفق نہ ہو تو عدالت خلع کا حکم نہیں جاری کر سکتی۔ عدالت کے فاضل ججز نے شادی، خلع، طلاق، مردوں اور عورتوں کے حقوق سے متعلق قرآنی آیات، احادیث مبارکہ و فقہاء کرام کے اقوال و آراء پر تفصیلا بحث کے بعد یہ قرار دیا کہ:

جو شادی قرآن میں بیان کی گئی شادی کی منشاء یعنی سکون، مودت اور رحمت کے مقاصد کو پورے نہ کرتی

---

[1] ۔ المرغینانی، برھان الدین، ابو الحسن، الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان س۔ن، ج: ۲، ص: ۲۶۴

[2] ۔ محمڈن لاء، ص: ۵۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو اور ان سے متصادم ہو اور ایک شادی سے اگر ان مقاصد کی تعمیل نہ ہوتی ہو تو کیا اسے قائم رہنا چاہیے گو کہ یہ بے مقصد ہو اور حتیٰ کہ تکلیف دہ اور نقصان دہ ہو، یا یہ بہتر ہے کہ اس کی تنسیخ کر دی جائے تاکہ ایک ناکام شادی کے مضر نتائج سے گریز کیا جائے۔ مسلمانوں میں شادی ایک دیوانی معاہدہ ہے مرد و عورت ایک دوسرے کی نسبت حقوق میں برابر ہیں اگر خاوند کو بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے تو مؤخر الذکر (عورت) کو بھی خلع کی بنا پر علیحدگی کی حقدار ہے۔[1] اس مقدمہ میں یہ سوال زیر غور تھا کہ آیا مسلم عائلی قانون کے مطابق بطور حق خلع کی دعویدار ہو سکتی ہے بوجوہ اس کے کہ اس کے خاوند اسے شادی کے بندھن سے آزاد کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن اگر عورت عدالت کو مطمئن کر دیتی ہے کہ فریقین میں حقوق زوجیت کی مستقل ادائیگی کا کوئی امکان نہیں ہے لہذا افاضل ججز نے مقدمہ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم قریشی[2] کو بنیاد بناتے ہوئے فیصلہ دیا کہ:

بیوی کی خلع کی درخواست پر خلع کا حکم جاری کرنے کے بارے میں اختیار عدالت کو ہے اور خاوند سے اس بارے میں اجازت درکار نہیں۔ عدالت اگر مطمئن ہو کہ بیوی شادی کی بدولت قائم کردہ حدود میں نہیں رہ سکتی تو عدالت اسے خلع کا حق دینے کا اختیار رکھتی ہے خواہ خاوند اس بارے میں متفق ہو یا نہ ہو۔ یہ اختیار بھی عدالت کے پاس ہے کہ وہ تعین کرے کہ بیوی کو شادی کے بدلے میں خاوند سے کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں اور زر خلع میں بیوی کو خاوند کو کیا ادا کرنا ہے۔ یہ عدالت کی صوابدید پر ہے۔[3]

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد خلع کے بارے میں پاکستان میں یہ عدالت کا وضع کردہ قانون قرار پایا اور آئین کی رو سے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی پابندی تمام عدالتوں پر لازم ہوئی۔ بعد کے فیصلوں میں اس فیصلہ میں قرار دیئے گئے اصولوں کی وضاحت ہوتی رہی۔ لیکن عمومی طور پر تنسیخ نکاح کے مقدمات میں درخواست گزار بیوی کی طرف سے تقریباً وہی وجوہات بیان کی جاتی تھیں جن کا ذکر تنسیخ نکاح کے ۱۹۳۹ء کے قانون میں ہے۔ دعویٰ کی درخواست میں یہ لکھا دیا جاتا کہ ان وجوہات کی بناء پر

---

[1] ۔ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی ۱۹۶۷ء سپریم کورٹ ۹۷

[2] ۔ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم قریشی، پی ایل ڈی، ۱۹۵۹ء مغربی پاکستان، لاہور، ۵۶۶

[3] ۔ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی، ۱۹۹۷ء،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنسیخ نکاح کا حکم جاری کیا جائے یا متبادل میں خلع کی ڈگری جاری کی جائے۔ اور کئی مقدمات میں تنسیخ نکاح کی واضح وجوہات کا علم ہونے کے باوجود تنسیخ نکاح کی ڈگری (حکم) خلع کی بنیاد ہی پر جاری کی جاتی اور بیوی کو خاوند کی طرف سے پہنچائے گئے فوائد کی واپسی کے حوالے سے حکم ہوتا۔ عمومی طور پر ادا شدہ حق مہر کی واپسی کا حکم ہوتا۔ سابقہ مدت کے نفقہ سے دستبردار ہونا پڑتا۔[1]

مذکورہ بالا فیصلہ میں یہ بھی وضاحت کی گئی کہ بیوی کی طرف سے خاوند کی بابت ناقابل اصلاح نفرت خلع کے لئے مناسب وجہ ہے شاہ ولی اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں: اگر وہ (عورت) خلع بغیر کسی وجہ کے (ذاتی ناپسندیدگی کے علاوہ) بھی حاصل کرتی ہے تو یہ قانونی ہے لیکن اس کو منظور نہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے خلع مانگنے کی کبھی بھی وجہ نہیں پوچھی۔[2]

شاہ صاحبؒ نے خلع کے حوالے سے جو وضاحت فرمائی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلع عورت کا حق ہے اور وہ کسی بھی وجہ کو بنیاد بنا کر شوہر سے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

قانون خلع میں ترمیم:

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں عائلی عدالتوں کے قانون میں ترمیم[3] سے بیوی کی طرف سے خلع کا دعویٰ کا طریقہ کار مختصر کچھ یوں ہے۔ بیوی کے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے دعویٰ میں خاوند حقوق زن آشوئی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اسی طرح خاوند اگر حقوق زن آشوئی کا دعویٰ دائر کرے تو بیوی جواب میں دعویٰ میں خلع کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ بیوی کو خلع کے لئے کوئی خصوصی وجوہات نہیں بیان کرنا ہوتیں۔

قانون میں ترمیم کے بعد اب خلع کے مقدمہ میں پہلے کی طرح سماعت مقدمہ نہیں ہوتی۔ عدالت کو بعد از جواب دعویٰ فریقین کے مابین صلح کروانے کی کوشش کرنا ہوتی ہے۔ اگر فریقین میں صلح نہ ہو سکے تو عدالت بیوی کو خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرتی ہے اور خاوند کو بیوی ادا کیا ہوا حق مہر واپس لوٹاتی ہے۔ اگر حق مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو بیوی کو حق مہر سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

---

[1] ۔ مسلم عائلی قوانین، دشواریاں اور ممکنہ حل، ص: ۱۲۵

[2] ۔ شاہ ولی اللہ، المسوّٰی من احادیث الموطا، ج: ۲، ص: ۱۶۰

[3] ۔ عائلی عدالت ایکٹ ۱۹۶۴ء کی شق ۱۰ کی ذیلی شق ۴ میں تبدیلی اور عائلی عدالت کے جدول کے حصہ اول میں سیریل نمبر ۱ میں تنسیخ نکاح کے بعد الفاظ بشمول خلع کا اضافہ کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت کو بیوی کو ڈگری جاری کرنا ہوتی ہے اور خاوند کی طرف سے بیوی کو ادا شدہ حق مہر کی مقدار متعین کر کے اسے بیوی سے خاوند کو واپس کروانا ہوتا ہے۔[1]

خلع سے متعلق عائلی عدالت کے طریقہ کار میں قانون میں ترمیم کے بعد پشاور ہائی کورٹ کے تین رکنی فل بنچ نے ایک مقدمہ میں بیوی کی طرف سے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے دعویٰ اور اس دعویٰ میں جس میں اس نے خلع کے علاوہ دیگر بنیادوں پر بھی تنسیخ نکاح کی استدعا کی ہو عائلی عدالت کے لئے طریقہ کار کی وضاحت کی۔ عدالت نے قرار دیا کہ اگر بیوی کے دعویٰ میں تنسیخ نکاح کی استدعا ہو تو اس صورت میں عائلی عدالت، عائلی عدالتوں کے قانون ۱۹۶۴ء کی شقوں ۹ اور ۱۰ میں اضافہ شدہ فقرے شرطیہ کے تحت تنسیخ نکاح کر سکتی ہے اور بیوی خاوند سے جو حق مہر حاصل کر چکی ہو اسے خاوند کو لوٹا سکتی ہے لیکن اگر بیوی کا دعویٰ تنسیخ نکاح کچھ اور بنیادوں پر بھی ہو جیسا کہ ظالمانہ رویہ وغیرہ تو اس صورت میں عدالت مقدمہ میں قانون کے مطابق شہادت حاصل کرتے ہوئے یہ طے کرنے کے لئے کارروائی کرے گی کہ کونسا فریق قصوروار ہے اور کونسا حقدار ہے۔

عدالت نے اس فیصلے کی نقل راہنمائی کے لئے صوبہ میں تمام ڈسٹرکٹ ججوں اور عائلی عدالتوں کو بھیجنے کا حکم دیا۔[2]

علماء کرام عدالتی خلع کو خلع نہیں مانتے ایسی خلع کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اسے فسخ نکاح قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں فقہاء کے اقوال تفصیلاً موجود ہیں۔ نیز قیام پاکستان سے قبل بھی مقدمات کے فیصلے کرتے ہوئے ججز نے یہ فیصلے دیئے تھے کہ عورت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع نہیں کروا سکتی۔ اس سلسلے میں دو مقدمات بطور نظیر پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عمر بی بی بنام محمد دین[3]

---

[1] ۔ محمد اعجاز احمد خان بنام عائلی عدالت اور ایک اور ۲۰۰۵ء ایس۔ ایل۔ آر، ۳۷۹ بحوالہ: مسلم عائلی قوانین، دشواریاں اور ممکنہ حل، ص: ۱۲۶

[2] ۔ ایضاً، ص: ۱۲۷

[3] ۔ عمر بی بی بنام محمد دین، اے آئی آر، ۱۹۴۵ء لاہور: ۵۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سعیدہ خانم بنام محمد سمیع[1]

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۹ء تک عدالتیں بیوی کی جانب سے دائر مقدمات کے فیصلے انہی فیصلوں کو بنیاد بنا کر فسخ نکاح کا فیصلہ کرتی تھیں لیکن ۱۹۵۹ء میں سپریم کورٹ پاکستان نے بلقیس بی بی کے مقدمہ میں خلع کا فیصلہ جاری کیا[2] اور اس کے بعد اسی نقطہ نظر کو کئی دیگر مقدمات میں اختیار کیا گیا۔

عدالتوں کے ان فیصلوں کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: یہ نقطہ نظر صحت پر مبنی ہے۔[3] لیکن فقہاء کرام اور علماء دین اس نقطہ نظر کے قائل ہیں کہ یہ فیصلے شرعی طور پر درست نہیں اور عدالتوں کو خلع کے اختیارات حاصل نہیں ہے۔ عدالتیں فسخ نکاح کا حکم جاری کر سکتی ہیں۔

خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح؟

فقہاء کرام میں اس بارے میں اختلاف موجود ہے کہ آیا خلع سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟ جمہور کے نزدیک (احناف، مالکیہ، شافعیہ اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ) خلع سے طلاق واقع ہوتی ہے یعنی خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں۔[4] فقہاء احناف کے نزدیک خلع طلاق بائن کے حکم میں داخل ہے۔[5] خلع کے بارے میں صاحب ہدایہ کا موقف یہ ہے کہ عورت پر ایک طلاق بائن ہو گی اور عورت کے ذمہ مال واجب ہو گا۔[6] امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک خلع سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ یہ خلع دیتے وقت مرد طلاق کی نیت نہ کرے۔[7] صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ حنابلہ کے نزدیک تفریق بالخلع فسخ ہے طلاق نہیں۔[8] امام شافعی سے اس بارے میں دو اقوال منقول ہیں۔ قول اول کے مطابق خلع

---

[1] ۔ سعیدہ خانم بنام محمد سمیع پی ایل ڈی، ۱۹۵۲ء، لاہور ۱۱۳

[2] ۔ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم، پی ایل ڈی، ۱۹۵۹ء ۵۶۶

[3] ۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج: ۲، ص: ۵۹۷

[4] ۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج: ۷، ص: ۵۰۴

[5] ۔ فتاوٰی عالمگیری، مترجم: سید امیر علی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، س۔ن ج: ۲، ص: ۵۰۹

[6] ۔ المرغینانی، برھان الدین، ابو الحسن، الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، مطبعۃ مصطفٰی، مصر، البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء، ج: ۲، ص: ۱۱

[7] ۔ الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، مصر، مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی، ۱۳۵۰ء، ج: ۳، ص: ۱۹۹

[8] ۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۳ء، ج: ۴، ص: ۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زوجین میں تفریق کا موجب ہوتا ہے لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ قول ثانی میں خلع طلاق بائن ہے[1] امام احمد، داؤد صحابہ میں سے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کا موقف یہ ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے۔[2]

حافظ ابن قیمؒ نے اس مسئلہ پر تفصیلا بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: ابن عباسؓ حضرت عثمانؓ، ابن عمرؓ اور ربیع کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں۔[3] درست نقطہ نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلع اپنے اثر میں طلاق بائنہ کا حکم رکھتا ہے کیونکہ طلاق رجعی میں عدت کا زمانہ ختم ہونے تک باقی رہتا ہے اور مرد کو دوران عدت رجوع کا حق رہتا ہے جب کہ خلع بالبدل کا مقصد شوہر سے کامل علیحدگی حاصل کرنا ہوتا ہے اور قطعی علیحدگی اسی وقت ممکن ہے کہ جب خلع بالبدل اپنے حکم میں طلاق بائنہ کا اثر رکھتا ہو، درحقیقت عورت اپنے ذمہ مال کو محض اس لئے قبول کرتی ہے کہ اس کو اپنے نفس پر کامل قدرت حاصل ہو جائے اور یہ جب ہی ہو گا جب وہ بائنہ ہو جائے۔[4]

دلائل: جمہور کی دلیل بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کی بیوی کے خلع لینے پر ثابت سے کہا تھا کہ تطلقها تطليقة (اسے ایک طلاق دے دو)[5] ابن عباسؓ اور امام احمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (الطلاق مرتان)(رجعی) طلاق دو مرتبہ ہے پھر خلع کا ذکر کیا ہے اور پھر دوبارہ طلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[6] پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہو گی۔

---

[1] ۔ ایضا،

[2] ۔ فقہ السنہ، ج: ۲، ص: ۱۹۷

[3] ۔ زاد المعاد، ج: ۵، ص: ۱۹۲

[4] ۔ موطا، امام محمد، باب خلع لم یکون من الطلاق؛ فتح القدیر، ج: ۳، ص: ۲۰۱؛ السنن الکبریٰ، ج: ۷، ص: ۳۱۶؛ عین الھدایہ، ج: ۲، ص: ۲۷۰؛ بحر الرائق، ج: ۴، ص: ۷۱

[5] ۔ بخاری کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، حدیث نمبر: ۵۲۷۳

[6] ۔ البقرہ: ۲۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اگر خلع کو بھی طلاق مانیں تو پھر وہ طلاق چوتھی بنتی ہے جس کے بعد بیوی پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں رہتی۔(اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا خلع طلاق نہیں ہے بلکہ فسخ نکاح ہے۔)[1]

خلع کے بارے میں اختلاف کا اثر:

خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا جو اختلاف ہے اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب شوہر نے بیوی کو دو طلاقیں دی ہوں اور پھر عورت کو خلع دے دے اور پھر دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے اب جو لوگ خلع کو فسخ نکاح کہتے ہیں ان کے نزدیک وہ خاوند ایسا کر سکتا ہے اور بیوی کو پہلے کسی اور شخص سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پہلے صرف دو طلاقیں ہوئی ہیں جبکہ خلع کو طلاق کہنے والوں کے نزدیک خلع دینے سے تیسری طلاق واقع ہو گئی اب یہ دونوں اس وقت تک اکٹھے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح نہ کر لے۔[2]

عدالتی خلع کے بارے میں علماء کرام کے اشکالات:

پاکستان کے عائلی عدالتوں میں خلع اور تنسیخ نکاح کے جو مقدمات پیش کئے جاتے ہیں اس حوالے سے علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء احناف کا موقف یہ ہے کہ عدالت تنسیخ نکاح تو کروانے کا حق رکھتی ہے لیکن خلع کا اختیار اسے حاصل نہیں ہے اور خلع زوجین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے۔ ذیل میں ان آیات واحادیث کو درج کیا جاتا ہے جن کو عدالتی خلع کے ضمن میں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ[3] مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ طلاق اور خلع کے مختار کے متعلق قرآن کریم میں ہے بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ[4] "طلاق دینے کا اختیار اس کو ہے" جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ سَيِّدِي زَوَّجَنِي أَمَتَهُ، ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ

---

[1] ۔ فقہ السنہ: ج: ۲، ص: ۱۹۷

[2] ۔ ایضا: ص: ۱۹۸

[3] ۔ النساء: ۳۴

[4] ۔ البقرہ: ۲۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالسّاق۔ یعنی طلاق اسی کے ہاتھ ہے جسے حق جماع حاصل ہے۔[1] المعجم الکبیر میں ہے: يَوْمَ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ الْبَتَّةَ فَقَالَ عَطَاءٌ: «لَا طَلَاقَ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ عُقْدَتَهُ، وَلَا عِتْقَ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ رَقَبَتَهُ۔[2] یعنی طلاق وہ نہیں دے سکتا جو طلاق کی گرہ کا مالک نہ ہو۔اور آزاد وہ نہیں کر سکتا جو اس کا مالک نہ ہو۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث کی روشنی میں خلع فقط شوہر دے سکتا ہے شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا کسی کی بیوی کو خلع نہیں دے سکتا۔ان دلائل سے استنباط کرتے ہوئے فقہاء کرام عدالتی خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں کیونکہ اکثر اوقات شوہر خلع پر رضامند نہیں بھی ہوتا تو تب بھی خلع کی ڈگری جاری کر دی جاتی ہے بلکہ بعض اوقات یک طرفہ عدالتی کاروائی کی صورت میں عدالت خلع کا حکم دے دیتی ہے۔اس سبب علماء کرام عدالتی خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا عدالتیں زوجین کے مابین خلع کا اختیار رکھتی ہیں یا نہیں۔؟

عدالتی خلع اور ججز کے اختیارات:

یہ سوالات کہ آیا عدالت کے ذریعے فریقین میں خلع کا فیصلہ کیا جانا شرعی طور پر درست ہے یا نہیں؟ نیز عدالتوں کے ججز کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ زوجین میں خلع کروانے کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟اس بارے میں اگر ہم آیت خلع کو سامنے رکھیں تو اس آیت مبارکہ میں دونوں معنی کا احتمال موجود ہے کہ اس میں زوجین اور اولی الامر دونوں سے خطاب ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: اس آیت میں خطاب زوجین سے ہے اور ان یخافا میں ضمیر ان دونوں کے لئے ہے الایقیما مفعول ہے اور خفت مفعول واحد کی طرف متعدی ہے یعنی ایک مفعول کو چاہتا ہے۔ پھر کہا گیا کہ یہ خوف علم کے معنی میں ہے۔یعنی وہ دونوں یہ جانتے ہوں کہ وہ دونوں یہ جانتے ہوں یا (سمجھتے ہوں) کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور یہ حقوق خوف کے ذریعے ہوتا ہے جو ناخوشگوار امر کے وقوع کا خوف دلاتا ہے اور یہ خوف ظن کے معنی کے قریب ہے پھر کہا گیا الا یخافا پیش کے ساتھ جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا اور اس کا فاعل محذوف ہے اور وہ ولاۃ (ولی الامر)

---

[1] ۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، بیروت، دار احیاء الکتب العربی، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، حدیث نمبر: ۲۰۸۱

[2] ۔ طبرانی، المعجم الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ ابن تیمیہ۔ القاھرہ، باب العین، عطاء عن ابن عباس، ج:۱۱، ص:۱۹۳، حدیث نمبر:۱۱۴۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حکام ہیں اور اس تعبیر کو ابو عبیدہ نے اختیار کیا ہے (چنانچہ) ابو عبیدہ نے کہا کہ خدائے عزوجل کا قول فان خفتم زوجین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس خوف میں مبتلا کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ زوجین کا ارادہ کرتا یعنی اس سے زوجین کا ذاتی خوف مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ فان خافا فرماتا اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خلع سلطان کرتا ہے۔[1]

مزید لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قول فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ اس آیت میں خطاب حکام اور متوسطین (درمیان کے لوگ) مثلاً حکم وغیرہ سے ہے یا اس معاملے میں جو لوگ پڑے ہوں خواہ وہ حاکم نہ ہوں۔[2] امام رازیؒ فرماتے ہیں: آیت کے پہلے حصے میں خطاب زوجین سے ہے اور دوسرے حصے میں خطاب حکام اور آئمہ سے ہے۔ یہ قرآن مجید میں کوئی اجنبی چیز نہیں ہے۔ یہ بھی جائز ہو کہ پورا خطاب آئمہ حکام سے ہو کیونکہ وہ لینے اور دینے کا حکم دیتے ہیں، جب مسئلہ ان کی طرف لے جایا جائے۔ پس گویا وہ لینے اور دینے والے ہیں۔[3]

یہ خطاب حکام سے ہے اور (معاوضہ) لینے اور دینے کی نسبت ان حکام کی طرف اس لئے ہے کہ وہ اس لین دین کا حکم دینے والے ہیں جب کہ معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ایک قول ہے کہ خطاب ازواج سے ہے اور اس کے بعد حکام سے۔[4] اس رائے کو علامہ زمخشریؒ، امام نسفیؒ، قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے اختیار کیا ہے۔[5] ان مفسرین کی آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلع کے معاملے میں حکام یا اولی الامر، سلطان یا قاضی فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

www.kitabosunnat.com

---

[1] ۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:۳، ص: ۹۲

[2] ۔ ایضا

[3] ۔ مفاتح الغیب، ج:۳، ص:۱۰۸

[4] ۔ بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار فراس، س۔ن، ص:۵۰

[5] ۔ زمخشری، جار اللہ، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، لبنان۔ بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۷ء، ج:۱، ص:۳۶۷؛ النسفی، عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل و حقائق التأویل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ج:۱، ص: ۱۲۸؛ پانی پتی، محمد ثناءاللہ، التفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ۱۹۹۱ء، ج:۱، ص:۳۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالتی خلع کے بارے میں علماء کرام و مفتیان کرام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خلع چونکہ زوجین کی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے چونکہ عدالتی نظام میں تنسیخ نکاح کی وجوہات بیان کر کے عدالت سے خلع لیا جاتا ہے اس میں شوہر کی رضامندی کو بھی مد نظر نہیں رکھا جاتا اور نہ شوہر کی جانب سے دئے جانے والے مہر اور دیگر جائیداد و تحائف واپس کئے جاتے ہیں اس لئے یہ سراسر شرعی احکامات سے متصادم ہیں۔ اور فاضل ججز شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی خلع کی ڈگری جاری کر دیتے ہیں جو درست شرعی طریقہ نہیں، لہذا فقہاء کی آراء میں عدالتی نظام کے تحت شوہر اور بیوی کے درمیان تنسیخ نکاح کے جن مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے وہ فسخ نکاح ہے خلع نہیں ہے۔

جسٹس ایس اے محمود نے خلع کے مشہور مقدمہ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین کے فیصلہ میں اس حوالے سے اپنے دلائل کچھ یوں دیئے:

قرآن کی آیت مبارکہ ۲۲۹ اور اس کی تفسیر اور ان خفتم کی صراحت فرمائی ہے کہ تم کے لفظ سے اولی الامر کی طرف اشارہ ہے اگر خاوند بیوی کے مطالبہ پر علیحدگی سے انکار کر دے تو قاضی کی مداخلت ضروری ہو جاتی ہے۔

خلع ایک حق ہے جو بیوی کو دیا گیا ہے اور اس بابت کتاب فرق الزواج فی مذاہب الاسلامیہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بیوی کا خلع کا حق قاضی کے اس نتیجہ پر پہنچنے پر انحصار کرتا ہے کہ میاں بیوی حدود اللہ میں نہ رہ سکتے ہوں۔

طلاق وہ حق ہے جو مرد کا ہے جبکہ خلع عورت مانگتی ہے اور قاضی کسی بدلہ کے عوض اسے مؤثر کرتا ہے دونوں کا نتیجہ شادی کے خاتمہ کی صورت میں نکلتا ہے لیکن اثرات مختلف ہیں خلع کی صورت میں قاضی مناسب وجوہات کی بنیاد پر خاوند کی مرضی کے خلاف شادی فسخ کرتا ہے اور مرد کے طلاق نہ دینے کے باوجود شادی ختم ہو جاتی ہے۔[1] لہذا خلع دو طرح سے ہو سکتا ہے۔۔

۱۔ باہم رضامندی سے

۲۔ قاضی یا عدالت کے حکم سے

---

[1] ۔ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی، ۱۹۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں قائم عدالتی نظام میں تمام عدالتی سطحوں پر جن ججز کا تقرر کیا جاتا ہے وہ قاضی ہی کے مترادف ہیں جو کہ طلاق و خلع کے معاملات کے فیصلہ مسلم قوانین میں بیان کردہ بنیادوں ہی پر فیصلہ کرتے ہیں۔ اور یہ اس کے دائرہ اختیار میں ہے۔ امام سرخسیؒ قاضی کے اختیارات کے بارے میں لکھتے ہیں: قاضی کے پاس علیحدگی مؤثر کرکے ظلم روکنے کی طاقت ہوتی ہے۔[1]

اس کیس میں ججز نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ جہاں خلع کے معاملے میں زوجین میں کوئی معاملہ طے نہ ہو اور شوہر خلع دینے پر راضی نہ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خلع کی ڈگری جاری کردے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ بیوی کو بھلے طریقے سے روکے یا رکھے یا پھر اسے اچھے طریقے پر رخصت کردے۔ اگر شوہر ایسا نہیں کرتا تو پھر اس کی جگہ قاضی ایسا کرے گا۔ شوہر کا عورت کے مطالبہ پر اسے طلاق نہ دینا عورت پر ظلم ہے تو پھر ایسی صورت میں قاضی فیصلہ کرے گا اور یہ قاضی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ شادی فسخ کروادے۔

فیڈرل شریعت کورٹ نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بارے میں تفصیلا دلائل دینے کے بعد فیصلہ دیا کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ اور فقہاء کرام کے دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر زوجین میں مفاہمت کی کوششیں ناکام ہوجائیں تو پھر عدالت خلع کی ڈگری جاری کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔[2]

---

[1] سرخسی، شمس الدین، امام، المبسوط، مصر، مطبعۃ السعادہ، س۔ن، ج:۵، ص: ۲۷۵

[2] Under Article 203-D of the Constitution of Pakistan the Federal Shariat Court has the powers to examine and decide whether or not any law or provision of law is repugnant to the Injunctions of Islam, as laid down in the Qur□an and the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him). Certain laws are, however, excluded from the jurisdiction of the FSC. These are: Constitutional Laws and procedural laws. Muslim Personal Laws were also excluded in Article 203-B(c) but the Shariat Appellate Bench, which hears appeals against the decisions of the FSC, interpreted Muslim Personal Laws to mean un-codified personal laws thereby allowing the FSC to have jurisdiction in codified personal law cases. See, *Dr. Mahmood-ur-Rahman Faisal v.Government of Pakistan*, PLD 1994 SC 607 (SAB) at 620-21. This case overruled *Farishta v. The Federation of Pakistan*, PLD 1980 Pesh. 47 (Shariat).

Para 7. These were six Shariat Petitions bearing No.S.P.3/L-2005, S.P.2/L-2006, S.P. 1/K-2007, S.P. 2/K-2007, S.P.3/K-2007, and 7/I-2007, respectively. The judgment was delivered on 25 August 2009, and is unreported. At the time

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(تفصیلات کے لئے حوالہ جات [1]، [2]، [3]، [4]، [5]، [6] ملاحظہ ہوں)

مولانا مودودیؒ ججز کے اختیار کے بارے میں لکھتے ہیں: خلع کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ عورت اپنا پورا مہر یا اس کا ایک حصہ پیش کر کے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور مرد اس کو قبول کر کے طلاق دے دے۔ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ [7] کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں جو معاملہ گھر کے اندر طے ہو سکتا ہے۔ اسلام اسے عدالت میں لے جانا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اگر عورت فدیہ پیش کرے اور مرد قبول نہ کرے تو اس صورت میں عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں خِفْتُم کا خطاب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے اولی الامر ہی کی طرف ہے چونکہ اولی الامر کا اولین فرض حدود اللہ کی حفاظت ہے، اس لئے ان پر لازم ہو گا کہ جب حدود اللہ کے

---

of writing this work the decision was pending in the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court as Civil Shariat Appeal No. 1 of 2009 and Civil Shariat Appeal No. 2 of 2009. The author has obtained both hard and soft copies of the decision.

[1]. Para 7. These were six Shariat Petitions bearing No.S.P.3/L-2005, S.P.2/L-2006, S.P. 1/K-2007, S.P. 2/K-2007, S.P.3/K-2007, and 7/I-2007, respectively. The judgment was delivered on 25 August 2009, and is unreported. At the time of writing this work the decision was pending in the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court as Civil Shariat Appeal No. 1 of 2009 and Civil Shariat Appeal No. 2 of 2009.

[2]. Para 15. *Per* J Dr. Fida Muhammad Khan. Other members of the Bench were Haziqul Khairi CJ, and
Salahuddin Mirza J.

[3]. Para 15. *Per* J Dr. Fida Muhammad Khan. Other members of the Bench were Haziqul Khairi CJ, and
Salahuddin Mirza J.

[4]. Para 21.

[5]. Para 22.

[6]. Muhammad Munir, THE LAW OF *KHUL' IN* ISLAMIC LAW AND THE LEGAL SYSTEM OF PAKISTAN: THE *SUNNAH* OF THE PROPHET OR JUDICIAL *IJTIHAD*? P:34

[7]۔ البقرہ: ۲۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹوٹنے کا خوف محقق ہو جائے تو عورت کو اس کا وہ حق دلوا دیں جو انہی حدود کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے۔[1]

حافظ صلاح الدین ثابت بن قیسؓ کی زوجہ کی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں خلع کی درخواست کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب بد شکل ہونے کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو خلع کا حق دے دیا، جب کہ یہ انسان کے اپنے اختیار کا معاملہ بھی نہیں تو جو خاوند اپنے اختیار سے عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ کرے یا اسے نان ونفقہ مہیا نہ کرے یا وہ اس کے جنسی حقوق ادا نہ کرے، یا ادا کرنے کے قابل ہی نہ ہو تو پھر عورت ایسے خاوند سے علیحدگی کیوں اختیار کر سکتی؟ یقیناً کر سکتی ہے۔ اسلام نے ہر ظلم کا راستہ بند کیا ہے تو عورتوں پر ظلم کا راستہ وہ کیوں بند نہیں کرتا۔ عورت کا خلع کا یہ حق اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا انسداد کر سکے۔[2]

قاضی شریعت کے مقاصد کو قائم رکھنے کے لئے زوجین میں خلع کے بارے میں پیدا ہونے والے تنازعہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار کرتا ہے۔ لیکن اگر شوہر عدالت کا حکم ماننے سے انکار کر دے تو ایسی صورت میں کیا عدالت جبراً اپنا حکم نافذ کر سکتی ہے۔

مولانا مودودی رقمطراز ہیں: نبی کریم ﷺ نے کوئی فیصلہ صادر کیا ہو اور کسی نے اس سے سرتابی کی جرأت کی ہو اس کی کوئی مثال عہد نبوی ﷺ میں موجود نہیں۔ لیکن سیدنا علیؓ کے اس فیصلہ پر ہم قیاس کر سکتے ہیں۔ جس میں آپؓ نے ایک ہٹ دھرم شوہر سے فرمایا تھا لست ببارح حتیٰ ترضی بمثل مارضیت بہ۔ یعنی تجھے نہ چھوڑا جائے گا جب تک تو بھی اسی طرح حکمین کا فیصلہ قبول کرنے پر راضی نہیں ہو جس طرح عورت راضی ہے۔ اگر قاضی ایک شوہر کو حکمین کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار پر حراست میں رکھ سکتا ہے تو وہ خود اپنا فیصلہ منوانے کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ قوت استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کے تمام معاملات میں سے صرف ایک خلع ہی کا مسئلہ ایسا ہو جسے قاضی کے اس حق

---

[1] ۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، حقوق الزوجین، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۹ء، ص: ۶۲

[2] ۔ صلاح الدین یوسف، حافظ، عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، لاہور، دار السلام، ص: ۲۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ فقہ کی کتابوں میں متعدد جزئیات ایسے ملتے ہیں جن میں قاضی کو اختیار دیا ہے کہ اگر شوہر اس کے حکم سے طلاق نہ دے تو قاضی خود تفریق کروادے۔ پھر کیوں نہ خلع کے مسئلہ میں بھی قاضی کو یہ اختیار حاصل ہو۔[1]

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: فقہاء کے نزدیک خلع کے لئے حاکم وقت کی موجودگی ضروری نہ ہونے کا صرف یہ مطلب لیا جائے گا کہ فریقین باہمی رضامندی سے خلع کرنا چاہیں تو اس کے جواز کے لئے حکم حاکم یا قاضی کی شرط نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کرنا چاہیں تو اس کو فقہی اصطلاح میں مبارات کہا گیا ہے جو خلع کے حکم میں ہے۔ لیکن اگر فریقین میں ناچاقی ہو تو اس کا فیصلہ کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور خلع کرنا چاہے کوئی تیسرا شخص ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ اگر عورت رشتہ زوجیت کو منقطع کرنا چاہے اور مرد کو اس کا بدل دینے کے لئے آمادہ ہو تو اسلام مذکورہ شرائط کے ساتھ عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ حاکم وقت یا اس کی قائم کردہ عدالت میں حاضر ہو کہ استغاثہ پیش کرے اور بذریعہ عدالت شوہر سے خلع حاصل کرے۔ قرآن کی آیت فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ اور ثابت بن قیسؓ کو رسول کریم کا حکم دینا کہ تم اپنا باغ (یا دو باغ) واپس لے لو اور زوجہ کو طلاق دے دو، اس امر کا بین ثبوت ہے کہ زوجین میں ناچاقی کی صورت میں عورت کی درخواست پر خلع کرانا عدالت کا فرض ہے کہ جبکہ وہ اس پر مطمئن ہو جائے کہ فریقین کے لئے باہمی مباشرت میں احکام خداوندی کی پابندی کرنا ممکن نہیں ہے۔ ثابت بن قیسؓ کے معاملے میں رسول کریم ﷺ کا فیصلہ یقیناً اسلام کے سب سے پہلے قاضی کی حیثیت میں تھا۔[2]

خلع کا حق اسلام نے عطا فرمایا ہے اور قانون عورت کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا لیکن ایسے اقدامات ضرور کئے جا سکتے ہیں جن کی وجہ سے اس قانون کا غیر ضروری اور بے جا استعمال کم کیا جا سکے اور یہ اقدامات بھی عصری معاشرتی صورتحال کے تناظر میں کئے جائیں۔ یہ نہ کہ اس اجازت کو جواز بنا کر خلع کو اس قدر آسان کر دیا جائے کہ خاندان کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے۔

---

[1] ۔ حقوق زوجین: ص: ۷۵۔۷۶

[2] ۔ مجموعہ قوانین اسلام،، ج: ۲، ص: ۵۹۲۔۵۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشوز عورتیں بلا وجہ خلع کی طالب ہوں تو ضروری ہے کہ ان سے حق مہر یا اس سے زیادہ دیا ہوا سامان وغیرہ واپس لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نشوز عورتیں اپنے شوہر تبدیل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ اور معاشرتی بگاڑ کا موجب بنتی ہیں۔ لہذا ایسے میں خلع کی ڈگری دیتے ہوئے عدالتوں کو مرد اور عورت کے کردار پر غور کر کے فیصلہ کرنا شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے مترادف ہو گا۔ اور اس سلسلے میں عدالتوں کے لئے شرعی احکامات پر مناسب قانون سازی کی ضرورت ہے۔ نیز عدالتوں کو قانون سازی کے باوجود بصیرت سے فیصلے کرنا معاشرتی استحکام کے لئے ضروری ہے۔[1]

پاکستان کی عدالتی صورتحال اور مقدمات خلع و تنسیخ نکاح:

ہماری عدالتوں میں جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں ان کے فیصلوں میں خلع اور فسخ نکاح کے مابین فرق نہیں کیا جاتا۔ عدالتوں میں عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف مقدمات درج کرواتیں ہیں اور جج کی طرف سے فیصلہ آتا ہے وہ خلع کا ہوتا ہے، اسلام میں خلع کی بھی حقیقت ہے اور تنسیخ نکاح کی بھی حقیقت ہے، البتہ ان دونوں میں فرق ہے، خلع کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں، جبکہ تنسیخ کے لیے مخصوص اسباب ہیں جن کے بغیر جج تنسیخ نکاح کا فیصلہ نہیں کر سکتا، نیز تنسیخ کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں جبکہ خلع کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری ہے،

خلع اور فسخ نکاح کے باب میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش یہ ہے کہ عدالتیں دونوں میں فرق کریں[2]

خلع کے عدالتی طریقہ کار کے حوالے سے دینی حلقے میں جو اشکالات موجود ہیں انھیں دور کرنے کے لئے

تجویز:

کورٹ سے جاری شدہ خلع نامہ پر شوہر رضامندی کا اظہار کر دے یا اس پر دستخط کر دے تو یہ بھی اسکی طرف سے خلع ہے، اور بایں طرح عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اگر شوہر اس سے تین طلاقوں کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور بایں صورت عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں

---

[1] ۔ ایضا، ص:۲۱۶

[2] ۔ اسلامی نظریاتی کونسل ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء، اجلاس نمبر: ۱۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے:(وحكمه) وقوع الطلاق البائن كذا فی التبيين.وتصح نية الثلاث فيه.[1] خلع میں جس طرح شوہر کا قبول کرنا ضروری ہے اسی طرح عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے محض شوہر کے خلع دینے یا عورت کے علیحدگی کا فیصلہ کر لینے سے خلع نہیں ہوتی۔لہذا زوجین یا ان میں سے کسی ایک کی عدم رضا و بلا اجازت کورٹ سے خلع یا طلاق حاصل کی جائے تو وہ شرعی معیار کے مطابق نہیں۔چنانچہ عدالت مخصوص اسباب کے پیشِ نظر بعض صورتوں میں نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔مثلاً:شوہر بیوی کو نفقہ نہ دیتا ہو یا بلا وجہ مار پیٹ کرتا ہو، حقوقِ زوجیت ادا نہ کرتا ہو، اسے معلق حالت میں روکے رکھنا چاہتا ہو ،کہ نہ اسے بیوی کے طور پر رکھے ،نہ ہی طلاق دے کر آزاد کرے، عورت جوان ہے اور شوہر ایسے موذی مرض میں مبتلا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہیں، یا اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتا اور عورت کی اس صورتِ حال کی بنا پر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے عورت جوان ہے اور شوہر کو دس ،پندرہ، بیس سال یا عمر قید کی سزا ہو گئی ہے اور عورت کے لئے اپنے نفس پر قابو پانا دشوار ہے، اس کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔درج بالا اسباب اگر مبرھن ہوں اور ان اسباب کے پیشِ نظر جج حکم خلع دے جو کہ تنسیخ نکاح کے معنٰی میں ہے تو اسکے نفاذ کا حکم دیا جائے گا۔اور نوے (90) دنوں کے بعد دونوں میں علیحدگی متصور ہو گی۔اور وہ عورت عدت کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

مشاہدے میں آیا ہے کہ عدالتوں کے فیصلے بعض اوقات خلع پر مبنی ہوتے ہیں اور جج خلع کا فیصلہ لکھتا ہے ،حالانکہ اکثر مقدمات میں شوہر پیش بھی نہیں ہوتا، اور کئی مقدمات ایسے ہیں بھی ہوتے ہیں جن میں شوہر کا پتہ ہی غلط لکھوایا جاتا ہے، لہذا دیکھا جائے گا: اگر کورٹ میں گواہوں سے ان اسباب کو جن کو اصحابِ فقہ نے بیان کیا ثابت کیا گیا اور جج نے ان گواہوں کے پیشِ نظر فیصلہ کیا اگرچہ اسمیں تنسیخ کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ خلع کا لفظ استعمال کیا تو اس خلع کو تنسیخ کے معنٰی میں لیا جائے اور جو یہ حکم دیں کہ تنسیخ نکاح ہو گئی۔

---

[1] لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، فتاوى هندية، دار الفكر، ۱۳۱۰ھ، كتاب الطلاق، الباب الخلع وما فی حكمه و، ج:۱، ص:۴۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کورٹ میں شہادتیں پیش نہیں ہوئی اور بغیر شہادتوں کے فقط عورت کے کہنے پر اسکو مان لیا گیا اور چند ایک پیشیوں کے بعد خلع کا فیصلہ کر دیا گیا اور شوہر عدالت میں پیش بھی ہو جائے لیکن خلع دینے پر رضامند نہ ہو تب بھی عدالت اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے خلع کا فیصلہ دے دیا جائے تاکہ عورت کو ضرر سے محفوظ رکھا جاسکے۔

خلع کے مقدمہ میں دراصل یہ سوال قاضی کے لئے تنقیح طلب ہے ہی نہیں کہ عورت آیا جائز ضرورت کی بنا پر طالب خلع ہے یا محض نفسانی خواہشات کے لئے علیحدگی چاہتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ اور خلفائے راشدین ہونے کی حیثیت سے جب مقدمات خلع کی سماعت کی تو اس سوال کو بالکل نظر انداز کر دیا کیونکہ اول تو اس بات کی تحقیق کرنا کسی قاضی کے بس کا کام نہیں۔ دوسرے خلع کا حق عورت کے لئے اس حق کے مقابلے میں ہے جو مرد کو طلاق کی صورت میں دیا گیا۔ اور ذواقیت کا احتمال دونوں صورتوں میں یکساں ہے۔ مگر مرد کے حق طلاق کو قانون میں اس قید کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے کہ وہ ذواقیت کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ تیسرے بات یہ ہے کہ کوئی طالب خلع عورت دو حال سے خالی نہ ہو گی یا فی الحقیقت خلع کی جائز ضرورت رکھتی ہو گی یا محض ذواقہ ہو گی اگر پہلی صورت ہے تو اس کے مطالبے کو رد کرنا ظلم ہو گا اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کو خلع نہ دلوانے سے شریعت کے اہم مقاصد فوت ہو جائیں گے۔[1]

مولانا کلیم اللہ عمری مدنی لکھتے ہیں: خلع زوجین کی رضامندی سے ہو گا، البتہ معاملہ رضامندی سے حل نہ ہونے کی صورت میں قاضی وقت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد شقاق کی وجہ سے خلع کا فیصلہ کر دے، استدلال میں یہ حدیث: اقبل الحديقة وطلقها تطليقة پیش فرمایا ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں قاضی خود فیصلہ کرے یا حکمین کا تقرر کرے اور وہ فیصلہ کر دیں۔[2]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ آیت (البقرہ: ۲۲۹) خلع میں خود زوجین کا ذکر تو غائب کے صیغوں کے ساتھ کیا گیا ہے لہذا الفاظ ان خفتم کے مخاطب مسلمانوں کے اولی الامر ہیں اور حکم منشاء یہ ہے کہ اگر خلع

---

[1] ۔ حقوق الزوجین، ص: ۷۰

[2] ۔ شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، ص: ۴۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر زوجین میں باہمی رضامندی حاصل نہ ہو تو اولی الامر کی طرف رجوع کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے پاس خلع کے دعوے لے کر عورتوں کا آنا اور آپ ﷺ کا ان کی سماعت کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ جب زوجین میں خلع پر راضی نامہ نہ ہو سکے تو عورت کو قاضی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اب اگر فی الواقع قاضی اس معاملہ میں صرف سماعت کا اختیار رکھتا ہو مگر مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں اس سے اپنا فیصلہ منوانے کا اقتدار نہ رکھتا ہو تو قاضی کو مرجع قرار دینا سرے سے فضول ہی ہو گا کیونکہ اس کے پاس جانے کا نتیجہ بھی وہی ہو گا جو نہ جانے کا ہے۔[1]

عدالت میں مقدمہ دائر کرتے وقت ہی اگر عورت کو اس حوالے سے راہنمائی دی جائے کہ خلع اور فسخ نکاح میں کیا فرق ہے؟ کن حالات میں کس نوعیت کا مقدمہ قائم کیا جائے؟ اس حوالے سے کیا دشواریاں پیش آسکتی ہیں اس بارے میں بھی آگاہ کیا جائے۔ ہمارے ملک میں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ عورت تو عورت مردوں کی اکثریت کو بھی خلع و تنسیخ نکاح میں فرق معلوم نہیں ہوتا اس کا ایک باعث جہاں ناخواندگی ہے تو دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس قانونی و فقہی معاملات کا فہم بھی نہ ہونے کے برابر رکھتے ہیں اگر کوئی تعلیم یافتہ ہے بھی تو ان قانونی نکات و مباحث سے واقفیت نہیں لہذا اس حوالے سے وکلاء و قانونی ماہرین کا یہ فرض اولین بنتا ہے کہ جب عورت یا اس کے اولیاء ان سے قانونی راہنمائی کے لئے آتے ہیں تو انہیں خلع اور تنسیخ نکاح میں فرق اور عدالتی طریقہ کار کے بارے میں واقفیت دیں۔ کیونکہ جب حالات ناگزیر صورت اختیار کرتے ہیں تب ہی عورت یا اس کے ورثاء وکلاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اس وقت ان کا مقصد صرف عدالت کے ذریعے فریقین کے درمیان تفریق کروانا، عورت کو خلع یا نکاح کی تنسیخ کروانا ہوتا ہے۔ عوام الناس کو اس حوالے سے شعور نہیں ہوتا چنانچہ وکلاء جیسے کہتے ہیں وہ اپنے مقدمے کے لئے دائر درخواست میں اسی مؤقف کو اختیار کرتے ہیں۔ جب ابتدائی طور پر انہیں اس بارے میں واقفیت دی جائے گی تو اس کے بعد عورت یا اس کے ورثا جس قانون کے تحت مقدمہ دائر کرنا چاہیں اس کے تحت دائر کیا جائے۔

عدالتی کاروائی کے دوران ججز اس بات کو یقینی بنائیں کہ فریقین یا ان کے وکلاء یا ورثا عدالت میں موجود

---

[1] ۔ حقوق الزوجین، ص: ۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ یک طرفہ کاروائی سے حتی المقدر و اجتناب برتا جائے۔ اگر شوہر خلع یا تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں بار بار کے نوٹسز وصول پانے کے باوجود پیش نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں جب وہ پیش نہیں ہوتا تو جج پر لازم ہے کہ قوت مملکت ہونے کے ناتے وہ پولیس کو پابند کرے کہ شوہر کو عدالت میں پیش کیا جائے نیز اس سلسلے میں قانون سازی اور ججز کو اختیارات سے نوازنا حکومت کی ذمے داری ہے۔

خلع کے مقدمہ میں اسباب و وجوہ کی تحقیق کرنا قاضی یا جج پر لازم نہیں لہذا اگر عدالت کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ اب عورت اپنے شوہر کے ساتھ مزید نہیں رہنا چاہتی اور ان کے درمیان تعلقات کی نوعیت اس نہج پر ہے کہ فریقین اب حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ لہذا عدالت خلع کا حکم صادر کرے گی اور عورت اپنے شوہر کو وصول شدہ مہر واپس کرنے کی پابند ہو گی اور اگر شوہر نے مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ اس سے محروم رہے گی۔ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے اگر شوہر خلع دینے پر راضی نہ ہو تو عدالت کو چاہیے کہ ترغیب و ترہیب سے جس میں شوہر کو تعزیراً حوالات میں بھی رکھا جا سکتا ہے شوہر کو طلاق پر آمادہ کیا جائے۔ اب اگر شوہر خلع کے مقدمہ میں خلع پر راضی نہیں ہے تو عدالت جبراً اپنا فیصلہ نافذ کر سکتی ہے امام مالکؒ نے حکمین کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ زوجین کے مابین مصالحت کرا سکتے ہیں اور تفریق کا بھی اختیار ہے۔ خواہ اس میں شوہر کی اجازت نہ ہو اگر حکمین اصلاح نہ کروا سکیں تو پھر وہ اس کی رپورٹ قاضی کو پیش کریں گے اور وہ ان کے مابین تفریق کروا دے گا۔[1]

(لہذا اگر حکمین اس بات کا اختیار رکھتے ہیں تو قاضی یا جج بدرجہ اولیٰ اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ وہ حق کی وصولی کے لئے دوسرے فریق پر جبراً اپنا حکم نافذ کر دے۔ کیونکہ ان کا کام حدود کا قیام اور حقوق کی حفاظت و دستیابی ہوتا ہے۔) کیونکہ اس سے عورت کو دیا جانے ولا حق متاثر ہوتا ہے۔ نیز اگر شوہر یا اس کا وکیل یا ورثا نوٹسز وصول پانے کے باوجود عدالتی کاروائی میں مسلسل غیر حاضر رہتے ہیں یا انہوں نے جواب دعویٰ داخل نہیں کیا ہے تو ایسی صورت میں عدالت فسخ نکاح کا حکم جاری کر دے۔ اور فسخ نکاح کے اسباب پر ہی اس کو محمول کیا جائے۔ نیز جو مقدمہ تنسیخ نکاح کے تحت دائر کیا جائے اس کے فیصلہ میں خلع کا حکم نہ دیا جائے۔

---

[1] ۔ الحلی، جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام، بیروت۔ لبنان، منشورات مکتبہ دار الحیاۃ، س۔ن، ج:۲، ص:۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عموماً خلع و طلاق کے کچھ مقدمات کے فیصلے یکطرفہ ہوتے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ فریق مخالف مدعی کو تنگ کرنے، ان سے انتقام لینے، ان کے خاندان کی تذلیل کرنے اور عدالت میں خوار کرنے یا اپنی عزت اور خوف کی وجہ سے عدالت کا سامنا نہیں کرتا یا سمجھتا ہے کہ وہ عدالت چلا بھی جائے تو خلع کو روک نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی اپنا اور فریق مخالفت کا غلط پتہ تحریر کر کے مجاز عدالت کی بجائے کسی دوسری عدالت سے یکطرفہ فیصلہ اور من پسند یونین کونسل سے طلاق کنفرمیشن سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتا ہے۔ علماء کرام یک طرفہ عدالتی خلع کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری کر بھی دے تب بھی وہ فتوٰی یہ دیتے ہیں کہ زوجین میں تفریق نہیں ہوئی۔ بہت سے مقدمات کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اگر کچھ عرصہ کے بعد فریقین میں مصالحت ہو جائے تو وہ اس بارے میں فتوٰی لیتے ہیں کہ آیا یک طرفہ عدالتی فیصلے کے بعد بھی وہ میاں اور بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں یا نہیں ایسے میں انہیں فتوٰی دیا جاتا ہے کہ یک طرفہ طور پر عدالتی فیصلے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ زوجین کے مابین رشتہ مناکحت قائم ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں: شرعاً صحیح فیصلہ کی صورت یہ ہے عورت کے دعوی دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے۔ اگر وہ اس کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اسکے دعوی پر شہادتیں طلب کرے، اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے، اگر تمام کاروائی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ اور مظلومہ عورت کی گلو خلاصی نہ ہو تو عدالت از خود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر دے، اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔[1]

عدالت کو خلع کے پس پردہ عورت کی مجبوری یا عورت کی طرف سے زیادتی یا نفرت کے تمام پہلوؤں کو زیر غور لانا ضروری ہو گا۔ جو شریعت کی بنیاد ہے، خلع کی بنیاد پر تنسیخ میں عورت کو حق مہر یا نان و نفقہ

---

[1] ۔ لدھیانوی، محمد یوسف، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کراچی، مکتبہ بینات، بنوری ٹاؤن، ج:۵، ص: ۳۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں دیا جاسکتا۔[1]

خلع کا حق عورت کو بذریعہ عدالت حاصل کرنا ہوتا ہے، اور اس میں عورت کو اسلامی شریعت میں پابند کیا گیا ہے کہ وہ حق مہر واپس کرے، یا کوئی بھی تحفہ جو اس نے خاوند سے حاصل کر لیا ہو یا دونوں واپس کرے۔[2]

خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے لیکن اگر زوجین میں اس حوالے سے تنازعہ ہوتا ہے تو پھر عورت عدالت کے ذریعے خلع حاصل کر سکتی ہے اور اسے مہر یا وہ رقم جس پر شوہر رضامند ہو خلع لے سکتی ہے۔ شوہر کی جانب سے خلع نہ دینے کی صورت میں آیا عدالت یک طرفہ طور پر فیصلہ کر سکتی ہے یا نہیں اور اس یک طرفہ عدالتی فیصلہ کی کیا حیثیت ہے؟۔ ذیل میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

یک طرفہ عدالتی خلع کی شرعی حیثیت:

یک طرفہ عدالتی خلع کے فیصلہ کی شرعی حیثیت میں قضاء علی الغائب کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، جن مسالک فقہ میں قضاء علی الغائب کا جواز نہیں وہ یک طرفہ عدالتی فیصلہ کے جواز کے قائل نہیں اور جن مسالک فقہ میں قضاء علی الغائب جائز ہے وہ یک طرفہ عدالتی فیصلہ کے قائل ہیں۔ اس حوالے سے ان مسالک فقہ کی آراء کو پیش کیا جاتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر: امام کاسانیؒ قضاء علی الغائب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جملہ شرائط میں سے یہ شرط خاص ہے کہ مدعا علیہ فیصلے کے وقت عدالت میں حاضر ہو۔ اگر غیر حاضر ہو تو اس کے حق میں فیصلہ کرنا جائز نہ ہوگا البتہ اگر اس کا نائب حاضر ہو تو پھر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہوتا اسی طرح غیر حاضر فریق کے حق میں فیصلہ کرنا بھی جائز نہیں۔[3]

ایک شرط یہ ہے کہ مسئلے کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو قاضی سے فیصلے کے لئے نالش کی جائے۔ اس لئے کہ عدالتی فیصلہ حق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور وہ اس کا حق ہے اور انسان کو اس کا حق اس کی طلب

---

[1] .1991 MLD 1732
[2] PLD 2000 Kar.498

[3] ۔ بدائع الصنائع، ج:۷، ص: ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر نہیں دلوایا جاتا۔

محکوم علیہ سے متعلق صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ حاضر عدالت ہو کیونکہ غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر اس کا نائب حاضر ہو تو پھر فیصلہ کرنا جائز ہے۔[1]

احناف کے دلائل: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم دو فریقوں میں سے کسی کے لئے اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ تم دوسرے کا کلام نہ سن لو۔[2]

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے قاضی کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ مدعا اور مدعا علیہ دونوں فریقوں کے بیانات سنے بغیر فیصلہ کرنے سے نہ کرے۔ حدیث مبارکہ: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا مقدمے کے دونوں فریقین کا حاکم یا قاضی کے سامنے بٹھانا چاہیے۔[3]

ان دونوں احادیث سے احناف استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا نقطہ نظر: مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ قضاء علی الغائب کے جواز کے قائل ہیں کہ مدعا علیہ کی عدم موجودگی میں مدعی کے قول پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ ابن رشدؒ لکھتے ہیں: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی غیابت بعید ہو (یعنی شرعی سفر یا اس سے زیادہ ہو) تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مالکیہ میں سے ابن ماجشون نے احناف کا مسلک اختیار کیا ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ ھندؓ کی حدیث قضاء علی الغائب کے معاملہ میں حجت نہیں ہے، کیونکہ ابو سفیان تو شہر سے غائب نہیں تھے بلکہ وہ تو وہیں موجود تھے۔[4]

دلائل: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے آکر کہا کہ ابو سفیان کنجوس آدمی ہے وہ مجھے

---

[1] ۔ ایضاً، کتاب الدعوی؛ ابن الھمام، کمال الدین، فتح القدیر، بیروت۔ لبنان، دار احیاء، ۱۹۸۶ء، ج:۶، ص:۴۰۰؛ المرغینانی، برھان الدین، الھدایہ، بیروت۔ لبنان، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۵ء، ج:۳، ص: ۱۰۷

[2] ۔ سنن ترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی القاضی لا یقتضی بین الخصمین حتی یسمع کلا مھما، ج: ۳، ص: ۶۰۹؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیہ، باب کیف القضاء، ج: ۳، ص:۳۰۰

[3] ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیہ، باب کیف یجلس الخصمان بین یدی القاضی، ج:۳، ص:۳۰۱

[4] ۔ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، لاہور، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۸۴ء، ج:۲، ص: ۳۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور میرے بچوں کو کافی خرچ نہیں دیتا سوائے اس کے کہ اس کے علم کے بغیر میں خود اس کے مال سے لوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معروف طریقے سے جتنا تمھارے لئے اور تمھارے بچوں کے لئے کافی ہو اتنا لے لیا کرو۔[1]

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی حدیث کے تحت یہ عنوان باندھا ہے: القضاء علی الغائب، جب کہ دوسری جگہ اس حدیث کا عنوان یہ قائم کیا ہے: من رأی للقاضی ان یحکم بعلمه فی هو الناس اذا لم یخف الظنون و التهمة وکان امرا مشهود (ان لوگوں کی رائے جو یہ کہتے ہیں کہ قاضی کو اس بات کا حق ہے کہ اگر شکوک و شبہات اور اتہام کا خدشہ نہ ہو اور معاملہ واضح ہو تو اپنے علم کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے۔)

ابن حجرؒ اس بارے میں لکھتے ہیں: اس بارے میں اتفاق رائے ہے کہ صرف حقوق العباد میں ایسا کرنا (قضاء علی الغائب) جائز ہے حقوق اللہ میں نہیں۔ بنابریں اگر غائب پر سرقہ کی گواہی دی گئی تو اس پر مال دینے کا حکم تو صادر آئے گا مگر ہاتھ کاٹنے کا نہیں، ابن بطالؒ، مالکؒ، لیثؒ، شافعیؒ، ابو عبید اور ایک جماعت کی یہی رائے ہے کہ اگر غیر حاضر شخص کا معاملہ زمین یا جائیداد وغیرہ کا ہو اور اس کے پاس اپنے حق میں دلائل ہونے کا امکان ہو تو ایسی صورت میں اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ نہیں ہو سکتا الا یہ کہ وہ بہت لمبی مدت سے غائب اور لاپتہ ہو مگر ابن ماجشون نے اس قول کی صحت سے انکار کیا ہے کہ یہ امام مالکؒ کا نہیں ہے اور مزید کہا ہے کہ مدینہ منورہ میں قضاء علی قضاء الغائب پر مطلقاً عمل رائج تھا۔[2]

صاحب مغنی المحتاج لکھتے ہیں: وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ: صَحَّ عَنْ عُثْمَانَ الْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ -- لَا يَعْجِزُ الْمُمْتَنِعُ مِنْ الْوَفَاءِ عَنْ الْغَيْبَةِ - حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ قضاء علی الغائب کو جائز قرار دیتے تھے اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس لئے مدعی کے گواہوں کی گواہی پر مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں فیصلہ دینا بالاتفاق درست ہے۔ پس غائب پر حکم صادر کرنا ناجائز ہے حالانکہ یہ غائب کی بہ نسبت دفاع کے لحاظ سے زیادہ عاجز ہیں۔ (پس جب ان پر جائز ہے تو

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الاحکام، باب: من رأی للقاضی ان یحکم بعلمہ فی امر الناس، ج:۶، ص: ۲۶۱۷؛ باب القضاء علی لغائب، ج:۶، ص: ۲۶۲۶

[2] ۔ فتح الباری، ج:۱۳، ص:۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غائب پر بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔)

نیز اگر قضاء علی الغائب پر فیصلہ کو روکا گیا تو اس سے حقوق العباد زائل ہونے کا خطرہ ہے۔ پس حکام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ حقوق کی حفاظت کے لئے غائب پر فیصلہ کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو حق کو منصۂ شہود پر لانا ہوتا ہے۔[1]

وَشَرْطُ الْقَضَاءِ عَلَى الْغَائِبِ أَنْ يَكُونَ غَائِبًا عَنِ الْبَلَدِ أَوْ مُسْتَتِرًا لَا يُقْدَرُ عَلَيْهِ أَوْ مُتَعَذِّرًا[2]

غیر حاضر کے خلاف فیصلہ دینے میں یہ شرط شامل ہے کہ وہ شہر یا ملک سے غائب ہو، یا چھپا ہوا ہو اور اسے تلاش نہ کیا جا سکے یا وہ حاضر ہونے سے اجتناب کر رہا ہو۔ حنابلہ اور شوافع بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے۔[3]

قضاء علی الغائب پر فقہاء کرام کی آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو فقہاء قضاء علی الغائب کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر یہ معاملہ ہے اگر غائب شخص شہر میں موجود ہو اور حاکم نے فیصلہ صادر کر دیا بعد ازاں مدعا علیہ حاضر ہو گیا اور اس نے مدعی کے قول اور گواہوں کے صدق کو جھٹلایا اور اس بارے میں دلائل بھی پیش کئے تو ایسی صورت میں حاکم یا قاضی کا یک طرفہ فیصلہ کرنا ناجائز ہے۔ جب کے وہ فقہاء جو اس قضاء علی الغائب کے جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر حقوق کا تحفظ اور ضرر کو رفع کرنا ہے۔ لہذا عدالتی معاملات میں جب عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ مدعا علیہ کے عدالت میں پیش نہ ہونے کے باعث حقوق کا تحفظ اور عدل و انصاف کی فراہمی معطل ہو رہی تو قضاء علی الغائب پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جائے گا۔

ہمارے عائلی عدالتی نظام میں جو مسائل خواتین کو درپیش ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ جب خواتین خلع، تنسیخ نکاح، نان و نفقہ کی فراہمی یا بچوں کی حضانت، مہر کی وصولی، سامان جہیز کی واپسی

---

[1] مغنی المحتاج، ج:۶، ص:۳۰۸

[2] نووی، ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي - بیروت، 1392، ج:۱۲، ص:۸

[3] ابن قدامہ، ابو محمد، المغنی، دار عالم الکتب، السعودیہ، ۱۹۹۹م، ج:۱۴، ص: ۹۳-۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مقدمات دائر کرتی ہیں تو فریق مخالف اکثر اوقات انتقام کی خاطر یا مقدمے کو طول دینے کے لئے یا بعض اوقات اس وجہ سے کہ وہ عدالت میں پیش ہو یا نہ ہو عدالت کا فیصلہ مدعی کے حق ہی میں آئے گا عدالت سے جاری ہونے والے نوٹسز کی وصولی کے باوجود مدعا علیہ عدالت کے روبرو پیش ہی نہیں ہوتا ایسے میں جہاں فاضل عدالت کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے وہیں مدعی کو بھی نفسیاتی، مالی، معاشرتی و قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان حالات میں عدالت یک طرفہ طور پر فیصلہ صادر کرنے کا اختیار رکھتی ہے تاکہ ظلم وزیادتی اور ضرر سے مدعی کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

اگرچہ اس کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ اس طرح مدعی بعض اوقات عدالت کو دھوکہ بھی دیتے ہیں کبھی شوہر کا ایڈریس غلط لکھوایا کر نوٹس جاری کروا کر شوہر کے علم میں لائے بغیر خلع یا فسخ نکاح یا دیگر مقدمات کے فیصلے کروالیتے ہیں۔ حقوق نسواں ایکٹ کے تحت عائلی قوانین میں کی گئی ترمیم کے بعد خلع کے کیسز کی شرح میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔[1]

اگر ان دونوں صورتوں کو مد نظر کھا جائے تو عدالتوں کے اختیارات اور قوانین کے نفاذ کی عملی صورتحال بہتر بنانے کے لئے ضروری اقدامات تجویز کئے جائیں۔ مثلاً اگر عورت کی جانب سے خلع کا مقدمہ دائر کیا گیا ہے اور شوہر نوٹسز کی وصولی کے باوجود عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تو شوہر کو عدالت میں پولیس کے ذریعے بھی طلب کیا جا سکتا ہے اور اس پر عدالت کی طلبی پر حاضر نہ ہونے پر جرمانہ عائد کیا جائے۔ اگر بوجوہ شوہر عدالت حاضری سے قاصر ہو تو اس کے ورثا یا وکیل میں سے کوئی نہ کوئی ضرور عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے دوران حاضر ہو۔ اگر اس پر عمل درآمد ممکن نہ ہو سکے تو عدالت خلع کی بجائے مقدمہ کو تنسیخ نکاح کے مقدمہ کے تحت قابل سماعت بنائے اور خاتون سے گواہ طلب کرے، گواہوں کے بیانات پر جرح کے بعد یک طرفہ طور پر تنسیخ نکاح کا حکم صادر کر دے نیز اپنے فیصلے میں تمام اسباب ووجوہ مفصلاً تحریر کرے۔

ضرورت شدیدہ کے وقت قضاء علی الغائب پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔[2]

---

[1] ۔ جج فیملی کورٹ، راولپنڈی۔

[2] ۔ تھانوی، اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوٰی، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۳۷۹ھ، ج:۳، ص: ۴۲۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زوجین جب شقاق اس حد تک پہنچ جائے کہ ان کے اکٹھے رہنے میں ضرر کا قوی امکان ہو تو ایسی صورت میں قاضی کے لئے یک طرفہ فیصلہ کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

مختلف علماء کرام اس کا طریقہ کار یہ تجویز کرتے ہیں کہ قاضی حکمین کا تقرر کر دے اور وہ زوجین میں مصالحت کروائے اور اگر مصالحت کامیاب نہ ہو سکے تو پھر قاضی کو یہ حق ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کروا دے۔

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں: طلاق دینا اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب امساک بالمعروف فوت ہو جائے جیسے کہ مجبوب اور عینین کی زوجہ کا حال ہوتا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ جب امساک بالمعروف (حسن معاشرت کے ساتھ زوجہ کو بسانا) فوت ہو جائے تو قاضی شوہر کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور احسان کے ساتھ عورت کو چھٹکارا دینا واجب ہو جاتا ہے۔[1]

وھبہ زحیلی لکھتے ہیں: شقاق اور ضرر کی وجہ سے مالکیہ نے تفریق کو جائز قرار دیا ہے تا کہ نزاع ختم ہو اور یہ اس لئے بھی ہے کہ عورت کی زندگی جہنم بننے سے بچ جائے، یہ تفریق اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد لا ضرر و لا ضرار۔

اس بناء پر عورت کو یہ حق ہے کہ وہ معاملہ قاضی کے پاس لے جائے، اگر قاضی کے سامنے ضرر اور صحت دعوٰی ثابت کر سکی تو قاضی شوہر کی طرف سے اسے طلاق دے دے۔

حاکم ضرر ثابت ہونے پر صرف اپنی رائے کی بنیاد پر طلاق دے سکتا ہے۔[2]

اس لئے جب قاضی کو شقاق کی وجوہات کا تفصیلی علم ہو گیا تو وہ حکمین کا تقرر ضروری نہ سمجھ کر اور نزاع کو مزید طول نہ دے، اور رفع شقاق کا بعجلت اقدام کر کے آئندہ ان کی زندگی کسی صحیح ڈگر پر استوار کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے جب تفریق کا قدم خود اٹھانا مناسب سمجھتا ہو تو اس کو اس کا اختیار ہے، خصوصا اس کے مقرر کردہ حکمین کو جب یہ اختیار دیا ہے جو حکمین کا تقرر کرنے کا مختار ہے وہ خود

---

[1] ۔ البحر الرائق، ج:۳، ص:۲۳۷

[2] ۔ وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:۹، ص: ۷۰۶۰۔۷۰۶۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفریق کرنے سے بے اختیار کیسے ہو گا۔[1]

اگر حکمین کی کوشش ناکام ہو جائے تو قاضی نیابة عن الزوج تفریق کر دے گا۔[2]

سید سابق لکھتے ہیں: الخلع یکون بتراضیالزوج و الزوجة۔۔۔ فللقاضی الزام الزوج بالخلع[3]

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں: اس کی بنیاد دراصل ضرر ہے، اور تفریق کے ذریعہ ضرر و ظلم سے بچانا قاضی کی ذمہ داری ہے، اس لئے قاضی مرد کو خلع پر آمادہ کرے اور حالات سنگین ہوں تو پھر فسخ و تفریق کی راہ اختیار کرے، اس بابت قاضی با اختیار ہے۔[4]

اس بات کو مد نظر رکھیں تو عورتوں کی حقوق کے تحفظ اور ان کو لاحق ہونے والے ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے قضاء علی الغائب پر فیصلہ دیا جاسکتا ہے۔ اور قاضی خود سے یک طرفہ طور پر فیصلہ نافذ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کو ضرورت شدیدہ ہی کے وقت اختیار کیا جائے جب عدالت کو اس بات کو قوی یقین ہو جائے کی جو مقدمہ زیر سماعت ہے اس میں حقیقتاً عورت کا استحصال ہوا ہے اور شوہر عمداً عدالت میں پیش نہیں ہو رہا۔ زمانے کے تقاضوں اور ضروریات کے تحت بعض اوقات معاشرے میں پیدا ہونے والے مفاسد اور خرابیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قاضی کے لئے ایسے یک طرفہ فیصلے کرنے ناگزیر ہو جاتے ہیں کیونکہ اس پر بہت سے لوگوں کے حقوق و فلاح کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور قاضی یا ججز کے لئے ایسا کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں: بہت سارے احکام دور کے بدل جانے سے بدل جاتے ہیں یا تو عرف کے تغیر کی بناء پر یا ضروریات کے پیدا ہونے کی وجہ سے یا اس دور کے لوگوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی وجہ

---

[1] ۔ قاسمی، مفتی نذیر احمد، خلع اور فسخ نکاح، شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، انڈیا، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳، ص:۱۶۵

[2] ۔ شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، ص: ۳۴

[3] ۔ فقہ السنہ، ج:۲، ص:۲۹۹

[4] ۔ زیدان، عبد الکریم، المفصل فی أحکام المرأۃ، ج:۸، ص:۴۱۳، المغنی، ج:۷، ص:۴۹، مغنی المحتاج، ج:۳، ص: ۲۶۲، زاد المعاد، ج:۳، ص:۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے، ایسی صورت میں اگر وہ سابقہ حکم برقرار رہے تو حکم لوگوں کو مشقت اور ضرر پہنچانے کا ذریعہ بنے گا، بلکہ وہ خود شریعت اسلامیہ کے اس مخصوص مزاج کے بھی خلاف ہوگا جو شریعت یسر، تخفیف اور سہولت پر قائم کی گئی ہے اور بہترین نظام کو برقرار رکھنے اور عمدہ قانون کے سائے میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنا شریعت کا امتیازی وصف ہے۔[1]

اس کا تقاضا یہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر احکام میں بھی ضرورت کے مطابق ایسی لچک پیدا کی جائے کہ وہ یسر پیدا ہونے کا سبب بنے۔[2] جس سے عورتوں کے حقوق کا تحفظ بھی ہو جائے اور اگر فی الواقع انہیں ضرر لاحق ہے تو اس کے ازالہ کے بھی صورت پیدا ہو سکے۔ نیز عدالتی معاملات میں فیصلہ کرتے وقت زوجین کے اخلاقی کردار کو بھی مد نظر رکھ کر تمام عائلی معاملات کے فیصلے کئے جائیں۔

میاں مسعود احمد ایڈوکیٹ اس بارے میں یہ رائے دیتے ہیں۔ خلع میں سامان یا حق مہر کی واپسی بھی مرد اور عورت کے کردار کی بنیاد پر دلیل کی جائے گی۔ خلع کے عنوان سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن کی دلیل پر قاضی، مرد کے خلاف خلع حاصل کرنے والی عورت کے کردار کی بنیاد پر انصاف کرے۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہوگا کہ عورت کا کردار کیا ہے اور کیا اس کا تقاضا مرد کے خلاف مجبوری ہے۔ نیز خلع میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کیا عورت کے اس عمل سے معاشرتی بگاڑ تو پیدا نہیں ہوتا۔ یا اس کا فیصلہ جلد بازی کا نتیجہ تو نہیں۔ نیز بہتر یہ ہوگا کہ خلع کی طالب عورت کے والدین سے بھی گواہی حاصل کی جائے تاکہ عورت اگر جذباتی اور جلد بازی کے فیصلہ پر مجبور ہوتی ہے تو اسے ایسے عمل سے روکا جا سکے۔

دفعہ (۴) ۱۰ فیملی ایکٹ کی بنیاد پر فیملی عدالتیں جس تیزی سے نکاح اور خلع کی اجازت دے رہی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علیحدگی حاصل کرنے والی عورت بعد ازاں معاشرے کے بے رحم ہاتھوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ اور نئے خاوند کی خواہش میں اپنے سابقہ خاوند سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ لہذا عارضی کیفیات اور جذباتی فیصلوں پر عورتوں کو خلع سے محفوظ رکھنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔[3]

---

[1] ۔ ابن عابدین، رسائل ابن عابدین، ج:۲، ص: ۱۲۶

[2] ۔ شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، ص:۱۶۶

[3] ۔ حیات النساء، ص:۵۱۵۔۵۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

مطلقہ خواتین کو درپیش مسائل کے حل کے لئے مجوزہ اقدامات

۱۔ خاندانی سطح پر اصلاح احوال

۲۔ دینی و مذہبی پہلوؤں سے اصلاح کی کوششیں

۳۔ مختلف سماجی اداروں کی جانب سے اصلاحی تدابیر

۴۔ قانونی و حکومتی سطح پر صورت حال کی بہتری کے لئے حکمت عملی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادی جس کا مطلب ہی خوشی ہے لیکن عصر حاضر جہاں اپنے جلو میں بہت سے مسائل لئے ہوئے وہیں اس لفظ شادی کے حقیقی معنی اب مفقود ہوتے جارہے ہیں۔ میاں بیوی جنھیں ایک دوسرے کے لئے سکون و مودت کا ذریعہ اور ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر اس رشتہ کی نزاکت و تحفظ اور خوبصورتی سمجھائی گئی ہے اور عقدۃ النکاح کے الفاظ کے استعمال سے اس تعلق کی مضبوطی و پائیداری بتائی گئی ہے۔ اب زوجین میں اس تعلق کے ذریعے نہ تو محبت و مودت کی وہ اہمیت رہی ہے جو اس تعلق کی اساس ہے اور نہ ہی اس گرہ نکاح میں وہ مضبوطی کہ یہ گرہ کسی بھی طرح سے کشا ہی نہ ہوسکے اور اسے عمر بھر کی رفاقت و وفاداری کا تعلق تصور کیا جائے۔ مرور زمانہ کے ساتھ شادی کا یہ بندھن کمزور پڑتا جارہا ہے اور معاشرے میں شرح طلاق و خلع میں روز بروز اضافہ تمام ارباب دانش و بینا کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ کیونکہ معاملہ تنہا طلاق ہے پر جاکر منتج نہیں ہوتا بلکہ اس کے اثرات سے نہ صرف زوجین، ان کے بچے، ان کے خاندان متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس کے اثرات وبائی امراض کی طرح پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں طلاق کے بہت سے اسباب پر گفتگو کی جاچکی ہے نیز طلاق کے بعد مطلقہ خواتین کو جن مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ اس باب میں ان اقدامات و اصلاحات کا جائزہ لیا جائے گا جن سے نہ صرف مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے تدابیر ہوسکیں بلکہ شرح طلاق کو بھی کم کیا جاسکے۔ تاکہ معاشرے میں ازدواجی ادارہ اپنے حقیقی و اہم مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوسکے اور معاشرہ کی فلاح و ترقی کے لئے صالح تربیت یافتہ افراد میسر آسکیں۔ نیز طلاق چونکہ ایک سماجی مسئلہ ہے لہذا اس کے تدارک و مسائل کے حل کے لئے بھی وہی کوششیں زیادہ کارگر ہوسکتی ہیں جو سماجی سطح پر کی جائیں۔ اس لئے شرح طلاق کو کم کرنے کے جو اقدامات کئے جاسکتے ہیں ذیل میں ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

طلاق کے اسباب کے سدباب و مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے چار جہات سے مساعی کی ضرورت ہے۔

۱۔ خاندانی سطح پر اصلاح احوال

۲۔ دینی و مذہبی پہلوؤں سے اصلاح کی کوششیں

۳۔ مختلف سماجی اداروں کی جانب سے اصلاحی تدابیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ قانونی و حکومتی سطح پر صورت حال کی بہتری کے لئے حکمت عملی

ا۔ خاندانی سطح پر اصلاح احوال:

شرح طلاق کو کم کرنے کے سلسلے میں سب سے اہم کردار زوجین اور ان کے خاندانوں کا ہے۔ زوجین اپنے تعلق کی نوعیت اور باہمی حقوق و فرائض، اور ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے والے ہوں تو ازدواجی زندگی کے بہت سے مسائل کا حل باہمی افہام و تفہیم سے نکال لیتے ہیں۔ اور نوبت خاندان کے بزرگوں تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ زوجین کا باہمی تعلق جس قدر مضبوط ہو گا اسی قدر وہ باہمی مسائل کا تصفیہ بھی آپس ہی میں کر لیں گے۔ کیونکہ اس تعلق میں ہار جیت اور انا پسندی نہیں ہوتی اور زوجین فریق نہیں بلکہ ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔

زوجین کا باہمی تعلق:

نکاح زوجین میں ایک دوسرے سے آسودگی حاصل کرنے اور باہمی مودت و محبت کا ذریعہ ہے

طرفین میں مودت و محبت، راحت و سکون، اور ان کے دین کی تکمیل کا ذریعہ اور دو خاندانوں میں قربت، محبت اور اتحاد و اتفاق کا ضامن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی پہچان قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [1] اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں

نکاح باہمی محبت و الفت کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ تعلق بار خاطر بن جاتا ہے۔ جسے صرف مصلحت اور ضرورت کی بناء ہی پر نبھایا جاتا ہے۔ پیار، محبت، مودت، رحمت اور یگانگت سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے لئے وہ جذبات پیدا نہیں ہوتے جس سے زوجین حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے دلوں اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنیں۔

---

[1] الروم:۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبد المنعم میاں بیوی کے تعلق کی نوعیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: حقیقت یہ ہے کہ میاں بیوی کا یہ تعلق بجلی کے دو تاروں کی طرح ہے۔ اس تعلق کو دونوں تاروں کی ضرورت ہے، دونوں تاریں جب ملیں گی تو اس میں محبت کی بجلی کی رو بہہ پڑے گی۔ جس سے اطمینان وسکون کی چمک پیدا ہوگی اور جذب وشوق اور فریفتگی کی حرارت آئے گی۔، چنانچہ میاں بیوی کے مابین یہ رشتہ مضبوط ہو جائے گا، اس کی خشکی اور یبوست سرسبزی وتروتازگی میں بدل جائے گی۔

یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک ان عادات وصفات اور خصائل کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کر لے جن سے پیراستہ اسے دوسرا دیکھنا چاہتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بعد وہ اس پر ثابت قدم بھی رہے تاکہ دونوں کے درمیان چاہت ومحبت کے جذبات روز افزوں رہیں، یہ ایک ایسی قوت بن جائے گی جو خاندان کے تمام افراد کو کامیابی وکامرانی اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف لے جائے گی۔[1]

زوجین ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہیں:

زوجین میں ایک دوسرے کے وجود کی اہمیت کا احساس جس قدر زیادہ ہوگا وہ اسی قدر دوسرے کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط ومستحکم بنانے میں کوشاں رہے گا تاکہ اس کے وجود کا ادھورا پن مکمل ہو سکے۔

مرد عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوش گوار طریقے سے طے نہیں کر سکتا۔ اور کوئی خاتون رفیق حیات کے بغیر خوش گوار طریقے سے زندگی گزار سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کا ایسا سائل اور محتاج بنادیا ہے کہ اس کے بغیر دوسرے کی زندگی نہیں گزر سکتی۔[1]

---

[1]۔ عمرو بن عبد المنعم، الشیخ، میاں بیوی ایک دوسرے کا دل کیسے جیتیں، مترجم: ابو القاسم حافظ محمد حماد، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، ۲۰۱۳ء، ص: ۲۴

[2]۔ مثالی بیوی، ص: ۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت اور مرد کے لئے فطرت کا بنایا ہوا نظام یہ ہے کہ وہ شادی شدہ زندگی گزاریں۔ ان کی جسمانی ساخت، ان کی نفسیاتی اور خاندانی مسائل، ان کے اجتماعی رشتے سب اپنی زندگی کے لئے شادی شدہ زندگی کا تقاضا کرتے ہیں۔[1]

زوجین میں دونوں افراد کو اس رشتہ کی نزاکت و خوبصورتی کا جس قدر احساس ہو گا اسی قدر وہ ان حقوق کی رعایات کرے گا جس سے اس رشتہ میں مزید رعنائی و زیبائی پیدا ہو، زوجین چونکہ ایک دوسرے کا لباس ہیں جس طرح لباس نہ صرف انسان کے جسم کے عیوب کو چھپاتا ہے اور اس کی شخصیت کو نکھارتا اور نمایاں کرتا ہے انسان کی وجاہت و وقار میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اسی طرح زوجین بھی ایک دوسرے کے لئے ظاہری و باطنی ہر دو طرح کی زینت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ اور لباس ہی کی مانند ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

رب کائنات نے کمال حکمت و رحمت سے مرد کو بیوی پر درجہ عطا فرما کر، قوام بنا کر اور اس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ تھما کر اس بات کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ جہاں اسے عورتوں پر فضیلت حاصل ہے وہیں اس کے عہدے اور مقام کا تقاضا ہے کہ وہ کمال شفقت و محبت، صبر و حلم، ایثار و حکمت سے اپنے اس تعلق کو مزید حسن و خوبی سے آراستہ کرے۔ مردوں کی عورتوں پر فضیلت ایک طرف ان کی ذمہ داریوں کے باعث ہے تو دوسری طرف زوجین کی باہمی رفاقت میں اسے بیوی کی جانب سے ہونے والی بہت سے معاملات میں کوتاہیوں سے چشم پوشی اور اعلیٰ درجہ کی برداشت کے سبب ہے۔ مرد میں تحمل مزاجی اور بردباری کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

وہ مرد جن میں تحمل نہیں ہوتا ان کی ازدواجی زندگی کی گاڑی راستے میں کہیں نہ کہیں کھڑی ہو جاتی ہے۔ کسی نکمی سی بات پر میاں بیوی میں سردی گرمی ہوئی تو میاں نے فوراً طلاق طلاق طلاق کے گولے داغ دیئے پچھلے سال ایک فیملی میں طلاق ہوئی، وجہ یہ تھی کہ شوہر کچن میں آکر برش کیا کرتا تھا، بیوی

---

[1] ۔ چغتائی، محمد طارق، حکیم، خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص: ۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو منع کرتی تھی کہ جب باتھ روم ہے تو وہاں برش کیا کریں، اس نے کہا نہیں میں تو یہیں کرونگا، لو اس بات پر میاں بیوی میں طلاق ہو گئی۔[1]

جس طرح عورت کو بحیثیت ماں، باپ پر تین گنا فضیلت و درجات عطا کئے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کے لئے تکالیف برداشت کرتی ہے، ان کی تربیت و پرورش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی، ان کی جانب سے آنے والی تکالیف پر صبر کرتی ہے، ہمت و حوصلہ سے ان کو پروان چڑھاتی ہے اور اس کا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ حقوق و فرائض سے بڑھ کر احسان کا ہوتا ہے اسی طرح مرد کو اپنی بیوی پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا سبب بھی یہ ہے کہ عائلی زندگی میں وہ بیوی کی جانب سے ہونے والے کوتاہیوں، تکالیف، اور ناپسندیدہ امور کو صبر و حوصلہ سے برداشت کرتا ہے۔ لہذا زوجین کا باہمی تعلق تبھی ایک مضبوط بندھن ہونے کے ساتھ دنیا کا سب سے خوبصورت رشتہ بنتا ہے جب اس میں حقوق و فرائض کے کے دائرہ سے نکل کر ایک دوسرے کے ساتھ احسان و ایثار کا رویہ ہو۔ یہ دونوں اوصاف اس رشتہ کو مزید نکھارتے اور اس میں حسن و نزاکت پیدا کرتے ہیں۔

گھر بنانے میں مرد کا کردار اور عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین:

ہمارے ہاں یہ مقولہ زبان زد عام ہے کہ گھر عورتیں بناتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر تنہا بن ہی نہیں سکتا جب تک زوجین مل کر اس کی تعمیر و تزئین نہ کریں اسے اپنے خون سے نہ سینچیں۔ اور گھر کو گھر بنانے میں مرد جہاں مادی وسائل مہیا کرتا ہے وہیں اپنی ذمہ داریوں کی بطریق احسن ادائیگی سے اسے پائیداری عطا فرماتا ہے اور عورت کا وجود اس گھر میں تزئین و آرائش کا سامان مہیا کرتا ہے۔ جس سے گھر کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

• زوجین کے باہمی تعلق میں مرد کو مرکزی کردار حاصل ہے اس لئے مرد کو چاہیے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو وہ اس رشتہ کو دوام بخشنے کے لئے کوشاں ہو۔ اور بیوی کی جانب سے ہونے والی کوتاہیوں پر صبر و عفو درگزر کا معاملہ کرے کیونکہ مرد کا یہی کردار اس کے مقام و شرف کو زیبا ہے۔

---

[1] ۔ محمد ہارون، مولانا، ازدواجی زندگی کے راہنما اصول، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص: ۵۹۔۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سماجی معاملات میں جب ہم زوجین کے کردار و تعلق کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہت سی جگہوں پر قوامیت کا نامناسب استعمال عائلی زندگی کے عمارت میں دراڑیں ڈالنے کا باعث بن رہی ہے بلکہ اس تعلق کو ہی منہدم کر دیتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں: یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے۔ شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لئے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن حسن سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔[1]

مولانا شرف علی تھانوی لکھتے ہیں: مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر اس طرح کا رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں۔ یہ نہایت سنگدلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو کامل ایمان کی نشانی بتائی ہے۔ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ.[3] اس لئے محسور کن شوہر وہ ہے جو اپنے حسن اخلاق، عمدہ اوصاف اور خوبصورت عادات و خصائل سے اپنی بیوی کو سحر زدہ کر دے، اس کے وجدان کو پگھلا دے اور تنگدستی و آسودگی ہر قسم کے حالات میں اپنی میٹھی اور عمدہ گفتگو سے اسے خوشگواری کا احساس دلائے، ہر وقت اسے اپنی قربت میں رکھے اور احساس دلائے کہ اسے بڑا مقام اور عزت حاصل ہے۔ اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔[4]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا[5] اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو

---

[1] ۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، س۔ن، ص: ۴۲

[2] ۔ تحفہ زوجین، ص: ۳۸

[3] ۔ سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا، ج: ۲، ص: ۴۵۷، حدیث نمبر: ۱۱۶۲

[4] ۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا دل کیسے جیتیں، ص: ۳۴۔۳۵

[5] ۔ النساء: ۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا: وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا[1] لوگو: عورتوں کے معاملے میں خیر اور بھلائی کی وصیت قبول کرو۔

اللہ تعالیٰ اور ان کے محبوب ﷺ کی سفارش کو جو رد کرتا ہے اس سے زیادہ بے حس اور بے عقل اور کون ہو سکتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی سفارش فرمائی ہے۔ اگر ایس پی کی، ڈی آئی جی کی، کمانڈر انچیف کی سفارش آجائے کہ دیکھو تم ہماری بیوی جو ہے میری بیٹی کی سہیلی ہے ساتھ پڑھتی ہے۔ اگر تم نے اپنی بیوی کو ستایا تو میں ڈی آئی جی ہوں، کمانڈر انچیف ہوں، کمشنر ہوں تو وہ آدمی کیا کہتا ہے دیکھو بیگم اپنا خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ کو۔ دیکھو خدا کے لئے ڈی آئی جی صاحب سے کچھ نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ تم ہماری بیوی ہے تو میری بندی بھی ہے ذرا اس کا خیال رکھنا۔ خدا تم سے سفارش کر رہا ہے میرے بندو میری بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔[2]

مردوں کی عورتوں پر قوامیت کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ وہ اپنی اس سربراہی کو اللہ کے مواخذہ و محاسبہ سے بے پرواہ ہو کر استعمال کریں۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید اسی لئے فرمائی ہے۔:

لوگو: اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ[3] اپنی بیویوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

---

[1] ۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایا بالنساء، ج:۷، ص:۲۶، حدیث:۵۱۸۶

[2] ۔ ازدواجی زندگی کے راہنما اصول: ص: ۲۶۸

[3] ۔ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب: بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج:۲، ص:۱۸۲، حدیث نمبر:۱۹۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا: وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا[1] لوگو: عورتوں کے معاملے میں خیر اور بھلائی کی وصیت قبول کرو۔

اللہ تعالیٰ اور ان کے محبوب ﷺ کی سفارش کو جو رد کرتا ہے اس سے زیادہ بے حس اور بے عقل اور کون ہو سکتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی سفارش فرمائی ہے۔ اگر ایس پی کی، ڈی آئی جی کی، کمانڈر انچیف کی سفارش آجائے کہ دیکھو تمھاری بیوی جو ہے میری بیٹی کی سہیلی ہے ساتھ پڑھتی ہے۔ اگر تم نے اپنی بیوی کو ستایا تو میں ڈی آئی جی ہوں، کمانڈر انچیف ہوں، کمشنر ہوں تو وہ آدمی کیا کہتا ہے دیکھو بیگم اپنا خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ کو۔ دیکھو خدا کے لئے ڈی آئی جی صاحب سے کچھ نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ تمھاری بیوی ہے تو میری بندی بھی ہے ذرا اس کا خیال رکھنا۔ خدا تم سے سفارش کر رہا ہے میرے بندو میری بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔[2]

مردوں کی عورتوں پر قوامیت کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ وہ اپنی اس سربراہی کو اللہ کے مواخذہ و محاسبہ سے بے پرواہ ہو کر استعمال کریں۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید اسی لئے فرمائی ہے:

لوگو: اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ[3] اپنی بیویوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایا بالنساء، ج:۷، ص:۲۶، حدیث:۵۱۸۶

[2] ازدواجی زندگی کے راہنما اصول: ص: ۲۶۸

[3] سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب: بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج:۲، ص:۱۸۲، حدیث نمبر:۱۹۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی عورت حبالہ نکاح میں آتی ہے تو وہ اللہ کی امان میں داخل ہو جاتی ہے ایسے میں اگر شوہر اس پر زیادتی کرے گا تو وہ اللہ کی امان کو توڑے گا اور بارگاہ الٰہی میں مستوجب سزا ٹھہرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے کامل ایمان کی علامت بھی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کو قرار دیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ. [1] مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ سب کے ساتھ بہت اچھا ہو اور خاص کر اپنی بیوی کے ساتھ جس کا رویہ انتہائی لطف و محبت کا ہو۔

ہمارے ہاں معمولی باتوں پر بیوی کو زدوکوب کرنے کا عام رواج ہے۔ ایسے سخت گیر حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اس قسم کی مار پیٹ کے متعلق علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ہاں عورتیں بہت زیادہ آئی ہیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں ایسے لوگ کوئی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی رفیقہ حیات، بچوں اور نوکروں کو جسمانی سزا دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر کوئی خاوند ظلم کرے گا، حد سے تجاوز کر کے بلاوجہ اپنی شریک حیات کو مارے پیٹے گا تو وہ ظالم ہے۔ جس کا اسے قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ بیوی کے ساتھ چونکہ زندگی کا ساتھ ہے، اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے صنف نازک پر ناجائز سختی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جائز سختی سے بھی گریز کیا جائے تو بہتر ہو گا، لیکن بعض اوقات پھول کی مہک سے خود کو معطر کرنے کے لئے کانٹوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ یا شہد سے لطف اندوز ہونے سے پہلے زہریلے ڈنگ اپنے نرم و نازک جسم میں پیوست کرنا پڑیں یا گوشت کھانے کے لئے سخت ترین ہڈی سے نبرد آزما ہونا پڑے تو ایک مثالی خاوند کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہم اسوہ نبوی ﷺ اور سیرت صحابہؓ سے ایک ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ جامع ترمذی، کتاب الایمان، بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِكْمَالِ الإِيمَانِ وَزِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ، ج:۴، ص:۳۰۵

[2] ۔ ابو داؤد، کتاب النکاح، بَابٌ فِي ضَرْبِ النِّسَاءِ، ج:۲، ص:۲۴۵، حدیث نمبر: ۲۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیٹے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ خود مسجد میں گئے، دیکھا کہ حضرت علیؓ وہاں لیٹے ہوئے تھے اور پہلو سے چادر اترنے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جسم پر لگی ہوئی مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا: اے ابو تراب اٹھو، اے ابو تراب اٹھو۔[1] حضرت علیؓ کو یہ کنیت بہت پسند تھی اور اس سے بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ اس کنیت سے انہیں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا۔[2]

حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے ناراضگی کے سبب گھر سے نکلے تھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دونوں کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے اور غور و فکر کا موقع مل جائے۔

ادھر فاطمہؓ کے طریقے کو بھی دیکھیں اور غور فرمائیں کہ والد گھر پر آئے ہیں۔ لیکن انہوں نے ہرگز اپنے اختلاف کی تفصیل بیان نہیں کی کہ شوہر کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے بس اتنی بات کہی:

میرے اور ان کے درمیان کچھ ان بن ہو گئی ہے اس وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔[3]

لہذا مثالی بیوی کو چاہیے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی کے اس عمل سے سبق حاصل کرے اور اپنی زندگی کے معاملات میں ان کی زندگی سے راہنمائی حاصل کرے۔

اور اگر شوہر کی کوئی بات بری بھی لگے تو اسے مثبت انداز میں درست کرنے کی کوشش کرے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔[4]

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی اختلاف یا ناراضگی کے موقع پر بیوی کو زدوکوب کرنے کی بجائے خاموش احتجاج بہت کام دیتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایسے مواقع پر بیوی کو گھر سے نکالنے کی بجائے (قہر درویش بر جان درویش) کے مصداق خاوند ہی مسجد میں ڈیرے ڈال لیتا، وہ کسی ہوٹل، ریسٹورنٹ یا کلب خانہ میں نہیں جاتا تھا۔

---

[1] ۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، ج:۱، ص:۹۶، حدیث نمبر:۴۴۱

[2] ۔ صحیح بخاری، کتاب الادب: بَابُ التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى، ج:۸، ص:۴۵ حدیث نمبر:۶۲۰۴

[3] ۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، ج:۱، ص:۹۶، حدیث نمبر:۴۴۱

[4] ۔ محمد حنیف عبد المجید، مثالی بیوی، کراچی، دار الھدیٰ، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۴۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس اگر بیوی ناراض ہو جاتی ہے تو وہ کیا کرتی اس کے متعلق ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے عائشہ: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے اور اسی طرح جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ یہ کیسے پہنچاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو محمد ﷺ کے رب کی قسم: اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ابراہیمؑ کے رب کی قسم: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ: اللہ کی قسم بالکل ٹھیک ہے، میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔[1]

عورت نرم دل اور جذباتی ہوتی ہے جذبات سے مغلوب ہو کر بعض اوقات اس سے کوئی ایسا فعل ہو جاتا ہے جو عقل سلیم کے مخالف ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کی جانب مدد کا ہاتھ بڑھائے نہ کہ اسے زدوکوب کا بہانا ہاتھ آنے پر وحشت و بربریت کا مظاہرہ کرے۔ بلکہ اسے اس کوتاہی پر درگزر سے کام لینا چاہیے۔ وہ بیوی کو غصہ نہیں دکھاتا بلکہ مناسب اور الفاظ اور اچھی گفتگو کے ذریعے سے حق کی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ[2] مومن مرد مومنہ عورت کے خلاف دل میں بغض نہیں رکھتا، اگر اس کی کسی ایک صفت کو ناپسند کرتا ہے تو دوسری کی وجہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ الفرک، کا معنی بغض وعداوت اور نفرت ہے، یعنی مومن مرد مومن عورت کے خلاف دل میں کینہ اور نفرت نہیں پالتا، اگر کوئی چیز اس کے خلاف جارہی ہے تو بہت سی اس کے حق میں بھی جارہی ہیں۔ ہم میں سے کوئی انسان بھی کامل نہیں ہے اور حکم غالب چیز کے مطابق لگتا ہے۔ پانی بھی اگر کثیر مقدار میں ہو تو نجس چیز کے گرنے سے نجس نہیں ہو جاتا۔[3]

---

[1] ۔ بخاری، کتاب النکاح، باب: بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ، ج:۷، ص:۳۶، حدیث نمبر:۵۲۲۸

[2] ۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیتہ بالنساء، ج:۲، ص:۱۰۹۱، حدیث نمبر:۱۴۶۹

[3] ۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا دل کیسے جیتیں، ص: ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد حنیف عبدالمجید اس ضمن میں لکھتے ہیں: جب دو انسان ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں تو کوئی بات دوسرے کو اچھی لگتی ہے اور کوئی بری لگتی ہے۔ اگر کوئی بات بری لگ رہی ہو تو اس کو علی الاطلاق برا نہ سمجھو، بل کہ اس وقت اس کے اچھے اوصاف کو سوچو، اس کے اندر آخر کوئی اچھائی بھی ہو گی۔[1]

سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ ... وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا[2] اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں: انسان کا مزاج یہ ہے کہ وہ کسی کے منفی پہلو کو زیادہ دیکھتا ہے، اس کے مثبت پہلو اکثر اس کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک تباہ کن مزاج ہے۔ اسی مزاج کی وجہ سے رشتوں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی بجائے اگر ایسا کیا جائے کہ مثبت پہلو پر دھیان دیا جائے اور منفی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے تو تعلقات خود بخود خوشگوار ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے کی صورت میں ہر مرد کو اس کی بیوی بہترین رفیق حیات دکھائی دے گی اور ہر عورت کو اس کا شوہر بہترین رفیق زندگی نظر آئے گا۔

خدا نے کسی عورت یا مرد کو کم تر پیدا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر عورت اور مرد اپنے آپ میں باعتبار تخلیق کامل ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے اپنے فہم کا قصور ہے کہ ہم کسی کو کم اور کسی کو زیادہ سمجھ لیتے ہیں۔ عورت اور مرد اگر اس حقیقت کو جان لیں تو ان کی زندگی شکر کی زندگی بن جائے، شکایت یا محرومی کا احساس ان کے اندر باقی نہ رہے گا اور پھر وہ زیادہ بہتر طور پر زندگی کی تعمیر کے قابل ہو جائیں۔[3]

مرد کی پہلی ذمہ داری یہ کہ عورت کا قدر دان بنے۔ وہ عورت کے اندر چھپے ہوئے جوہر کو پہچانے۔ وہ عورت کے حسن باطن کو دریافت کرے۔ عورت کی شکل میں ہر مرد کو ایک اعلیٰ فطری امکان ملتا ہے۔ اب یہ خود مرد کے اوپر ہے کہ وہ اس واقعے کو امکان بنائے، یا وہ اس کو ضائع کر دے۔

www.kitabosunnat.com

---

[1] ۔ محمد حنیف عبدالمجید، مثالی شوہر، کراچی مکتبہ الھدیٰ، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۵

[2] ۔ النساء: ۱۹

[3] ۔ کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس عمل کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ جو عورت کسی آدمی کو بیوی کے طور پر ملی ہے وہ اس کو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا عطیہ سمجھے۔ جب وہ اپنی بیوی کو خدا کا دیا ہو براہ راست عطیہ سمجھے گا تو فطری طور پر وہ اس کے بارے میں سنجیدہ ہو جائے گا اور یہ یقین کرے گا کہ خدا کا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا۔ خدا کا انتخاب جس طرح دوسرے تمام عالمی معاملات میں درست ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی درست ہے۔ مرد کے اندر جب یہ ذہن بنے گا تو اس کے بعد وہ عمل اپنے آپ شروع ہو جائے گا جو عورت کے امکان کو واقعہ بنانے کے لئے ضروری ہے۔ اپنی بیوی کو خدا کا عطیہ سمجھنے کے بعد اس کے ساتھ معاملہ کرنے کو وہ اپنے لئے عبادت سمجھے گا۔ وہ ہر ممکن قیمت ادا کرتے ہوئے یہ کوشش کرے گا کہ اس کی بیوی حقیقی معنوں میں اس کے لئے دنیا کی سب سے اچھی متاع حیات بن جائے۔

ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کو اچھی بیوی ملے۔ لیکن اچھی بیوی کسی کو ریڈی میڈ سامان کی طرح نہیں ملتی۔ شوہر کو یہ کام خود کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل کی کامیابی کے لئے مرد کے اندر دو صفت کا ہونا ضروری ہے۔ ---- سچی ہمدردی اور صبر و تحمل[1]

عورت کو پسلی سے پیدا کرنے میں حکمت:

حدیث مبارکہ ہے: وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ ---- اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا[2]

نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک انسان کو گھر کے اندر کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے؟ کس قدر رحیم و کریم ہونا چاہیے۔؟ محبت والفت اور لگاؤ کی کیا کیفیت ہونی چاہیے۔

مولانا ذوالفقار احمد لکھتے ہیں: یہاں نکتے کی بات ہے کہ عورت کو سر سے نہیں بنایا کہ اس کو سر پر نہ بٹھالینا اور پاؤں سے نہیں بنایا کہ اس کو پاؤں کی جوتی نہ سمجھ لینا، اللہ تعالیٰ نے پسلی سے عورت کو بنایا کہ یہ تمہارے دل کے قریب رہے اور تم اس کے ساتھ محبت بھری زندگی گزارو۔[3]

---

[1] ۔ کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ۳۹

[2] ۔ کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ج: ۲، ص: ۱۰۹۱، حدیث نمبر: ۱۴۶۸

[3] ۔ ذوالفقار احمد، مولانا، شادی خانہ آبادی، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر، ۲۰۱۵ء، ص: ۴۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دراصل عورت کی فطرت میں ٹیڑھ ہے۔ پن موجود ہے۔ وہ عقلا بھی ناقص ہے اور جسمانی طور پر بھی کمزور ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ ہر کمزور بندہ جھگڑا زیادہ کرتا ہے۔ کسی بھی مریض کو دیکھ لیں مرض آنے کے بعد اس میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس میں کمزوری ہوتی ہے۔ اسی طرح بچوں کو دیکھ لیں کہ کتنی ضد کرتے ہیں۔ مردوں میں بھی جو کمزور ہوتے ہیں جلد غصہ کھا جاتے ہیں یہ بری چیز ہے۔ یہی حال عورت کا بھی ہے۔ چنانچہ اپنی اسی فطرت کی وجہ سے وہ اگر کسی وقت اس سے کوئی حماقت سرزد ہو جاتی ہے تو یہ خلاف توقع نہیں آپ کی مردانگی اور بڑائی تو اس میں ہے کہ آپ برداشت کریں۔ اس کی خوبیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی کوتاہیوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔[1]

زوجین میں ناچاقی پر صبر کرنے پر اجر کی نوید:

اگر زوجین میں ناچاقی ہو جائے، کسی کی بات تکلیف پہنچائے تو دونوں میں سے جو بھی درگزر کرے اس پر صبر کرنے پر اجر کی نوید ان الفاظ میں سنائی، نبی ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے برے اخلاق پر صبر کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس خاوند کو اس طرح اجر عطا فرمائے، جس طرح ایوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے بیماری کے اوپر صبر کرنے کا اجر عطا کیا تھا۔ جو بیوی اپنے خاوند کے برے اخلاق کے اوپر صبر کر لیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا اجر عطا کرتا ہے جتنا آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی کو اجر عطا کیا تھا۔[2]

زوجین کو تقویٰ کا حکم:

قرآن کریم جہاں زوجین کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہاں انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حوالے خطبہ نکاح کے وقت پڑھی جانے والی آیت سب سے پہلے ذہن میں رہنی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ... إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [3]لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے

---

[1] ۔ ذوالفقار احمد، مولانا، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۹۳

[2] ۔ الذہبی، شمس الدین ابی عبداللہ، الکبائر للذہبی، بیروت، دار لندوہ جدیدہ، ص:۱۷۹

[3] ۔ النساء: ۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اللہ رب العزت نے جہاں میاں بیوی کے حقوق کا تذکرہ فرمایا وہاں فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ[1] اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ (ایک دن) تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔

ان آیات میں میاں بیوی کو یہ بات ذہن نشین کروائی گئی ہے باہمی حقوق و فرائض میں اگر کسی جانب سے کمی، کوتاہی یا زیادتی ہو بھی جائے تو دونوں اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے معاملات انجام دیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے۔ اس رشتہ کو برقرار رکھنے کے لئے خدا خوفی لازماً ملحوظ رکھنی چاہیے نہ کہ ایک دوسرے کی دل آزاری کی جائے، سزا دی جائے، تشدد کیا جائے۔ ایذاء دی جائے۔

کئی مرتبہ میاں بیوی کے اندر جھگڑا کسی اور بات پر ہوتا ہے اور لوگوں کے سامنے اسٹوریاں کچھ اور بناد یتے ہیں۔ بیوی سمجھ بھی رہی ہوتی ہے کہ میں خاوند کے ساتھ زیادتی کر رہی ہوں مگر اس کے باوجود خاوند کو نیچا دکھانا چاہتی ہے اس طرح خاوند سمجھ رہا ہوتا ہے کہ بیوی نیک ہے مگر اس کو نیچا دکھانے کے لئے اس کو زچ کر رہا ہوتا ہے۔ جب دل میں بدنیتی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرنا وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ اور جان لو کہ تم نے اللہ سے ملاقات کرنی ہے جو تمہارے دلوں کے بھید جاننے والا ہے، تم اگر بدنیت بن کر عمل کرو گے تو قیامت کے دن تمہاری نیت سامنے آجائے گی، اس لئے انسان اپنے دل کی نیت پر نظر رکھے اور دوسروں کو ستانے کی بجائے ان کے حقوق پورا کرنے والا بن جائے۔[2]

شادی باہمی رضامندی کا نتیجہ ہے اس لئے میاں بیوی ایک دوسرے کے حسب و نسب یا رنگ و نسل کی بناء پر ایک دوسرے کو قصوروار گردانے کے مجاز نہیں ہوتے۔ ایک اقلیم میں دو بادشاہ اور ایک میان میں دو تلواریں سمائیں یا نہ سمائیں، لیکن ایک گھر میں، جب تک وہ ایک گھر میں ہیں، میاں بیوی دونوں کو

---

[1] ۔ البقرہ: ۲۲۳

[2] ۔ مثالی ازدواجی کے سنہری اصول، ص: ۷۳۔۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال اور بہر صورت سمانا ہو گا۔ جب تک وہ شادی کے بندھن میں بندھے ہیں، اس وقت تک ان کا نقطہ نظر یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا ہے، ایک دوسرے کو سمجھانا ہے، ایک دوسرے کی تکمیل کرنی ہے، ایک دوسرے کی نگہداشت کرنی ہے۔ اور ایک دوسرے کو ذہنی، قلبی اور جسمانی آسائش پہنچا کر ایک دوسرے کی زندگی کو زندگی بنانا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا احساس، گھر بنانے نہ کہ گھر بگاڑنے میں ہونا چاہیئے۔ جب یہ احساس دونوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے گا پھر یقیناً ان کے اختلاف اور جھگڑے زیادہ نقصان دہ نہیں ہونگے۔[1]

طلاق آخری چارہ کار:

زوجین دونوں کو چاہیے کہ وہ ازدواجی زندگی میں حتی الامکان ایک دوسرے کے ساتھ کشیدگی، نفرت، بغض، بدگمانی سے پرہیز کریں ایک دوسرے کو زدوکوب، کرنا، طعن و تشنیع، تحقیر و تذلیل کا رویہ رکھنا شرف انسانیت کے خلاف ہے اور وہ بھی ایسے افراد کے لئے جو ایک دوسرے کے نصف بہتر، ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے، ایک رشتہ خاص میں بندھے ہوئے کہ اس جیسا تعلق اور قرب کسی اور رشتہ کو حاصل ہی نہیں یعنی مثل لباس۔ لہذا زوجین کو شعوری طور پر اپنے اس تعلق کے تحفظ کی کوشش کرنی چاہیے۔ باہمی حقوق و فرائض کی رعایات کے ساتھ اس پاکیزہ رشتہ کے پودے کو اپنے خون سے سیراب کرتے ہوئے احسان، تعاون، ہمدردی و ایثار کی کھاد دے کر ایک تناور ثمر آور شجر بنانا چاہیے۔ جس کے ثمرات سے آنے والی نسلیں فیض اٹھا سکیں اور اس کی گھنی چھاؤں کو اپنا حاصل زیست قرار دے سکیں۔ یہ تبھی ممکن ہے جب نکاح کے ذریعے لگنے والے ایک ننھے پودے کے تحفظ کے لئے زوجین سالوں موسمی تغیرات کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں اور جہاں اس کے تحفظ و بقا کے لئے وقتی طور پر کانٹ چھانٹ کرنی پڑے تو اس تراش خراش کو احسن انداز میں ایک ماہر مالی کے مانند کرتے رہیں۔

اس تعلق کو بچانے، نبھانے، سلجھانے اور سجانے میں جتنے بھی مراحل ہیں ان تمام کو کامیابی سے جس طرح سے زوجین طے کر سکتے ہیں کسی دوسرے کا کردار اتنا متاثر کن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے باہمی

---

[1] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص: ۳۲۴۔۳۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلافات میں زوجین میں سے ہر ایک کو اپنی نفی کر کے زندگی کا پلس حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

شادی کا الجبرا:

مولانا ذوالفقار احمد شادی کا الجبرا سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

شادی کا الجبرا۔ اس الجبرے کا قانون کیا ہے؟

1 + 1 = Everything

میاں اور بیوی اکٹھے ہیں تو سب کچھ ہے۔

2 - 1 = Nothing

اور دو میں سے ایک کو الگ کر دیں تو باقی کچھ نہیں ہے۔

یہ شادی کا الجبرا۔ ان دو کلیات کو ہمیشہ ذہن میں رکھا کریں۔

اگر میاں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلافات بڑھ کر انا کا مسئلہ بن جائیں تو شادی کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور برداشت کا فقدان ہو جائے تو چھوٹی چھوٹی باتیں اس مضبوط قصر میں دراڑیں ڈالنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ معمولی اختلافات بڑھتے بڑھتے میدان جنگ کا روپ دھار لیتے ہیں اگر یہ جنگ جاری رہے تو اکثر اس کا اختتام شکست پر ہوتا ہے۔ میاں بیوی کی شکست اور بچوں کی ریخت۔ دو خوبصورت افراد کی شکست جو کندھے کے ساتھ کندھا اور قدم ملا کر سفر کرنے کے ارادے سے نکلے تھے اور زیادہ افسوس اس لئے ہوتا ہے کہ اکثر جوڑوں کی جدائی کا سبب کوئی سنگین وجوہات نہیں ہوتیں بلکہ معمولی مسائل تھے اور دونوں یا ان میں سے کوئی ایک رائی کو پہاڑ بنانے کا سبب بنا۔[1]

اگر حالات اس نہج پر آجائیں کہ فریقین کی جانب سے حدود اللہ قائم نہ رکھنے کا اندیشہ بڑھ جائے تو پھر آخری چارہ کار کے طور پر طلاق کا ہتھیار استعمال کیا جائے۔ کیونکہ یہ عمل رحمٰن کی ناراضگی اور شیطان کی خوشی کا باعث ہے۔

---

[1] روزنامہ خبریں، لاہور، ۲۶ جون ۲۰۰۷ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان دریا پر اپنا تخت بچھاتا ہے پھر وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے لشکر بھیجتا ہے اس کے نزدیک اس شیطان کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور ہو۔ سارے شاگرد اپنی اپنی کارروائی بیان کرتے ہیں ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا، شیطان کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک اور شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں لڑائی کروادی تھی پھر وہ وہاں سے ٹلا ہٹا نہیں یہاں تک کہ شوہر نے طلاق دے دی شیطان اس کو گلے سے لگالیتا ہے اور بہت شاباش دیتا ہے کہ ہاں تو نے بڑا کام کیا ہے۔[1]

نگہت ہاشمی لکھتی ہیں: اسی سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ شیطانی حملہ سب سے زیادہ کس رشتے پر ہوتا ہے؟ اور گھروں کو توڑ دینا یہ سب شیطانی مشن کا سب سے بڑا ایجنڈا ہے۔ یعنی اس کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ گھر توڑ دیئے جائیں، تعلقات متاثر کر دیئے جائیں۔[2]

میاں بیوی کا اختلاف بہت سے فسادات کو پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تنہاء میاں بیوی کے تعلقات خراب کرنے اور ان میں تفریق ہی نہیں ڈالتا بلکہ اس کا دائرہ اثر زوجین سے بڑھ کر، ان کی اولاد، ان کے خاندانوں سے ہوتا ہوا پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

مولانا محمد ہارون معاویہ لکھتے ہیں: اس میں راز یہ ہے کہ اگر دو سروں سے عداوت ہو تو اس کا اثر دو سروں تک نہیں پہنچتا اور میاں بیوی میں لڑائی و طلاق ہوئے تو دونوں کے خاندان میں جنگ ہوتی ہے۔ دو کی عداوت دو سو کی جنگ ہو جاتی ہے۔ شیطان کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ سو میں الگ عداوت پیدا کرے بس وہ میاں بیوی میں عداوت پیدا کر دیتا ہے اس سے خود بخود دور تک سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔[3]

ہم آئے روز اخبارات اور رسالوں میں پڑھتے ہیں یا لوگوں کی زبانی سنتے ہیں کہ فلاں جوڑے میں ناچاقی ہو گئی۔ فلاں جوڑے میں علیحدگی کی نوبت آگئی اور فلاں شادی کا انجام طلاق ہوا۔ شادی شدہ جوڑے جو بڑے ارمانوں اور دعوؤں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بھر کا پیمان وفا باندھتے ہیں، آخر

---

[1] ۔ الصحیح للمسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایہ، ج:۴، ص:۲۱۶۷، حدیث نمبر:۲۸۱۳

[2] ۔ نگہت ہاشمی، گھر ٹوٹنے نہ دینا، النور پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۶

[3] ۔ محمد ہارون معاویہ، ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص:۳۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتنی جلدی کیوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ جوڑے ایسے ہی گئے گزرے ہیں کہ وہ معمولی اختلاف یا جھگڑے کے بعد رفاقت کے قابل نہیں رہ سکتے۔ کیا ان میں اتنی بھی شائستگی، سوشل نظر اور رواداری نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی غلطیوں، خامیوں یا اختلاف کو برداشت کر سکیں۔ کیا ان کی شادی جلد بازی کا نتیجہ تھی یا مجبوری یا مصلحت کا؟ یہ سب سوال بڑے اہم ہیں یہاں ہم یہ بات بر سبیل تذکرہ کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ شادی مجبوری کی ہو، محبت کی یا مصلحت کی بہر حال شادی ہے یعنی زندگی بھر کا ساتھ۔ آپ نے جب اپنے رفیق حیات یا اپنی رفیقہ زندگی کو چنا ہے تو یہ سوچ سمجھ کر چنا ہے کہ اس کی برائیاں اور بھلائیاں، اس کی عادات اور اطوار، اس کا کردار اور نقطہ نظر سب آپ کا ہے۔ آپ اس میں اپنی کوشش اور شعور سے جزوی ترمیم کر سکتے ہیں یا کر سکتی ہیں۔ لیکن اس میں ناکامی بھی ہوئی تب بھی حتی الامکان ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہو گا۔[1]

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی اگر طلاق ہی تمام مسائل کا حل نظر آئے تو اس سلسلے میں مرد کو اختیار دیا گیا ہے کیونکہ اس نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے لہذا طلاق دینے کا بھی حق اللہ تعالیٰ نے اسے تفویض فرمایا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ فہم و فراست میں عورت سے فائق ہے۔ اور عورت کی طرح جلد بازی سے کام نہیں لے گا۔

مثال کے طور پر ہمارے ہائیکورٹ کے ایک جسٹس کی رپورٹ کے مطابق صرف لاہور شہر میں ایک مہینے میں داخل ہونے والے خلع کے کیسز کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ جسٹس صاحب لکھتے ہیں:

کہ میں نے ہمیشہ بچوں اور بچیوں سے پوچھا کہ آپ آپس میں کیوں نہیں رہنا چاہتے تو جواب یہ ملتا ہے کہ ، کوئی بچی کہتی ہے کہ جب میرے شوہر گھر آتے ہیں تو میں ان سے کہتی ہوں کہ چلیں ذرا گھومنے پھرنے چلیں، فریش ہو جائیں گے، تو یہ کہتے ہیں کہ میں تھکا ہوا ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں اور ابھی کچھ دیر کے لئے گھر ہی میں رہیں گے، چونکہ وہ مجھے لونگ ڈرائیو پر نہیں لے کر جاتے، بار بار ہوٹلنگ کروانے کے لئے نہیں لے جاتے تو میرے اور ان کے درمیان تو بہت بعد (فاصلہ) ہے۔ ہم دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ میں سارا دن انتظار کرتی ہوں اور اس انتظار کا یہ پھل ہے؟

---

[1] ۔ محمد ہارون معاویہ، ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۱۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسٹس صاحب نے اس سوسائٹی کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ دیکھو ہم نے اپنی آنے والی نسلوں کو کس مقصد کے لئے تیار کیا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے توقعات باندھتے ہیں اور ان توقعات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟[1]

بات یورپ کے گھرانے کی ہو یا آج ہمارے گھرانے کی ہو، ہے تو انسانی گھرانہ۔ اس گھرانے کو بھی اسی عفریت نے نگل لیا تھا، اور آج ہمارے گھرانے کو بھی یہی عفریت نگلنے کو ہے۔ عورت جب سے معاشی طور پر مستحکم ہوئی ہے، اس نے نکاح کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار پھینکنا چاہا ہے۔ طلاق کی ریشو میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ مغرب میں عورت کی مساوات کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ وہ مرد کے شانہ بشانہ کام کرتی ہوئی نظر آئے۔ بات یہ ہے کہ اس صورتحال نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ کہیں تو عورت اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہی، کہیں گھرانے بے راہ روی کا شکار ہیں، کہیں رب سے دوری ہے، کہیں مقصد زندگی کا احساس نہیں، کہیں آخرت کی جوابدہی کا احساس نہیں۔[2]

رضی الدین سید لکھتے ہیں: ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بڑے ارمانوں اور تلاش کے بعد لاکھوں روپے خرچ کر کے کی جانے والے شادیاں آج کل چھ سے بارہ مہینے کے اندر علیحدگی پر انجام پذیر ہونے لگی ہیں۔[3]

کیا ایسا نہیں لگتا کہ فطرت مسخ ہو گئی ہے، بگڑ گئی ہے، کہ شادی کی روایت ہی ختم کر دیں۔ عورت نے کس سے آزادی حاصل کرنی ہے؟ اپنے شوہر سے، ہونے والے شوہر سے یا بچوں سے یا اپنے پیارے گھر انے سے جو شادی کی صورت میں وجود میں آنا تھا۔[4]

آج آپ مفتیان کرام سے پوچھیں ان کے پاس آنے والے مسائل کا تقریباً ۸۰ فی صد اسی شعبہ زندگی سے متعلق ہوتا ہے۔[5]

---

[1] ۔ گھر ٹوٹنے نہ دینا، ص: ۱۸۔۱۹

[2] ۔ گھر ٹوٹنے نہ دینا، ص: ۶۱

[3] ۔ ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، ص: ۲۰

[4] ۔ گھر ٹوٹنے نہ دینا، ص: ۶۰

[5] ۔ مسنون شادی، ص: ۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالوں پہلے مسلم ممالک میں شادی شدہ جوڑے طلاق کے لئے عدالتوں میں جایا کرتے تھے اور ایسا تب ہوتا تھا جب وہ طلاق کے آخری مرحلے (طلاق کو آخری حل تصور کرتے تھے) میں ہوتے تھے۔ اس سے قبل وہ معاملات کو بہتر کرنے یا سلجھانے یا اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔[1]

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں: قدرت نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا معاون اور ساز گار بنایا ہے۔ جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی طور پر وہ ایک دوسرے سے آسودگی حاصل کرتے ہیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور مل کر نئی تخلیق اور نشو نما کا سامان پیدا کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں نہ کہ رقیب نہیں ہیں۔ تحریک نسائیت نے یہ غضب ڈھایا ہے کہ عورت کو خود انحصاری کی راہ پر چلا دیا ہے عورت ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے اور عورت مرد کے بغیر بھی زندگی گزار سکتی ہے اور کامیاب ہو سکتی ہے اس غرور کی وجہ سے طلاقیں ہوتی ہیں، عورت اور مرد تو اپنے لئے تسلی کا کوئی اور سہارا ڈھونڈ لیتے ہیں لیکن بچوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے وہ فلاحی اداروں کی نظر ہو جاتی ہیں جہاں وہ کئی مصائب کا شکار ہوتی ہیں اور یوں معاشرے کو ایسے شہری میسر آتے ہیں جو دماغی طور پر غیر متوازن، نفسیاتی طور پر الجھاؤ کا شکار اور معاشرتی طور پر ناقابل قبول ہوتے ہیں۔[2]

طلاق کے علاوہ اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں:

ایک بہترین شوہر اپنے ہر تصرف میں حکمت و دانائی کا ثبوت دینے والا، اور اپنے ہر کام میں مشاق و ماہر ہوتا ہے۔ یہ کسی کم عقل انسان کی طرح اپنے خاندان کو ضائع و برباد نہیں کرتا کہ اپنی زبان سے نکلنے والے ایک لفظ سے، جس کی سنگینی کا اسے احساس ہی نہ ہو، اس قیمتی ناطے کو توڑ بیٹھے۔

خوب سوچ سمجھ کر اپنے منہ سے الفاظ نکالتا ہے۔ کسی قسم کی لعن طعن، گالی گلوچ یا سب و شتم کے الفاظ اس کی زبان سے نہیں نکلتے جس سے اس کی بیوی کو تکلیف ہو، جیسا کہ بعض شوہروں کا وطیرہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ بات بیوی کی خیر خواہی اور صحیح طور پر اس کی اصلاح کے طریقے کے خلاف ہے۔

---

[1]. Ash-Shahawi, Majdi,Muhammad,Marital discord,Darussalam,2004, P:150

[2]۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص:۵۰۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں: یہ طلاق کے الفاظ کا کھیل اور مذاق نہیں بناتا، نہ سنجیدگی میں نہ مذاق میں۔ بہت سے شوہر ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے یا بیوی سے ہنسی مذاق میں یا اسے ڈرانے یا اپنی مرضی کے کام پر اکسانے کے لئے طلاق کے الفاظ اپنی زبان کی نوک پر لئے پھرتے ہیں۔[1]

یہ حقیقت ہے کہ بہت سی جگہوں پر شوہر خود قوامیت کا نامناسب استعمال کرتے ہوئے اپنے گھر کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ وہاں عورت کی ایثار و قربانی، اس کی وفاشعاری، سلیقہ مندی، خوبصورتی اور خوب سیرتی سب اس کا مذاق اڑاتی رہ جاتی ہیں۔ اور عورت عدم تحفظ کا شکار ہوتی رہتی ہے کہ نہ جانے کب کس انجانے جرم اور ناکردہ گناہ کی پاداش میں اس کے ہاتھ میں طلاق کا پروانہ پکڑا کر اسے زمانے کی ٹھوکروں کے حوالے کر دیا جائے۔

خاوند یہ کرتے ہیں کہ بیوی کے سر پر ہر وقت طلاق والی تلوار لٹکائے رکھتے ہیں۔ ذرا سی کوئی بات ہوئی، میں تمہیں فیصلہ دے دوں گا۔۔۔ میں تمہیں گھر پہنچا دوں گا۔۔۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔۔۔ تم کیا سمجھتی ہو مجھے کئی رشتے ملتے ہیں۔۔۔ یاد رکھنا جس خاوند نے بیوی کے سر پر طلاق والی تلوار لٹکا دی اب اس بیوی کو کبھی سکون نہیں مل سکتا۔ خاوند تو ایک دفعہ کہہ کر چلا گیا کہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ بیوی کے ذہن کے اندر کیا طوفان مچ گیا۔ اس کو تو اپنی ذات بے سہارا نظر آنے لگ گئی۔ اب وہ بیٹھ کر سوچتی رہتی ہے کہ اگر یہ بندہ مجھے چھوڑ ہی دے گا تو میرا بنے گا کیا؟ اب وہ کیا کرتی ہے یا تو پھر والدین سے اپنی کوئی شرط اور پکی کر لیتی ہے۔ ان کو اپنی ہر ہر بات میں راز دار بناتی ہے تاکہ اگر مجھے خاوند کبھی دھکا دے دے تو کم از کم میں اپنے ماں باپ کے پاس تو چلی جاؤں۔ کیونکہ اب اس کو احساس تحفظ نہیں رہا۔ کبھی وہ یہ سوچتی ہے کہ اگر خاوند مجھے چھوڑ دے تو میں کیا کروں گی۔ وہ سوچتی ہے کہ اچھا میں جاب کر لوں گی۔ ماں باپ کے گھر تو جا نہیں سکتی۔ اس لئے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا ہے۔ لہذا اب اس کے ذہن میں شیطان الٹی سیدھی باتیں ڈالے گا کہ تم اس طریقے سے اپنے آپ کو سہارا دے لینا اور تم اپنا تعلق فلاں سے بھی رکھو۔[2]

---

[1] ۔ مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، ص:۷۹

[2] ۔ مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، ص: ۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق صرف اسی صورت میں مناسب ہے جب کوئی دیگر چارہ کار باقی نہ رہے اور اس پر بھی طلاق دینے کا شرعی طریقہ اس امر کا غماز ہے کہ اسلام میاں بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جانے سے پہلے سوچنے کا پورا پورا موقع دیتا ہے۔ اور ہر قدم تنبیہ کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ اب بھی وقت ہے۔ اب بھی سوچ لو۔ اب بھی سنبھل جاؤ ورنہ۔۔۔ تمھاری مرضی۔

خیر، یہ الگ موضوع ہے۔ طلاق کے حوالے سے ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ازدواجی مسائل کا حل نہیں۔ انتہائی شدید اور پیچیدہ صورت حال سے قطع نظر حتی الوسع کوشش یہی کرنی چاہئے کہ ازدواجی جھگڑوں کا اختتام طلاق پر نہ ہو۔ ذرا سی سوجھ بوجھ سے کام لینے سے اس تکلیف دہ عمل سے بچا جا سکتا ہے۔ خصوصاً مرد حضرات کو اس ضمن میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ وہ پرندہ ہے جو ایک مرتبہ گھونسلے سے اڑ جائے تو پھر کبھی واپس نہیں آتا۔[1]

طلاق کے معاشرتی اثرات بھی کچھ ایسے خوشگوار نہیں ہوتے۔ سب سے پہلے تو معاشرے میں ایسے میاں بیوی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا جو اپنے گھریلو تنازعات کو اس قدر بڑھا دیتے ہیں کہ انجام کار طلاق کے علاوہ کوئی حل باقی نہیں رہتا۔ اگر بچے موجود ہوں تو معاملہ اور زیادہ گھمبیر ہو جاتا ہے کیونکہ طلاق کی صورت میں اور کچھ ہو نہ ہو، بچے عموماً خوار ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ طلاق ایک تکلیف دہ صورت حال سے چھٹکارا حاصل کرنے کا راستہ ہو تو ہو لیکن کسی مسئلے کا حل نہیں۔ ممکن ہے کہ آپ سوچیں کہ موجود بیوی کو طلاق دے کر اور کسی سے شادی کر کے میں ازدواجی سکون حاصل کر سکوں گا لیکن یاد رکھئے کہ جب تک صورت حال کو تکلیف دہ بنانے والے عوامل کو ختم نہیں کیا جائے گا آپ کو ازدواجی سکون نصیب نہیں ہو سکے گا اور طلاق کے اذیت ناک مرحلے سے گزرنے کے باوجود آپ اپنی دلی تمنا کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔[2]

---

[1] ۔ عظیم احمد، پر مسرت ازدواجی خوشیاں، لاہور، روبی پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص: ۸۰۔۸۱

[2] ۔ پر مسرت ازدواجی خوشیاں، ص: ۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق ازدواجی زندگی کے مسائل حل کرنے کا غلط طریقہ ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی بیماری کا علاج کرنے کی بجائے اپنی جان لینے پر اتر آئے۔ طلاق واقعی جہنم ہے۔ طلاق یافتہ افراد کی بھاری اکثریت کو جذباتی طوفان تھم جانے کے بعد پچھتانا پڑتا ہے۔

ان کی اپنی زندگیاں، اور ان کے بچوں کی زندگیاں برباد ہو جاتی ہے۔[1]

جو لوگ زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا بہادری سے کرتے ہیں اور ان سے فرار کی بجائے کوشش کرتے ہیں کہ وہ حکمت و تدبیر سے حالات کا رخ موڑ سکیں وہی ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔

زندگی ایک چیلنج ہے، عورت کے لئے بھی اور مرد کے لئے بھی۔ جو لوگ اس حقیقت کو جانیں، وہ چیلنج کو ترقی کا ایک زینہ سمجھیں گے اور اس پر چڑھتے ہوئے اعلیٰ مراتب حیات تک پہنچ جائیں گے۔ سکھ مادی راحت کا نام نہیں۔ سکھ یہ ہے کہ آدمی اپنے حالات سے مطابقت کا راز جان لے۔[2]

زوجین میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ زندگی کے اس چیلنج کو قبول کرے اور حقیقت خواہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو اس کا مقابلہ کرے کیونکہ انھوں نے اس رشتے کی ابتداء تقوٰی سے کی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ـــ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[3]

لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تقوٰی کے حصول میں کبھی خار دار جھاڑیوں سے دامن الجھے گا اور کبھی صحرا کی صعوبتیں بھی سہنیں پڑیں گی، کبھی اس دشت کی سیاحی جسم و روح دونوں کی آبلہ پائی کا باعث بنے گی تو کبھی موسموں کے سرد و گرم مضطرب رکھیں گے، کبھی یہ نہ کٹنے والا پر خطر سفر مضمحل کرے گا تو کبھی اس کے بالکل بر

---

[1] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص:۲۸۳

[2] ۔ کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ۶۸

[3] ۔ النساء:۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عکس انہی خار دار جھاڑیوں سے بیش قیمت پھولوں سے دامن بھر جائے گا، کبھی یہی صحرا شجر سایہ دار میں بدل جائے گا اور کبھی اسی دشت کی سیاحی پھولوں کی سیج ثابت ہو گی تو کبھی موسموں کا یہی سرد و گرم زندگی کا حسن بڑھاتا جائے گا اور کبھی یہ پر خطر سفر ایک حسین خواب کی تعبیر کا روپ دھار لے گا۔

زندگی کا سفر کاٹنا ہے اگر آگ پر رقص کرنے کا فن سیکھ لے

جسم چاہے جلے روح پھلے پھولے، جینا چاہے تو مرنے کا فن سیکھ لے

یہ سب تبھی ممکن ہے جب زوجین میں سے ہر ایک کی زندگی میں سے تقویٰ کو پہلو کبھی بھی فراموش نہ ہو۔ اور وہ عزم و ہمت، صبر و برداشت، ایثار و محبت، خلوص اور سچائی پر اس رشتے کی بنیاد رکھیں۔

اس معاملے میں عورت اور مرد دونوں کی ذمہ داری یکساں ہے۔ تعمیر کے اس کام میں مرد کی حیثیت اگر ناظم کی ہے تو عورت کی حیثیت معاون کی۔ دونوں کے اوپر فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے اپنے دائرے میں خاندان کی صحت مند تعمیر کا کام انجام دیں۔ یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری ہے۔ عورت اور مرد اگر اس ذمہ داری کو درست طور پر انجام دیں تو ان کے لئے خدا کے یہاں بہت بڑا انعام ہے۔ اور اگر وہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوتاہ ثابت ہوں تو خدا کے یہاں پکڑ ہے جائیں گے، اور خدا کی پکڑ بلاشبہ نہایت سخت ہے۔[1]

خاندان کا کردار:

خاندان ہر فرد کی تربیت و کردار میں بنیادی و کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہی تربیت اور دیا جانے والا شعور افراد کے مستقبل کے کردار اور رویوں کی غمازی کرتا ہے، عملی زندگی میں پیش آنے والے حوادث و تلخ و شیریں حالات کے لئے تیار کرتا ہے۔ اپنی آئندہ زندگی میں یہی بچے اسی تربیت و راہنمائی کے زیر اثر اپنے معاملات انجام دیتے ہیں۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں: ہر گھر سماج کا ایک یونٹ ہوتا ہے۔ بہت سے گھروں سے مل کر ایک سماج بنتا ہے۔ اگر سماج کا ہر یونٹ درست ہو جائے تو پورا سماج درست ہو جائے گا، اگر سماج کے یونٹ بگڑ رہے ہیں تو سماج بھی ایک بگڑا ہوا سماج بن جائے گا۔ اس اعتبار سے ہر مسلم خاندان کی وہی حیثیت

---

[1] ۔ وحید الدین، مولانا، کامیاب ازدواجی زندگی، لاہور، مکتبہ قاسم العلوم، اردو بازار، س۔ن، ص: ۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو قرآن کے الفاظ میں (اہل بیت) کی تھی۔ ہر مسلمان خاندان کو اپنے افراد کی تطہیر وتزکیہ کا کام کرنا ہے۔ وہ اپنے افراد کے اندر سے برائی کو نکالے اور ان کے اندر بھلائی کو فروغ دے۔ ہر گھر کے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاندان کو صالح خاندان بنائیں، تاکہ ان کے مجموعے سے صالح معاشرہ وجود میں آسکے۔[1]

خاندان کا کردار زوجین کی زندگی میں انتہائی اہم ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بڑھنے کا بہت بڑا سبب سسرال کی بے جا مداخلت ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام کے اثرات کے تحت اس کو کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہاں صرف ان امور کا جائزہ لیا جائے جن کو اختیار کرنے سے نہ صرف طلاق کی شرح کو کم کیا جاسکے بلکہ اگر کوئی مطلقہ خاتون ہو تو اس کے معاملات کو بھی بخیر وخوبی چلانے کے لئے اقدامات کیے جاسکیں۔

ا۔ زوجین کے والدین کا تربیتی کردار:

زوجین کی زندگی کو درست نہج پر چلانے کے لئے زوجین کے والدین کا کردار انتہائی اہم ہے۔ اس سلسلے میں والدین کو حقیقت پسندانہ طرز عمل اختیار کرتے ہوئے انہیں عمل زندگی کے لئے تیار کرنا چاہیے۔ اس بارے میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے والدین کو ان کی تربیت اس انداز میں کرنی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا رقیب اور فریق تصور نہ کریں بلکہ انہیں اپنا رفیق ومونس قرار دیں۔

بہت سے جھگڑے اس غیر حقیقی سوچ کے باعث بھی ہوتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کے تمام لاڈ پیار اٹھاتے ہیں انہیں شادی کے موقع پر دنیا جہاں کے تمام لوازمات فراہم کرنا اور ان کی خوشیوں کو بھرپور انداز میں منانے کے لئے تو تمام جتن کرتے ہیں لیکن انہیں ادب وسلیقہ، شائستگی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کی تلقین شاذونادر ہی کرتے ہیں۔ اس بارے میں لڑکی اور لڑکے دونوں کو سمجھانے کی کوشش کی کرنی چاہیے کہ تم پر ایک دوسرے کے حقوق وفرائض ہیں۔ معاملات میں کن چیزوں کو اہمیت ہے اور کن کو نظر انداز کیا جانا ضروری ہے۔

---

[1] ۔ کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مائیں شادی سے پہلے یہ سمجھ لیتی ہیں کہ بچے کو سب پتہ ہے کہ اس نے کیسے زندگی گزارنی ہے۔ وہ اپنے اچھے برے کو سمجھتا ہے۔ تو ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ پڑھے لکھے ہیں، خوب سمجھتے ہیں اور بچیوں کی مائیں کہتی ہیں کہ اب اس عمر کو پہنچ کر بھی ہم انہیں بتائیں گے؟ باقی معاملات میں تو یہ ہم سے بہت آگے نکل گئیں، اس معاملے میں بھی آگے نکل جائیں گی۔ جب دونوں طرف سے گائیڈ لائن نہیں ملتی تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب دو افراد باہم مل بیٹھتے ہیں تو انہیں یہی سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں مل بیٹھے؟ لڑکی کے ذہن میں خواب ہیں اور لڑکا اپنے کام کرتا ہے لیکن نتیجہ محبت کی صورت میں نہیں نکلتا۔[1]

لڑکی کا والدین کو کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ اسے اس بات کی تربیت دیں کہ تم ایک نیا گھر بسانے جا رہی ہو وہاں موجود افراد کے درمیان اپنی جگہ و مقام خود بنانا ہے۔ اور یہ ایثار و محبت اور احسان سے بنتا ہے۔ لڑکی کو یہ نہ سمجھایا جائے کہ جاتے ہی میاں کو مٹھی میں کر لینا، ساس، سسر، نندوں اور گھر کے دیگر افراد کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں، جیسے ہی وہ کوئی ایسی بات کہیں جو تمہیں ناگوار معلوم ہو تو فورا جواب دے دینا، ادھار نہ رکھنا، یہ نہ سمجھنا کہ تم بے یار و مددگار ہو ہم تمھارے پیچھے ہیں لہذا جب کوئی معاملہ ہو ہمیں بتانا ہم خود انہیں مزا چکھا دیں گے اپنی لاڈلی بیٹی کو تنگ کرنے کا۔ ایسے بہت سے رویے اور خیالات ہمارے معاشرے کے بہت سے گھرانوں کی ماؤں میں موجود ہیں جن کا ذاتی طور پر دوران تحقیق مشاہدہ کیا گیا ہے۔

کچھ خواتین اپنی فطری نادانی کی وجہ سے یا پھر لڑکی کی بہت زیادہ محبت اور چاہت کی وجہ سے بہت سی ایسی بے جا حرکتیں کر گزرتی ہیں جس کے نتیجے کے طور پر ان کی لاڈلی بیٹی کا گھر ہی اجڑ جاتا ہے۔

ادھر ناسمجھ اور نادان بیٹی کو بھی بہت دیر کے بعد عقل آتی ہے لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے اور اب سوائے پچھتاوے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا کیونکہ تب تک اس نادان لڑکی کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] ۔ گھر ٹوٹنے نہ دینا، ص: ۱۸

[2] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص: ۲۵۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف لڑکے کے والدین کو صرف لڑکے کے شادی کے ارمان ہی نہیں ہونے چاہیں کہ جیسے کہ ہمارے ہاں ہر وقت مائیں بیٹوں کی شادی کے ارمان سجائے اٹھتے بیٹھتے یہ کہتی نظر آتی ہیں کہ میں تو اپنے بیٹے کے لئے چاند سی دلہن لاؤں گی، جو بہت سا جہیز بھی لائے۔ لیکن یہ خام خیالی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے ہم بیٹوں کی بہت سے معاملات میں تربیت نہیں کر پاتے۔ ایک طرف تو لڑکے کے گھر والوں اور بیٹے کے ذہن میں چاند سی دلہن سے کم کوئی معیار ٹھہرتا ہی نہیں دوسری جانب لڑکے تربیت کرنے میں بھی غفلت برتی جاتی ہے بلکہ کچھ گھروں میں یہ کہا جاتا ہے کہ شروع میں سارے لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح کی سوچ اور رویے زوجین کے لئے بہت سے مسائل کا باعث بنتے ہیں اس لئے لڑکوں کو بھی ان کی شادی کے بعد کی زندگی، ان کے معاملات و مسائل سے صحیح طور پر نبرد آزما ہونے کے لئے والدین کو تربیت فراہم کرنی چاہیے۔ انہیں یہ سمجھانا چاہیے کہ شادی کے بعد تمھاری زندگی کافی حد تک بدلے گی لہذا تمہیں بھی خود کو بدلنا ہو گا یہ نہیں کہ صرف لڑکی ہی سسرال آکر بدلے اور خود کو تمھارے مزاج کے موافق کر لے بلکہ اس سلسلے میں تمھاری جانب سے کی جانے والی تھوڑی سی پیش قدمی اس کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہو گی اور یقیناوہ اس بات میں خوشی محسوس کرے گی کہ وہ تمھارے پسندیدہ سانچے میں ڈھل جائے۔ تمھارا کردار زیادہ موثر ثابت ہو گا۔

اگر اس طرح کی تربیت لڑکے کو اس کی نئی زندگی کی ابتدا میں دی جائے تو معاملات بگڑنے کی بجائے سلجھ جاتے ہیں اور دلوں میں گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

لڑکوں کو عورت پر ہاتھ نہ اٹھانے کے متعلق شعور بھی ان کے ماں باپ بہتر انداز میں دے سکتے ہیں۔ جن گھروں میں لڑکوں اس برائی سے منع کیا جائے گا اور اسے معیوب گردانا جائے گا وہاں عورت پر تشدد کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں ہو گی۔ طلاق کے حوالے سے کئے گئے سروے کے اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں اسے کوئی برائی تصور نہیں کیا جاتا بلکہ بعض اوقات لڑکے کے گھر والے خود اس تشدد میں شامل ہوتے ہیں یا شوہر کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ بیوی کو مارے، اس طرح کے ان گنت واقعات آئے روز اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن سے تمام ارباب علم واقف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اکثر گھرانوں میں بیٹے، بھائی اور شوہر کی محبت، اختیارات و ملکیت کا تصور معاملات کو نازک اور پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ جس وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

ماؤں کو اپنی اولاد سے اس قدر جذباتی وابستگی ہوتی ہے کہ وہ ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا لازمی فریضہ تصور کرتی ہیں۔ ان کے ناز نخرے اٹھاتی ہیں ایسے بچے کا مزاج بھی ایسا ہی بن جاتا ہے کہ اس کے مطالبے کو پورا کیا جائے لیکن یہاں ماؤں سے کوتاہی ہوتی ہے وہ انہیں زمانے کی تلخیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہیں کرتیں اس لئے جب یہی بچہ جوان ہو کر اپنی عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو یہاں اس تضاد کا نتیجہ نہایت بری شکل میں نکلتا ہے۔ لہذا ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں خواہ وہ بیٹیاں ہوں یا بیٹے حقیقی و عملی زندگی کے مد و جزر کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔[1]

طارق رمضان لکھتے ہیں: معاشرے میں نہ صرف لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے بلکہ باپ اور تمام مردوں کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے۔ عورتوں کے حقوق کا سب سے بدترین دشمن اسلام نہیں بلکہ جہالت اور ناخواندگی ہیں۔ جن کا تعین روایتی کردار کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔[2]

زوجین کی زندگی کی گاڑی کی کو بہتر انداز میں رواں دواں رکھنے کے لئے یہ بات ضرور سامنے رہنی چاہیے کہ اس سلسلے میں زوجین کے بعد اگر کسی کا کردار اہم ہے تو وہ ان کے والدین ہیں۔ اس پہلو سے ان کی کوتاہی یا جانبداری فریقین کو عمر بھر کی رفاقت سے محرومی یا ناآسودہ زندگی کی جانب گامزن کر سکتی ہے۔ جس کے باعث خود ان کے اپنے بچے اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات و مسائل سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ والدین کو جہاں بچوں کی تعلیم، پرورش، کاروبار اور شادی کے معاملات کی فکر ہوتی ہیں وہیں انہیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ انہیں رشتوں کو نبھانے اور ایک دوسرے کا احترام سکھانے کی تربیت میں کمی یا لاپرواہی بہت سے رشتوں کے ٹوٹنے کا باعث بن سکتی ہے۔ چنانچہ انہیں غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ نکاح کی صورت میں جو رشتہ قائم ہوا ہے اسے بچایا جائے، والدین کا معاملات کو سلجھانے میں غیر جانبدارانہ کردار بہت سے گھر ٹوٹنے سے بچا سکتا ہے، بجائے اس کہ والدین زوجین میں ہونے والے جھگڑوں میں رائی کا پہاڑ بنا کر ایک کو دوسرے کے خلاف

---

[1] ۔ ملخص از: کامیاب ازدواجی زندگی، ص: ٦٩

[2] . Islam , the west and the Challenges of Modernity , P:54

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متنفر کریں اور انہیں یہ سکھائیں کہ کوئی بات نہیں تم طلاق دے دو یا لے لو تاکہ اس اذیت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے، ہم کہیں اور شادی کروادیں گے۔

۲۔ زوجین کو جہاں تک ممکن ہو اپنے مسائل خود حل کرنے دیں:

مشاہدہ میں آیا ہے کہ زوجین میں جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اکثر اوقات وہ انتہائی معمولی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اور کچھ وقت گزرنے کے ساتھ ان میں اس بات کا احساس بھی باقی نہیں رہتا کہ وہ لڑے جھگڑے تھے یا ان میں کوئی مسئلہ یا تنازعہ پیدا ہوا تھا، لیکن گھر میں پیدا ہونے والے اس مسئلے کو ہر فریق اپنے اپنے مزاج اور سوچ کے مطابق محسوس کرتا ہے، اس طرح لڑکے کے گھر والوں کی انسیت اور جذباتی وابستگی چونکہ لڑکی کی نسبت لڑکے کے ساتھ زیادہ ہوتی ہے تو وہ اس میں سارا قصور لڑکی کا نکالتے ہیں۔ اس کے برعکس جب اس معاملے کی خبر لڑکی کے والدین و عزیز و اقارب کو ہوتی ہے تو انہیں اپنی بیٹی بے قصور لگتی ہے کیونکہ انہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے جتنا ان کے علم میں ان کی بیٹی لائی ہوتی ہے۔ یوں معاملہ زوجین کی بجائے دو خاندانوں کا معاملہ بن جاتا ہے اور ہر کوئی دوسرے فریق کو مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ اس لئے میاں بیوی دونوں کے خاندان کے افراد کو حکمت سے کام لینا چاہیے اور تنازعہ کی ابتداء میں انہیں اسے خود ہی سلجھانے کے مواقع فراہم کرنے چاہیں جب کہ ہمارے ہاں اس کے بالکل الٹ معاملہ ہوتا ہے میاں بیوی کے درمیان کسی بھی معمولی سی بات پر تلخ کلامی ہوئی تو ساتھ ہی ساس، سسر اور گھر کے دیگر افراد اس میں شریک ہو جاتے ہیں اور پھر اگلی پچھلی تمام باتیں انہیں یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو فلاں وقت ایسا ہوا تھا، اس نے ایسا کیا تھا؟ فلاں موقع پر اس کا رویہ یوں تھا، خواہ میاں بیوی اسے بھول بھی چکے ہوں لیکن ماضی یاد دلوا کر محاذ کو خوب گرم کیا جاتا ہے تو بات جو معمولی کی تلخ کلامی پر شروع ہوتی ہے بڑھتے بڑھتے ایک بڑی جنگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس میں گھر میں موجود ہر شخص اپنا اپنا مورچہ سنبھالے تاک تاک کر حملہ کر رہا ہے یوں زوجین کا باہمی جھگڑا دو خاندانوں کا جھگڑا بن جاتا ہے اور ان کی آپس کی معمولی نوک جھونک، یا تادیر شدت اختیار کر جاتا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں مداخلت نہیں ہوتی زوجین اسے ایک روزمرہ کا معاملہ تصور کرتے ہیں صبح کو ہونے والے لڑائی کا خاتمہ اکثر اوقات رات کو ہو جاتا ہے۔ چنانچہ زندگی کی حقیقتوں، ان کی نزاکتوں اور لطافتوں سے واقف والدین کا اس سلسلے میں مثبت کردار زوجین کے جھگڑوں کے خاتمے اور انہیں زندگی کی حقیقتیں سمجھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۳۔ زوجین کے جھگڑوں میں والدین کا مصالحتی کردار:

میاں بیوی کے مابین جھگڑا ہونا فطری عمل ہے۔ ازدواجی معاملے میں جب اس پہلو سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاملات و حقوق و فرائض میں کمی یا نقص دونوں جانب سے ہو جاتا ہے اور انہیں ماپنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے کیونکہ یہ تعلق حقوق و فرائض سے بڑھ کر احساس و جذبات کا ہوتا ہے اور یہ کبھی بھی قابل پیمائش نہیں ہوتے۔

مولانا ذوالفقار احمد لکھتے ہیں: دراصل میاں بیوی ایک گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ٹھاک ہموار چلتے رہیں تو زندگی کا سفر پر سکون اور خوشگوار گزرتا ہے۔ اگر یہ ٹیڑھے ہو جائیں، یا اپنی جگہ چھوڑ دیں تو ایکسیڈنٹ سے گھر کی گاڑی تباہ ہو جایا کرتی ہے اور اگر یہ پہیے چلتے تو رہیں لیکن ایسے بے ڈھب ہوں کہ ساری زندگی کھٹ کھٹ چوں چوں کا شور کرتے رہیں تو گاڑی مسلسل ہچکولے اور دھکے کھاتی رہتی ہے۔ اور زندگی کا سفر انتہائی تلخ اور بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

آج معاشرے میں اکثر گھروں میں کہیں کلی طور پر اور کہیں جزوی طور پر یہی صورتحال دیکھنے کو ملتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ باہم میاں بیوی ہوتے ہیں لیکن اعتماد و التفات کا نام نہیں ہوتا، ایک ہی گھر میں رہتے ہیں لیکن ایک کا منہ مشرق کی طرف اور دوسرے کا مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آئے دن کی تو تکار کے ساتھ ساتھ مار پیٹ تک نوبت بھی آجاتی ہے۔[1]

زوجین کے مابین اگر تنازعات شدت اختیار کر جائیں اور معاملات دن بدن بگڑتے جائیں تو ایسے میں والدین کو چاہیے کہ وہ گھر کو بچائے رکھنے میں مثبت کردار ادا کریں۔ نیز والدین کا کردار اس پہلو سے کیا ہونا چاہیے اس بارے میں سیرت طیبہ ﷺ ہماری راہنمائی فرماتی ہے۔

---

[1] ۔ مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، ص: ۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سہل بن ساعدیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ ﷺ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت علی ﷺ کو وہاں موجود نہ پایا آپ نے دریافت فرمایا: وہ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ ﷺ نے عرض کیا، میری ان سے کچھ چپقلش ہوگئی تھی، اس لئے وہ ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں اور، میرے پاس انہوں نے دوپہر نہیں گزاری ہے۔ آپ نے کسی سے کہا جاؤ، دیکھو وہ کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ خود مسجد میں گئے، دیکھا کہ حضرت علیؓ وہاں لیٹے ہوئے تھے اور پہلو سے چادر اترنے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جسم پر لگی ہوئی مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا: اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔[1] حضرت علیؓ کو یہ کنیت بہت پسند تھی اور اس سے بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ اس کنیت سے انہیں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا۔[2]

نبی کریم ﷺ کا اس طرح داماد کے لئے پہل کرنا لڑکی والوں کے لئے عبرت اور نصیحت کا باعث ہے۔ جب کہ آج لڑکی والے اپنی بیٹی کے بارے میں حضرت فاطمہؓ کا سا قصہ سنتے ہیں تو فورا آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ بیٹی کو گھر لے جا کر بٹھا لیتے ہیں تا کہ شوہر خود چل کر آئے، خوشامد کرے اور ان سے اپنی بیوی کی بھیک مانگے۔ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ شوہر طیش میں آکر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور اس طرح خاندان اور بیوی بچے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔[3]

اس واقعہ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ حضرت علیؓ کے کفیل تھے اس لئے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے یہ قدم اٹھایا اور انہیں گھر لا کر مصالحت کروادی تو یہ پہلو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

زوجین میں جب جھگڑا ہونا ایک فطری امر ہے تو ایسے میں میاں بیوی کے قرابت داروں اور اعزہ کا فرض ہو جاتا ہے اگر میاں بیوی اپنا جھگڑا نہ نمٹا سکیں تو وہ حکمت اور بہتر نصیحت کے ساتھ اس کا حل

---

[1] ۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، ج:۱، ص:۹۶، حدیث نمبر:۴۴۱

[2] ۔ صحیح بخاری، کتاب الادب: بَابُ التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى ج:۸، ص:۴۵ حدیث نمبر:۶۲۰۴

[3] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص:۲۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈھونڈیں۔ اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ اور نمونہ ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خصومت کے ازالہ کے لئے عجلت سے کام لیا اور مصالحت کے لئے اپنے عزیز داماد کو شوخی اور مزاح سے ابوتراب (گرد آلود) کہہ کر خطاب فرمایا۔

لیکن قرابت دار اور سرپرست بھی اسی وقت مداخلت کریں جب کہ میاں بیوی از خود اپنے جھگڑے کا حل نہ نکال سکیں۔[1]

آپ ﷺ کے اس پر حکمت اور مصلحت آمیز رویہ کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم اپنے گھروں میں پیش آنے والے زوجین کے تنازعات میں ان کے والدین اور خاندان کا کردار دیکھتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ زوجین میں باہمی چپقلش کو بغض وعناد کو مسئلہ بنالیا جاتا ہے۔ معمولی بات پر لڑکی کو اس کے میکے رخصت کردیا جاتا ہے یا وہ خود یا اس کے والدین اسے اپنے گھر لے آتے ہیں۔ یہ وقتی دوریاں بعض اوقات دائمی دوریاں بن جاتی ہیں۔ والدین اور خاندان کے بزرگ اکثر اوقات ان جھگڑوں کو ذاتی عناد اور انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں ایسے میں اگر زوجین باہمی طور پر صلح کرنا بھی چاہتے ہیں ایک دوسرے کی ضرورت کو محسوس کرتے بھی ہیں تو ان کے خاندان والے انہیں ایسا کرنے سے روکتے ہیں اور انہیں یاد دلاتے رہتے ہیں کہ فلاں وقت یہ معاملہ ایسے ہوئے اور تمہیں ایذا پہنچی، تم اگر صلح کروگے تو تم ان کے نیچے لگ جاؤ گے وہ تمہیں کمزور سمجھیں گے وغیرہ۔ اسطرح کی کئی دیگر باتوں سے ایک دوسرے کو متنفر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ لڑائی جھگڑوں میں آپس میں ایک دوسرے کے خاندان اور والدین کو بھی برا بھلا کہا گیا ہوتا ہے یوں ان کی اپنی انا مجروح ہورہی ہوتی ہے ایسے میں خاندان کے بزرگوں کو چاہیے کہ وہ وقتی اشتعال، انانیت پسندی کے پندار سے نکل کر زوجین کے مستقبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معاملات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتے ہوئے اپنے بچوں کو ان کی خامیوں سے آگاہ کریں۔ انھیں از سر نو غور وفکر کرنے پر آمادہ کریں، اور ٹھنڈے دل ودماغ سے صورت حال کا ادراک کروائیں۔ خاندان کے بزرگوں کو چاہیے وہ انہیں ایک دوسرے کی خامیوں کو نظر انداز کرنے اور خوبیوں کو تلاش کے لئے تیار کریں۔ ان کی یہ کوششیں کافی حد تک معاملات کو بہتر بنانے اور سلجھانے میں کارگر ثابت ہوسکتی ہیں۔

---

[1] ۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، ص: ۲۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔خاندانی بزرگوں کی فیصلہ کن حیثیت کو برقرار رکھا جائے:

زوجین کے مابین جب جھگڑے طول پکڑ جائیں اور ان کا دائرہ اثر ان کے خاندانوں تک بڑھ جائے تو ان حالات میں دونوں خاندانوں کی جانب سے خاندان کے بااثر بزرگوں سے معاملات کی درستگی اور اصلاح احوال کے لئے رجوع کیا جائے۔ ہر خاندان میں کوئی نہ کوئی ایسا بڑا ضرور موجود ہوتا ہے جس کی دانائی اور فہم وفراست مسلمہ ہوتی ہے نیز زوجین خود یا ان کے والدین اس معاملے میں چونکہ ایک فریق کی حیثیت سے ہوتے ہیں اس لئے بعض اوقات وہ تصویر کا وہی رخ دیکھتے ہیں جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں یا ان کے پیارے بیٹے یا بیٹی نے ان کو جو تصویر دکھائی ہوتی ہے وہ من وعن اسے درست تسلیم کرتے ہیں اور حالات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں زوجین کے مابین ناچاقی کی صورت میں اصلاح احوال کے لئے ثالث یا حکمین قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

شریعت کے اس حکم میں بہت سی مصلحتیں، حکمتیں اور فوائد پوشیدہ ہیں۔

۱۔مسائل کی نوعیت وادارک کی صلاحیت چونکہ ان ثالثوں یا حکمین میں موجود ہوتی ہے لہذا وہ حالات و مسائل کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتے ہیں۔

۲۔غیر جانبداری سے مسائل کے حل کی کوششیں کی جاتیں ہیں۔

۳۔ذاتی عناد وانانیت پسندی سے بالاتر ہو کر مسائل کا تصفیہ کرتے ہیں۔

۴۔زندگی کے بہت سے نشیب وفراز سے واقف ہوتے ہیں اس لئے معاملات کی نزاکت وپیچیدگی کا احساس نہایت باریک بینی سے ہوتا ہے۔

۵۔دونوں خاندانوں کے مسائل، وسائل، مزاج اور پس منظر آگاہ ہونے کے باعث نزاع کی حقیقی وجوہ تک رسائی ان کے لئے کافی حد آسان ہوتی ہے۔

اس لئے اصلاح احوال کے لئے کی گئی ان کی کوششیں کافی حد تک ثمر آور ثابت ہو سکتیں ہیں، دلوں کو ملانے اور خاندانوں کو ٹوٹنے سے بچانے میں ان کا کردار انتہائی اہم ہے۔

اس لئے انہیں خاندانوں میں پیدا ہونے والے فساد کو ختم کرنے میں اپنا کردار لازمی ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کو اور فساد پھیلانے والے دونوں کو پسند نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [1]

نیز قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ باہمی لڑائی جھگڑوں میں صلح کروائی جائے۔ اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ خاندان کے بزرگوں اور ثالثوں کا کردار تب تک اثر انداز نہیں ہو سکتا جب تک باہمی جھگڑوں میں ان کی فیصلہ کن حیثیت کو برقرار نہ رکھا جائے۔ چنانچہ زوجین اور ان کے خاندانوں کو چاہیے کہ وہ جھگڑوں کے تصفیہ میں ثالث اور حکمین کے فیصلوں کو رضامندی اور خوش دلی سے قبول کریں۔ لیکن اگر ان کی فیصلوں کی تعمیل کے باوجود حالات میں بہتری نہ لائے جا سکیں تو پھر آخری حل کے طور پر طلاق یا خلع کا فیصلہ کیا جائے خواہ وہ ثالثوں یا حکمین کے ذریعے سے ممکن ہو جائے یا پھر عدالت میں معاملہ پیش کیا جائے۔ ان میں جو بھی صورت اختیار کی جائے اس میں زوجین اور ان کے خاندانوں کی عزت، احترام اور حسن سلوک کو مد نظر ضرور رکھا جائے۔ انتقام، رقابت، نفرت کے جذبات کو دونوں فریق حتی المقدور پس پشت ڈالیں، مقصد ایذا دینا نہ ہو بلکہ مسئلہ کا حل نکالنا ہو۔ مثبت طرز فکر کو فروغ دیا جانا مسائل کے حل کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ جس سے مسائل و معاملات خواہ حکمین کے سپرد ہو یا عدالت میں کافی حد تک بہتر انداز میں اپنے نتائج تک پہنچ جاتے ہیں۔

۵۔ پنچائتی اور جرگہ کا نظام درست بنیادوں پر استوار کرنا:

ہمارے ملک میں اکثر دیہاتوں اور علاقوں میں پنچائت اور جرگہ کا نظام بہت زیادہ مؤثر انداز میں چل رہا ہے۔ قبائلی و سرحدی علاقہ جات اور دیہات میں اکثر و بیشتر معاملات تنازعات کے تصفیے پنچائت اور جرگہ ہی کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔ حتی کے لڑکے اور لڑکی کے رشتے اور ان کی طلاقوں وغیر کے مسائل بھی اسی نظام کے تحت ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے ضرورت اس امر کی ہے کہ پنچائت اور جرگہ کے نظام کو درست بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ فیصلے کرتے ہوئے علاقائی رسوم و رواج سے زیادہ مصلحت پسندی، زوجین اور ان کے خاندانوں کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھا جائے۔

---

[1] ۔ الحجرات: ۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وٹہ سٹہ کی شادیوں میں بعض اوقات پنچائتیں یا جرگہ ایک فریق کی طلاق کی صورت میں دوسرے فریق کے لئے بھی طلاق کا فیصلہ دے دیتے ہیں۔ جس سے بیک وقت دو گھرانے بکھر جاتے ہیں۔ اسی طرح قتل، وجائیداد اور دیگر بہت سے معاملات و تنازعات کے فیصلے اسلامی تعلیمات کے مزاج اور روح سے یکسر بے نیاز ہو کر کئے جاتے ہیں جن سے بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں۔

پنچائتی یا جرگہ کا نظام اگرچہ فوری اور سستا انصاف فراہم کرنے اور خاندانی مسائل و تنازعات کے حل کے لئے بہترین نظام ہے لیکن شریعت اسلامیہ سے عدم واقفیت اور اسلامی تعلیمات کی روح سے آگاہ نہ ہونے کے سبب مسائل کو حل کرنے کی کوششیں اس حد تک کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک مسائل کے اسباب کا تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجویز نہ کیا جائے، نیز علاقائی منفی رسوم ورواج کو جواز بنا کر مسائل و مقدمات کا حل نہ کیا جائے بلکہ فقہی معاملات واحکامات کو مد نظر رکھتے ہوئے صورت حال بہتر بنانے کے لئے کوششیں کی جائیں۔

زوجین اور ان کے خاندانوں کے مابین تنازعات وطلاق کے مسائل کے تصفیے اور مطلقہ خاتون کو درپیش مسائل کے حل کے لئے پنچائت اور جرگہ فوری انصاف اور دادرسی کا ایک بہترین نظام ہے۔ اس نظام کو مؤثر بنانے سے مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر، عدالتی چارہ جوئی کے دوران فریقین کا ایک دوسرے کو ایذا دینے اور انتقامی رویہ روا رکھنے، عورتوں کو حصول انصاف کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کھانے اور مقدمات کے اخراجات سے کافی حد تک نجات حاصل ہو سکتی ہے، نیز اگر کسی معاملے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی فریقین کو ایک دوسرے سے شکایات ہوں تو تب بھی بلا حیل وحجت اور قانونی روک ٹوک کے بآسانی شکایات کا ازالہ کی صورت ممکن بنائی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ پہلو بھی مد نظر رہنا چاہیے کہ عموماً عدالت میں گواہوں کا شہادت کے لئے پیش ہونا، وکلاء کا مقدمات کی پیروی کرنا، دونوں فریقین کا عدالت بار بار حاضر ہونا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً خواتین کے حوالے اس میں تنگی اور حرج زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔ پنچائت اور جرگہ کے نظام کو مؤثر بنانے موجود خرابیوں کو دور کرنے کے کے لئے کوششیں کی جانی چاہیں۔ تاکہ خاندانی تنازعات اور مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل کے حل کے لئے فوری اور سستے انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پنچائت اور جرگہ کے نظام کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری اقدامات واصلاحات کے ذریعے اس نظام کی خرابیوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل اقدامات تجویز کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ پنچائت کے ممبران میں ایک عالم دین یا مفتی اور ایک وکیل کو بھی شامل کیا جائے۔ اس طرح قانون اور شریعت کے احکام کے مطابق فیصلوں کو قابل عمل بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ علاقائی رسوم ورواج کو بنیاد بناتے ہوئے استحصال وظلم وتشدد پر مبنی فیصلے نہ کئے جائیں۔

۳۔ بااثر جاگیر دار، وڈیرے، نمبرداروں وغیرہ کے خلاف بھی فیصلے انصاف وحقائق کو ملحوظ کرتے ہوئے کئے جائیں۔

۴۔ انتقامی کاروائیوں سے گریز کیا جائے۔

۵۔ تنازعات کے فیصلوں میں صرف مردوں کی حاکمیت وبرتری قائم رکھنے کے لئے ہی یکطرفہ فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ عورتوں کی شکایات کا ازالہ بھی کیا جائے اور ان کی دادرسی بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کی جائے۔ نیز علاقائی رسوم ورواج کی بھینٹ چڑھانے سے گریز کیا جائے۔

۶۔ خاندانوں میں معاشی دست گیری کے لئے فنڈ کا قیام:

زندگی کے نشیب وفراز میں ہر فرد کو بہت سے حوادث اور نازک معاملات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جس سے نبرد آزما ہونے کے بعض اوقات افراد اور ان کے خاندان والے تیار نہیں ہوتے۔ اسی طرح طلاق کے بعد خواتین کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں مطلقہ کے لئے سکونت اور معاش کا مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ طلاق تو اگرچہ مرد دیتا ہے لیکن اس سے سب سے زیادہ متاثر عورت ہوتی ہے اور اگر اس کے بچے بھی تو اسکا یہ مسئلہ کئی گناہ بڑھ جاتا ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ بہت سے والدین اس حیثیت میں نہیں ہوتے کہ وہ اپنی مطلقہ بیٹی کی رہائش اور نان ونفقہ کا بوجھ اٹھا سکیں۔ اسی طرح بھائی بھی شادی کے بعد بعض اوقات اتنی استطاعت کے حامل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ بہن اور اس کے بچوں کا بوجھ بھی برداشت کریں۔ بھابیوں کے لئے مطلقہ نند اور اس کے بچوں کو برداشت کرنا ناقابل برداشت ہوتا ہے اور ان کا وجود انتہائی ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ گھر کی وسعت مکینوں کی تعداد کے لحاظ سے تھوڑی ہوتی ہے۔ بعض اوقات گھروں میں تو گنجائش ہوتی ہے لیکن دل تنگ پڑ جاتے ہیں۔ مطلقہ خاتون جہاں اپنا گھر ٹوٹنے سے آزردہ خاطر ہوتی ہیں وہیں اسے میکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آنے کے بعد بھی کوئی خوشگوار احساس اور توجہ نہیں ملتی۔ ایسے میں خواتین بعض اوقات یا خودکشی کے اقدام کرتی ہیں یا پھر کسی ایسے ادارے میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں جہاں انہیں سر چھپانے کو چھت میسر آسکے۔

ام عبد منیب لکھتی ہیں: طلاق کے بعد عورت واپس اسی گھر آتا ہوتا ہے جہاں نکاح کے وقت رخصت کی گئی تھی، عموماً اس کا استقبال نفرت یا بے دلی سے کیا جاتا ہے۔ باپ، دادا، وغیرہ مطلقہ کے وجود کو اپنی معاشرتی حیثیت پر ایک بدنام دھبہ سمجھتے ہیں۔ خواہی نخواہی اسے میکے والے اپنے ہاں رکھ تو لیتے ہیں لیکن اپنے دل کے دروازے اس کے لئے مشکل ہی سے وا کرتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں طلاق سے اس قدر نفرت پائی جاتی ہے کہ طلاق دینے والے مرد کو۔۔۔ عورت کے باپ بھائی وغیرہ قتل تک کر دیتے ہیں، چاہے وہ باہم کتنے ہی حقیقی اور قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ جب کہ باہم میل ملاقات اور معاملات کا ختم کر دینا تو ایک عام روایت ہے۔ مطلقہ کو اتنا منحوس سمجھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کی منگنی اور شادی کی کسی رسم میں بھی مطلقہ کی شمولیت کو بدشگونی کا باعث سمجھتے ہیں۔[1]

دوران تحقیق مختلف سرکاری اداروں اور خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی مختلف فلاحی تنظیموں کے زیر اہتمام چلنے والے اداروں کے سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ ان اداروں میں پناہ کے حصول کے لئے آنے والے خواتین کے پاس بعض اوقات سر چھپانے کو کوئی ٹھکانہ نہ تھا جہاں وہ طلاق یا بیوگی کے بعد اپنی عزت کو سمیٹے اپنے بچوں کا تحفظ کر سکتیں۔ بہت سی خواتین کے والدین اور بہن بھائیوں نے طلاق کے بعد ان سے ہر طرح کا رشتہ توڑ لیا کہ کہیں بیٹی ان پر بوجھ بن کر نہ بیٹھ جائے، لڑکی کا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی طلاق پر اسے ہی مورد الزام ٹھہرایا گیا، سابقہ شوہر کی جانب سے لگائے الزامات کو سچ جان کر باپ اور بھائیوں نے طلاق یافتہ بہن پر گھر کے دروازے بند کر کے انہیں معاشرے کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا۔

ایک خاتون نے بتایا کہ میں پڑھی لکھی نہ تھی اور نہ خوبصورت، چنانچہ والدین کے بعد میری بڑی شادی شدہ بہنوں میں میرا بوجھ سر سے اتارنے کے لئے میری شادی ایک بدقماش شخص سے کروادی وہ کماتا

---

[1] ۔ مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، ص:۱۷۔۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں تھا، لہذا میں نے اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے لگی۔ خود لوگوں کے کپڑے سلائی کرتی اور اپنا بوجھ اٹھانے لگی، لیکن اس سب کے باوجود شوہر تشدد کرتا، لکڑیوں اور لوہے کے پائپوں کے ساتھ مار پیٹ کرتا، اس دوران میرا حمل بھی دو مرتبہ ضائع ہوا۔ میں اپنی بہنوں کا جب اس بارے میں بتاتی تو وہ کبھی کبھار کچھ رقم مجھے بھیج دیتی۔ شادی کے دس سالوں میں میرے ہاں تین بچے ہوئے۔ لیکن شوہر کی روش نہیں بدلی، بلکہ اس نے پہلے سے زیادہ تشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا اور میرے جسم کو بجلی کے کرنٹ لگانے شروع کر دیئے ایک دن آدھی رات کو مجھے میرے دو چھوٹے بچوں سمیت گھر سے نکال دیا، رات میں نے ہمسایوں کے گھر گزاری۔ صبح جب وہ کام پر چلا گیا تو میں نے ہمسایوں کی دیوار سے اپنے بچے کو اس جانب بلوایا اور اسے اپنے ساتھ لے کر اس شیلٹر ہوم میں آگئی ہوں۔ بہنوں سے رابطہ کی کوشش کی ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہمیں فون نہ کرنا۔[1]

سروے کے دوران ایک خاتون جو ۲۴ سال کی تھی اس نے اپنے جو حالات سنائے وہ بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اس نے بتایا کہ میرا بھائی ایک لڑکی کو پسند کرتا تھا اس نے اس شادی کرنے کے لئے لڑکی کے باپ سے جس کی عمر ۸۰ سال تھی وٹہ سٹہ میں میری شادی کر دی اس وقت میری عمر ۱۴ سال تھی۔ شادی کے تقریباً ایک سال بعد میرا شوہر فوت ہو گیا۔ وہ صاحب جائیداد تھا اس نے کافی جائیداد میرے نام کر دی تھی۔ یوں میں بیوہ ہو کر اپنے والدین کے گھر آگئی۔ ادھر میرے چچا نے جائیداد کے لالچ میں اپنے بیٹے کے لئے رشتہ مانگ لیا۔ میری دوسری شادی میرے چچا کے بیٹے سے کر دی گئی۔ کچھ عرصہ تو سب ٹھیک رہا بعد میں میرے چچا اور میرے شوہر نے جائیداد کے تقاضے شروع کر دیئے۔ میری جائیداد بیوہ ہونے کے بعد میرے باپ نے اپنے نام لگوالی ہوئی تھی۔ میں اپنے باپ سے کہتی کہ وہ جائیداد دے دے لیکن اس نے نہیں دی۔ اس دوران میرے تین بچے ہو گئے۔ میرے چچا نے اپنے بیٹے سے کہہ کر مجھے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا، دوسری طرف باپ نے جائیداد کی وجہ سے مجھے گھر میں رکھنے سے

---

[1] ۔ سروے، ۲۰ ستمبر ۲۰۱۵ء (عورت کے جسم پر جلنے کے نشانات خود محقق نے دیکھے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انکار کر دیا کہ میں گھر رہوں گی تو اپنا حق مانگوں گی۔ چنانچہ اب میں سب کچھ ہوتے ہوئے بے یارو مددگار اس ادارہ میں پناہ لیے ہوئے ہوں۔[1]

اسی طرح کے بہت سے واقعات ان شیلٹرز ہوم میں کئے گئے سروے کے دوران سننے اور دیکھنے کو ملے۔ یہ واقعات اور ان جیسے کئی دوسرے واقعات جو سروے کے دوران سامنے آئے واضح کرتے ہیں کہ جہاں باہمی تنازعات و مسائل کے حل میں خاندان، پنچائت اور جرگہ کو مثبت کردار ادا کرنا چاہیے وہیں ان اسباب کے ازالہ بھی کی بھی کوشش بھی کی جائے جو طلاق پر منتج ہوتے ہیں۔ نیز یہ کوششیں اس پہلو سے بھی ہونی چاہیے کہ اگر حالات اس نہج پر پہنچ جائیں کہ طلاق ہی آخری حل ہو تو مطلقہ خاتون کی مشکلات و مسائل کے ازالہ کے لئے کوئی ایسا جامع حل پیش کیا جائے کہ وہ اپنوں کی لاپرواہی، ان کی نفرت، ان کے احسانات کے بوجھ تلے دبنے کی بجائے اپنی خودداری، عزت نفس اور آبرو کا تحفظ یقینی طور پر کر سکے۔ تاکہ معاشرہ اسے مال غنیمت نہ سمجھ لے اور اس کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہ آئے۔ جب تک خاندان کے افراد میں یہ شعور بیدار نہ ہو گا کہ ایسی صورت میں مطلقہ خاتون تمام خاندان کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور اس کی عزت و آبرو سے پورے خاندان کی عزت و وقار وابستہ ہے تب تک یہ تصور ہی پروان چڑھتا رہے گا کہ حکومت اور دیگر فلاحی ادارے و تنظیمیں ہی ان کے مسائل کے حل کے لئے کوششیں کریں۔ غور کیا جائے تو اس سے خاندان کی عزت و وقار مجروح ہوتا ہے اور اس کے ناموس پر آنچ آتی ہے۔ نیز دیگر سطحوں پر کی جانے والی کوششیں اس قدر کارگر ثابت نہیں ہو سکتیں جس قدر خاندان کی سطح پر کی جانے والی کوششیں مؤثر و دیرپا ہو سکتیں ہیں۔

ایک عورت پورے خاندان کی عزت و ناموس ہوتی ہے۔ لہذا اس کے تحفظ کی ذمہ داری بھی پورے خاندان پر عائد ہوتی ہے۔ اگر کوئی مطلقہ یا بے سہارا خاتون ہے تو اس کی ضروریات پورا کرنا تمام خاندان کی ذمہ داری ہے۔ نیز خاندان کی عورتوں کو بھی ایسی عورت کی ضروریات پورا کرنے پر اپنے مردوں کو ترغیب دینی چاہیے۔ نیز انہیں چاہیے کہ وہ اس کے دکھ سکھ میں شریک ہوں، ان کی ہمدردی اور دل جوئی کریں۔ ان کے عزت و احترام کو ملحوظ رکھیں۔ اور اپنی ضروریات کو روک کر یا کم کر کے ان کی

---

[1] ۔ سروے، ۴ دسمبر ۲۰۱۵ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضروریات کو ترجیح دیں۔ کیونکہ رب کریم نے بے سہارا افراد کے لئے خاندان کو سکون آرام اور ٹھنڈی چھاؤں کی گھنی چھتری بنایا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[2]

وہ اپنے دلوں میں تنگی نہیں رکھتے بلکہ اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی حاجت ہو، بات یہ ہے کہ جو بھی نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہی کامیاب ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، — كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا کرے گا، جو مسلمان کسی کی تنگی کو دور کرے گا تو خود اللہ قیامت کے روز اس کی تنگی دور کرے گا۔

کسی مطلقہ یا بے سہارا عورت کے اولیاء کو اپنی بہن، بیٹی کی کفالت کرنے کو اپنی ذمہ داری اور ایک نیکی سمجھنا چاہیے۔ اور اس سے کترانے یا بیزار ہونے کی بجائے اسے آخرت کا توشہ بنانا چاہیے۔ بیٹیوں یا بہنوں سے حسن سلوک کا تقاضا صلہ رحمی بھی کرتی ہے۔[4]

خاندان کے افراد کو اس حوالے سے شعور دینا، ان کی ذہن سازی کرنا بھی انتہائی اہم کام ہے تاکہ خاندان کی بے سہارا خواتین کے حقوق و مسائل کا تحفظ ہو سکے۔ یقیناً یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

---

[1] ۔ مطلقہ خواتین کے مسائل، ص: ۳۳۔۳۴

[2] ۔ الحشر: ۹

[3] ۔ ابی داؤد، کتاب الادب، باب: المؤاخاۃ، ج: ۴، ص: ۲۷۳، حدیث نمبر: ۴۸۹۳

[4] ۔ مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، ص: ۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلقہ کی دلجوئی تو شاید کوئی کر دے لیکن سب سے اہم مسئلہ اس کے اور اس کے بچوں کے لئے پناہ اور تحفظ کا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر خاندان کے افراد حکمت و فراست سے کام لیں تو خاندان کے بہت سے بے سہارا، جن میں بیوہ، مطلقہ، یتیموں، اور بے سہارا بزرگوں کا بہتر انداز میں حل ہو سکتا ہے۔

۱۔ خاندان کے عقلمند و صاحب فہم و فراست لوگ اگر عام حالات ہی میں یہ طے کر لیں کہ خاندان کے ہر گھرانے سے ہر ماہ ایک مخصوص رقم ایک اکاونٹ میں جمع کروائی جائے اور مخصوص رقم کا تعین خاندان کی معاشی حیثیت کو دیکھ کر کر لیا جائے تاکہ کسی پر بھی زائد بوجھ نہ پڑے۔ کوئی بھی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل کو اس کے ساتھ یا اس کے خاندان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے چنانچہ ہر ایک کو ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ کسی بھی حادثہ کی صورت میں جس بھی خاندان کو معاشی مشکلات درپیش ہو تو بجائے یہ وہ دوسروں کے ہاتھوں کی جانب دیکھے یا دست سوال دارز کرے ایسے نوبت ہی نہ آئے۔ اور ضرورت بھی احسن انداز میں پوری ہو جائے۔

۲۔ خاندان میں بہت سے افراد کی معاشی حالت کافی مستحکم ہوتی ہے۔ صاحب جائیداد بھی ہوتے ہیں ایسے میں ان افراد سے درخواست کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنی جائیداد کا کچھ حصہ اس کام کے لئے وقف کر دیں۔

۴۔ خاندان میں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو بے اولاد ہوتے ہیں اگر خاندان میں یہ افراد صاحب جائیداد بھی ہوں تو ان کی بھی ذہن سازی کر کے انہیں اپنے گھر اور جائیداد کے دیگر مصارف میں استعمال کرنے کے علاوہ اس مقصد کے لئے خرچ کرنے کی جانب بھی توجہ دلوائی جاسکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۔[1]

(اے محمد ﷺ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔ کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

---

[1] ۔ البقرہ: ۲۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث مبارکہ ہے: عَنْ جَابِرٍ عن رسول اللہ ﷺ فالرجل ابْدَأْ بِنَفْسِكَ۔۔۔فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا[1]

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی ذات سے شروع کر، جب اس سے بچ رہے تو اہل وعیال پر، اہل، وعیال سے بچ رہے تو اپنے رشتہ داروں پر اور رشتہ داروں سے بچ رہے تو اس طرح اور اس طرح غیر رشتہ داروں پر خرچ کر۔

۵۔ بنک میں جو رقم ہر ماہ موجود ہو کوشش کر کے اگر وہ اتنی ہو جائے کہ اس سے کوئی مکان خریدا جا سکے ۔ تو ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا جائے تا کہ جب تک کسی قسم کی ضرورت نہ پڑے تب تک اسے کرائے پر دے دیا جائے اور اس سے حاصل شدہ آمدن کو دست گیری فنڈ میں جمع کر دیا جائے۔ اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جائے۔ اس حوالے سے یہ بھی کوشش کی جا سکتی ہے کہ جو گھر خریدا جائے اگر اس کے نیچے کچھ دکانیں بنا دی جائیں تو ان کے کرائے سے بھی ماہانہ رقم حاصل ہوتی رہے گی۔ جس سے ان لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ نیز ضرورت پڑنے پر ان دکانوں کو بے سہارا افراد اپنے استعمال میں بھی لا سکتے ہیں۔

زکوٰۃ، صدقات کی رقوم بھی اس مد میں شامل کی جا سکتی ہیں۔ نیز اگر اس نظام کو باقاعدہ حکمت عملی سے چلایا جائے تو اس کے بہت سے افراد کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ مثلاً خاندان کے بے سہارا بزرگ، بے سہارا معذور افراد، خاندان کی بیوہ اور مطلقہ عورتیں جن کی اعانت کے لئے کوئی سبیل نہیں انہیں ایک ہی گھر میں رہائش دے دی جائے تو باہمی طور پر وہ مسائل و حالات پر قابو پانے کی پوزیشن میں ہو سکتے ہیں نیز ایک دوسرے کا ساتھ ان کے لئے تقویت اور تحفظ کا سامان بھی بن جائے گا۔

۶۔ مطلقہ خاتون کو والدین اپنی وراثت میں سے حصہ دے دیں تا کہ وہ اپنے لئے روزگار کا کوئی وسیلہ پیدا کر سکیں۔ یا اپنے لئے رہائش کا بندوبست کر سکیں۔ (بیٹیوں کو وراثت میں حصہ دینے کے حوالے سے ہماری معاشرتی صورت حال کافی توجہ طلب ہے)

---

[1] ۔ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب البر والصلہ، باب: اِلابْتِدَاءِ فِي النَّفَقَةِ بِالنَّفْسِ ثُمَّ أَهْلِهِ ثُمَّ الْقَرَابَةِ، ج:۲، ص: ۶۹۲، حدیث نمبر:۹۹۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔بیوہ یامطلقہ خواتین کو معاشی طور پر خود کفیل کرنے کی بھی خاندانی سطح پر کوشش کی جائے مثلا:ان کو سلائی، کڑھائی کے کاموں میں مہارت دلوا کر تمام خاندان کی خواتین کو کہا جائے کہ وہ ان سے کپڑے سلوائیں، اسی طرح اگر کوئی خاتون کھانا اچھا بنانا جانتی ہے تو خاندانی تقریبات میں باہر سے کھانا بنوانے کی بجائے ان کی خدمات حاصل کرلی جائیں، خاندان کی جانب سے ان کی دست گیری ان کے بہت سے دکھوں کا مداوا بن سکتی ہے۔

کسی بھی مشکل وقت میں خاندان کے مجبور اور بے بس افراد کی دست گیری کے لئے ان تمام وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔اس طرح کی کوششوں سے بہت حد تک مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ان کو چھت بھی مہیا کی جاسکتی ہے اور معاشی مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں۔

امید کی جاسکتی ہے کہ اگر ہر خاندان اس طرح تھوڑی سے کوشش کرے تو خاندان کی سطح تک کافی مسائل حل ہوسکتے ہیں۔کسی حکومتی ادارہ یا کسی فلاحی تنظیم کی مدد لینے کی ضرورت بھی نہیں آئے گی۔ خاندان کے افراد پر کسی طرح کا بوجھ بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کی انا اور عزت نفس مجروح ہوگی۔بلکہ خاندان پروقار انداز میں ان کوشش کے ذریعے مؤثر انداز میں ان مسائل کو حل کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینی و مذہبی پہلوؤں سے اصلاح کی کوششیں

ہمارا ملک چونکہ دین کے نام پر وجود میں آیا ہے اس لئے یہاں دین اور مذہبی راہنماؤں کے ساتھ دلی عقیدت و وابستگی پائی جاتی ہے۔ سماج کی ذہن سازی میں دینی راہنماؤں کا بہت اہم اور نمایاں کردار ہے۔ معاشرے کی نفسیات اور مزاج پر ان کی گرفت کافی مضبوط ہے۔ نیز معاشرتی و مذہبی رسوم و رواج کی ادائیگی میں ان کا کردار ناگزیر تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے دائرہ اثر میں پڑھے لکھے اور ان پڑھ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ دینی و مذہبی راہنماؤں کے زیادہ تر خطبات کے موضوعات عقائد اسلام، ارکان اسلام، نور و بشر، حیات و ممات، سیرت النبی ﷺ کے واقعات، انبیاءؑ کے قصص، مخصوص ماہ و ایام کے فضائل، صحابہ کرامؓ کے مناقب واقعات، اولیاء اللہ کی کرامات اپنے اپنے مسالک کی تائید، خلافت کے قیام، سیاسی مسائل پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس بارے میں جائزہ لینے کے لئے مختلف آئمہ و خطبا حضرات اور سامعین کرام سے انٹرویوز کئے گئے کہ آیا مختلف دینی و سماجی تقریبات میں ان کے موضوعات کیا ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ۸۵ فی صد آئمہ و خطبا حضرات نے کہا کہ ان کے موضوعات انبیاؑ کے قصص، عقائد و ارکان اسلام، قرآن کریم کی مختلف سورتوں کے فضائل، نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ، معجزات انبیاء، صحابہ کرامؓ کی سیرت اور اولیاء اللہ کی کرامات و حیات، مخصوص ماہ و ایام کے فضائل و سیاسی ہوتے ہیں۔

۱۰ فی صد آئمہ و خطبا حضرات نے نے بتایا کہ کبھی کبھار موضوعات میں حقوق العباد اور اخلاق حسنہ سے واقفیت بھی دیتے ہیں۔

۵ فی صد آئمہ و خطبا کرام نے کہا کہ وہ اکثر اوقات ان تمام موضوعات کے علاوہ معاشرتی معاملات و مسائل کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ حسن معاشرت کی تعلیم دیتے ہیں، تاکہ معاشرے سے ان مسائل کا خاتمہ ہو سکے اور لوگوں میں دینی شعور بیدار ہو۔

(جو علماء کرام ایک تسلسل سے قرآن کریم کے دروس دیتے ہیں وہ حقوق العباد سے متعلق آیات آنے پر اس پر گفتگو کرتے ہیں لیکن الگ سے کسی درس کی مجلس میں اس پر وعظ نہیں کیا جاتا۔)

انٹرویو اور سروے حاصل شدہ معلومات و آراء کی شرح درج ذیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح فیصد	علماء کرام	کیفیت
5.00	5	معاشرتی موضوعات عموماً زیر بحث لائے
15.00	15	معاشرتی موضوعات کبھی کبھار زیر بحث لائے
80.00	80	معاشرتی موضوعات کبھی زیر بحث نہیں لائے

علمائے کرام کی معاشرتی مسائل (بالخصوص عائلی مسائل) کے بارے میں ذاتی معلومات اور آئمہ کرام و سامعین سے جمع کئے گئے اعداد و شمار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

سروے اور انٹرویو کے یہ اعداد و شمار ہماری سماجی صورت حال واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ حالانکہ معاشرے میں رہنے والے افراد کے زیادہ تر مسائل باہمی حقوق و فرائض، نکاح، طلاق، خلع، عدت، میراث، نان ونفقہ، مہر، جہیز، حلالہ وغیرہ سے متعلق ہوتے ہیں اس کے باوجود ان مسائل کو جمعہ کے خطبات یادروس کے موضوع نہیں بنایا جاتا۔

جب کہ یہ معاشرے کے زندہ مسائل ہیں جن سے سماج میں رہنے والے ہر فرد کو لازمی واسطہ پڑتا ہے خواہ وہ نمازی ہو یا بے نمازی، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، مرد ہو یا عورت۔ ان سے آنکھیں چرانا حقیقت کو بدل نہیں سکتا، مختلف دار الافتاء میں پوچھے جانے والے مسائل میں سب سے زیادہ مسائل طلاق، خلع، عدت، مہر اور حلالہ سے متعلق ہوتے ہیں۔

سماجی حالات کا تقاضا ہے کہ ہمارا دینی طبقہ اس حوالے سے عوام کی ذہن سازی کرے انہیں ان مسائل سے واقفیت فراہم کرے، شریعت اسلامیہ کے احکام و مزاج کے موافق ان مسائل کا حل تجویز کریں۔ تاکہ دین کو عقائد، اخلاقیات و معاملات تینوں کا مجموعہ سمجھا جائے، ایسا تصور راسخ نہ ہو کہ اسلام صرف حقوق اللہ پورے کرنے کا نام ہے، جیسا کہ عوام کی اکثریت اس مغالطہ میں مبتلا ہے۔ جب ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہت سے افراد حقوق اللہ تو ادا کرتے ہیں لیکن حقوق العباد خصوصاً معاشرتی مسائل، رسوم ورواج کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے نابلد ہوتے ہیں یوں دین صرف حقوق اللہ ادا کرنے کا نام رہ جاتا ہے اور عملی زندگی میں دین کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ دین، اخلاق و معاملات سے الگ ہو کر صرف چند مذہبی رسوم کے ادائیگی تک محدود ہو کر صرف ہمارا نجی معاملہ بنتا جارہا ہے۔ نیز یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسلام ساڑھے چودہ سو سال پہلے کا مذہب ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کے افراد کے لئے اس پر عمل کرنا آسان تھا لیکن آج حالات مختلف ہیں ان کے تقاضے جدا ہیں لہذا آج وہ قابل عمل نہیں ہے۔ اس طرح کے افکار و نظریات بکثرت ہمارے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ افراد میں موجود ہیں۔۔

حالات کا تقاضا ہے کہ دینی اجتماعات، معاشرتی رسوم ورواج کی ادائیگی میں اور وعظ و نصیحت کی تقریبات میں معاشرتی مسائل کو اپنا موضوع بنائیں تاکہ اسلام کا ایک زندہ ،ابدی اور جامع دین ہونے کا تصور راسخ کیا جاسکے۔ یہ اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ عوامی سطح پر مسائل کی نوعیت اور ادراک مسائل کے حل کی جانب ایک اہم قدم ثابت ہو گا۔

موضوع چونکہ مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے دینی طبقہ کی جانب سے کی جانے والی کوششوں کی جہات ہیں اس حوالے سے اس کے درج ذیل پہلو ہو سکتے ہیں۔

ا۔ مطلقہ ہونے کو عیب نہ سمجھا جائے:

جمعہ کے خطبات اور دروس کی مجالس میں اس بات کو خصوصی طور موضوع بنایا جائے کہ مطلقہ ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں ایسے حالات پیش آسکتے ہیں جب ان کے لئے اکٹھا رہنا ممکن نہیں رہتا، اس سلسلے میں کسی کو طعنہ دینا، مودز الزام ٹھہرانا درست نہیں ہے۔ مطلقہ کو خاندان کے عزت وو قار پر بد نما دھبہ نہ سمجھا جائے۔

علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ مطلقہ ہونے کے بارے میں معاشرے میں جو غلط خیالات پائے جاتے ہیں ان کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کریں اور لوگوں کو شعور دیا جائے کہ عہد رسالت ﷺ اور خلفاء راشدین کے عہد میں اس بات کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر یہی عیب ہوتا تو آپ ﷺ مطلقہ یا بیوہ عورتوں سے نکاح نہ فرماتے، کیونکہ نبی ﷺ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی عیب دار چیز کو اختیار کرے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بھی بہت سی مطلقہ خواتین سے نکاح فرمائے ہیں، اسوہ نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر اس کے باعث کوئی دین میں نقص یا فساد واقع ہوتا تو کبھی بھی یہ نفوس قدسیہ اس عمل کو اختیار نہ فرماتے۔

نیز علماء کرام مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرنے کے تاکید کے ساتھ ساتھ اس بات کی جانب بھی لوگوں کی توجہ مبذول کروائیں کہ اگر کوئی خاتون مطلقہ ہو کر واپس اپنے والدین کے گھر آجائے تو ایسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں والدین کا ان کی دلجوئی کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا مطلقہ کے خاندان یا افراد معاشرہ کی جانب سے ان کی کفالت کا بندوبست کرنا اسلام میں بہت سے زیادہ اجر وثواب کا حامل اور جہنم کی آگ سے رہائی کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ ﷺ مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ [1] جو کوئی ان بیٹیوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ (بیٹیاں) اس کے لئے آگ سے آڑ بن جائیں گی۔

مطلقہ بیٹیوں یا بہنوں یا معاشرے کی دیگر بے سہارا اور مجبور خواتین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا صلہ رحمی میں آتا ہے۔ جو کہ فی نفسہ بہت بڑی نیکی اور بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔ احادیث نبوی ﷺ ہیں: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ [2] جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ: كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ [3] کسی بیوہ یا مسکین کے لئے کوشش کرنے والا شخص اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یا اس شخص کی مانند ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔

ہمارے ملک کے دینی راہنماؤں اور علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی ان خطوط پر تربیت کریں۔ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے لوگوں کا تزکیہ کیا، معاشرے میں پائی جانے والی غلط رسوم ورواج کے لئے لوگوں کی ذہن سازی کی تب ہی معاشرے میں روحانی، فکری، اخلاقی اصلاح ممکن ہوئی، جس نے تمام شعبہ حیات کی میں انقلاب برپا کر دیا۔ چنانچہ یہی وہ فریضہ ہے جو حاملین وراثت انبیاء کا ہونا چاہیے۔

---

[1] ۔الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب: رَحْمَةِ الوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ، ج:۸، ص: ۷، حدیث نمبر: ۵۹۹۵

[2] ۔الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب: مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، ج:۸، ص: ۵، حدیث نمبر:۵۹۸۵

[3] ۔ایضاً کتاب الادب، باب: السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ، ج: ۸، ص:۹، حدیث نمبر: ۶۰۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مطلقہ وبیوہ کے نکاح ثانی کی ترغیب دی جائے:

مطلقہ خواتین کے بہت سے مسائل اس وقت کافی حد تک حل ہوسکتے ہیں جب ان کا عقد ثانی کر دیا جائے۔ اس فریضہ کی تکمیل سے ان کی سکونت، معاش، نفسیاتی واخلاقی اور معاشرتی سب مسائل کا حل بطریق احسن کیا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے ہندو معاشرت کے جو اثرات مسلمانوں پر پڑے ہیں ان میں سے مطلقہ وبیوہ کا عقد ثانی کرنے کا مسئلہ بھی کافی حد تک پیدا ہوا ہے۔ حقیقت یہ کہ اس مسئلے کی ابتداء ہی معاشرتی وتہذیبی اختلاط کے باعث ہوئی ہے۔ ہندو معاشرہ میں بیوہ کو شوہر کے ساتھ ہی ستی کا رواج اور طلاق کو ممنوع تصور کرنا، معاشرے میں بیوہ یا مطلقہ کو ایک بوجھ، بدنما داغ گردانا اور ان سے ذلت آمیز وحقارت پر مبنی رویہ اختیار کرنا انہی تصورات پر بنیاد رکھتا ہے۔ جب کہ اسلام میں مرد وعورت برابر ہیں، فضیلت ان کے مرد یا عورت ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اگر طلاق ہونا عورت کے لئے عیب ہے تو پھر مرد کے لئے بھی بات باعث عیب ہونی چاہیے لیکن ہمارا معاشرتی المیہ یہ ہے کہ ہم تمام تر قصور عورت کے پلڑے میں ڈال کر بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

مطلقہ بعض اوقات اپنے خاندان والوں کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی تو ایسے میں افراد معاشرہ اسے کس طرح اپنائیں۔ اس سلسلے میں علماء کرام و مذہبی راہنماؤں کو چاہیے کہ مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کی ترغیبات عام کی جائیں تاکہ معاشرے کی ان مجبور و بے سہارا بیٹیوں کو ایک سہارا، ایک چھت، ایک گھر اور جائے سکون میسر آسکے۔

اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کی سنت، صحابہ کرامؓ کی سیرت کے واقعات بکثرت تذکیر وترغیب کے لئے سنائے جائیں تاکہ معاشرے میں اس بات کی ترغیب ہو۔ معاشرے میں ایسی ترغیبات کو عام کرنا، سنت رسول اللہ ﷺ کو زندہ کرنے اور پر فتن دور میں جہاد کے ضمن میں آئے گا جو یقیناً بڑے فضائل ودرجات کا حامل عمل ہے۔

۳۔ نکاح وطلاق کے مسائل فقہ کے لئے مساجد میں ورکشاپس وکورسز کروائے جائیں:

نکاح چونکہ ایک مذہبی، تمدنی، معاشرتی واخلاقی ضرورت ہے، اس کے مقاصد کا احسن انداز میں پورا ہونا بھی معاشرے اور قوم کی تعمیر وترقی کے ناگزیر ہے ہمارے معاشرتی رواج کے مطابق نکاح کوئی دینی یا روحانی شخصیت، مساجد کے امام، خطیب ہی انجام دیتے ہیں چنانچہ افراد معاشرہ کو اس اہم فریضہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کرنے اور زوجین کے باہمی حقوق فرائض سے آگاہ کرنا بھی دین سے وابستہ افراد کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح طلاق کی صورت میں طلاق کے مسائل، مطلقہ خاتون کے حقوق سے واقفیت دینا بھی علماء کرام کا بنیادی فرض ہونا چاہیے۔

علماء کرام کے پاس مساجد و مدارس کی صورت میں بہت اچھا پلیٹ فارم موجود ہے نیز ان کے حلقہ اثر میں افراد معاشرے کا کثیر طبقہ ہے۔ آئمہ کرام و خطباحضرات جہاں اپنی تقاریر اور شعلہ بیانیوں سے لوگوں کو متاثر کرنے، اپنے مسالک کی تائید وحمایت اور نصرت کے لئے عوام الناس کی رائے ہموار کرنے، لانگ مارچ، دھرنے، ہڑتالوں جلسے جلسوں، روحانی و وجدانی محافل کے انعقاد میں صرف کرتے ہیں وہیں اگر وہ اس پلیٹ فارم کو خدا تعالیٰ کا عطا کردہ انعام و ذمہ داری سمجھ کر اس کا حق ادا کرنے کی بھی کوشش کریں تو معاشرتی صورتحال کافی حد تک بہتر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ معاشرے میں حقوق و فرائض کے معاملے میں جو افراط و تفریط اور اخلاقی تنزلی موجود ہے اسے دور کرنا بھی دیگر دینی فرائض کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علماء و خطباء حضرات کی ذمہ داری ہے۔ معاشرے میں پھیلے غلط رسوم ورواج، سماجی مسائل کے حل، اخلاق و معاملات کی درستگی میں استعمال کریں تو یقیناً یہ دین کی حقیقی اور صحیح خدمت ہو گی۔ سماجی تطہیر و تزکیہ کا یہ فریضہ بھی ادائیگی کے لئے دین سے وابستہ رجال کی توجہ کا متقاضی ہے۔

علماء کرام کو چاہیے کو اس حوالے سے مساجد و مدارس اور اپنی خانقاہوں سے نکل کر اپنے اپنے مخصوص پلیٹ فارم پر ایسی ورکشاپس اور کورسز کا انعقاد کریں کہ جن سے معاشرے میں نکاح اور اس سے متعلقہ مسائل، مثلاً: مہر، جہیز، بارات ولیمہ کی شرعی حیثیت، زوجین کے باہمی حقوق و فرائض، حسن معاملہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ، طلاق کے متعلقہ مسائل، اس کا ابغض الحلال ہونا، عدت، مطلقہ کے حقوق، مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، بچوں کی صورت میں ان کی کفالت کی ذمہ داری جیسے پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے۔ اس طرح کے کورسز اور ورکشاپس میں مختلف رسوم ورواج کے مفاسد سے آگاہی اور سماجی سطح پر موجود ان برائیوں کے خاتمے کا باعث بنیں گی۔ نیز نکاح کے مقاصد، باہمی حقوق و فرائض کی واقفیت، سیرت طیبہ ﷺ اور اسوہ صحابہ کرامؓ سے واقعاتی استشہاد ازدواجی زندگی کے بقا و استحکام کے فوائد و ثمرات سمیٹے ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ورکشاپس اور کورسز طلاق کی شرح کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں، عوام الناس کی اکثریت طلاق دینے کا شرعی طریقہ کار سے واقف نہیں ہیں وہ یکبارگی تین طلاقیں دینے ہی کو طلاق تصور کرتی ہے اس لئے جب انہیں اس مسئلہ کی واقفیت دی جائے گی تو یقیناً بہت سے گھر ٹوٹنے سے بچ جائیں گے اور دوران عدت رجوع کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ طلاق کے مفاسد و اثرات سے آگاہی بھی طلاق دینے سے روکنے کے لئے معاون ہوسکتے ہیں۔

علماء کرام کو معاشرے کی فلاح بہبود کو مد نظر رکھتے ہوئے خصوصاً خاندانی نظام کے استحکام کے لئے یہ قدم اٹھانا وقت کی اہم ضرورت ہے جب کہ دار الافتاء میں سب سے زیادہ پوچھے جانے والے مسائل، نکاح، طلاق، خلع اور حلالہ سے متعلق ہی ہوتے ہیں، جب یہ مسائل سماج کے اہم ترین مسائل ہیں تو پھر اس حوالے سے راہنمائی دینے کے لئے کسی دار الافتاء سے رجوع کرنے ہی کا انتظار کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا زندہ انسانوں کے یہ مسائل اس قدر غیر اہم ہیں کہ انہیں اس حوالے سے واقفیت فراہم کرنے میں چشم پوشی برتی جائے؟ یقیناً نہیں۔

امت مسلمہ کی حیثیت تماشہ گر کی سی نہیں ہے اس کے ذمہ رہبری و امامت عالم کا فریضہ ہے او اس کی حیثیت حاملین وراثت انبیاء کی سی ہے۔ لہذا ان کا منصب اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے اس درد کی بھی دوا کریں کسی طرح سے ان امراض کی بھی مسیحائی ہو جو پورے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور کوئی چارہ گری کرنے کو موجود نہیں۔

۵۔ ثالثی کا کردار:

دینی رہنماؤں کو معاشرے میں اہم و معزز مقام حاصل ہے۔ عوام کا کثیر طبقہ ان کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھتا ہے۔ ان کا دائرہ اثر اور سماجی نفوذ ان علاقوں میں بھی ہے جہاں قانون کی عملداری کمزور، تعلیمی حالت مخدوش اور دینی و سماجی شعور ناپختہ ہے۔ افراد معاشرہ اپنے بہت سے معاملات و مسائل میں ان کے مشوروں اور راہنمائی کے محتاج ہوتے ہیں۔ عائلی معاملات میں ناچاقی، جھگڑے یا عائلی فقہی مسائل اگر لوگ ان کے علم میں لائیں، تو ایسے میں ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ فریقین میں ثالثی کا کردار ادا کریں۔ جھگڑوں کو ختم و مسائل کو حل کرنے اور صلح کو فروغ دینے کے لئے اپنی صلاحیتوں اور مقام و حیثیت کو استعمال میں لائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پنچائت، جرگہ اور یونین کونسل میں ان کی نمائندگی تجویز کی گئی ہے تاکہ جو بھی فیصلے ہوں وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو اس سلسلے میں علماء کرام کو بھی کوشاں رہنا چاہیے کہ وہ ان مناصب کا حق ادا کریں ، مظلوم کی دادرسی، حقوق کی ادائیگی، تنازعات کے تصفیے اور حسن معاشرت کو پروان چڑھانے میں پس وپیش سے کام نہ لیں۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے جہاں عبادات کی ادائیگی کی ترغیب وفرائض کی تکمیل میں سرگرمی دکھائی دیتی ہے وہیں سماجی اصلاح کا فریضہ بھی ان کی پرخلوص کوششوں کا متقاضی ہے۔

۶۔ طلاق کے فتوی دینے میں احتیاط، یسر اور رخصت کا پہلو مد نظر رکھا جائے:

مرد کو یکبارگی تین بار طلاق طلاق طلاق کے الفاظ ادا کر کے سمجھتا ہے کہ گویا وہ کوئی قرض تھا جو اس نے ادا کر دیا ہے اس کی مردانگی کی تسکین ہو گئی ہے، جب کہ عورت کے لئے یہ الفاظ زندگی اور موت کا مسئلہ بن جاتے ہیں، مطلقہ کی زندگی اس سانحہ کے بعد کیسے عذاب بن جاتی ہے شاید ہم اس کا ادارک حقیقی طور پر کرنے سے قاصر رہیں، لوگوں کی کھوجتی نظریں، سرد رویے، طعنے وطنز دیتی زبانیں، ان کی ضروریات زندگی مہیا کرتے ہوئے ان کی عزت وآبرو کو مال غنیمت تصور کرنا یہ سب وہ معاشرے کے وہ سیاہ رخ ہیں جو مطلقہ کی روح اور جسم کو اس طرح گھاؤ لگاتے ہیں کہ تمام عمر وہ زخم مندمل نہیں ہوتے، جذبات واحساسات کے دہکتے الاؤ اس کے بہت سے امراض کا باعث بن جاتے ہیں، معاشرے کا فرد ہوتے ہوئے بھی اس سے ایک وبائی مریض کا سا سلوک روا رکھا جاتا ہے، زندگی موت سے پہلے ہی موت کا منظر پیش کرتی ہے۔ یہ سب الفاظ اور جملے حقیقت کا روپ دھارے ہمارے گرد وپیش موجود ہیں لیکن ہمیں ان کا احساس وادارک ہی نہیں، نہ ہم نے کبھی اس طرف توجہ کرنے کی کوشش کی اور نہ کسی نے اس جانب توجہ مبذول کروائی، بے حسی کی چادر اوڑھے ہم اپنی اپنی روش پر اپنے اپنے مقاصد لئے رواں دواں ہیں۔ ایسے میں قصوار کون ہے؟ مطلقہ، اس کا شوہر، اس کا خاندان، سماجی رسوم ورواج یا پورا معاشرہ؟ اگر ہم سب ذمہ دار ہیں تو پھر تنہا مطلقہ عورت ہی اس کی ذمہ دار کیوں ٹھہرائی جاتی ہے،؟ طلاق دینے کے بعد تمام مسائل کا سامنا صرف مطلقہ، اس کے بچوں اور خاندان ہی کو کیوں کرنا پڑتا ہے؟

ایک ایسا معاشرہ جہاں لوگوں کی اکثریت طلاق کے شرعی طریقے اور اس کی حکمتوں سے ناواقف ہو، جہاں معاشرتی اور معاشی مشکلات ومسائل نے لوگوں سے صبر وتحمل چھین کر انہیں ذہنی تناؤ کا مریض بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا ہو، جہاں مطلقہ عورت کے لئے باعزت زندگی گزارنی یا عقد ثانی کرنا بے حد مشکل ہو اور طلاق مرد کی بجائے حقیقت میں عورت کے لئے سزا قرار پائے، کیا ایسے معاشرے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو لازماً نافذ قرار دینا حکمت و مصلحت پر مبنی شریعت کا منشا ہو گا اور کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کا پامال کرنے کی سزا فی الواقع اس کے اصل مجرم یعنی شوہر ہی کو ملے گی۔؟[1]

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حیلہ ناجزہ میں بھی حالات کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے احکام تحریر کیئے ہیں۔ ضرورت اور مصلحت کو مدار بنا کر احکام میں جتنی رعایت فقہ حنفی میں دی گئی ہے شاید کسی اور فقہ میں اس کی نظیر پیش کرنا ناممکن نہ صحیح لیکن مشکل ضرور ہو۔ صاحبین نے بھی بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔ لہذا فقہی مسائل میں فروعی و جزوی اختلاف کوئی مانع شئے نہیں لیکن ان اختلافات پر اس حد تک قائل ہو جانا کہ جس سے تعصب و تنگ نظری، فرقہ بندی کو فروغ ہو جائے اور ذریت آدم کے لئے یسر کی بجائے عسر ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں فقہی اختلافات کو پس پشت ڈال کر افراد امت کے لئے آسانی اور معاشرتی مصالح کو ملحوظ رکھ کر قانون سازی کرنی چاہیے۔ نیز فقہا کرام معاشرتی حالات کی سنگینی اور مطلقہ اور اس کے بچوں کو لاحق ہونے والے ضرر کو مد نظر رکھتے ہوئے از سر نو اس معاملہ میں غور و فکر کریں۔

عرف و عادت کی بنیاد پر بھی احکام تبدیل ہوتے ہیں اگر قرون اولیٰ کا عرف سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس عہد میں مطلقہ ہونے کو نہ تو کوئی عیب تصور کیا جاتا تھا اور نہ ہی مطلقہ عقد ثانی کوئی مسئلہ تھا، مطلقہ کی سماجی حیثیت پر کوئی بھی فرق نہیں پڑتا تھا، نہ ہی طلاق کی صورت میں عورت کو ضرر لاحق ہوتا تھا اور نہ ہی اتنے سماجی و قانونی مسائل سے واسطہ پڑتا تھا جس قدر مطلقہ کو عصر حاضر میں تمام تر ترقی کے باوجود مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عصری صورت حال دین سے وابستہ رجال سے اس بات کی متقاضی ہے کہ سماجی عرف، ضرر، مفاسد، ضرورت و حاجات، کو مد نظر رکھتے ہوئے فتاوٰی دیئے جائیں۔

درج ذیل اصول و قواعد کی روشنی میں حالات کی بہتری کے لئے اقدامات کئے جاسکتے ہیں:

---

[1] ۔ عمار خان ناصر، معاشرہ، قانون اور سماجی اخلاقیات، نفاذ شریعت کی حکمت عملی کے چند نفاذ طلب پہلو، ماہنامہ الشریعہ، دسمبر، ۲۰۱۰ء، ج:۲۱، شمارہ:۱۲، ص: ۴۸۔۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ فقہی اصول مصالحہ مرسلہ اور استحسان کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشرتی واخلاقی مفاد اسی میں مضمر ہے کہ مجلس واحدہ میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جائے۔

۲۔ عرف وعادت واحوال وظروف کی بنیاد پر بھی شرعی احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔اس سلسلے میں ان اصولوں کو بھی معیار بنا کر جائزہ لیا جائے۔

۳۔ ضرورت وحاجات بھی شرعی احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں اس حوالے سے بھی دیکھا جائے کہ عصر حاضر میں خاندانی نظام کی بقا کے لئے اس حکم پر کس طرح عمل کیا جائے۔

۴۔ سد ذرائع بھی ایک اہم فقہی اصول ہے۔ معاشرے سے بے راہ روی، زنا وفواحش کے خاتمے، حلالہ جیسے قبیح فعل سے بچنے اور مطلقہ خواتین اور بچوں کو بے سہارا اور بے یار ومددگار چھوڑنے سے بہتر ہے کہ طلاق سے متعلق اس مسئلہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

۵۔ فقہاء احناف جب عند الضرورت کسی دوسرے فقہیہ کے قول پر عمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں تو اس مسئلہ میں بھی مسئلہ کہ اہمیت کو اشد ضروری سمجھتے ہوئے غور وفکر کریں۔

۶۔ فقہی قاعدہ ہے کہ جب دو مفسدے ہوں تو جو مفسدہ ہلکا یعنی کم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں پر تین کا حکم لگانے سے معاشرے میں جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کا تفصیلا ذکر کیا جا چکا ہے۔لہذا اس ضمن میں کوشش یہ کی جائے کہ کم مفسدہ والی راہ اختیار کی جائے۔

۷۔ مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے مساجد، مدارس، مزارات سے ملحقہ جگہوں میں ایک یا دو خاندانوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے رہائش کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ضروری اخراجات علاقے کے مخیر حضرات کے تعاون سے پورے کئے جا سکتے ہیں۔

فقہاء کرام، مفتیان عظام، آئمہ وخطبا حضرات سے یہ گزارش ہے کہ وہ تمام تر جزوی وفروعی تعصبات سے بالاتر ہو کر سماجی مسائل کے حل کے لئے اپنی اعلیٰ علمی وتحقیقی صلاحیتیں وقف کریں جس سے سماجی فلاح وبہبود کے سوتے پھوٹیں اور معاشرہ کی سوچ اور رویے بدل سکیں۔جو یقینا ایک بہت بڑی سماجی ودینی خدمت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع-و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف سماجی فلاحی اداروں کی جانب سے اصلاحی تدابیر

سماجی ادارے اور قوانین بنانے کی ضرورت تب محسوس ہوتی ہے جب سماج میں موجود مسائل کے حل میں ابتدائی سطح پر موجود ادارے ناکام ہو جائیں یا ان کوششیں اتنی مؤثر اور سود مند ثابت نہ ہو کہ مسائل کا جامع حل ممکن ہو سکے۔ خواتین کے حقوق، ان کی حیثیت، اور مسائل کے حل میں ابتدائی ادارات جن میں خاندان اور مساجد شامل ہیں نے جب مؤثر انداز میں کوششیں نہیں کیں تو پھر بہت سے ادارے ان مسائل کے حل کے لئے وجود میں آئے تاکہ معاشرے میں موجود مسائل کا ادارک، ان کے اسباب، اور جامع حل تجویز کیا جا سکے۔

ان اداروں کو غیر سرکاری اداروں یعنی این جی اوز کا نام دیا گیا ہے۔ پاکستان میں اس وقت یہ غیر سرکاری سماجی تنظیمیں بہت سے پراجیکٹس پر کام کر رہی ہیں۔ ہمارا موضوع چونکہ مطلقہ خواتین کے حقوق و مسائل ہیں تو اس ضمن میں ان چند سماجی تنظیموں کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے کہ وہ اس حوالے سے کیا اقدامات اور تدابیر اختیار کیے ہوئے ہیں نیز اس حوالے سے کن پہلوؤں پر مزید کام کرنے کی اور اصلاح کی گنجائش موجود ہے۔[1]

ا۔ مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل میں سماجی اداروں کی موجودہ کوششیں اور دائرہ کار:

AGHS, ایدھی فاؤنڈیشن، پناہ ٹرسٹ، شرکت گاہ، عورت فاؤنڈیشن، لیگل ریسورس سنٹر، سنٹر فار لیگل ایڈ اسسٹنٹ اینڈ سٹلمنٹ، عورتوں کے حقوق کے لئے کام کرنے والی دیگر کئی تنظیموں کی ممبران و انچارج خواتین سے موضوع تحقیق سے متعلق انٹرویوز کئے گئے۔ ان انٹرویوز کے اہم نکات اور خواتین کے حقوق مسائل کے حل کے لئے کی جانے والی کوششوں کی درج ذیل جہات ہیں:

ا۔ قانونی امداد کی فراہمی:

اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

---

[1]۔(اس حوالے سے مختلف معروف سماجی تنظیموں کے اعلیٰ عہدے دران و منتظمین سے انٹرویوز کئے گئے، ان کے شیلٹرز ہوم کا وزٹ کیا گیا، اور رہائش پذیر خواتین سے انٹرویوز اور سروے کیا گیا۔ اس طرح جو معلومات حاصل ہوئیں ان کو بنیاد بناتے ہوئے اس موضوع پر بحث کی جائے گی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: جب کوئی عورت آپ کے پاس اپنا مسئلہ لے کر آتی ہے تو آپ کا ادارہ اس مسئلے کے حل کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہے؟

جواب: جب کوئی عورت مسئلہ لے کر آتی ہے تو مسئلہ کے حل کے لئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کرتے ہیں؟

ا۔ مسئلہ کی شناخت کرتے ہیں کہ آیا عورت کا بنیادی مسئلہ کیا ہے؟

۲۔ عورت چاہتی کیا ہے؟

۳۔ اس کی بنیادی ضرورت کیا ہے؟

ان نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔

ا۔ سب سے پہلے ہمارے سائیکاٹرسٹ ان کے ساتھ نشست کرتے ہیں اور ان کے ذہن کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا عورت کا مسئلہ کیا ہے اور وہ کیا چاہتی ہے؟

۲۔ مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے، ان کے شوہروں کو بلایا جاتا ہے الگ الگ نشستیں کی جاتیں ہیں ثالثی کو مؤثر بنانے کے لئے ان کے علاقے کے دیگر معتبر افراد کو ساتھ لے جاکر کوششیں کی جاتیں ہیں ۔اگر ہمارے پاس ۱۰۰ کیسز آتے ہیں تو تقریباً ۲۵ فی صد میں مصالحت ہو جاتی ہے۔

۳۔ اگر یہ کوششیں ناکام ہو جائے تو عورت کی مرضی اور مسئلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے۔[1]

۴۔ بہت سی خواتین شوہروں اور سسرال والوں کے تشدد کی وجہ سے ہمارے پاس آتی ہیں جن کے پاس اکثر اوقات کوئی سہارا یا چھت نہیں ہوتی ایسے میں انہیں شیلٹر ہوم میں پناہ دی جاتی ہے۔

۵۔ یہ خواتین اپنے بچوں سمیت وہاں تین ماہ تک رہ سکتیں ہیں لیکن اگر کیس کی نوعیت ایسی ہو کہ انہیں زیادہ عرصہ شیلٹر درکار ہو تو وہ زیادہ عرصہ یہاں رہ سکتیں ہیں۔

ا۔ انٹرویوز: روبینہ شاہین انچارج اے جی ایچ ایس، ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۵ء؛ نورین انچارج سنٹر فار لیگل ایڈ اسسٹنٹ اینڈ سٹلمنٹ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء؛ عاصمہ صاحبہ انچارج لیگل ریسورس سنٹر؛ ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء، شبانہ صاحبہ شرکت گاہ ۵ نومبر ۲۰۱۵ء،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ان خواتین کی معاشرے میں Resettlement کی بھی کوششیں کی جاتیں ہیں۔جو درج ذیل ہیں:

Resettlement پلان:

ا۔ شیلٹر ہوم میں ووکیشنل ٹریننگ دی جاتی ہے جس سے وہ ہنر مند ہو کر اپنا معاشی بوجھ اٹھانے کے قابل ہو سکیں۔

۲۔ پڑھی لکھی خواتین کے لئے نوکریوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مختلف اداروں سے رابطہ کر کے انہیں روزگار دلواتے ہیں۔

۳۔ ان پڑھ خواتین جو چیزیں تیار کر سکتیں ہیں ان کو فروخت کروایا جاتا ہے تاکہ ان کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

۴۔ان خواتین کو رہائش اور کھانے پینے کی سہولیات مفت فراہم کی جاتیں ہیں، اگر ان خواتین کے ساتھ بچے بھی ہیں تو ان کو ادارے کی اندر ہی اسکول کی سہولت فراہم کی گئی ہے اور بچوں کو دودھ اور بسکٹ بھی ادارہ فراہم کرتا ہے۔

SOS ولیج میں ماؤں کی ضرورت ہوتی ہیں، بہت سی خواتین کو وہاں بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں ضرورت نہ ہو تو دارالفلاح میں بھیج دیتے ہیں۔[1]

۶۔ مطلقہ خواتین کے لئے یہ بھی کوشش کی گئی کہ انہیں کوئی گھر لے کر دیا جائے علاقہ کے معززین، امام مساجد اور لوگوں کو اعتماد میں لے کر تاکہ ان کی رہائش کا بندوبست بہتر انداز میں ہو سکے اور وہ کوئی روزگار تلاش کر کے اپنی ضروریات پورا کر سکیں۔[2]

۷۔ متاثرہ خواتین کو معاشی طور پر خود مختار بنانے کے لئے ان کی سکلز ٹریننگ کی جاتی ہے۔ مثلاً بیوٹیشن، کٹنگ، سٹیچنگ، کچن گارڈنگ، شیف وغیرہ کے کورسز کروائے جاتے ہیں۔ عورت فاؤنڈیشن ہر سال ایک میلہ منعقد کرواتی ہے جہاں ان خواتین کی بنائی ہوئی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔

---

[1] ۔ مسز وکٹورین بھجن، انچارج دستک، انٹرویو، ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء

[2] ۔ روبینہ شاہین: انچارج: اے جی ایچ ایس

" مُحکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۔ سمال بزنس لون سکیم کے تحت خواتین کو مختلف بنکوں، اداروں مثلاً اخوت، قومی بچت کی سکیموں وغیرہ کے ذریعے ان خواتین کو ری سٹلمنٹ منصوبہ کے تحت قرض دیا جاتا ہے۔ یہ تمام کام صرف خواتین ہی کے لئے ہے۔ اس میں ۶ ماہ تک تمام اخراجات ادارہ خود برداشت کرے گا انہیں کاروبار کے لئے بلڈنگ بھی ادارہ ہی فراہم کرے گا یوں آہستہ آہستہ خواتین اپنے مسائل کو خود حل کرنے کے قابل ہو جائیں گئیں۔

مطلقہ و بے سہارا خواتین کے معاشی طور پر خود کفیل کرنے کے لئے ہم نے مزید یہ اقدام کیا ہے کہ مختلف سکولز کے مالکان سے رابطہ کیا ہے وہ اپنے سکولز کے یونیفارم ہم سے بنوائیں، اس سلسلے میں ہم نے خواتین سے کانٹریکٹ لئے ہیں۔[1]

یہ سماجی ادارے و تنظیمیں ملکی، صوبائی اور علاقائی ہر سطح پر فعال ہیں اور معاشرے کو شعور اور تربیت فراہم کرنے کے سلسلے میں کافی سرگرمی سے اپنے اپنے دائرہ کام میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ تمام ادارے ایک چین کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور مسائل کے حل کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کئے ہوئے ہیں، اگر کوئی خاتوں کسی ایسے ادارے میں آتی ہی جن کے پاس شیلٹر ہوم نہیں ہے تو یہ کسی دوسرے ادارے سے رابطہ کر کے ان کے شیلٹر ہوم میں بھیج دیتے ہیں اسی طرح دار الامان، فاؤنٹین ہاؤس، دار الفلاح اور ان جیسے دیگر اداروں میں آنے والی خواتین کے مسائل اور کیفیت کو دیکھتے ہوئے بھیج دیتے ہیں۔

بہت سی خواتین ایدھی ہومز میں رہائش پذیر ہیں۔ ۱۴۹ شیلٹرز ہوم ایدھی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام پورے پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔ جہاں خواتین کو تمام بنیادی سہولیات فراہم کی گئیں ہیں۔ لیکن قانونی امداد فراہم نہیں کی جاتی۔

۳۔ سماجی سطح پر اصلاح احوال کی کوششیں:(ورکشاپس، سیمینارز اکانعقاد)

ملک کے بیشتر علاقوں میں یہ سماجی ادارے خواتین کے حقوق کی صورت حال بہتر بنانے اور لوگوں میں شعور بیدار کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف ورکشاپس، سیمینارز وغیرہ کا انعقاد بھی کرتے رہتے ہیں جس میں

---

[1]۔ نورین صاحبہ انچارج، سنٹر فار لیگل ایڈ اسسٹنٹ اینڈ سٹلمنٹ، ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف سماجی شخصیات جن میں اساتذہ وعلماء کرام کے ساتھ ساتھ گھریلو خواتین، ان کے شوہروں اور دیگر افراد کو بھی مدعو کرتے ہیں مختلف سیشنز میں قانونی ماہرین، ماہرین نفسیات لوگوں کی تربیت کرتے ہیں انہیں سماج میں پائی جانے والی غلط رسوم رواج، صنفی تفریق، عورت کے حقوق، عورت کی عزت وتوقیر، گھریلو تشدد کے بارے میں راہنمائی دیتے ہیں۔ کیونکہ جہالت اور لاعلمی بذات خود ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ اس لئے جب لوگوں میں شعور و آگاہی پھیلے گی تو ان مسائل کے پیدا ہونے کی شرح بھی کافی حد تک کم ہو جائے گی، مسائل کے سدباب کے لئے کی جانے والی یہ کوششیں مؤثر اور دیرپا بھی ثابت ہوں گی۔

مجوزہ اقدامات وتدابیر:

سماجی فلاحی اداروں کی کارکردگی اور دائرہ کار دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کو مختلف منفی رسوم ورواج، سماجی و قانونی استحصال کے باعث اپنے حقوق کے حصول کی راہ میں جن مسائل اور رکاوٹوں کا سامنا ہے، نیز جو مشکلات درپیش ہیں ان کے حل کے لئے یہ تمام ادارے کافی بہتر انداز میں کام کر رہے ہیں۔ لوگوں کی ذہن سازی کے ذریعے بھی حالات کو بہتر کرنے کی کوششیں کی جاری ہیں لیکن اس سب کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کہ آیا یہ سب صرف چند اداروں یا تنظیموں کی سطح تک کی جانے والی کوششوں تک محدود رہے گا۔؟ یقیناً ایسا نہیں ہونا چاہیے معاشرے میں رہتے ہوئے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مسائل کو اپنے مسائل سمجھے اور فرد و خاندان سے لے معاشرے کے ہر ادارہ کی سطح تک حالات کی بہتری کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔

خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں خواتین کو ان کے حقوق کا شعور دینے اور ان کے مسائل کے حل کے لئے کوششیں تو کر رہی ہیں لیکن ان تنظیموں کی جانب سے کوششیں کرنے کہ باوجود گھر ٹوٹنے کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حقوق نسواں کی بات تو کی جاری ہے مگر نکاح کے مقاصد، عائلی زندگی کے استحکام کے لئے زوجین میں باہمی حقوق وفرائض کی تقسیم کار، احسان، حسن سلوک، ایثار، حسن معاشرت کی تلقین کرنے سے پہلو تہی اختیار کی جاتی ہے۔ صنفی مساوات اور خواتین کی خود مختاری کی بات تو کی گئی لیکن عورت کے اصلی فرائض یعنی اولاد کی پرورش و تربیت، گھر کو جائے سکون بنانے کے اہم ترین کردار کو فراموش کیا گیا ہے۔ حقوق کے حصول کی جنگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ عورت نے فرائض فراموش کر دیئے ہیں اسے بہت سے حقوق تو مل گئے ہیں لیکن چادر اور چار دیواری کا تحفظ ختم ہو گیا ہے۔ خلع کی شرح میں اضافہ کی دیگر وجوہات میں سے کچھ وجوہ صنفی مساوات، عورت کی معاشی خود مختاری کی بھی ہیں۔ چنانچہ اس امر کی جانب بھی توجہ مرکوز رہنی چاہیئے کہ عورت کے حقوق اور دائرہ کار وہی ہے جو آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے محسن نسواں ﷺ نے عطا کئے تھے۔ اس لئے خواتین کے حقوق و مسائل کے حل کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کے کام میں جس پہلو سے کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے عائلی زندگی کی بقا اور استحکام کی کوششیں کی جائیں۔ حقوق کا شعور دینا بلاشبہ فی نفسہ ایک عظیم کارنامہ ہے لیکن اگر کوششوں کا محور" گھر" بنایا جائے کہ مرد و خواتین میں آئندہ آنے والی نسلوں کا امین بننے کا تصور اجاگر کیا جائے، انہیں باور کروایا جائے کہ ان کے حسن سلوک، ایک دوسرے کے لئے ایثار، باہمی طور پر احسان کے رویہ، حسن معاشرت اپنانے سے ان کا گھر جنت کا نمونہ اور نونہال مستقبل کے معمار بنیں گے تو یقیناً ایک کامیاب مستقبل کی ضمانت دی جاسکتی ہے، نیز انہیں طلاق کے مفاسد اس کے سماجی و اخلاقی اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ خاندان کا شیرازہ بکھرنے سے بچایا جاسکے۔ ورنہ خاندان کی یہ شکستگی آنے والے کل میں معاشرے کی ریختگی میں تبدیل ہو جائے گی۔ معاشرے کی ذہن سازی کے لئے ان بنیادی مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ورکشاپس اور کورسز بھی کروائے جائیں۔ یہ ورکشاپس اور کورسز بلا تخصیص جنس، عمر، علاقہ وادارہ کی جائیں۔ تاکہ معاشرے میں مسائل کے جامع و مؤثر حل کے ساتھ ان اسباب کی بیخ کنی بھی ہو سکے۔ جس سے دوررس اثرات مرتب ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

www.kitabosunnat.com

ڈاکٹر چوہدری ایل حسین لکھتے ہیں: طلاق کے عمل کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے بلکہ اسے استثنائی ہی ہونا چاہیے۔ سماجی اداروں کو قلیل مدت منصوبوں کی بجائے دیرپا حل کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ طلاق مل جانے کے بعد عورت کس طرح مسائل کا سامنا کرے گی یہ دیکھنا ہے۔ طلاق کی صورت میں مرد کی بہ نسبت عورت زیادہ متاثر ہو گی۔ لہذا اس جانب توجہ کرنی چاہیے اور اس کا حل تلاش کیا جانا چاہیے۔[1]

---

[1] . Dawn , 6.02.2007, Dr Chaudhry L.Hussain, Cardiff, UK,The Right to Divorce

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پناہ گاہوں کا قیام:

مشرقی معاشرتی سیٹ اپ (نظم) کمزور ہونے، مغربی افکار کی یلغار، آزاد میڈیا کے منفی کردار اور بے جا مشرقی پابندیوں کے وجہ سے عورتوں کو ایک اچھا خاصا طبقہ بے چینی میں مبتلا ہے۔ اس بے چینی کا نتیجہ طلاق، خلع اور عدالتی جدائی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ طلاق شدہ عورتوں میں سے جن کا خاندان دور ہوتا ہے یا وہ عورتیں جن کے شوہر فوت ہو جاتے ہیں اور سسرال والے ان سے بے رخی برتتے ہیں، یہ بے چاری صنف نازک اور بنت حوا اکیلی رہ جاتی ہے۔

ایسی عورتوں کے لئے وقتی پناہ گاہ اور سہارے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ان کے ٹھکانے اور پناہ گاہوں کا بندوبست نہ ہو تو وہ آوارہ ظالموں کے چنگل میں پھنس سکتی ہیں یا گناہ کی زندگی میں مبتلا ہو سکتی ہیں۔ ۔۔اس کی عملی صورت یہ ہے کہ رفاہی ادارے، اسلامی تنظیمیں اور مخیر حضرات ان خواتین کے لئے پناہ گاہیں بنائیں جن میں انہیں ایک مقررہ وقت کے لئے پناہ دی جائے تاکہ وہ اپنی عدت اور دکھ کا وقت گزار کر دوبارہ رشتہ ازدواج میں وابستہ ہو کر اپنی نئی زندگی شروع کر دیں۔[1]

ان پناہ گاہوں کا قیام اخلاص سے کیا جائے، تمام تر مسلکی، نسلی، مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر مجبور اور بے بس خواتین کی مدد کے لئے یہ عارضی رہائش گاہیں قائم کی جائیں جس میں انہیں دینی و دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر ضرور سکھایا جائے تاکہ وہ بوقت ضرورت اس ہنر کو کام میں لا کر معاشی خود انحصاری کی جانب اپنے قدم بڑھا سکیں۔

ان تمام اقدامات کے ساتھ ساتھ ان خواتین کے عقد ثانی کے لئے بھی سنجیدہ کوششیں اور مناسب بندوبست کیا جائے، تاکہ وہ از سر نو اپنی زندگی بطریق احسن گزار سکیں۔ نیز یہ اقدام ان کے بہت سے سماجی، قانونی، شخصی اور نفسیاتی مسائل کا جامع و موثر حل ثابت ہو گا۔

اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کو عمومی تحفظ اور دوسری عورتوں کی نسبت سے زیادہ حقوق دیے ہیں اس دور میں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں میں مختلف این.جی اوز

---

[1] ۔امیر الدین، پروفیسر، اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، لاہور، نشریات اردو بازار، ص:۵۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی میدان میں ہیں، اس سے پہلے معاشرہ اور برادری سسٹم بھی تھا، لہذا ان دونوں کی ذمہ داری ہے کہ آگے بڑھ کر ان کے جائز اور شرعی حقوق دلائیں۔[1]

قانونی وحکومتی سطح پر صورت حال کی بہتری کے لئے حکمت عملی

پاکستانی معاشرے میں گزشتہ ۱۵ سالوں میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے بہت سے پہلوؤں پر قانون سازی کی گئی ہے۔ جن میں قومی وصوبائی دونوں سطحوں پر خواتین کو درپیش مسائل کے جامع انداز میں حل کے لئے کہیں قوانین میں ترامیم کی گئیں اور کہیں نئے قوانین بنائے گئے ہیں تاکہ معاشرتی و قانونی دونوں سطح پر خواتین کے مسائل کو بہتر انداز میں حل کیا جاسکے اور معاشرے کی عمومی صورت حال بہتر بنائی جاسکے۔ کیونکہ قوم وملت کی اخلاقی و معاشرتی ترقی خواتین کو ان کا جائز مقام دیئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

پاکستان میں خواتین کے بنائے گئے قوانین کا جائزہ تفصیلا پاکستانی معاشرے میں خواتین کی قانونی حیثیت کے ضمن میں لیا جاچکا ہے ذیل میں ہم صرف بے سہارا خواتین (بیوہ تشدد کا شکار خواتین اور مطلقہ خواتین) کو حکومت کی جانب سے فراہم کردہ سہولیات وذرائع کا جائزہ لیں گے۔

پاکستان میں ان بے سہارا خواتین کے لئے مختلف شہروں میں شیلٹرز ہوم بنائے گئے ہیں جہاں پر وہ خواتین جن کا کوئی پرسان حال نہیں، جو معاشرے اور خاندان کی دھتکاری ہوئی بے بس خواتین ہیں ان کو چھت مہیا کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں خواتین کے مسائل کی نوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے الگ الگ ادارے بنائے گئے ہیں۔

دارالامان : اس میں ان خواتین کو جو مختلف قسم کے تشدد کا نشانہ بنی ہوں مثلا: زیادتی، جبری شادی، سوارہ، ونی، قتل غیرت، تیزاب سے متاثرہ خواتین وغیرہ شامل ہیں انہیں رکھا جاتا ہے۔ اگر ان کے ہمراہ بچے بھی ہوں تو انہیں بھی ساتھ رکھنے کی اجازت ہے۔ اس ادارے میں عورتیں خود آکر داخلہ لے سکتیں ہیں، انہیں ہر طرح کی قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے، ان کا ادارہ میں آنے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہوسکے میڈیکل ٹیسٹ کروایا جاتا ہے۔ خواتین کو اس ادارہ میں تمام تر بنیادی ضروریات مفت

---

[1]۔ اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، ص:۲۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فراہم کی جاتیں ہیں۔ ان کی دینی و دنیاوی تعلیم وتربیت کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ نیز اگر ضرورت محسوس کی جائے تو ان خواتین کو ماہرین نفسیات کی زیر نگرانی بھی رکھا جاتا ہے تاکہ ان کی ذہنی حالت بہتر ہوسکے۔

دارالفلاح: بے سہارا خواتین کی دوسری درجہ بندی ان کے بیوہ، مطلقہ، لاوارث ہونے، یا ان کے شوہر کا طویل مدت سے لاپتہ ہونے، یا لمبے عرصے تک مریض ہونے کی صورت میں شوہر کے علاج کے لئے دور دراز کے علاقے سے آنے کی صورت کے حوالے سے کی جاتی ہیں۔

اس ادارے میں بھی خواتین کو مفت رہائش اور ضروریات فراہم کی جاتیں ہیں۔ ان کے بچوں کے لئے ابتدائی طور پر تعلیم کا بندوبست بھی ادارہ ہی میں کیا گیا ہے۔ خواتین کو مختلف قسم کی ووکیشنل ٹریننگ دی جاتیں ہیں تاکہ وہ معاشی طور پر مستحکم ہوسکیں اور اپنے بچوں کی ذمہ داریاں بہتر انداز میں ادا کرسکیں۔ ان خواتین کو ہر ماہ ادارہ کی جانب سے ۳۰۰۰ روپے ماہوار بھی دیے جاتے ہیں اسی طرح جن خواتین کے ہمراہ بچے ہیں انہیں ۳۵۰۰ روپے ماہوار دئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی دیگر ضروریات پوری کرلیں۔ خواتین نے اپنے بچوں کو یہاں قریب کے سکولز میں داخل کروایا ہوا ہے کچھ خواتین ان پیسوں سے سامان خرید کر چیزیں بناتیں ہیں اور پھر انہیں فروخت کرکے اپنی دیگر ضروریات پوری کرتیں ہیں۔

صوبہ پنجاب کے ۱۱ شہروں میں یہ ادارے قائم ہیں۔ یہ ادارے بیت المال اور سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے زیر اہتمام چل رہے ہیں۔ سندھ میں بھی دارالامان اور خواتین کی فلاح وبہبود کے ادارے سرکاری سطح پر موجود ہیں۔ جس میں بے سہارا خواتین کو ضروری سہولیات فراہم کی جاتیں ہیں۔ یہ ادارہ بھی کافی حد تک پنجاب حکومت کی طرز پر ہی کام کررہا ہے۔ یہ ادارے ۲۰۰۸ء میں قائم کئے گئے ہیں جبکہ پنجاب حکومت اس حوالے سے کافی عرصہ پہلے اقدامات کرچکی ہے[1]

شہید بے نظیر بھٹو ہیومن رائٹس سنٹرز فار وومن (کرائسز سنٹرز)

یہ ادراہ بھی ان خواتین کو مدد فراہم کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے جن پر کسی بھی قسم کا تشدد کیا گیا ہو۔ ان اداروں میں متاثرہ خواتین کو ہر طرح کی طبی، رہائشی اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کی جاتی ہے۔ اور

---

[1] -The nation : September 29, 2008

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی جاتی ہے کہ وہ معاشرے کا مفید فرد بن کر اپنی زندگی گزار سکیں۔اس طرح کے ۱۲ سنٹرز سندھ کے مختلف اضلاع میں کام کر رہے ہیں۔ یہ ادارہ خاندانی تنازعات میں زوجین کے مابین مصالحت بھی کرواتا ہے۔

بے نظیر شہید وومن کرائسز سنٹر کی منیجر منزہ خالد نے بتایا: ہمارا ادارہ گھریلو جھگڑوں کا شکار فریقین کی آپس میں کونسلنگ کرواتا ہے۔ جنوری 2015ء سے اپریل تک وومن کرائسز سنٹر میں کل 99 کیس درج ہوئے۔ جن میں 55 کیسز کی کونسلنگ کروائی گئی۔

انہوں نے طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی بڑی وجہ خاندانی، مالی مسائل، عورتوں پر ذہنی اور جسمانی تشدد کے واقعات کو قرار دیا۔[1]

پاکستان کے تمام صوبوں میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے شیلٹرز ہوم قائم ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں ۲۰۱۲ء میں پہلا شیلٹر ہوم قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ابتدائی طور پر کچھ سہولیات فراہم کی گئیں ہیں۔، توقع کی جاسکتی ہے کہ وقت کے ساتھ اس میں بہتری آئے گی۔[2]

صوبہ بلوچستان میں صرف ایک شیلٹر ہوم کوئٹہ میں قائم ہے۔[3]

بے نظیر انکم سپورٹ فنڈ کے ذریعے بھی غریب و بے سہارا خواتین کی مدد کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ لیکن مسائل کے حل کے لئے ابھی بہت سے پہلو ایسے ہیں جو حکومتی و قانونی سطح پر اصلاح اور توجہ کے متقاضی ہیں۔

ملکی سطح پر جائزہ لیں تو خواتین کے لئے شیلٹرز ہومز کی تعداد کافی کم ہے۔ صوبہ پنجاب ہی وہ واحد صوبہ ہے جہاں ان کی تعداد ۶ ہے جب کہ دیگر صوبوں میں ان کی تعداد کافی کم ہے۔ معاشرے کی بے سہارا، بیوہ، مطلقہ خواتین کو حکومتی سطح پر فراہم کی جانے والی سہولیات و ذرائع یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس پہلو پر مزید بہت سا کام کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

---

[1] ۔روزنامہ سجاگ، چنیوٹ ۱۳ مئی ۲۰۱۵ء

[2] -Dawn : Feb 11,2012

[3] Dawn : Feb 11, 2014

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پنجاب حکومت نے جہاں خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں وہیں اس جانب بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

۱۔ مطلقہ خواتین کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان شیلٹرز ہوم کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ہر ضلع کی سطح پر ان کا قیام ممکن بنایا جائے۔

۲۔ بہت سی خواتین بے سہارا ہوتیں ہیں لیکن انہیں ان اداروں کے متعلق واقفیت نہیں ہوتی چنانچہ عوامی سطح پر ان ادروں کے قیام سے آگاہی دی جائے۔

۳۔ مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے ون ونڈو آپریشن شروع کیا جائے۔ جہاں وہ اپنی شکایت درج کروانے سے لے کر پناہ اور دیگر ضروری سہولیات ایک ہی چھت تلے حاصل کر سکے۔

۴۔ پنجاب حکومت نے نصاب تعلیم میں خواتین پر تشدد سے متعلق مضامین کو شامل کرنے کا حکم دے کر احسن قدم اٹھایا ہے دیگر صوبوں میں بھی ایسی تعلیمی اصلاحات لائی جائیں۔[1]

۵۔ کالج، جامعات اور دینی مدارس میں اعلیٰ درجوں کی تکمیل کے دوران نصاب میں نکاح کے مقاصد، زوجین کے حقوق و فرائض، طلاق کے مفاسد و اثرات اور اس کا شرعی طریقہ، مہر، جہیز، حسن معاشرت جیسے موضوعات کو بھی شامل کیا جائے تاکہ نوجوان نسل کو اپنی ازدواجی زندگی کے آغاز کے قریب ان مسائل سے واقفیت حاصل ہو، اپنی عملی زندگی میں داخل ہونے کے ساتھ انہیں ایک دوسرے کے حقوق کا شعور ہو جس سے وہ اپنی ازدواجی زندگی میں بہتری لا سکیں۔

۶۔ شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی کے لئے میڈیکل ٹیسٹ کروانا ضروری قرار دیا جائے تاکہ بعد ازاں کسی مسئلہ کے باعث دو زندگیاں برباد اور دو گھرانے خراب نہ ہوں۔ دبئی میں نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو میڈیکل فٹنس کا سرٹیفکیٹ وکیل کو پیش کرنا لازمی ہے۔[2]

۷۔ ایسے قوانین بنائیں جائیں کہ اگر مرد کسی رسم و رواج، انتقام یا کسی جاہلانہ سوچ کا شکار ہو کر عورت کو طلاق دیتا ہے تو اس کو سخت سزا و جرمانہ تجویز کیا جائے نیز جو افراد اس کے شریک جرم ہوں انہیں بھی

---

[1] ۔ ۶ دسمبر ۲۰۱۵ء

[2] ۔ عظمیٰ اویس، انٹرویو: ۲ نومبر ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرکت کی نوعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دونوں یا کوئی ایک سزا تجویز کی جائے تاکہ ایسے اسباب کی حوصلہ شکنی ہوسکے جو طلاق کی شرح میں اضافہ کا باعث ہیں۔

مثلاً وٹہ سٹہ کے تحت کی گئی شادی میں اگر ایک شوہر نے طلاق دی ہے تو انتقاماً اگر دوسرا بھی طلاق دیتا ہے تو اس پر جرمانہ اور سزا دونوں عائد کئے جائیں۔ اسی طرح دیہات میں بیٹیاں پیدا ہونے پر بھی عورت کو طلاق دے دی جاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی مرد کو سزا دی جائے۔

جہیز نہ لانے، کم لانے یا طلب کرنے پر نہ لانے کی صورت میں سسرال والے طلاق دلواتے ہیں یا شوہر خود طلاق دیتا ہے دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو اسے جرم تصور کیا جائے۔ لڑکی کے والدین سے جائیداد میں حصہ کا تقاضا کرنے پر بھی یہ سزائیں دی جائیں۔

۸۔ مرد و عورت کی جانب سے طلاق و خلع کے مقدمات کے فیصلے جلدی نہ کئے جائیں بلکہ مقدمہ دائر کرنے کے بعد عورت اور مرد کے درمیان وقتی علیحدگی کروادی جائے۔ یہ عرصہ ۶ ماہ سے لے کر ایک سال تک ہو سکتا ہے۔ اس دوران ان کے خاندان کے بزرگوں کو عدالت پابند کرے کہ وہ زوجین کے مابین مصالحت کروائیں۔

۹۔ شادی سے پہلے زوجین کی راہنمائی کے لئے میرج کونسلنگ کورس لازمی قرار دیا جائے، جس میں عائلی زندگی سے متعلق تمام مسائل زوجین کے باہمی حقوق و فرائض، نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح، مہر، جہیز، نان و نفقہ، نکاح کے مقاصد و اہمیت سے واقفیت دی جائے۔ اس سے طلاق کی شرح میں کمی ممکن ہو سکے گی۔ اس طرح کے کورسز کی طلاق کی شرح میں کمی لاسکتے ہیں۔ ملائیشیا، میں اس طرح کے کورسز کروائے گئے ہیں تو طلاق میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔ سعودی حکومت نے بھی یہی لائحہ عمل اپنانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ طلاق کی شرح میں کمی لائی جاسکے۔[1]

۱۰۔ یونین کونسل اور مصالحاتی کونسل کے کردار کو مزید فعال کیا جائے تاکہ خواتین کو فوری انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔

۱۱۔ نان و نفقہ کی تعیین اور وصولی نیز بچوں سے ملاقات بھی مصالحاتی کونسل کے تحت کروائی جائے۔

---

[1] ۔ روزنامہ پاکستان، ۱۹ مئی ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ مطلقہ خواتین، بیوہ یا بے سہارا خواتین کے لئے لازمی طور پر سرکاری ملازمتوں کوٹہ مختص کیا جائے تاکہ ان کے معاشی مسائل حل ہو سکیں۔

۱۳۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں بے سہارا خواتین (مطلقہ، بیوہ) کے بچوں کی مفت تعلیم کا بندوبست کیا جائے نیز نجی تعلیمی اداروں میں کو بھی پابند کیا جائے کہ وہ لازماً ۱۰ بے سہارا خواتین کے بچوں کو مفت تعلیمی سہولیات فراہم کریں۔

۱۴۔ جو مطلقہ خواتین شیلٹرز ہوم میں رہائش نہیں رکھتیں انہیں بھی حکومت لازماً ماہانہ وظائف فراہم کرے۔ جس طرح معذور افراد کو ماہانہ وظائف فراہم کی گئے ہیں۔[1]

۱۵۔ مطلقہ یا بیوہ خواتین کو سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں جو بھی کاغذات یا سروسز مطلوب ہوں، بلا معاوضہ سہولیات فراہم کی جائیں۔

---

[1] ۔ روزنامہ جنگ، ۴ جنوری ۲۰۱۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتائج تحقیق

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نتائج تحقیق

اس موضوع پر تحقیقی کام سے میں نے درج ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

ا۔ عصر حاضر میں تہذیبی و ثقافتی روابط کے نتیجے میں جہاں بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں وہیں سماجی مسائل میں روز افزوں اضافہ کے باعث عائلی وازدواجی معاملات بھی بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ جن میں سر فہرست زوجین میں حسن سلوک کا فقدان ہے۔ عورت اور مرد کی رفاقت حقیقی روح کھو کر رقابت بنتی جارہی ہے۔ زوجین جو باہم رفیق تھے اب رقیب کا کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر طلاق روز مرہ کا معمول بنتی جارہی ہے۔ عدالتیں عائلی مقدمات سے بھری پڑی ہیں۔ زوجین میں منافرت و جدائی کے بہت سے سماجی و معاشی محرکات ہیں۔ لیکن ان اسباب میں سے اہم اسباب مشترکہ خاندانی نظام کے منفی اثرات، عدم برداشت، میڈیا کا کردار، دین کے عمومی مزاج سے عدم واقفیت کے باعث طلاق ثلاثہ کا رجحان، خاندان کا تربیتی کردار سے لاپرواہی اور منفی معاشرتی رسومات اور سماجی تبدیلی ہیں۔ جن کے باعث طلاق و خلع کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ اور گھروں کے ٹوٹنے اور بننے کی رفتار تقریباً برابر ہو گئی ہے۔

۲۔ ازدواجی بندھن کی یہ شکستگی بہت سے معاشرتی، اخلاقی، نفسیاتی وحیاتیاتی مسائل کو بڑھانے کا باعث بن رہی ہے۔ طلاق دیتے ہوئے یا خلع لیتے ہوئے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس کے باعث بہت سے مسائل سے نجات مل جائے گی لیکن مستقبل میں پیش آنے والے مسائل ان تصورات کو اوہام باطل قرار دیتے ہیں۔ مسائل سے نجات کی خوش گمانی بد گمانی میں بدل جاتی ہے اور فریقین کے لئے آسودہ خیالی کو پراگندہ خیالی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ معاشرے میں یہ منتشر خیال افراد مثبت و تعمیری کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

۳۔ ہندوستان میں مغربی تسلط کا دور اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لئے تاریک ترین دور تھا، ایک طرف تو غیروں کے تسلط کی وجہ سے ان کے عائلی قوانین ٹھیک ٹھیک قرآنی ہدایات کے مطابق نہ رہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ شبانہ روز اختلاط نے ان کے معاشرے میں بے شمار ایسی رسمیں پیدا کر دیں جو نہ صرف اسلامی اصولوں کے بالکل خلاف تھیں، بلکہ بڑی انسانیت سوز، انتہائی وحشیانہ اور سخت ظالمانہ تھیں۔ اس طرح اس قوم نے جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے ایک بڑا متوازن اور سو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصد فطری نظام موجود تھا، غیروں کے طور طریق اختیار کر کے اپنے آپ کو تباہ کن رسموں میں جکڑ لیا، حالات کی اس تبدیلی کا سب سے برا اثر بیچاری عورت پر پڑا اور اس تمام عرصہ میں یہ غریب ظلم و ستم دہکتے الاؤ میں پڑی سسکتی رہی۔[1]

یہ اثرات ہمہ گیر تھے اور مسلم تہذیب و ثقافت اور تمدن کے جہاں بہت سے پہلوؤں پر یہ اثرات مرتب ہوئے وہیں ان سے مسلمانوں کا خاندانی نظام بھی متاثر ہوا ہے۔ اور بہت سی ایسی رسمیں مسلمانوں میں داخل ہو گئیں جو اسلامی اصولوں سے متصادم تھیں۔ ہندو معاشرے کے ساتھ اس ارتباط نے عورت کی حیثیت و مقام، حقوق کے حوالے سے اسی منفی سوچ کو پروان چڑھایا جو ہندو سماج میں عورت کے وجود کی تحقیر و تذلیل، ہر طرح کے حقوق کی ادائیگی سے ا ستثنیٰ کی صورت میں موجود تھا، چنانچہ ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے علاقوں میں آج بھی عورت ان تمام بنیادی و شرعی حقوق سے محروم ہے جو شریعت اسلامیہ نے اسے عطا فرمائے ہیں، اسے مختلف منفی رسومات کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے اور اگر حالات و اسباب خواہ کچھ بھی ہوں مرد اپنا حق طلاق استعمال میں لا کر اپنی قوامیت کا مظاہرہ کرتا ہے، ایسے میں معاشرہ تمام تر ذمہ داری عورت کے سر ٹھہرا کر مرد کو ہر الزام سے بری قرار دیتا ہے۔ بعض علاقوں اور خاندانوں میں مطلقہ عورت کا وجود ناقابل برداشت تصور کیا جاتا ہے۔ اسے معاشرے کے ایک زندہ فرد کی حیثیت سے تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔ ان حالات میں مطلقہ خواتین کے لئے معاشرے میں باعزت مقام حاصل کرنا، اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا، منفی سماجی رویوں کو برداشت کرنا ایک چیلنج بن کر رہ جاتا ہے۔

۴۔ ایک مرد تو طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اپنی نئی دنیا بسا لیتا ہے لیکن مطلقہ کے لئے مرد کے ان تین الفاظ زندگی کی ایک ایسی تلخ حقیقت بن کر رہ جاتے ہیں جو ہر نئے آنے والے دن میں اس کے لئے نت نئے مسائل کا انبار لیے ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب اس کے دو چار بچے بھی ہوں۔ تو مطلقہ کا عقد ثانی ایک ایسے معاشرے میں جہاں کنواری لڑکیوں کی شادی ہونا ایک اہم سماجی مسئلہ ہے بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور اگر مطلقہ کی شادی ہو بھی جائے تو اس کے بچوں کو قبول

---

[1] ۔ تقی عثمانی، مولانا، ہمارے عائلی مسائل، کراچی، ۱۹۶۳ء، ص:۱۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر کوئی تیار نہیں ہوتا، اس صورت میں دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ کی علیحدگی کی اذیت سہنے کے بعد بچوں کو ماں کے عقد ثانی کے بعد ایک اور اذیت سہنی پڑتی ہے کہ بچوں کو تقسیم کر کے عزیز و اقارب کے ہاں بھیج دیا جاتا ہے۔ یوں بچوں کی شخصیت کئی حصوں منقسم ہو جاتی ہے۔ اس طرح مطلقہ عورت کا مسئلہ سماجی، اخلاقی، معاشی، قانونی اور اس سے بڑھ کر نفسیاتی اور انسانی مسئلہ ہیں ہے۔

۵۔ ان مسائل کے اساسی ذمہ داران انفرادی و اجتماعی سطح پر تمام افراد معاشرہ ہیں۔

(۱)۔ انفرادی سطح پر زوجین کا ذاتی کردار:

زوجین کا ذاتی کردار ازدواجی زندگی کے قیام میں انتہائی اہم ہے۔ زوجین کو حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے معاملات کو خود حل کریں۔ اور رشتہ مناکحت کو برقرار رکھنے کے لے دیگر افراد خاندان کی مداخلت کو خاطر میں نہ لائیں۔ اگر زوجین میں اس بات کا احساس پختہ ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ نیز انہیں اپنی ذاتی پسند و ناپسند سے بلند ہو کر اعلیٰ تر خاندانی و معاشرتی مفاد میں بہت سے ناپسندیدہ امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور حسن سلوک کو قائم رکھنے میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہو گا۔ اختلاف مزاج کو حقیقی اختلاف سمجھنے، قوامیت کے نامناسب استعمال اور حقوق و فرائض میں افراط و تفریط کے نتیجے میں طلاق کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ زوجین یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ نباہ ممکن نہیں، ازدواجی زندگی کو خوشگوار انداز میں چلانا ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ایسے میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان مسائل کا حل ایک دوسرے سے جدائی ہی کی صورت میں ممکن ہے چنانچہ وہ طلاق کو اپنے تمام مسائل کا حل سمجھ لیتے ہیں۔ اور پھر طلاق یا خلع کی صورت میں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں زوجین بعض اوقات خود غرض ہو کر صرف اپنی ذات کی حد تک مسائل و معاملات کا تجزیہ کرتے رہتے ہیں اور اپنی ذات سے بالاتر ہو کر اس فیصلے کی نتیجے میں سب سے زیادہ متاثر ہونے افراد یعنی بچوں کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اپنی ازدواجی زندگی کی خوشیوں اور سکون کی تلاش و حصول میں بچوں کے وجود سے غافل ہو کر علیحدگی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اکثر اوقات طلاق کے بعد کے مسائل انہیں احساس ندامت اور مجرمانہ سوچ سے دوچار کر دیتے ہیں۔ نیز جن خواہشوں کی تکمیل، خوابوں کی تعبیر، سکون کی تلاش اور چند معمولی عائلی مسائل کا واحد حل انہیں طلاق کی صورت میں نظر آتا ہے وہ سب کچھ طلاق کے بعد بھی سراب ثابت ہوتا ہے اور یہ چند عائلی مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کے بعد بھی ہنوز لاینحل ہی رہتے ہیں۔ بلکہ مسائل کا کوہ گراں ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے میں حالت کچھ اس طرح ہوتی ہے۔

لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی

اگر زوجین عائلی زندگی کے بنیادی مقاصد و ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں گے تو عائلی زندگی کا استحکام پائیدار بنیادوں پر ممکن ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ زوجین کو رشتہ نکاح کی اہمیت، ضرورت، زوجین کے باہمی حقوق فرائض سے آگاہی دی جائے۔ انہیں حقوق کی ادائیگی میں حسن معاشرت، ایثار، احسان سے کام لینے کی تلقین وترغیب دی جائے۔

ان کی تربیت ان خطوط پر کی جائے کہ وہ باہمی رفیق ہیں نہ کہ رقیب۔ ان کا تعلق باہمی مودت ورحمت کا ہے۔ جس میں ایک فریق دوسرے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کے لئے بہ نسبت لباس ہے۔ چنانچہ زوجین کو ان قرآن وحدیث میں مذکور معاشرتی واخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔

(ب) سماجی سطح پر مسائل کے ذمہ داران:

ا۔ افراد خاندان کی مداخلت و مشترکہ خاندانی نظام:

مکان کو ایک پر سکون گھر میں تبدیل کرنے کے لئے افراد خاندان کا کردار اساسی ہے۔ جس خاندان کے افراد میں باہمی تعاون، حقوق وفرائض کی احسن ادائیگی، ایثار، اتحاد ومحبت موجود ہو وہ خاندان یا گھر دنیا میں ہی جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ لیکن ہمارے بہت سے نفسیاتی، سماجی ومعاشی عوامل ایسے ہیں جن کے باعث افراد خاندان میں کشیدگی تناؤ کی کیفیت اور زود رنجی پائی جاتی ہے۔ یہی عوامل زوجین کے باہمی معاملات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں جن سے اکثر اوقات حالات ایسا موڑ اختیار کر لیتے ہیں کہ افراد خاندان کے دباؤ یا اکسانے پر زوجین اپنے ازدواجی تعلق کو ہمیشہ کے لئے منقطع کر لیتے ہیں یا پھر ایسے حالات بنا دیے جاتے ہیں جن میں زوجین کے لئے اپنے جذبات واحساسات، اپنی ترجیحات وپسند وناپسند کے تحت زندگی گزارنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام کے تمام تر فوائد وثمرات کے باوجود اس کے منفی اثرات زوجین کے مستقبل پر اس بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ معمولی بات پر پیدا ہونے والی کشیدگی دائمی دوری کا روپ دھار لیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کی شرح میں اضافہ کے اہم اسباب میں سے افراد خاندان کی زوجین کے معاملات میں بے جا مداخلت، ساس و نندوں کی جانب سے بیٹے، بھائی پر بہو یا بھابھی کی نسبت زیادہ ملکیت کا احساس و اختیارات کے ارتکاز کا تصور خاندان میں رقیبانہ روش کو جنم دیتا ہے۔ اور یہ ساس، نندوں اور بہو تینوں اختیارات و ملکیت کی اس جنگ میں اپنے اپنے محاذ پر مورچے سنبھالے ہوئے ہر لمحہ بد گمانی، بداعتمادی، خود غرضی اور انا کے اسلحہ سے لیس مصروف عمل رہتی ہیں۔ اس حقوق، ملکیت و اختیارات کی جنگ میں اگر فریقین جذبات واحساسات کی بجائے عقل و خرد کو راہنما بنائیں تو بہت سے گھر ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں۔ ساس اور نندیں اکثر اوقات بہو اور بھابھی کو نیچا دکھانے اور اپنی جھوٹی انا کی تسکین کی خاطر بیٹے پر دباؤ ڈالتی ہیں کہ وہ بہو کو طلاق دے دے۔ یوں اکثر اوقات زوجین جو باہمی حسن سلوک سے شاہراہ زندگی پر ازدواجی زندگی کا سفر طے کر رہے ہوتے ہیں، نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہونا پڑتا ہے۔

بعض اوقات بہو کو جہیز کم لانے پر ہر وقت طعنے دیئے جاتے ہیں، نیز اولاد نہ یا بیٹیاں ہونے کی ذمہ دار بھی عورت کو ٹھہراتے ہیں، یوں شوہر کو بیوی سے بد ظن کرنے کی کوئی بھی کوشش رائیگاں نہیں جانے دی جاتی، اور نوبت طلاق تک آجاتی ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام کے باعث بہت سے لڑکوں کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے الگ رہائش کا بندوبست کر سکیں، دیگر افراد خاندان کی کفالت کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر ہوتا ہے یوں گھر میں بڑھتی کشیدگی کا بوجھ بیوی کے پلڑے میں ڈال کر اسے طلاق کے تین الفاظ کہہ کر اس قرض سے رہائی حاصل کی جاتی ہے جو نکاح کی صورت میں مرد پر عائد ہو گئی تھی۔

زوجین کے باہمی جھگڑوں میں دونوں خاندان اکثر اوقات اپنی انا و اختیارات کی جنگ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ معاملات کو سلجھانے کی بجائے گھڑے مردے اکھاڑے جاتے ہیں۔ بلکہ مشاہدہ میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر زوجین کے والدین میں سے کوئی ایک اس رشتہ پر مخالفت کرتا ہے تو شادی کے بعد پیدا ہونے والے تنازعہ میں یہی ماں باپ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اپنی فتح کا علم بلند کر نے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے اپنے بچوں کی ازدواجی زندگی کو فراموش کر دیتے ہیں اور اپنی ذہنی آسودگی کی خاطر اپنے بچوں کو ہمیشہ کی پراگندہ خیالی کے حوالے کر دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہذا خاندانی نظام کے استحکام اور عائلی زندگی کے حقیقی مقاصد سے بہرور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ شادی کی تمام تقریبات کو سادگی سے انجام دیا جائے اور ان بے جا اخراجات سے بچ جانے والی رقم سے نئے شادی شدہ جوڑے کے لئے کوشش کر کے ایک الگ رہائش کا بندوبست کیا جائے خواہ والدین کے گھر میں ہی مکمل طور سے الگ ہو یا کسی اور مقام پر، تاکہ وہ اپنی عائلی زندگی کے حقیقی مقاصد محبت و مودت، رحمت ورافعت سے پایہ تکمیل پہنچا سکیں۔

۲۔افراد معاشرہ کے منفی رویے:

خاندان کا تربیتی کردار زوجین کے مستقبل کی تعمیر میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب سے خاندان نے اپنے اس تربیتی فریضہ سے غفلت برتی ہے تب سے معاشرہ میں انتشار و قحط رجال کی سی کیفیت نظر آتی ہے۔ انسانوں کی اس بھیڑ میں ایسے صالح افراد کا وجود روز بروز عنقا ہوتا جارہا ہے جو اعلیٰ اخلاق و کردر کے حامل ہوتے اور ایک صالح معاشرہ کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نفسا نفسی کے اس عالم میں ہر شخص مادیت پسندی، ذاتی مفادات کے چنگل میں ایسا پھنسا ہے کہ دنیاوی مفادات، اپنے جذبات و احساسات اور خواہشات کی تکمیل ہی زندگی کا اولین نصب العین قرار پا چکی ہے۔ ذرائع بلاغ نے سماجی و اخلاقی اقدار کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے ایسے میں اگرچہ سوشل میڈیا کی برق رفتاری نے زمانی و مکانی فاصلوں کو مٹا دیا ہے لیکن اسی برق رفتاری سے دلوں کا بعد جنم لے چکا ہے۔ سماجی تبدیلی نے رشتوں کی نزاکت و پائیداری کے احساس کو کچل کر رکھ دیا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ سامان آرائش و آسائش اکٹھے کر کے وہ اپنے مکان کو پر سکون بنا سکتا ہے کہ جہاں دنیا کی تمام تر نعمتیں اسے میسر ہوں چنانچہ یہ اسباب زیست سے مزین مکان مقاصد زیست سے تشنہ رہ گیا۔ ہر طرح کے سامان سے آراستہ مکان تو بن گیا لیکن پر سکون گھر کی جگہ نہ لے سکا۔ اس معاشرتی تبدیلی نے ازدواجی تعلق کو بھی محض ایک کاغذی اور مفاد پرستانہ تعلق تک محدود کر لیا ہے۔ حد سے بڑھتی ہوئی ہوس میں بیوی اور شوہر کے انتخاب میں صالحیت، حسب و نسب کے معیارات زمانے کی گرد میں دب گئے اور حرص و ہوس، لالچ اور ظاہری شان و شوکت کی چکاچوند کے لئے ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، جھوٹ بولنا اور رشتوں میں خیانت کرنا سکہ رائج الوقت قرار پایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افراد معاشرہ کی اس سوچ نے عائلی زندگی کی اہمیت، ازدواجی زندگی کے سکون کو کم اور مادیت و مفادات کی دوڑ کو کئی گنا زیادہ کر دیا ہے۔ اس وجہ سے بھی طلاق و خلع کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ جس تعلق کی بنیاد جھوٹ، مفادات اور لالچ پر رکھی جائے وہ تعلق دیر پا ثابت نہیں ہوتے۔ ان سماجی رویوں نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے۔

افراد معاشرہ کی سوچ کے کئی رخ ہیں گویا یہ ایک دو دھاری تلوار ہے جو دونوں جانب سے گھاؤ لگاتی ہے، ایک طرف مادہ پرستانہ سوچ طلاق و خلع کے اضافوں کا باعث بنتی ہے تو دوسری طرف جب کوئی عورت طلاق کا داغ لئے واپس آجاتی ہے تو طرح طرح کے القابات سے اسے نوازا جاتا ہے۔ اپنے ہی والدین، بہن بھائی اور عزیز و اقارب جو کبھی اس کی آمد پر دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اس کا استقبال انتہائی بے دلی سے کرتے ہیں، مطلقہ عورت کو معاشرے میں غنیمت کا مال تصور کیا جاتا ہے کہ جس کی دلجوئی کے لئے دو ہمدردانہ بول ادا کر کے اس کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ منفی رویوں سے ہر خوشی اور غم کے موقع پر اس کی روح کو گھائل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا جاتا۔ مطلقہ عورت اگر کوئی اچھا لباس زیب تن کر لے، کسی سے مسکرا کر بات کر لے تب بھی اگر الفاظ سے کچھ نہ کہا جائے لیکن نظروں اور اشاروں کنایوں کے تیر ضرور برسائے جاتے ہیں۔

لہذا معاشرتی سطح پر ان منفی رویوں کو ختم کرنے میں ارباب دانش و بینا کو اپنا کردار ضرور ادا کرنا چاہیے ،مطلقہ ہونے کو عیب تصور نہ کیا جائے، اسے بھی معاشرے کا جیتا جاگتا اور اہم عضو تسلیم کیا جائے نہ کہ عضو معطل سمجھ کر ایک کونے میں رکھ دیا جائے، ان کے زخموں کا مداوا کرنے کے لئے ہر طرح کی کوششیں کی جائیں۔ غیر اخلاقی جملوں اور رویوں سے ان کی زندگی کو مزید بوجھ بنانے کی بجائے ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے۔ ان کی عزت و توقیر اسی طرح بحال رکھی جائے جس طرح طلاق سے پہلے تھی۔ اور انہیں عدم تحفظ کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔

سماجی تنظیموں کو بھی ان معاشرتی منفی رویوں کی مثبت تبدیلی میں اپنا فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں خواتین کی عزت و توقیر، مقام و حیثیت اور حقوق کے حوالے سے سماجی سطح پر شعور بیدار کیا جائے۔ ورکشاپس، سیمینارز میں زیادہ سے زیادہ افراد معاشرہ کو تربیت و آگاہی دے کر معاشرتی صورت حال بہتر کی جاسکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مذہبی تناظر میں طلاق کے مسائل اور مذہبی طبقہ کا رویہ:

نکاح و طلاق ایک اہم معاشرتی معاملہ ہے کسی بھی معاشرے میں اسے مذہب سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا گیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح و طلاق سماجی معاملہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی واخلاقی معاملہ بھی ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں بھی نکاح کو عبادت کے درجہ میں رکھا گیا ہے اور اس رشتہ نکاح کی احسن انداز میں استواری کے لئے زوجین کے مابین باہمی حقوق و فرائض کی تقسیم کر کے اسے اہم معاشرتی معاملات میں بھی شمار کیا ہے نیز اخلاقی تعلیمات کے ذریعے اس رشتہ میں حسن وخوبی، لطف ورعنائی، نزاکت وپائیداری، احسان وایثار، ایک دوسرے جذبات واحساسات کا احساس جاگزیں فرمایا ہے۔ گویا نکاح و طلاق انسانی زندگی کا انتہائی اہم اور نازک معاملہ ہے کہ جس کو عبادات، معاملات اور اخلاقیات تینوں کے دائرے میں بیان کیا گیا ہے۔

لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ انسانی زندگی کا انتہائی اہم وحساس معاملہ ہونے کے باوجود اس پہلو پر ہمارے دینی طبقہ نے وہ توجہ مرکوز نہیں کی جو کی جانی چاہیے تھی۔ نکاح جو عموماً ہمارے معاشرے میں مذہبی راہنماؤں کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے لیکن یہ تقریب نکاح صرف نکاح کا خطبہ پڑھانے تک محدود ہوتی ہے۔ خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی آیات کی حکمت سے ازدواجی بندھن میں بندھنے والے افراد کو آگاہی نہیں دی جاتی۔ حالانکہ اس پہلو پر روشنی ڈالنا ان مذہبی راہنماؤں کی ذمہ داری تھی تاکہ ازدواجی زندگی کے آغاز ہی سے ان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی اور وہ اپنے اس تعلق کو احکامات الٰہیہ کے تحت نبھاتے، اسی طرح جو سروے آئمہ وخطبا، واعظین وصوفیاء کرام کے خطبات ودروس کے موضوعات کے حوالے سے کیا گیا اس کے اعداد وشمار سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ نکاح و طلاق کے مسائل، عائلی زندگی کے مقاصد، زوجین کے باہمی حقوق وفرائض، حسن معاشرت، معاشرتی مسائل (مثلاً جہیز، مہر، وراثت) کی تعلیم کو خطبات ودروس کا موضوع نہیں بنایا جاتا۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرے کی ایک بڑی تعداد مذہبی طبقہ سے جذباتی وروحانی وابستگی رکھتی ہے۔ مذہبی طبقہ کی جانب سے شروع کی گئی تحریکوں پر بھی عوام الناس کی ایک کثیر تعداد لبیک کہتی ہے۔ مفتیان کرام سے پوچھے جانے والے ۸۰ فی صد مسائل نکاح و طلاق اور حلالہ سے متعلق ہی ہوتے ہیں۔ سماجی سطح پر عائلی زندگی سے متعلق یہ استفسارات واضح کرتے ہیں کہ عوام کی اکثریت اس پہلو پر دینی طبقہ کی جانب سے راہنمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی منتظر ہے لیکن دینی طبقہ کی طرف سے اس محاذ پر مسلسل خاموشی عائلی زندگی کہ ان مسائل کو مزید بڑھانے میں کردار ادا کر رہی ہے۔ صوفیاء کرام کو بھی صرف سلوک کی منازل کی جانب طے کروانے کی جانب ہی متوجہ نہیں رہنا چاہیے بلکہ معاشرے کو مفاسد و اخلاق رذیلہ سے پاک کرنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔

مفتیان کرام و فقہا حضرات کو طلاق کے فتاوٰی دینے میں معاشرتی مصالح، تیسر، مصالح عامہ، عرف وعادت، دفع ضرر کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ تقلید جامد سے صرف نظر کرتے ہوئے عصری عائلی مسائل میں مصالح شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے اجتہاد سے کام لینا چاہیے۔ ہر طرح کی مذہبی، مسلکی فرقہ بندی و تعصبات نے جزوی و فروعی اختلافات کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ معاشرے کا عمومی مزاج یسر کی بجائے عسر، مصالح کی بجائے مفاسد، عدم حرج اور دفع ضرر کی جگہ تنگی اور تکالیف کا باعث بن رہا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر تعصبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے معاشرے کے وسیع تر مفاد میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے قانون سازی کی جائے۔

۴۔ قوانین کے نفاذ و حصول انصاف کی صورتحال:

قوانین وضع کرنے کی ضرورت تب محسوس کی جاتی ہے جب سماجی سطح پر مسائل اس نہج پر پہنچ جائیں کہ معاشرے کا عمومی مزاج، اخلاق اور سوچ اپنے مثبت کردار کی بجائے منفی کردار کو فروغ دے رہی ہو، معاشرے کی تعمیر کی جگہ تخریب، اتحاد و تعاون کی بجائے فساد و انتشار پروان چڑھتا جائے۔ ایسے میں قوانین کا وضع کرنا اور ان کا نفاذ یقینی بنانا ایک اہم معاملہ بن جاتا ہے۔ تاکہ سماج اپنا ارتقاء مثبت سمت میں جاری رکھے۔ اور معاشرہ ایک حقیقی فلاحی معاشرہ بن سکے۔ لیکن موضوع تحقیق کے حوالے کئے گئے سروے جو نتائج سامنے آئے وہ قوانین و عدالتی طریقہ کار کے سقم کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے باعث مطلقہ خواتین کو عدالتوں میں عائلی مسائل کے حوالے سے دائر مقدمات میں حصول انصاف میں تاخیر، مقدمات کی طوالات کے نتیجے میں نفسیاتی و جذباتی اور مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح طلاق، خلع و تنسیخ نکاح کے مقدمات میں بھی زوجین میں مصالحت کے لئے اختیار کئے جانے والے اقدامات میں بھی بہت سے قانونی و تکنیکی سقم ہیں جن سے طلاق و خلع کی ڈگریاں معمولی معمولی تنازعات کی صورت میں تقسیم کی جارہی ہیں۔ لہذا عدالتی طریقہ کار کو طلاق و خلع کی ڈگریاں جاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا ادارہ ہی تصور نہ کیا جائے بلکہ ولایت عامہ کا اختیار رکھتے ہوئے انہیں معاشرے کے وسیع تر مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مقدمات کے فیصلے نہایت حساسیت، باریک بینی سے کرنا چاہیے اور ایسی عدالتی اصلاحات متعارف کروانی چاہئیں جن سے حتی الامکان کوشش مصالحت کروانے کی ہونی چاہیے۔ عدالتی طریقہ کار کو جدید سائنسی بنیادوں پر استوار نہ کرنے کے باعث بھی بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں لہذا قوانین وضع کرنے، ان کا نفاذ یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ سماجی مفادات، تعمیر و اصلاح کو بھی ملحوظ رکھا جائے نہ کہ صرف معاملہ مقدمات کی نبٹانے تک محدود رہے۔

موضوع تحقیق کے نتیجہ میں سامنے آنے والے ان مسائل کا حل ہونا ازدواجی زندگی کے تحفظ اور معاشرتی استحکام کے لئے ناگزیر ہے۔ نیز ان مسائل کا جامع و مؤثر حل یہ ہے کہ ان مسائل کو شریعت اسلامیہ کے عمومی مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے حل کیا جائے۔ اور اسلام کا جامع تصور پیش کیا جائے جس میں صرف عقائد و عبادات تک ہی عوام الناس کو آگاہی نہ دی جائے بلکہ اخلاق و معاملات اور حسن معاشرت کی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے تاکہ ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے اس بگاڑ کو روکا اور معاشرے پیدا ہونے والے انتشار کا تدارک کیا جاسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجاویز وسفارشات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجاویز وسفارشات

مطلقہ خواتین کے مسائل قانونی حل کی بہ نسبت سماجی حل کے زیادہ متقاضی ہیں۔ اگر افراد خاندان اور معاشرے کی تربیت درست انداز میں کی جائے، منفی سماجی رسومات وو غیر اخلاقی رویوں سے گریز کیا جائے تو طلاق کے بہت سے اسباب خود بخود ختم ہو جائیں گے اور نوبت طلاق تک نہیں آئے گی۔

سماجی مسائل کے حل کے لئے تجاویز وسفارشات:

۱۔ مطلقہ وبیوہ خواتین کے عقد ثانی ترغیب دی جائے۔ جس میں تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جائیں۔

۲۔ زوجین کے لئے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم لازمی قرار دی جائے خصوصا حسن معاشرت، نکاح، طلاق حقوق زوجین کی تعلیم ضروری ہو۔ اگر اس حوالے سے کوئی مختصر نصاب ترتیب دیا جس کو پاس کرنا شادی سے پہلے زوجین کے لئے لازم ہو تو احسن اقدام ہو گا۔

ناخواندہ افراد کو کم از کم اس بارے میں زبانی واقفیت دی جائے اور ان کا امتحان زبانی شکل میں لیا جاسکتا ہے۔

۳۔ منفی معاشرتی رسومات، مثلاً جہیز کم لانے، بیٹیوں کی پیدائش، بچپن کی شادی، لالچ وحرص وہوس، وٹہ سٹہ کی صورت اور جرگہ میں انتقامی طور پر طلاق کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ الیکٹرانک میڈیا، علماء دین، خطباء حضرات، صوفیاء کرام اور ارباب علم ودانش کو ہنگامی طور پر آگاہی مہم چلانے پر ابھارا جائے۔

۴۔ مدارس، کلیات وجامعات اور ٹی وی ٹاک شوز میں حقوق العباد، خاندان کی اہمیت واستحکام، ازدواجی مسائل ومعاملات، معاشرتی رسوم ومسائل وغیرہ کے موضوعات پر مباحثات ومذاکروں کا اہتمام کیا جائے۔

۵۔ خاندان کی فیصلہ کن حیثیت کو بحال کرنے کے بارے میں اقدامات کئے جائیں۔

۶۔ جرگہ وپنچائیت کے نظام کو درست بنیادوں پر استوار کیا جائے۔

۷۔ خاندانوں میں معاشی وسعت گیری فنڈ کے قیام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

۸۔ مطلقہ خواتین کے بارے میں نفسیاتی ایذاء، طنز وتحقیر منفی معاشرتی واخلاقی رویوں سے گریز کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ شادی سے قبل زوجین کے والدین و دیگر اعزہ واقارب زوجین کی نئے رشتوں کے حقوق وفرائض کے حوالے سے تربیت وذہن سازی کریں۔

۱۰۔ مشترکہ خاندانی نظام کی بجائے جداگانہ خاندانی نظام کے فروغ کی کوشش کی جائے۔

۱۱۔ زوجین کے والدین اپنے بچوں کی زندگی میں کم از کم مداخلت کی روش اپنائیں۔

۱۲۔ تنازعات کے فیصلوں میں صرف مردوں کی حاکمیت وبرتری قائم رکھنے کے لئے ہی یکطرفہ فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ عورتوں کی شکایات کا ازالہ بھی کیا جائے اور ان کی دادرسی بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کی جائے۔ نیز علاقائی رسوم ورواج کی بھینٹ چڑھانے سے گریز کیا جائے۔

۱۳۔ علاقائی رسوم ورواج کو بنیاد بنا کر خواتین کا استحصال نہ کیا جائے۔

۱۴۔ معاشرے کے ارباب ثروت اور فلاحی ادارے مطلقہ وبیوہ خواتین کی دست گیری کے لئے ادارے قائم کریں، ان کے لئے پناہ گاہوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۱۵۔ سماجی وفلاحی ادارے سرکاری وغیر سرکاری اداروں کے تعاون سے سماجی مسائل کے حوالے سے آگاہی مہم شروع کریں۔ اس سلسلے میں ورکشاپس، سیمینارز شارٹ کورسز کا انعقاد کیا جائے۔

۱۶۔ مطلقہ ہونے کو معیوب نہ سمجھا جائے۔

۱۷۔ تعلیمی نصابات میں معاشرتی وخاندانی مسائل پر موضوعات ضرور شامل کئے جائیں تاکہ منفی سماجی رویوں کا شعور بیدار ہو۔ جس سے معاشرے میں عورت کی بحیثیت ماں، بہن، بیٹی بیوی عزت وتوقیر کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی بہتر انداز میں ہو سکے۔

۱۸۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سماجی موضوعات پر ہنگامی بنیادوں پر مہم شروع کی جائے۔ ایسے پروگرام نشر کئے جائیں جن کا مقصد افراد کی عائلی تربیت ہو۔ منفی معاشرتی رویوں کی اصلاح کے لئے پروگرام ترتیب دیئے جائیں تاکہ رویوں میں مثبت تبدیلی لائی جاسکے۔ رویوں اور سوچ کی یہی مثبت تبدیلی مسائل کا تدارک کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینی طبقات کے حوالے سے تجاویز وسفارشات

(الف) آئمہ دین، علماء کرام وخطباء حضرات کے لئے عمومی تجاویز وسفارشات:

۱۔ عائلی زندگی کے مقاصدِ، باہمی حقوق و فرائض، نکاح و طلاق کے مسائل کے حوالے سے تربیتی ورکشاپس، سیمینارز وغیرہ کا اہتمام مساجد ومدارس میں خصوصی طور پر کیا جائے۔

۲۔ مدارس سے وابستہ افراد اس حوالے سے ایک جامع اور مختصر نصاب ترتیب دیں، متعلمین مدراس دینیہ کے لئے یہ نصاب پڑھانا لازمی قرار دیا جائے۔ تاکہ جب یہی افراد منبر و محراب کے وارث بنیں تو ان موضوعات سے عوام الناس میں شعور بیدا کرنے میں معاون ہو سکیں۔

۳۔ خطبات ودروس میں بطور خاص معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا جائے اور عوام الناس میں منفی معاشرتی رسومات ورویوں کے حوالے سے شعور بیدار کیا جائے۔

۴۔ طلاق کے شناعت اور اس کے غیر ذمہ دارانہ راستعمال کے بارے میں مردوں کو بطور خاص اسلام کے قانون طلاق سے واقفیت دی جائے، اس کے مفاسد اور ابغض الحلال ہونے سے آگاہی دیں تاکہ طلاق ثلاثہ کے رجحان میں کمی کی جاسکے اور گھروں کو ٹوٹنے سے بچایا جاسکے۔

۵۔ علماء کرام حاملین علوم نبوت ہیں انہیں معاشرتی تطہیر وتزکیہ کے لئے اپنا کردار مؤثر انداز میں ادا کرنا چاہیے۔ خاندانی معاملات میں ثالثی بھی کروانی پڑے تو اس حوالے سے پورے اخلاص کے ساتھ صلح کروائی جائے۔

۶۔ ارباب محراب ومنبر کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کو حلالہ کی شناعت، غیر شرعی طریقہ اور اس کے مفاسد واثرات سے لوگوں کو واقفیت دیں تاکہ سادہ لوح عوام اس فعل قبیح سے مجتنب رہیں۔

۷۔ مسلکی واعتقادی تعصبات سے بالاتر ہو کر امت کی بھلائی کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ انداز میں اپنا کردار ادا کریں۔

۸۔ دین کا جامع تصور پیش کریں جس میں عقائد، عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاقیات ومعاملات کو بھی زیر بحث لایا جائے، تاکہ معاشرے میں اعلیٰ اخلاق وکردار کے حامل افراد پیدا ہو جو صرف جنت کے حصول کو چند رسمی عبادات کی ادائیگی تک ہی محدود خیال نہ کریں بلکہ حقوق العباد کی بطریق احسن ادائیگی، حسن معاشرت، معاملات کی انجام دہی میں خوف خدا رکھنے والے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ صوفیاء کرام بھی جہاں تصوف وسلوک کی منازل طے کراتے ہوئے اپنے مریدین کے تزکیہ نفس و طہارت باطنی کا اہتمام کرتے ہیں وہیں سماج کے ان زندہ مسائل کے حوالے سے جو ژولیدہ فکری پروان پاچکی ہے اسے بھی تصوف کے چشمہ صافی سے سیراب کرکے خزاں رسیدہ زندگیوں میں بہار کا سامان پیدا فرمائیں۔

بقول اقبال:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین وادب سے آرہی ہے بوئے رُہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

(ب) مفتیان کرام وفقہاء کرام کے لئے تجاویز وسفارشات:

۱۔ مختلف فیہ مسائل میں جہاں عوام الناس کے لئے یسر کا پہلو نکلتا ہو تمام تر فقہی تعصبات کو بالاتر رکھتے ہوئے اسے اختیار کیا جائے۔

۲۔ اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جائے، عصر حاضر میں معاشرتی، معاشی اور نفسیاتی، عائلی مسائل کی نوعیت بہت حد تک بدل چکی ہے۔ ایسے میں فقہاء کرام وآئمہ دین پر لازم ہے ضروریات واحتیاجات کو مدار بنا کر اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ان مسائل کے حل ممکنہ ومؤثر حل تلاش کریں۔ تاکہ زبوں حال افراد امت کو مسائل کے کوہ گراں سے نجات دلائی جاسکے۔

۳۔ اجتماعی اجتہاد کے ضمن میں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ اجتماعی اجتہاد بین المسلکی ہو۔ جس میں تمام مسالک فقہیہ کے جید علماء کرام شامل ہوں۔

۴۔ تقلید جامد سے صرف نظر کرتے ہوئے مسائل کے حل تلاش کئے جائیں۔

۵۔ جدید علوم ونظریات سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ مسائل کی نوعیت، ان کے پیدا ہونے کے اسباب واثرات اور تدارک کے حوالے سے علمی وعقلی رسوخ حاصل ہوسکے، نیز ان کی اصلاح وحل پختہ بنیادوں پر کیا جاسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ جدید فقہی مسائل کے حل کے لئے خلفاء راشدین کے اجتہادی منہج کو اختیار کیا جائے لہذا سب سے پہلے قرآن وسنت سے براہ راست استفادہ کی کوشش کی جائے، اور نئے مسائل کی نظائر و امثال کتاب وسنت سے تلاش کی جائیں تاکہ قیاس کی راہ ہموار ہو سکے۔ بقدر ضرورت استحسانا اجتہادی فیصلے کئے جائیں اسی طرح سد ذریعہ، مصالح مرسلہ، استصحاب اصول نیز عرف کا بھی لحاظ کیا جائے۔[1]

۷۔ مصالح عامہ کو مصالح خاصہ پر ترجیح دی جائے۔

۸۔ مباح امور کی اجازت سے اگر معاشرہ میں مفاسد سامنے آرہے ہوں تو جلب منفعت اور دفع مضرت کے طور پر ان پر پابندی کی جائے۔[2] فقہاء کرام کو جدید سماجی، عائلی، معاشی مسائل میں اس پہلو سے قانون سازی کی جانب سنجیدہ کوششیں کرنی چاہیں۔

۹۔ نوجوان نسل میں بڑھتی ہوئی بے دینی، شریعت اسلامیہ کے بارے میں پروان چڑھتے فاسد تصورات کہ اسلام دور جدید کے تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہے یا اسلامی تعلیمات چودہ سو سال پہلے تو قابل عمل تھیں آج ان پر عمل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ ایسے رجحانات کی بیخ کنی کے لئے ضروری ہے کہ فقہا کرام عصری تحدیات کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون سازی کے لئے اپنی تمام سہولیات وصلاحیتوں کو بروئے کار لا کر امت کی رہبری وامامت کا فریضہ انجام دیں۔

۱۰۔ فقہی تعصبات کی بجائے باہمی احترام ورواداری کا مظاہرہ کیا جائے۔

۱۱۔ فتاوٰی دیتے ہوئے مصالح عامہ، یسر، ضرورت وحاجات، عموم بلوٰی، عرف کو پیش نظر رکھ کر عوام الناس کی فلاح وبہبود کو مد نظر رکھا جائے، نہ کہ فقہی تعصبات میں الجھا کر مسائل کا حل کرنے کی بجائے مزید مسائل میں الجھا دیا جائے۔

۱۲۔ محتہ ھدفیہ مسائل میں ایسی رائے اختیار کی جائے جو امت کی فلاح وبہبود، فوائد وثمرات کے لئے زیادہ مناسب ہو، افراد امت کے لئے عدم حرج، عدم تکلیف اور عدم ضرر کا باعث نہ ہو۔ جو محاسن اخلاق کی آبیاری کرنے والی ہو اور رذائل ومفاسد سے نجات کا باعث ہو۔

---

[1] ۔ خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج ونوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، ص:۴۵۵

[2] ۔ ایضا، ص:۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ قرآن وسنت کے منشاء اور مقاصد و مصالح کے تناظر میں جدید مسائل و مشکلات کا اجتہادی حل پیش کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر مدون فقہی ذخیرے کا تجزیاتی مطالعہ کر کے دین کے اصل اور بنیادی احکام اور ان پر فقہی اجتہادات کے ذریعے سے کیے جانے والے اضافوں کے فرق کو واضح کیا جاسکے اور فقہاء نے جن اصولوں کے تحت فقہی جزئیات ونظائر فراہم کیے ہیں، معاصر تناظر میں انہی اصولوں کا از سر نو اطلاق کرتے ہوئے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت کا احساس اجاگر کیا جائے تو بہت سے تحفظات اور حساسیت کو کم کرنے میں کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔[1]

۱۴۔ معاشرہ، شریعت سازی کی بنیاد ہے اور اصلاح و مصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں، جب معاشرہ میں تبدیلی ہوگی تو لازمی طور سے احکام شرعیہ کی شکل وصورت بدلے گی اور جب احوال ومصالح باقی نہ رہیں گے تو ان سے بنی ہوئی عمارت بھی ختم ہو جائے گی، ہدایت الٰہی نے ہمیشہ شرائع، کے نزول میں بنیاد وو سامان دونوں کا لحاظ کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے شرائع و مناہج کے اختلاف کو برقرار رکھا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی زمانہ میں ان کا لحاظ نہ کیا گیا تو شریعت اور معاشرہ کا رشتہ منقطع ہو جائے گا، پھر شریعت زندگی سے کنارہ کشی پر مجبور ہوگی یا اس کی چاکری میں مشغول رہے گی۔[2]

ان تمام حالات میں فقہاء کرام کو سماجی مسائل کی نوعیت ونزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا عصر حاضر میں یقینا اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

---

[1] ۔ عصر حاضر کی اجتہادی کاوشوں میں مقاصد شریعت کی رعایت، ص:۳۹۔۴۰

[2] ۔ تقی امینی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، س۔ن، ص:۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانونی مسائل کے حل کے لئے تجاویز وسفارشات:

قوانین بنانے کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب متعلقہ مسائل کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہو، افراد معاشرہ میں سے اکثریت کے حقوق متاثر ہورہے ہوں اور حالات عموم بلوٰی کی صورت اختیار کرتے جارہے ہوں۔ ایسے میں سماجی مسائل کے حل کے لئے قوانین وضع کرنا اور ان کا نفاذ ترغیبا وجبرا بنانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ تاکہ سماجی انتشار و مسائل کا تدارک مستحکم بنیادوں پر کیا جاسکے۔ حقوق کا تحفظ یقینی طور پر ہوسکے اور جہاں حقوق کا استحصال ہورہا ہو وہاں انصاف کا حصول ترجیحی بنیادوں پر مہیا کیا جاسکے۔ نیز انصاف کے حصول میں رکاوٹوں کو بھی موثر حکمت عملی و دیگر قانونی وانسدادی تدابیر کے ذریعے ختم کیا جاسکے۔

مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل اور طلاق کی شرح کو کم کرنے کے لئے قانونی تجاویز وسفارشات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مقدمات میں کوشش کی جائے کہ بلاوجہ کی طوالت اختیار نہ کریں۔

۲۔ یونین کونسل اور مصالحتی انجمنوں کو فعال کیا جائے۔

۳۔ مصالحتی انجمنوں کے ممبران کی تعلیمی و قانونی قابلیت کا بھی جائزہ لیا جائے۔ دیکھا جائے کہ وہ معاملات کو سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ لہذا کوشش کی جائے کہ مصالحتی کمیٹی کے اراکین کو شرعی قوانین اور ملکی وعدالتی قوانین کا کافی حد تک علم ہو۔ اس حوالے سے انہیں پابند کیا جائے کہ اگر وہ خود علم نہیں رکھتے تو لازماً شرعی و قانونی ماہرین کی خدمات حاصل کریں۔ ان سے متنازعہ امور سے متعلق مشاورت لیں۔

۴۔ مصالحتی انجمنوں میں خواتین کی جانب سے بھی ایک ممبر مقرر کی جائے، اسی طرح ایک عالم اور ایک وکیل کو بھی شامل کیا جائے تاکہ معاملات کو شریعت اور قانون کی روشنی میں بہتر انداز میں سلجھایا جاسکے۔

۵۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہونے سے پہلے ضروری قرار دیا جائے کہ یونین کونسل یا مصالحتی انجمن اس تنازعہ کے حل کے لئے فریقین میں مصالحت یا معاملات کے حل کی کوشش کروائے۔ اس پلیٹ فارم پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناکامی پر مقدمات عدالت میں دائر کئے جائیں۔اس اقدام کا فائدہ یہ ہو گا کہ عدالت میں دائر مقدمات کی تعداد کم ہو گی۔

۶۔ مصالحتی کونسل یا یونین کونسل کی سطح پر عائلی معاملات کے حل میں خواتین کو کافی سہولت رہے گی۔ انہیں عدالتی طریقہ کار سے بھی نجات حاصل ہو گی اور معاشی بار بھی نہیں ہو گا، معاملات جلد حل ہوں گے۔ نیز بہت سی خواتین عدالت میں جا کر اپنے خانگی معاملات پر بحث کرتے ہوئے جھجک محسوس کرتی ہیں اور مقدمات کی پیروی نہیں کرتیں۔اس اقدام سے خواتین کے مسائل کافی حد تک کم ہوں گے۔

۷۔عائلی عدالتوں کی ججز کی تعداد بڑھائی جائے نیز کوشش کی جائے کہ خواتین ججز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

۸۔ مصالحتی کونسل اور عدالت طلاق و خلع اور فسخ نکاح کے مقدمات میں مصالحت کے لئے جدید اسالیب متعارف کراوئے۔ ایک سے زائد بار زوجین کو مصالحت کے لئے مواقع دیئے جائیں۔اور سائیکاٹرسٹ سے بھی ضروری راہنمائی لی جائے اور ججز ان سے ماہرانہ رائے بھی لیں۔

۹۔ عائلی عدالتوں میں خاندان کے ذاتی، کریمنل، سول اور دیگر مقدمات بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ عدالت کا ماحول خاندانی اور خصوصا زوجین کے مقدمات کے حوالے سے ان کی نجی معاملات کے بارے میں انہیں تحفظ فراہم نہیں کرتا، چنانچہ بہت سے خاندان اپنی عزت و وقار کی وجہ سے عدالت کا رخ نہیں کرتے اور اپنے حقوق حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔اس سلسلے میں عائلی عدالتوں میں صرف نکاح، طلاق، حلالہ، فسخ نکاح، خلع اور بچوں کی حضانت کے معاملات ہی کو زیر سماعت لایا جائے، نیز خاندان کی حیثیت و وقار کا تحفظ کرتے ہوئے مقدمات کی سماعت تک دوسرے غیر متعلقہ افراد کی رسائی کو روکا جائے۔اور احاطہ عدالت میں صرف متعلقہ خاندان ہی اپنے مقدمہ کی سماعت کے دوران موجود ہوں، دیگر کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے

۱۰۔عائلی عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ہر عائلی عدالت میں روزانہ تقریبا ۱۳۵ سے زائد کیس زیر سماعت ہوتے ہیں، مقدمات کی یہ تعداد انسانی بنیادوں پر دیکھی جائے تو ایک جج کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے اور انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔اس وجہ سے بعض اوقات ایک جج کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر مقدمہ کا تفصیلا جائزہ لے یوں بہت سے نکات نظر انداز بھی ہو جاتے ہیں۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمات کے فیصلے بھی تاخیر کا شکار ہوتے ہیں۔ عدالتوں میں اضافہ سے یہ مسائل کافی حد تک کم ہو سکتے ہیں۔

۱۱۔ طلاق، خلع، فسخ نکاح، مہر، جہیز اور بچوں کی حضانت اور نان ونفقہ وغیرہ کے مقدمات کا عائلی عدالتوں میں بکثرت زیر سماعت ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدالتی دائرہ کار سے باہر معاملات کے تصفیہ کے لئے کوشش نہیں کی گئیں۔ چنانچہ اس بات کو لازم قرار دیا جائے کہ مقدمات یا تنازعات اول یونین کونسل، مصالحتی انجمن میں تصفیہ وحل کے لئے پیش ہو چکے ہوں، اگر مصالحتی کونسل ضروری سمجھے تو مقدمہ عدالت میں پیش کیا جائے اور یہ کونسل عورتوں اور بچوں کی معاون کے طور پر عدالت میں پیش ہو۔ اس طریقہ کار سے حصول انصاف میں تاخیر کی شکایت کو دور کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ وکلاء حضرات کو بھی اس بات کو پابند کیا جائے کہ وہ عدالتی اخلاقیات کو ملحوظ رکھیں اور مقدمات کی سماعت میں غیر حاضری سے اجتناب کریں بہت سے وکلاء مقدمات کو طول دینے کے لئے بہت سے غیر اخلاقی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں تاکہ فریق مخالف کو تنگ کیا جا سکے لہذا عدالت اس طرح کی روش اختیار کرنے والے وکلاء پر جرمانہ عائد کرے جو عائلی مقدمات کی سماعت میں متعدد بار غیر حاضر ہوں، یا غیر اخلاقی زبان یا دیگر غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہوں۔

۱۳۔ عدالتوں کا ماحول خواتین اور بچوں کے لحاظ سے غیر صحتمندانہ ماحول ہے اس لئے عائلی عدالتوں کی عمارات الگ سے بنائی جائیں۔

۱۴۔ عدالتوں میں جدید ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا جائے۔ کمپیوٹرز، فیکس، انٹرنیٹ اور جدید ذرائع کو عدالتی کاروائی کو آسان اور تیز تر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔

۱۵۔ عائلی عدالتوں کے کچھ ججز صاحبان شرعی قوانین کا سیر حاصل علم نہیں رکھتے جس کے باعث بہت سے مقدمات کے فیصلے قوانین کی صحیح روح کے مطابق نہیں ہو پاتے اس لئے ضروری ہے کہ ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو بوقت ضرورت ججز کی معاونت کر سکیں تاکہ مقدمات کے فیصلے درست طریقے پر ہو سکیں۔

۱۶۔ عائلی قوانین میں بہت سے مقدمات کیس لاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی مقدمات کی روشنی میں مستقبل کے مقدمات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، چنانچہ ان کیس لاز کو آن لائن کیا جائے تاکہ عدالت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب ضرورت پڑے بغیر وقت ضائع کئے وکلاء، اور ججز مقدمہ کی سماعت کے دوران ہی اس کا مطالعہ کرلیں۔ اوران بنیادی مقدمات کی روشنی میں فیصلے کئے جاسکیں۔

۱۷۔ عدالتیں باہمی طور پر بھی انٹرنیٹ کے ذریعے منسلک ہوں، کسی اہم مقدمہ کی تفصیلار پورٹ ایک دوسرے کوای میل کی جائے تاکہ دیگر فیصلے اس کی روشنی میں کئے جائیں نیز اگر کسی مقدمہ کے فیصلے میں کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو دیگر ججز یا وکلاء اس حوالے سے ماہرانہ رائے بھی دیں سکیں گے۔ اس طرح بہتر عدالتی فیصلے ممکن ہو سکیں گے۔

عدالت جہاں فریقین کو عدالت میں حاضر ہونے کے لئے نوٹسز بجھواتی ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ ای میل اور ٹیلی فون کی سہولت سے بھی استفادہ کر کے مقدمات کو جلد نمٹا جاسکتا ہے۔ اور اس کا ریکارڈ بھی رکھا جائے۔

۱۸۔ عدالتی طریقہ کار کو جدید بنیادوں پر منظم کیا جائے۔ خواتین، ان کے بچوں ویگر متعلقین کو عدالتی چارہ جائی کے درمیان بہت سے مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جس میں درخواست دینے سے لے کر ریکارڈ کے حصول تک کے مختلف مراحل ہیں۔ چنانچہ اگر جدید ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کیا جائے تو کافی حد تک معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔

۱۹۔ کرپشن نے جس طرح تمام اداروں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے وہیں عدالتی نظام بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ جس سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عدالتی ریکارڈ تک رسائی، ان کی نقول حاصل کرنا، فائل کو محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے مسائل ہیں جو عدالتی طریقہ کار کو دشوار بناتے ہیں۔ جس سے مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر ہوتی ہے۔ عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں نیز فریقین کو عدالتی ریکارڈ تک رسائی بآسانی ممکن بنائی جائے۔

۲۰۔ عائلی مقدمات میں عدالتی اخراجات کو ختم کیا جائے، خصوصا ان مقدمات میں جو لوگوں کے باہمی تعلقات کے حوالے ہوں۔ جیسے نکاح، طلاق، فسخ نکاح، مہر، جہیز، نان ونفقہ اور بچوں سے متعلق ہوں۔ خصوصا خواتین اور بچوں کو دائر مقدمات میں عدالتی اخراجات سے استثناء دیا جائے۔ عدالت اس سلسلے میں سرکاری وکلاء کا تقرر کرے جنہیں پابند کیا جائے کہ وہ بھی بلا معاوضہ خدمات انجام دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔زوجین سے متعلق مقدمات میں فریقین کی راہنمائی کے لئے ایک مرد کونسلر اور ایک عورت کونسلر کا تقرر کیا جائے۔ اور یہ فریقین کی اپنی مرضی سے ہو۔عدالت اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔

۲۲۔ مقدمات کے اخراجات میں کمی کے لئے اور فیصلوں میں تاخیر کے خاتمے کے لئے عائلی عدالتیں ڈسٹرکٹ سطح پر قائم کی جائیں۔ نان ونفقہ، مہر جہیز وغیرہ کے مسائل طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے بعد مصالحتی کونسل کی سطح پر حل کیے جائیں۔

۲۳۔ماہر قانون منیر صاحب تجویز کرتے ہیں:

عدالت میں فیملی ججز اور فریقین کے مابین راؤنڈ ٹیبل ڈسکشن ہونی چاہیے۔ فریقین کے مابین تنازعات اس سے بہتر انداز میں حل ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ فریقین ایک دوسرے پر الزامات لگاتے ہیں کہ ان کے خاندان والے معاملات کو زیادہ الجھاتے ہیں اور اگر فریقین آپس میں صلح کرنا بھی چاہتے ہیں تو ان کے خاندان والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور رکاوٹ بنتے ہیں۔ عدالتی امور میں ان طریقہ کار کے استعمال سے زوجین میں صلح کروائی جاسکتی ہے۔[1]

زوجین کے تنازعات میں ری کونسولیشن ضروری قرار دی جائے۔ اس بارے میں وہ TJ کی تھیوری سے استفادہ کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ نیز اس حوالے سے وہ تجویز دیتے ہیں کہ وکلاء، ججز اور عائلی عدالتوں کے ججز کو اس بارے میں ٹریننگ دی جائے۔ اور جدید سائنسی طریقہ کار کے استعمال سے عائلی عدالتوں میں پیش ہونے والے مسائل کا حل کیا جاسکے۔[2]

۲۴۔پری میرج کونسلنگ کے ساتھ ساتھ پری ڈائیورسڈ کونسلنگ بھی ضروری قرار دی جائے۔ زوجین کو طلاق، تنسیخ نکاح اور خلع کے مقدمات سے پہلے ایسے سماجی وازدواجی ونفسیاتی معاملات کے ماہرین سے راہنمائی لینا ضروری قرار دیا جائے تاکہ وہ طلاق سے پہلے کے حالات اور طلاق کے بعد کے مسائل سے

---

1 -Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children , P:209 http://www.ssrn.com/en/, Retrieved on : 24-12-2015

2 -Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children , P:223-224 http://www.ssrn.com/en/,Retrieved on : 24-12-2015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقفیت اور راہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ وہ طلاق کے آخری حل ہونے سے پہلے دیگر ممکنہ حل واقدامات کو اختیار کر کے طلاق جیسے قبیح فعل سے بچ سکیں گے۔

پری ڈائیورسڈ کونسلنگ سنٹرز سرکاری وغیر سرکاری دونوں سطح پر قائم کئے جاسکتے ہیں، علیحدگی اختیار کرنے والے زوجین کے لئے ان کونسلنگ سنٹرز سے طلاق سے قبل کم از کم ۵ بار راہنمائی لینا ضروری ہو۔ جب کونسلر تجویز کرے کہ معاملات اس نہج پر ہیں کہ نہیں سدھر سکتے تب عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں نئے شادی شدہ جوڑوں کے مابین طلاق کی شرح کو کم کرنے کے پری ڈائیورسڈ کونسلنگ کو قانونی طور پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔[1]

۲۵۔ حکومت خواتین کو ان کے مسائل کے حل سے واقفیت فراہم کرنے کے لئے ایک ٹی وی چینل شروع کرے، جہاں مختلف قانونی وسماجی ماہرین خواتین کے مسائل اور ان کے مجوزہ حل کے بارے میں آگاہی دیں۔

۲۶۔ فری ہیلپ لائن کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں خواتین اپنے مختلف مسائل ومشکلات کی رپورٹ درج کروا سکیں اور ان کا مسائل حل فوری طور پر ممکن ہو سکے۔

---

1. http://www.divorceknowledgebase.com/blog/should-pre-divorce-counseling-be-mandatory-for-married-couples/,Retrieved on :10.01.2016

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادرومراجع

عربی واردو:

- القرآن الكريم
- الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول، المحقق: الشيخ أحمد عزو عناية، دمشق-كفر بطنا، دار الكتاب العربي، 1999ء،
- ابن حجر، أحمد بن علي، فتح لباری شرح صحيح البخاري، دار المعرفة-بيروت، 1379ء
- االقرطبي' أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد 'الكافي في فقه أهل المدينة' المحقق: محمد محمد أحيد ولد ماديك الموريتاني، مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، المملكة العربية السعودية، ۱۹۸۰ء
- ابراہیم مصطفیٰ وغیر ھم، مجمع اللغۃ العربیہ، المعجم الوسیط، تہران، المکتبہ العلمیہ، س-ن،
- ابن النجار الحنبلي، تقي الدين أبو البقاء محمد بن أحمد، شرح الكواكب المنير، المحقق: محمد الزحيلي ونزيه حماد، مكتبة العبيكان، ۱۹۹۷ء
- ابن الھمام کمال الدین محمد، فتح القدیر شرح الھدایہ، المطبعۃ الامیریۃ اللکبریٰ، مصر، س-ن
- ابن الھمام، کمال الدین، فتح القدیر، بیروت-لبنان، دار احیاء، ۱۹۸۶ء
- ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، مطبعۃ الامیریہ الکبریٰ، مصر
- ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، لاہور، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۸۴ء
- ابن عابدین، محمد امین، الشھیر، الدر المختار مع رد المحتار، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۶ء
- ابن فرید، گھریلو جھگڑے اور ان کا حل، کراچی، زمزم پبلشرز اردو بازار، ۲۰۰۳ء
- ابن قدامہ، ابو محمد، المغنی، دار عالم الکتب، السعودیہ، ۱۹۹۹م
- ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی، مکتبہ الریاض الحدیثہ الریاض، ۱۹۸۱ء
- ابن قدامہ، عبد الرحمن محمد بن أحمد، الشرح الكبير على المتن المقنع، دار الكتاب العربي للنشر والتوزيع، س-ن
- ابن قیم، محمد بن ابی بکر الجوزی، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھ غان من مصاید الشیطان، المحقق: محمد حامد الفقي، الناشر: مکتبۃ المعارف، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
- ابن کثیر، الفداء إسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، المحقق: علي شیري، الناشر: دار إحیاء التراث العربي، 1988ء
- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، سنن ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، دار المعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء
- ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیۃ
- ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحیاء الکتب العربیۃ
- ابن منظور، افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت ۱۹۰۶ء
- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۳ء
- ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، البحر الرئق، وبالحاشیۃ: منحۃ الخالق لابن عابدین، دار الکتاب الإسلامي، بدون تاریخ
- ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، البحر الرئق، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۴ء
- أبو الحسن علي بن الحسین بن محمد السُّغدي 'النتف في الفتاوی' المحقق: المحامي الدکتور صلاح الدین الناهي، دار الفرقان / مؤسسۃ الرسالۃ- عمان الأردن / بیروت لبنان
- أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد، سنن الدار قطني، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت- لبنان، 2004ء
- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض
- ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن أبي داود، المحقق: محمد محیي الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت
- ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن ابی داؤد، المحقق: محمد محیي الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت، س-ن
- ابو سلیم، محمد عبد الحئ، دین کی حفاظت، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۷۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ابو عبد اللہ، محمد بن یوسف، التاج الاکیل المختصر لبخیل، دار لحیاء الکتب العلمیہ، مصر، س۔ن
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ جامعہ پنجاب
- الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۵
- اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، س۔ن
- اصلاحی، امین احسن، جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل
- اصلاحی سلطان احمد، مولانا، عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل، لاہور، مکتبہ قاسم العلوم، اردو بازار، س۔ن
- اعوان، محبت حسین، اسلام، قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، کراچی، مکتبۃ البخاری، س۔ن
- ام عبد منیب، طرز زہائش ایگ یا مشترک، لاہور، مشربہ علم و حکمت، اعوان ٹاؤن، س۔ن
- ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، لاہور، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور، ۱۴۲۷ھ
- امیر الدین، پروفیسر، اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، لاہور، نشریات اردو بازار
- انور شاہ کشمیری، علامہ، فیض الباری علی صحیح البخاري، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔لبنان، 2005ء
- ایک مجلس کی تین طلاق، مجموعہ مقالات علمیہ، نعمانی کتب خانہ، لاہور پاکستان
- ایک مجلس کی تین طلاق۔۔۔ علمائے احناف کی نظر میں، ملتان، دار الحدیث محمدیہ، س۔ن
- بابن الساعاتی، احمد بن علی، شرح مجمع البحرین، مطبوعہ مطبع المطابع، دہلی، ۱۸۹۹
- باجوہ، محمد احمد اللہ، محمڈن لاء، لاہور خیبر پبلشرز، مزنگ روڈ، س ن
- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، دار طوق النجاۃ (مصورۃ عن السلطانیۃ باضافۃ ترقیم: محمد فواد عبد الباقي، 1422ھ
- بھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع متن الاقناع، مکتبہ نصر الحدیث، الریاض، س۔ن
- بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار فراس، س۔ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- بیہقی، أبو بکر أحمد بن علی، السنن الکبریٰ، تحقیق: محمد عبد القادر عطار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنان، ۲۰۰۳ء
- البیہقي، أحمد بن الحسین بن علي بن موسی، السنن الصغیر للبیہقي، المحقق: عبد المعطي أمین قلعجي، دار النشر: جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ، کراتشي-باکستان، 1989ء
- پاکستان کے مختلف صوبوں میں رائج غلط رسومات اور ان کے نقصانات، ویمن کمیشن، جماعت اسلامی، پاکستان، لاہور، منصورہ ملتان روڈ (بروشر)
- پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، کلب روڈ
- پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مترجم: پیر کرم شاہ صاحب، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۲ء
- پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظھري، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ۱۹۹۱ء
- پھلواری، محمد جعفر شاہ، ازدواجی کے لیے اہم قانونی تجاویز، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۰ء
- ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، الجامع الکبیر- سنن الترمذي، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بیروت، 1998ء
- ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، امام، سنن الترمذی، المحقق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي- بیروت، ۱۹۹۸ء،
- تقی امینی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، س۔ن
- تقی عثمانی، مولانا، ہمارے عائلی مسائل، کراچی، ۱۹۶۳ء
- تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۰ء
- تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۶۷ء،
- تھانوی، اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوٰی، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۳۷۹ھ
- تھانوی، اشرف علی، مولانا، تحفہ زوجین، ترتیب مفتی محمد زید، لاہور، طاہر سنز، س۔ن
- تھانوی، اشرف علی، مولانا، حیلہ ناجزہ، کراچی، دار الاشاعت، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جبران مسعود، الرائد، معجم الغوی عصری، دارالعلم بیروت، ۱۹۶۴ء
- جصاص، ابو بکر، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، المحقق: محمد صادق القمحاوي، دار إحياء التراث العربي -بیروت، 1405ھ
- چغتائی، طارق محمود، خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء
- چغتائی، محمد طارق، حکیم، خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء
- الحلی، جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام، بیروت۔لبنان، منشورات مکتبہ دارالحیاۃ، س۔ن
- خالد رحمٰن، سلیم منصور خالد، عورت خاندان اور ہمارا معاشرہ، اسلام آباد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹیڈیز، ۲۰۰۸ء
- خالد رحمن، سلیم منصور خالد، عورت، خاندان اور ہمارا معاشرہ، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹیڈیز، ۲۰۰۸ء
- خالد سہیل، ڈاکٹر، سماجی تبدیلی انقلاب یاارتقاء، لاہور، علی فرید پرنٹرز، ۲۰۰۹ء
- خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار
- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۹۸ء
- خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ کراچی، ۲۰۰۲ء
- الدار قطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد، سنن الدار قطني، حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت-لبنان، ۲۰۰۴ء
- داماد آفندی، مجمع الأنھر، مطبعۃ مصر، ۱۳۲۷ھ
- الذھبی، شمس الدین ابی عبد اللہ، الکبائر للذھبی، بیروت، دار لندوہ جدیدہ
- ذھبی، شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، تحقيق: علي محمد البجاوي، دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت-لبنان، 1382ھ - 1963م

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ذوالفقار احمد، مولانا، گھریلو جھگڑے اور ان کا حل، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر، س۔ن
- ذوالفقار احمد، مولانا، شادی خانہ آبادی، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر، ۲۰۱۵ء
- ذوالفقار احمد، مولانا، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، فیصل آباد، مکتبۃ الفقیر
- الرازی، محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، مطبعۃ عیسیٰ الحلبی، مصر، س۔ن
- راغب اصفہانی، آبو القاسم الحسین بن محمد، امام، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیۃ-دمشق بیروت، 1412ھ
- رافعی، سالم بن الغنی، احکام الاحوال الشخصیہ للمسلمین فی الغرب، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۶۳ء
- رحمانی، خالد سیف اللہ، طلاق و فسخ نکاح کی شرعی حیثیت، کراچی، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۲ء
- رشدي علیان، الإجماع في الشريعة الإسلامية، الجامعة الإسلامية، 1977ء
- رشیدہ پٹیل، پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، کراچی، کل پاکستان انجمن خواتین، ۱۹۸۱ء
- زمخشری، آبو القاسم محمود بن عمرو بن آحمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربي-بیروت، 1407ھ
- زمخشری، جار اللہ، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، لبنان۔بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۷ء
- سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۲۴ھ
- سرخسی، شمس الدین، امام، المبسوط، مصر، مطبعۃ السعادہ، س۔ن
- السرخسي، محمد بن آحمد بن آبي سهل، المبسوط، دار المعرفة-بیروت، 1993ء
- سمیحہ راحیل قاضی، ثریا بتول علوی، قتل غیرت، ویمن کمیشن جماعت اسلامی، پاکستان، لاہور، منصورہ ملتان روڈ، س۔ن
- سندھی، عبید اللہ، مولانا، حاشیہ سنن النسائی، دہلی، مطبع انصاری، س۔ن
- سید سابق، فقہ السنہ، دار الکتاب العربي، بیروت-لبنان، ۱۹۷۷ء
- شافعی، امام، آبو عبد اللہ محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان، الأم، دار المعرفة-بیروت، ۱۹۹۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ابن رشد، محمد بن احمد، بدایتہ المجتہد، القاہرہ دار الحدیث، ۲۰۰۴ء
- شاہدہ پروین، ڈاکٹر، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، س۔ن
- شبلی نعمانی، الفاروق، لاہور، اردو بازار، س۔ن،
- شربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج، دار الفکر، بیروت
- شربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفۃ معاني ألفاظ المنهاج، دار الکتب العلمیۃ، 1994ء
- شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، لاہور، دار النور، اردو بازار، ۲۰۱۳ء
- الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، مصر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۰ء
- شوکانی، محمد بن علي بن محمد، نیل الأوطار، تحقیق: عصام الدین الصبابطي، دار الحدیث، مصر، 1993ء
- شیخ احمد بن حجر، معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج، لاہور، مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، ۲۰۰۴ء
- صابر رضا، اسلام کا نظام طلاق، تاج الشریعہ اکیڈمی، لدھیانہ پنجاب۔ ۲۰۱۱ء
- صدیقی، نعیم احمد، عورت معرض کشمکش میں، مکتبہ جدید پریس لاہور
- صلاح الدین یوسف، حافظ، عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، لاہور، دار السلام
- طاہر مسعود قاضی، ڈاکٹر، مصالح مرسلہ مفاد عامہ اور حکومت کی قانون سازی اسلامی تناظر میں، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۲ء
- طبرانی، المعجم الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ ابن تیمیہ۔ القاہرہ س۔ن
- الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ، أحكام القرآن الكريم، الدكتور سعد الدين أونال، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي، استانبول، 1995ء
- الطرابلسي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، دار الفكر، ۱۹۹۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- عبد الحق، الہندی، اکیل علی مدراک التیزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- عبد الرزاق، أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف، المحقق: حبیب الرحمن الأعظمي، المجلس العلمي- الھند، المکتب الإسلامي- بیروت، ۱۴۰۳ھ
- عبد الجلیل قاسمی، مولانا، مفتی، اسلام کا مکمل نظام طلاق، لاہور، طیب اکیڈمی، س ن
- عزیز احمد، پروفیسر، بر صغیر میں اسلامی کلچر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء
- عظیم احمد، پر مسرت ازدواجی خوشیاں، لاہور، روبی پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء
- علوی، ثریا بتول، پروفیسر، عالمی یوم خواتین اور مسلمان عورت، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، (خواتین) بہاول شیر روڈ، مزنگ، س۔ن
- عمرو بن عبد المنعم، الشیخ، میاں بیوی ایک دوسرے کا دل کیسے جیتیں، مترجم: ابو القاسم حافظ محمد حماد، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، ۲۰۱۳ء
- عمری، جلال الدین، انصر، اسلام کا عائلی نظام، لاہور، البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء
- العینی، أبو محمد محمود بن أحمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاري، دار إحیاء التراث العربي- بیروت
- عینی، بدر الدین، أبو محمد محمود بن أحمد، نخب الأفکار في تنقیح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، المحقق: أبو تمیم یاسر بن إبراھیم، وزارۃ الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ قطر
- فتاوی عالمگیری، مترجم: سید امیر علی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، س۔ن
- فخر الدین رازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر، دار إحیاء التراث العربي- بیروت، 1420ء
- الفوائد المشہور بمعاني الأخبار، دار الکتب العلمیۃ- بیروت / لبنان، ۱۹۹۹ء
- قاسمی، مفتی نذیر احمد، خلع اور فسخ نکاح، شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، انڈیا، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳
- قرۃ العین زینب، مسلم عائلی قوانین مع جدید عدالتی نظائر ۲۰۱۲ء، ملتان، لیگل ایڈیشن، ۲۰۱۲ء
- قرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد، الجامع لأحکام القرآن، تحقیق: أحمد البردوني وإبراھیم أطفیش، الناشر: دار الکتب المصریۃ- القاھرۃ، 1964ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- القرطبی، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد' الکافي في فقہ أھل المدینۃ، محمد محمد أحید ولد ماديک الموريتاني، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۹۸۰ء،
- القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح للمسلم، دار إحیاء التراث العربي- بیروت، س۔ن
- کاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع، کراچی، ایم سعید کمپنی
- الکاساني، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد' بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶ء
- کیلانی، محمد اقبال، طلاق کے مسائل، لاہور، شیش محل روڈ، س۔ن
- کیلانی، اقبال، نکاح کے مسائل، لاہور، حدیث پبلیکیشنز، ۱۴۱۹ھ
- کیلانی، عبد الرحمٰن، مولانا، ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل، لاہور، مکتبہ دار السلام ، ۲۰۰۶ء
- لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخي، فتاوی ہندیہ، دار الفکر، ۱۳۱۰ھ، کتاب الطلاق، الباب الخلع وما فی حکمہ و
- لجنۃ مکونۃ من عدۃ العلماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، مجلۃ الاحکام العدلیہ، کراتشی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ
- لدھیانوی، محمد یوسف، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کراچی، مکتبہ بینات، بنوری ٹاؤن
- لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ۔ بیروت، المکتبہ الشرقیہ، ۱۹۸۶ء
- مالک بن أنس بن، المدونۃ، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴ء
- مالک بن انس، امام، مؤطا مالک بن انس روایۃ امام محمد بن حسن الشیبانی، باب الطلاق، المکتبۃ العلمیہ ، الطبعۃ: الثانیۃ، س۔ن
- مبشر احمد، حافظ، ھدیۃ العروس، لاہور، مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۷ء
- مبشر حسین، حافظ، ھدیۃ العروس، لاہور، مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۵ء،
- مبشر نذیر، اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، برقی کتاب،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- مجتبیٰ موسوی لاری، سید، مغربی تمدن کی ایک جھلک، سازمان تبلیغ نات اسلامی روابط بین الملل، س۔ن
- محفوظ بن أحمد بن الحسن، الهدا یة علی مذ هب الإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، المحقق: عبد اللطيف هميم-ماهر ياسين الفحل، مؤسسة غراس للنشر والتوزيع، ۲۰۰۴ء
- محمد ادریس، مولانا، مسلمان خاوند اور مسلمان بیوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن
- محمد اسحٰق، ڈاکٹر، سلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال، لاہور، مکتبہ حسین محمد، نور روڈ، بادامی باغ، ۲۰۱۳ء
- محمد بن محمد بن محمود، العنایۃ شرح الھدایۃ، دار الفکر، بدون طبعۃ وبدون تاریخ،
- محمد حنیف عبد المجید، مثالی بیوی، کراچی، دار الھدیٰ، ۲۰۱۳ء
- محمد حنیف عبد المجید، مثالی شوہر، کراچی مکتبہ الھدیٰ، ۲۰۱۳ء،
- محمد حنیف عبد المجید، مولانا، تحفہ دلہا، کراچی، مکتبہ بیت العلم ٹرسٹ، گلشن اقبال، ۱۴۲۳ھ
- محمد سلیم، سید، پروفیسر، تاریخ نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ، ۱۹۸۵ء
- محمد شفیع، مفتی، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۳ھ
- محمد عبد الرحمٰن، الشیخ، کامیاب شادی کے سنہری اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی، مترجم: پروفیسر حافظ عبد الجبار، لاہور مکتبہ بیت السلام، ۲۰۱۲ء
- محمد عبدہ، مفتی، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب
- محمد علی جانباز، مولانا، احکام طلاق، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴ء
- محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم: محمد سلیم کیانی، لاہور، البدر پبلی کیشنز
- محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ر، ۲۰۰۹ء
- محمد ہارون معاویہ، ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء
- المرغیناني، برهان الدين، ابو الحسن، الهدايه شرح بداية المبتدی، دار احياء التراث العربي-بيروت -لبنان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع- (430)

- المرغینانی، برھان الدین، ابو الحسن، الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، مطبعۃ مصطفیٰ، مصر، البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء
- المرغینانی، برھان الدین، الھدایہ، بیروت۔ لبنان، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۵ء
- المرغینانی، أبو الحسن برھان الدین، متن بدایۃ المبتدي في فقه الإمام أبي حنیفۃ، مکتبۃ ومطبعۃ محمد علي صبح–القاھرۃ، بدون تاریخ،
- مسعود احمد بھٹہ، میاں، حیات النساء (عورت کی زندگی مناکحات کے بعد)، لاہور، آہن ادارہ اشاعت و تحقیق، پاکستان، ۲۰۱۰ء
- مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء
- مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، ثقافتی بشریات، پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء
- مکیہ مرزا، الدکتور، مشکلات المرأۃ المسلمۃ المعاصرۃ وحلھا في ضوء الکتاب والسنۃ، دار المجتمع للنشر و التوزیع، ۱۹۹۰ء
- منیر احمد خلیلی، تحریک نسواں کا حاصل، دار النشر حسن البنا اکیڈمی،، راولپنڈی علامہ اقبال کالونی، ٹینچ بھاٹہ، ۱۹۸۶ء
- منیر احمد خلیلی، حوا کی بیٹی اور مغربی تہذیب کا فریب، دار النشر حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی، علامہ اقبال کالونی، ٹینچ بھاٹہ، ۱۹۸۶ء
- منیر احمد خلیلی، عورت کو مرد کے خلاف آمادہ بغاوت کرنا فطرت سے جنگ ہے، دار النشر حسن البنا اکیڈمی،، راولپنڈی، علامہ اقبال کالونی، ٹینچ بھاٹہ، ۱۹۸۶ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا، حقوق الزوجین، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۹ء
- مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفھیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن
- موسیٰ خان جلال زئی، نکاح، طلاق اور حلالہ، لاہور، اردو بازار، جاسم پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء
- ندوی، ابو الحسن، سیرت سید احمد شہید، کراچی، ادب منزل، ۱۹۸۷ء
- ندوی، احمد نوید، سید، خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء،
- النسفی، عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س۔ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- نسفی، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد، مدارک التنزیل وحقائق تاویل، حققہ وخرج أحادیثہ: یوسف علي بدیوي، دار الکلم الطیب، بیروت، ۱۹۹۸ء
- نسیم احد قاسمی، مفتی، مولانا، طلاق کے تباہ کن اثرات، اسباب و نقصانات اور بچاؤ کے طریقے، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س۔ن
- نعیم صدیقی، مولانا، اسلامی معاشرت: گھر سے مفرور لڑکیوں کے عشق بازانہ نکاح، لاہور، اسلامک ہیومن رائٹس فورم، ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، ۱۹۹۷ء
- نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر، چند فقہی معاملات کی شرعی حیثیت، اسکالرز اکیڈمی، ۱۹۹۹ء۔
- نووی، أبو زکریا محیي الدین یحیی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي۔ بیروت
- نووی، أبو زکریا محیي الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي۔ بیروت
- نیشاپوری، نظام الدین، غرائب القرآن ورغائب الفرقان المعروف بہ تفسیر نیشاپوری، المحقق: الشیخ زکریا عمیرات، الناشر: دار الکتب العلمیہ۔ بیروت
- ہارون الرشید، پروفیسر، ہمارا معاشرہ اور اسلام، کراچی، ناشر میڈیا گرافکس، اے۔۹۹۷، سیکٹر اے، نارتھ، ۲۰۱۳ء
- ہیکل، محمد حسین، الفاروق عمرؓ، مصر، المطبوعہ شرکۃ مساہمہ، س۔ن
- وحید الدین، مولانا، کامیاب ازدواجی زندگی، لاہور، مکتبہ قاسم العلوم، اردو بازار، س۔ن
- وڑائچ، سہیل اکبر، مسلم عائلی قوانین دشواریاں اور ممکنہ حل، لاہور، شرکت گاہ وویمن ریسورس سنٹر، ۲۰۰۷ء
- وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفقہ الاسلامی و ادلتہ دار الفکر المعاصر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۷ء
- الیاس انطون الیاس، القاموس العصری، المطبعہ العصریہ، قاہرہ، س۔ن
- یوسف صلاح الدین، مولانا، عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، لاہور، دار السلام، س۔ن،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- یوسف عباس، طلاق، ملٹی میڈیا افیئرز، لاہور، ۲۰۰۴

English Books

- Abdul Rehman Doi, Shariah: The Islamic Law, Taha Publishers, London, 1984
- Ash-Shahawi,Majdi,Muhammad,Marital discord,Darussalam,2004,
- Ellsberg M et al. Candies in hell: women's experiences of violence in Nicaragua. *Social science & medicine*, 2000, 51(11):1595–610
- Heinz Gunter Klien, Renate Nestvogel Women in Pakistan, , Vanguar, Mashal Pakistan,
- Heinz Gunther Klein& Renate Nestvogel,Women in Pakistan, Vanguard, Mashal Pkistan, 1992
- Jewkes R, Levin J, Penn-Kekana L. Risk factors for domestic violence: findings from a South African cross-sectional study. *Social science & medicine*, 2002, 55(9):1603–17.
- Mansoori, Muhammad Tahir, Dr, Family Laws in Islam Theory and Application, Islambad: Shari ah Academy , international Islamic University . 2012
- Qureshi, Ishtiaq husain,The Pakistan way of life, Heinemann, 1956
- Rashida Pateal, Gender Equality and women empowerment in Pakistan, oxford university press

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- Sadaf Ahmad,Pakistani Women Multiple Location and Competing Narratives, Oxford University Press, 2010
- The family in Asia, India, Das Man Sign

رسائل وجرائد

اخبارات

- روزنامہ انصاف سنڈے
- روزنامہ پاکستان
- روزنامہ جنگ
- روزنامہ خبریں
- روزنامہ دنیا
- روزنامہ سجاگ
- روزنامہ قدرت
- روزنامہ نوائے وقت
- Daily Dawn
- Daily Times
- Express News
- Pakistan Observer
- Pakistan today
- The Nation

ماہنامہ

- ماہانہ مکالمہ، اسلام آباد
- ماہنامہ محدث
- ماہنامہ وویمن شیڈ
- ماہنامہ: ڈوئلچے ویلے
- ماہنامہ الشریعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ماہنامہ الصفت
- ماہنامہ ترجمان القرآن
- ششماہی الأضواء، شیخ زائد اسلامی سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
- ششماہی القلم، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
- ششماہی پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
- ششماہی ہزارہ اسلامیکس، ہزارہ یونیورسٹی، ہزارہ،
- International Review of law, International Islamic University, Islamabad
- Pakistan, Eastern Mediterranean Health Journal

انٹرویوز

- آئمہ وخطباحضرات
- حکومتی عہدے داران
- سماجی تنظیموں کے عہدے داران
- مطلقہ خواتین
- وکلاءوججز

رپورٹس

- اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل، عالمی میعادی جائزے پر ورکنگ گروپ کی رپورٹ: پاکستان، ۴جون، ۲۰۰۸ء
- پاکستان انسانی حقوق کمیشن۔۲۰۰۸ء میں انسانی حقوق کی حالت؛ ۲۰۰۹ء میں انسانی حقوق کی حالت، ۲۰۱۰ء میں انسانی حقوق کی حالت (پاکستان)
- رپورٹ: اسلامی نظریاتی کونسل ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء، اجلاس نمبر: ۱۹۹
- عورت فاؤنڈیشن رپورٹس
- عورت مخالف رواجوں کا سدباب (فوجداری قانون میں ترمیم) کا ایکٹ، ۲۰۱۱ء
- گھریلو تشدد (بچاؤ اور تحفظ کا ایکٹ، ۲۰۱۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- AMENDMENT IN SECTIONS 5 AND 7 OF THE MUSLIM FAMILY LAWS ORDINANCE,1961Report No.74,AMENDMENT IN SECTIONS 5 AND 7 OF THE MUSLIM

ٹی وی پروگرام

- بی بی سی اردو
- پروگرام جگنو
- جیو عالم آن لائن
- Morning With Farah

ویب سائٹس

- Dania Imtiaz, http://www.geourdu.com/columns-and-articles/hatred-beautiful-realistic-fingers-divorce-family/
- http//www.dawn.com/news/680753 population-male-female-ratio
- http://blush.com.pk/psychological-impacts-of-divorce-on-pakistani-women/
- http://countryeconomy.com /demography/population /pakistan
- http://epaper.down.com/epaper/Detailimage.php?story Image
- http://universalurdupost.com/?p=25166,
- http://w.w.w. cob counter family lawattorns.com/2011/studies. note. the increased effect.of.divorced.on.women.shtml
- http://wdd.punjab.gov.pk/legal_initiatives
- http://wdd.punjab.gov.pk/legal_initiatives,

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- http://www.af.org.pk/PDF/VAW%20Reports%20%AND%20PR/PR/Press%20Release%202011%20%20English.pdf
- http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php
- http://www.asian-women-magazine.com/families/family-systems-in-pakistan.php
- http://www.divorceknowledgebase.com/blog/should-pre-divorce-counseling-be-mandatory-for-married-couples/
- http://www.dunya.com.pk/index.php/city/karachi/2015-01-03/497136#.VfvYGWyDrIV
- http://www.express.pk/story/317462/
- http://www.importantindia.com/14190/disadvantages-of-joint-family/
- http://www.indexmundi.com/Pakistan/demographic-profile.html
- http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance
- http://www.mysticmadness.com/advantages-disadvantages-nuclear-family.html
- http://www.riazshahid.com
- http://www.slideshare.net/FARAHFAREEHA1/socio-cultural-foundation-of-pakistan-with-reference-to-women-
- http://www.ssrn.com/en/
- http://www.tafheemeislam.com/article-details.php?id=MTQ4#.VjIcXmyDrIU

- عـــــــورت فاؤنڈیشـــــــن رپـــــــورٹ ۲۰۱۱ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- http://www.tradingeconomics.com/pakistan/population-female-percent-of-total-wb-data.html
- http://www.ubqari.org/article/details/3671
- http://www.weekly press Pakistan .com /
- https://www.facebook.com/NafseislamCom/posts/156942797799391
- www.gallup-internatioal.com

****

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسلامیات کے میدان میں تحقیق کرنے والوں پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاشرے میں موجود مسائل کا قرآن وسنت اور فقہی سرمایہ کی روشنی میں معقول اور قابل عمل حل پیش کریں۔ عصرِ حاضر کے سلگتے مسائل میں سے اہم مسائل مطلقہ خاتون کے بعد از طلاق سماجی، اخلاقی، معاشی اور قانونی مسائل ہیں۔ معاشرتی المیہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات بھی موجود ہیں اور معاشرے میں انسانیت کا درد رکھنے والے لوگ بھی۔ لیکن مطلقہ خواتین کی زخم خوردہ حالت کا مدوا کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش ہنوز سامنے نہیں آئی۔ ڈاکٹر سیدہ سعدیہ کی یہ تحقیق اس اعتبار سے انتہائی وقیع ہے کہ اس میں طلاق کی صورت میں زندہ درگو ہوتی بنات حوا کے مسائل کا تجزیہ مکمل حساسیت اور سنجیدگی سے انٹرویوز اور سروے سے حاصل شدہ اعداد وشمار کی روشنی میں بنظر عمیق پیش کیا گیا ہے۔

تالیف ہذا میں اس پہلو کو نمایاں اہمیت دی گئی ہے کہ نصوص شرعیہ کو بنیاد بناتے ہوئے مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل کے لئے ایسے اقدامات تجویز کیے جائیں جو محض نظری ہی نہ ہو بلکہ عملی بھی ہوں تا کہ مطلقہ خواتین کی زخم خوردہ حالت کا مدوا ہونے کی کوئی تدبیر کار ہو سکے۔ کتاب کا اسلوب علمی وتحقیقی ہونے کے باوجود موضوع کی حساسیت وسنجیدگی کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ انتہائی حساس موضوع پر تصنیف ہذا پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی وقانونی مسائل (شرعی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ) کی اشاعت ایک بہترین تحقیقی کاوش ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنفہ کی اس دینی سعی کو علم نافع میں شمار فرمائے۔ آمین یارب العالمین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر

چیئرمین اینڈ ڈین (سابق)، فیکلٹی علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

کسی بھی معاشرے میں عائلی زندگی کا بکھرتا ہوا شیرازہ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل ہر ذی شعور کے لئے نہ صرف لمحہ فکریہ ہوتے ہیں بلکہ حالات کی سنگینی ان سے سنجیدہ کاوشوں کی متقاضی ہوتی ہے، انہیں ایسے مثبت اقدامات اور تعمیری لائحہ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے جو افراد معاشرہ کی درست سمت کا تعین کر سکیں۔ تصنیف ہذا بھی ایک ایسی ہی کامیاب کوشش ہے۔

جمیلہ شوکت

پروفیسر ایمریطس، ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور